

پیشانی دِلہن



تالیف

قاری جمیل الرحمن

مکتبہ اسلامیہ



مشالی دُہلن

تالیف

قاری جمیل الرحمن

۱۸- اردو بازار ۵ لاہور ۵ پاکستان

7231788-7211788

مکتبۃ العلم

عرض مؤلف

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ
وَالْمُرْسَلِينَ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَأَتْبَاعِهِ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ وَبَعْدُ

جو ہر مرد میاں ہوتا ہے بے منت غیر! ☆ غیر کے ہاتھ میں ہے جو ہر عورت کی نمود
راز ہے اس کے تپ غم کا یہی نکتہ شوق ☆ آتش لذت تخلیق سے ہے اس کا وجود
کھلتے جاتے ہیں اسی آگ سے اسرار حیات ☆ گرم اسی آگ سے ہے معرکہ بود و نبود
میں بھی مظلومی نسواں سے ہوں غناک بہت ☆ نہیں ممکن مگر اس عقدہ مشکل کی کشودا
میں نے ”مثالی ذہن“ لکھنے کا ارادہ کیا تو میری ایک ہونہار طالبہ کی طرف سے یہ تقاضا
آئے لگا کہ حضرت جی آپ نے فلاں فلاں موضوع پر آیات یا احادیث تلاش کرنے کا جو حکم
ارشاد فرماتے ہیں تو حضرت جی! ایسی مثالی بیوی بننے کے لئے سامنے بھی تو کوئی ایسی ہستی ہونی
چاہیے جو کہ بیوی کو چلنے آ نکھوں کی ٹھنڈک نہیں تو کم از کم انسان کا درجہ تو دیتا ہوں۔

میں اُس بچی کے اس فی البدیہہ تقاضے پر کھونچکا رہ گیا اور وہی سے میں نے یہ عہد کیا
کہ اس کتاب میں جس جگہ بھی ایسی احادیث درج کروں گا جہاں پر بیوی کو اس کے خاوند کی
بابت فرائض کا ادراک کراؤں گا وہاں ضرور دو چار سطروں میں خاوندوں کو بھی مختلف
تنبیہات کرتا جاؤں گا۔ خاص طور پر ”عورت کو عملی تنبیہ کرنا“ جیسے نازک موضوع پر لکھتے
ہوئے تو میرا قلم نہ چاہتے ہوئے بھی خاوندوں کو کچھ ایسی چیزوں کی جانب توجہ مبذول
کروانے سے نہ رک سکا جس کے بعد شاید وہ اس حدیث مبارکہ کو اپنی فضیلت کا (کسی
درجے) احساس دلوانے ہی کی بابت اختیار کریں گے (جیسا کہ کئی احادیث میں عورتوں کی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب مثالی ذہن
مرتب قاری حبیب الرحمن
طابع خالد مقبول
مطبع لعل سٹار پرنٹرز

پٹنے کے پتے

- ❖ کتب خانہ اقرام ستر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔ 7224226
- ❖ مکتبہ سلیم اسلامینہ افسر ستر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔ 7221395
- ❖ مکتبہ جویریہ 18- اردو بازار، لاہور، پاکستان۔ 7211788

استدعا

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کتابت
خدمتِ حج اور جہ سازی میں چری چری احتیاط کی ہے۔
بحری تقاضے سے اگر کوئی نسخہ نظر آئے یا صفحات درست نہ ہوں تو ازراہ
تکم مطلق فرمادیں۔ اللہ ازال کیا جائے گا۔ نشانہ ہی کے لئے ہم بے حد شکر
”نورِ ہوا“ ہے۔

(۱۱۱)

بھی برتری ظاہر کی گئی ہے) اور اس کی ”عملی مشق“ سے ہر ممکن گریز کریں گے۔

اور میری آپ بچیوں سے بھی یہی گزارش ہے کہ اتنا مطالعہ کرنے کے بعد اور اتنی عملی زندگی کے دیکھے کھانے کے بعد اس رشتے کو بچانے کے لئے اگر چند الفاظ ہی کے انتخاب کی اجازت ہو تو فقط یہی کہوں گا کہ:

”شادی کے ابتدائی دو چار سال آپ بچیاں خاوند کی معمولی لغزشوں سے آنکھیں موندی رکھئے اور بات بہ بات روکا نوکی یا شکایات کا پلندہ نہ اٹھائے رکھئے ازدواجی زندگی کی بے بہا سرسبز آگے اپنا دامن اٹھائے آپ کی منتظر ہوں گی۔ ان شاء اللہ۔“

میں نے اس کتاب کی تیاری میں جو اہتمام کرنے کی کوشش کی (اور اسی کی وجہ سے اس کی تالیف میں اتنی دیر ہوئی) کہ میں جو بھی موضوع لکھنے بیٹھا میں نے حتی الامکان سعی کی کہ سب سے قبل کوئی قرآنی آیت لاؤں پھر حدیث مبارکہ درج کروں اور اس کے بعد ائمہ و فقہاء کی تشریحات بیان کروں اور مجھے اُمید ہے کہ میں کسی حد تک اس میں ضرور کامیاب ہوا ہوں گا۔ تمام کتب جو اس سلسلہ میں مجھے درکار ہوئی ان کی دستیابی کے لئے میں سب سے اول تو الرحمن پبلک لائبریری کے مدیر صاحب کا اذہ شکر گزار ہوں کہ نہ صرف وہ میری پسند فرمودہ کتاب ڈھونڈ کر رکھتے بلکہ اکثر اوقات تو ضروری حصوں کی فونو کالی بھی مہیا کر دیتے۔ اس کے علاوہ مدیر مکتبہ العلم نے بھی جس فراخ دلی سے کتب مہیا کیں اب کسی کتاب کی تیاری میں ناشران کتب کم ہی ایسا عطف و حوصلہ رکھتے ہیں۔

میری آپ بچیو! سے فقط یہی گزارش ہے ہو سکتا ہے کچھ جگہ آپ کو کچھ ایسا مضمون بھی مطالعہ کو ملے جو شاید آپ کو بے ربط لگے یا آپ کو ”بے وقت کی نصیحت“ محسوس ہوں لیکن میں نے تو اپنی بیٹیوں کو جو نصیحت مناسب سمجھی اور جانا کہ اس کی وجہ سے ان کی ازدواجی زندگی خوشگوار گزرے گی وہ کروالی اور مقصد فقط آپ کی دنیا و آخرت کی سرفرازی و کامرانی تھی۔

حاشاء اللہ کہیں بھی اپنی (مردوں) کی فضیلت باور کروانا مقصود نہیں۔

آپ سے فقط یہی گزارش ہے کہ اگر کوئی خامی و کوتاہی آپ کو محسوس ہو تو اس کو میری جانب منسوب کیجئے اور اگر کوئی خوبی کی بات ملے تو اس کا تمام ”کریڈٹ“ میں اپنی ہونہار ظاہرات کے نام کرتا ہوں۔

آئینہ کتاب

صفحہ	عنوان	
۳۳	اپنا ماتم آپ	○
۳۵	عورت کا بلند ترین مقام بحیثیت ماں	
	اور نفعیہ اللہ کی احادیث سے	
	عورت کی عظمت کا بیان	
	ماں بننے ہی عورت تمام رشتوں پہ فوقیت لے جاتی ہے	○
	اوفرمانبردار بیٹیو!	○
۳۰	اللہ کی رضا ماں کی رضا میں پوشیدہ ہے	○
۳۱	سنن ابن ماجہ میں والدہ کو جنت یا جہنم کا دروازہ قرار دینا	○
۳۲	ماں جنت کا دروازہ	○
	حدیثوں کا مضمون	
۳۳	یاد دہانی	○
۳۵	قبل از اسلام عورت کو حقیر سمجھا جانا	
۳۷	عرب معاشرے کی خصوصیات	○
۳۹	رومی معاشرت	○
۵۱	خصوصیات	○

صفحہ	عنوان	
۱۲۰	سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	○
	سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	○
۱۲۱	سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت جحش	○
	سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	○
۱۲۲	سیدہ جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	○
	سیدہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	○
	سیدہ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	○
۱۳۳	خواتین عالم میں سے چار افضل ترین	
۱۲۶	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت	○
۱۲۷	سیدہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ولہداری	○
۱۲۹	حضرت مریم بنت عمران کا ذکر	○
۱۳۰	سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی علمی عظمت	○
۱۳۱	سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک فصیح خاتون	○
۱۳۳	اسلام میں نکاح کی ضرورت و اہمیت	
۱۳۳	شادی فطری و طبعی ضرورت	○
۱۳۵	شادی جنسی عقلی اخلاقی و روحانی ضرورت	○
۱۳۸	ترک نکاح کی ممانعت	
۱۳۹	اسلام میں رہبانیت نہیں ہے	○

صفحہ	عنوان	
۵۲	ایرانی معاشرہ	○
۵۶	اللہ نے انسان کو ایک جان سے پیدا کیا	
۵۷	یونان روم اور ایران	○
۵۸	یہودیت اور عیسائیت	○
۵۹	ہندومت	○
۶۰	عرب قبل از اسلام	○
	عورت ماں کی حیثیت سے	○
۶۶	اسلام میں عورت کی حیثیت	
۷۹	عورت بیوی کی حیثیت سے	○
	حقوق میں مساوات	○
۸۳	عورت بیوی کی حیثیت سے	
۱۰۲	ازواج مطہرات کی قابل تقلید زندگی	
۱۰۵	سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک مثالی بیوی	○
۱۱۱	سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں خواب	○
۱۱۷	سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی امتیازی شان	○
۱۱۹	سیدہ سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	○
	سیدہ طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خصوصیت	○

صفحہ	عنوان
۱۳۳	اچھا رشتہ ملنے اور برے سے بچنے کی دعائیں
	مشورہ
۱۵۰	استخارہ
۱۵۷	نکاح کی دعا
۱۵۹	شادی بقائے نسل انسانی کا ذریعہ
۱۶۲	شادی دو خاندانوں کے ملاپ کا ذریعہ
	نکاح کی لغوی تشریح
	نکاح نہ کرنا زنا کا دروازہ کھولتا ہے
۱۷۳	اقسام نکاح
۲۱۶	نکاح کے فوائد و آفات
۲۱۷	آفات نکاح
۲۱۸	نکاح کے مستحبات
	ایجاب و قبول اور ان کے صحیح ہونے کی شرائط
۲۲۱	کفائت کا قرآنی تصور
	بے جوڑ شاہیوں کا انجام
۲۲۳	کفائت کو فقہاء کیوں اہمیت دیتے ہیں

صفحہ	عنوان
۲۲۳	غیر مسلم سے رشتہ
۲۲۷	مومن اور بدکار مسلمان سے رشتہ
	خلاصہ
۲۲۸	اپنی ذات غلط یا اپنے سے ادنیٰ ذات بتانا
۲۲۹	لڑکی لڑکے میں عمر کا مختار سب ایک شری چیز ہے
۲۳۰	لڑکے اور لڑکی کا ہم عمر ہونا
۲۳۱	بے جوڑ نکاح کے مضمرات
	کم سن لڑکی کا زیادہ عمر والے لڑکے سے رشتہ کرنے کے نقصانات
	کم عمر لڑکے کی زیادہ عمر والی لڑکی سے رشتہ کرنے کی خرابی
۲۳۲	بے جوڑ شادی میں لڑکی کو انکار کر دینا چاہئے
	کم عمر میں شادی کر دینے سے قویٰ ضعیف ہو جاتے ہیں
۲۳۳	بچپن میں شادی کر دینے کی خرابیاں
۲۳۴	رشتہوں کی تلاش میں خود ساختہ رکاوٹیں
۲۳۹	وہ شہ کی شرط
	بہو خوب صورت بھی ہونی چاہیے اور "کماؤ پوت" بھی
۲۴۰	دنیاوی تعلیم کا نہ ختم ہونے والا گورکھ دھندا

صفحہ	عنوان	
۲۴۱	انتا پڑا لیا ہے اب کچھ کما بھی تو لوں	○
۲۴۲	بڑی گھر بیچی ہے تو چھوٹی کو کیونکر بیاہ دیں؟	○
۲۴۳	ہمارا دور خد معیار رشتہ نہ ملنے کی سب سے بڑی وجہ	○
۲۴۴	مناسب رشتہ نہ ملنے کا فضول عذر	○
۲۴۹	رسم درواج بھی گناہ میں داخل ہیں	
۲۵۰	آج کل کی رسموں کے ممنوع اور ناجائز ہونے کے شرعی دلائل	○
۲۵۲	بیاہ شادی کی رسموں کے ناجائز ہونے کی قوی دلیل	○
۲۵۳	برامت منائے لیکن رسم درواج کی جز آپ عورتیں ہی ہیں	○
۲۵۵	عورتوں کے جمع ہونے کے مفاسد اور خرابیاں	○
۲۵۷	بیاہ شادیوں میں عورتوں کے مفاسد کی تفصیل	○
۲۵۸	لباس زیور میک اپ (زینت) کا مقصد	○
۲۵۸	خوشبو	
۲۶۰	بیوی کن لوگوں کے سامنے خوشبو لگا سکتی ہے	○
۲۶۲	خوشبو کا مسئلہ	○
۲۶۲	عورتوں کو بناؤ سنگھار میں کچھ ایسی چیزوں کی ممانعت	○
۲۶۲	جس میں وہ بہت زیادہ مبتلا ہیں	○
۲۶۲	بناؤ سنگھار کی بابت دلہنوں کی زبردست غلطی	○

صفحہ	عنوان	
۲۶۲	رسم کی پابندی میں بوڑھی عورتوں کی کوتاہی	○
۲۶۳	عورتوں کی رسم میں اصل قصور سر پرستوں کا ٹھہرتا ہے	○
۲۶۳	مردوں کے سر کا تاج	○
۲۶۵	رسم سے منع کرنے والے دو قسم کے لوگ	○
۲۶۶	مردوں سے شکایت	○
۲۶۶	رسم درواج کے ختم کرنے کے طریقے	
۲۶۷	رسم درواج کو ختم کرنے کا شرعی طریقہ	○
۲۶۸	حضرت تھانوی کی رسموں کی بابت ایک صاحب رائے	○
۲۶۹	رسم کے خلاف ڈٹ جانے والا اللہ کا مقبول بندہ	○
۲۶۹	رسم کے پابند موجب لعنت	○
۲۷۱	بہنوں اور بیٹیوں سے ایک درومندانہ درخواست	○
۲۷۱	موجودہ دور میں شادی بیاہ کی رسومات	
۲۷۲	مائیوں بٹھانے کی رسم	○
۲۷۲	رسم حنا	○
۲۷۲	سہرا بندی	○
۲۷۲	ہار پہنانا	○
۲۷۳	گھوڑی چڑھانا	○
۲۷۳	بدشگونی کوئی چیز نہیں	
۲۷۳	آتش بازی / چراغاں	○

صفحہ	عنوان
۲۷۴	پیسے لٹانا
۲۷۶	شگون کی حقیقت
۲۷۹	بد شگونی کوئی چیز نہیں
۲۸۰	عیالے پر اسماء کا اثر
۲۸۱	بد شگونی کا کہہ کر شوہر کو "نا جائز" طور پر اس کے والدین سے الگ نہ کیجئے
۲۸۲	زمین کا چھوڑنا فقط آب و ہوا کے ناموافق آنے کی وجہ سے ہونا چاہیے
۲۸۳	بینڈ باندھنا ناچ گانا
۲۸۵	مغنیہ کی آواز سن کر نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کا عمل
۲۸۷	وری لے کر جانا
۲۸۸	توتہ
۲۸۹	دولہا کے ساتھ غیر اخلاقی حرکات کرنا
۲۹۱	دروازے کی چوکھٹ پر چاول
۲۹۲	ویڈیو فلم جو ناایا تصاویر اتر وانا
۲۹۳	بارات ایک بدعت
۲۹۴	بارات ہندوؤں کی ایجاد اور ان کی رسم ہے
۲۹۵	بارات کے چند مفاسد
۲۹۶	بارات کی قطعاً ضرورت نہیں

صفحہ	عنوان
۲۹۳	بارات نا اخلاقی اور ذلت کا سبب ہے
۲۹۴	بارات اور قابل فکر بات
۲۹۵	قیام و طعام اور باراتیوں کا طریقہ عمل
۲۹۶	باراتی کھانا
۲۹۸	مروجہ جہیز ایک ہندوانہ رسم
۳۰۰	باراتی کھانے کا جواز آخر کس طرح؟
۳۰۲	ماہِ عمل (ہنی مون)
۳۰۳	مناسب شوہر کا انتخاب
۳۰۴	دیداری کی تعریف ہم عمری کا لحاظ
۳۰۶	عورتوں کو شوہر کے انتخاب میں اختیار
۳۰۷	نکاح میں لڑکی کی رضا مندی
۳۰۸	ولی کی ذمہ داری
۳۰۹	عورت کی عدم رضا سے نکاح کا رد عہد نبوی میں
۳۱۱	باپ کو بھی جبر کا اختیار نہیں
۳۱۲	اجازت لینے کا طریقہ اور چند ضروری مسائل
۳۱۳	پیغام دینے کا پسندیدہ طریقہ
۳۱۴	شادی سے پہلے دیکھنا مستحب ہے

صفحہ	عنوان	
۳۸۳	نا فرمان بیوی کو مارنے پر مواخذہ نہیں ہوگا	○
۳۸۷	بیوی شوہر کی اجازت کے بغیر نفل روزہ نہ رکھے	○
۳۸۸	سخت سے سخت حکم میں بھی شوہر کی اطاعت کر دے	○
	جس عورت کا خاوند ناراض ہو اسکی نماز پوری طرح	○
۳۹۱	قبول نہیں ہوتی	○
۳۹۵	شوہر کی محبت حاصل کرنے کے طریقے	
۳۹۶	نگاہ سننا	○
۳۹۷	سو گھنٹا	○
۳۹۸	مہمان داری	
۳۹۹	مہمان نوازی کی اہمیت	○
	میں تو ہر وقت کھانے کھلاؤ لیکن جینٹل یا دیور کے گھر	○
	جاؤں تو وہ تو ایسی خدمت نہیں کرتے	○
۴۰۵	یاد رکھئے! برائی کا بدلہ برائی نہیں ہے	○
	اللہ کے نیک بندے آپ کے دسترخوان سے کھائیں	○
	کھائیں	○
۴۱۹	ایک ٹونکا	
	جس سے شوہر کا بیشتر فارغ وقت آپ کے ساتھ بسر ہوگا	○
۴۲۰	ٹی۔وی نے آپ کا شوہر آپ سے چھین لیا	

صفحہ	عنوان	
۳۲۲	ایک نئی دہانہ	○
۳۲۳	ماں باپ کی رضامندی	○
	لڑکے لڑکی کی رضامندی	○
۳۲۹	لڑکے لڑکی کی رائے معلوم کرنے کا طریقہ	○
	لڑکے لڑکی کی مرضی کے بغیر شادی کر دینے کا انجام	○
۳۳۷	کچھ معنی کی بابت	
۳۳۸	بارات کی ایک جائز صورت	
۳۴۱	حق مہر	
۳۴۵	مثالی ذلہن کا اوصاف	
۳۵۲	صحابیات کی اپنے شوہروں سے محبت	
۳۵۷	شوہر کا خیر مقدم خندہ روئی سے	○
	کچھ ایسے معاملات جن میں شوہر کو انکار کرنا جائز نہیں	○
۳۷۸	بیوی پر شوہر کے حقوق	
۳۷۹	شوہر کی خواہش پر بیوی کو ہم بستر ہونے سے انکار کرنا	○
	اگر غیر اللہ کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو خاوند کو بیوی کا مسمود	○
۳۸۱	قرار دیا جاتا	

صفحہ	عنوان
۳۲۰	ٹی۔ وی کی نشریات کا مختلف زاویوں سے ایک جائزہ
۳۲۲	ٹی۔ وی ام الفواحش
۳۲۳	ٹی وی آنکھ کا زنا ہے
۳۲۵	ٹی وی کان کا زنا ہے
	ٹی وی دل کا زنا ہے!
۳۲۶	ٹی وی لبو اصب ہے
۳۲۷	ٹی وی لبو الحمد یت ہے
۳۲۹	ٹی۔ وی کا واحد مقصد فحاشی کو "پرسوت" کرنا رہ گیا ہے
۳۳۰	ٹی وی اسراف ہے
	گھر آتے ہی ٹی۔ وی کے سامنے بیٹھی بیوی
۳۳۱	شوہروں کو اپنی ازدواج کی طرف سے بے پرواہ کر ڈالنے والا آلہ
	حدیث مبارکہ میں عورتوں کو شیطان کا جال بیان کرنا کی تشریح
۳۳۲	شیطان کے جال مانگنے کا واقعہ
۳۳۳	ٹی وی اور بے حیائی و فحاشی
	حیا اور اس کی اہمیت
۳۳۵	دلہنوں کو نت نئے گر سکھانے کا آلہ
۳۳۶	بے حیائی کی انتہا

صفحہ	عنوان
۳۳۷	فرمانبردار بچیو!
	امر بالمعروف و نہی عن المنکر پہ سختی سے عمل پیرا ہو جائیے
	شوہر صاحب کے کانوں پہ تو ہیڈ فون ہی لگا رہتا ہے
	اغیار کا دوسرا معیار
۳۳۸	موسیقی نہیں قرآن روح کی غذا ہے
	گانے بجانے میں انہماک پر سور و بندر کی شکل
	خاتون خانہ کے ہاتھوں مفتاح الرزق "رزق کی کنجیوں" کا کھویا جانا
۳۳۱	آپ کی لا پرواہیوں کا دیال اولاد کو بھگتنا پڑتا ہے
۳۳۲	جب گھروں میں گناہ عام ہوتا ہے تو سزا سب کو ملتی ہے
۳۳۳	بنی اسرائیل پر طاعون کی بیماری فحاشی کی وجہ سے اتری تھی
۳۳۵	کیبل نے تو ٹی۔ وی کو "زہر میں بجھا آلہ" بنا ڈالا ہے
	طالب علم کو تنبیہ کی تو اس نے حیران کن انکشاف کیا
۳۳۶	مولانا! ہمارے گھر کا ماحول تو بڑا پاکیزہ ہے
۳۳۷	صفائی کی اہمیت
	اپنی اصلاح کیجئے یقین جانئے شوہر اپنی کیوں کوتاہیوں پہ چند دن ہی میں قابو پا لے گا

صفحہ	عنوان
۳۴۷	جو سب کو سنوارتی ہے وہ خود بھی تو سنوارے
۳۵۴	چھوٹا
۳۵۵	چکھٹا
۳۵۶	حقوق کی رعایت
۳۵۷	خندہ پیشانی سے پیش آنا
	خدمت
۳۵۸	کفایت شعاری
۳۵۹	حسن نظام
۳۶۰	دلہن کو نصیحت کرنا مستحب ہے
۳۶۱	شب زفاف سے پہلے ایک ماں کی اپنی بیٹی کو نصیحت
۳۶۳	شوہر کی خوشنودی حاصل کرنے کے ٹر
۳۷۰	حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر کون ہو سکتا ہے؟
۳۷۲	سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی شان
۳۷۵	حضرت عائشہ کا حضرت حفصہ سے رشک کرنا
۳۷۶	حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت کا ایک واقعہ
	عابد یوی کے لئے اللہ تعالیٰ کی سفارش
	والدین کی فرمانبرداری
۳۷۷	نبی کریم ﷺ کی عورتوں کو جنت کی مشروط بشارت

صفحہ	عنوان
۳۷۸	آخر تو آپ کے گھر کا سربراہ آپ کا شوہر ہے
	باس ایسا زیب تن کیجئے کہ نہ خود شرمندہ ہوں اور نہ شوہر کو کروائیں
۳۸۱	سرالی رشتوں کی ہمیت پیچھنے
	نبی کریم ﷺ کے گھروالوں کے مناقب کا بیان
	فرمانبردار بچیو!
۳۸۷	اگر آپ کی مالی حالت بہتر بہتر نہیں پھر بھی حتی الامکان شوہر کے بہن بھائیوں کے ساتھ صلہ رحمی اختیار کیجئے۔
۳۸۸	صلہ رحمی کی ترقیب
۳۸۹	جس گھر میں آئی ہیں اس کے پڑوس کا بھی خیال رکھئے
۳۹۱	سارا دن کام والیوں کی یہ غصہ نہ اتارتی رہنے
	فرمانبردار بچیو!
۳۹۳	ساس 'سسر کو عزت دیجئے پورے گھر میں آپ کی عزت ہو جائے گی
۳۹۵	صرف ساس 'سسر ہی نہیں بلکہ ان کے بہن بھائیوں سے بھی اچھا سلوک روادار رکھئے
۳۹۶	ساس 'سسر کے بہن بھائیوں کی قدر کرنا
۳۹۶	جس نے میرے بچے کو ستایا اُس نے مجھ کو ستایا

صفحہ	عنوان	
۳۹۷	سرس کو اپنی ماں جتنا احترام دیجئے وہ آپ کو اپنی اولاد سے بڑھ کر چاہئے لگے گی	○
۳۹۹	ہر وقت وپادوس میں جتلا رہ کر شوہر کی زندگی اجیرن نہ کیجئے	○
۵۰۲	عورتوں کی بیعت	
	ماڈرن بننے کے شوق میں جہنم نہ واجب کر لیجئے	○
۵۰۲	لباس کی بابت کچھ تنبیہات	
۵۱۳	مرد کو خوش کرنے کا راستہ اس کے معدہ سے ہو کر جاتا ہے	○
۵۰۵	بسم اللہ پڑھ کر کھانے کی ابتداء کیجئے	○
۵۱۶	کھاتے وقت بسم اللہ پڑھنے کی اہمیت	○
۵۱۷	اائیس ہاتھ سے کھانا پینا چاہئے	○
۵۱۸	بائیس ہاتھ سے کھانے پینے کی ممانعت	○
۵۱۸	تین انگلیوں سے کھانا اور انگلیاں چٹا ممانعت ہے	○
۵۲۰	کھاتے وقت کوئی نقد گر جائے تو اس کو صاف کر کے کھا لینا چاہئے	○
۵۲۱	تک لگا کر کھانا کھانے کی ممانعت	○
۵۲۲	آنحضرت ﷺ کسی کھانے کو برا نہیں کہتے تھے	○
۵۲۳	مناسب موقع دیکھ کر شوہر کو یہ حدیث مبارکہ یاد دہرائیے	○

صفحہ	عنوان	
۵۳۲	مونیا یا اوراس کا نبوی علاج	
۵۳۵	ہائے امیرے شوہر دوسری عورتوں کی طرف دیکھتے ہیں نہر لگی ہونے کا منہدم	○
۵۳۶	خدارا! فقط زیور پہن کر خوبصورت نہ دیکھنے کی کوشش کیجئے کچھ محنت کا بھی خیال رکھئے	○
۵۳۷	گھر والوں کو اچھا مگر کم کھانے کی رغبت دلائیے	○
۵۳۸	کم کھانا آپ کو تادیر خوبصورت رکھے گا	
۵۳۹	مومن ایک آنت سے اور کافرسات آنتوں سے کھاتا ہے	○
۵۴۰	کھانے کے وقت سرسالی رشتہ داروں کو بھی ساتھ شامل کیجئے	○
۵۴۱	ایک آدمی کا کھانا دو کوڑ کا چار کو اور چار کا کھانا آٹھ کو کافی ہوتا	○
۵۴۲	نبی کریم ﷺ کی مرغوب غذا	○
۵۴۳	آنحضرت ﷺ کو میٹھی شے مرغوب تھی	○
۵۴۴	آنحضرت ﷺ کسی طرح بیشہ نہ کھاتے تھے	○
۵۴۵	عقلمند معاش میں شوہر کا ساتھ دینا چاہئے	○
۵۴۵	آنحضرت ﷺ کی جام دونوں کی حد	○

صفحہ	عنوان	
۵۳۶	ہر وقت تنگی معاش کا رونا نہ روتی رہنے	○
۵۳۹	لہذا کا شکر ادا کیجئے اور کفرانِ نعمت نہ کیجئے	○
	فرمانبردار بنیو!	○
۵۴۰	اکثر عورتوں کو یہ خوش فہمی ہوتی ہے کہ وہ بڑی پارسا ہیں	○
۵۴۱	کئے گئے گناہوں کو کبھی حقیر نہیں سمجھنا چاہیے	○
	فرمانبردار بنیو!	○
۵۴۲	اشیاء خوراک کو ماپ تول کر لینے دینے اور پکانے کا حکم	○
۵۴۳	کھانے کے بعد اللہ کی حمد و ثناء	○
۵۴۷	جادو ٹوٹنے سے اللہ کی پناہ	○
	پڑھئے! پھر پڑھئے! سر بارہ پڑھئے	○
	فرمانبردار بنیو!	○
	ایک چپ سوکھ	○
۵۵۳	کم گوئی ایمان کی نشانی ہے	○
	فرمانبردار بنیو!	○
۵۵۶	بے فائدہ بیان آرائی مکروہ ہے	○
۵۵۷	ایک پیش گوئی	○
	یاد رکھئے! زبان دراز بیوی کو شوہر تو کیا اللہ بھی پسند نہیں کرتا	○
۵۵۸		○

صفحہ	عنوان	
۵۵۸	زبان دراز اور چکنی چٹری باتیں کرنے والا خدا کا ناپسندیدہ ہے	○
۵۵۹	ایک چپ سوکھ	○
۵۶۰	آپ پر کس آفتیں آپ کی زبان کی وجہ سے آتی ہیں	○
۵۶۱	دنیا و آخرت کی نجات کے ذریعے	○
	تمہارا گھر تمہیں کفایت کرے	○
	فرمانبردار بنیو!	○
۵۶۲	اپنے ہمسائے میں رہنے والوں غریبوں و ناداروں کا خیال کیجئے	○
۵۶۳	اپنی بد زبانی کے ذریعہ ہمسایوں کو ایذا پہنچانے والی عورت کے بارے میں وعید	○
۵۶۳	اپنے قریبی لوگوں کو اپنے سے ذرا دور مت بھاگیئے	○
۵۶۶	کون بہتر ہے اور کون بدتر؟	○
۵۶۷	تمام اعضاء جسم زبان سے عاجزی کرتے ہیں	○
	دور دیہ کے بارے میں وعید	○
۵۶۹	لعنت ملامت سے بچئے	○
	ہر وقت لعنت ملامت نہ کرتی رہنے	○
۵۶۹	یہودیہ لعنت بھیجنے پر نبی کریم ﷺ کا سیدہ عائشہ کو امتحانہ کرتا	○

صفحہ	عنوان	
۵۷۱	چھوٹی چھوٹی باتوں پہ مدد عا ملنے ہاتھ نہ خدائی پھر یہ	○
۵۷۳	جو شخص نعت کے قابل نہ ہو اس پر نعت کرنا خود اپنے آپ کو ہتک مانتا ہے	○
۵۷۵	شوہر اور سرالیوں سے خوشی طبع سے پیش آئیے چھوٹی موٹی چیزوں کی کھوج جانے کی صورت میں سرالیوں پر الزام نہ دھردیتے	○
۵۷۶	بیاری بیٹیو! کچھ عرصہ صبر سے گزارئیے آپ خود ہی سرالیوں کے ساتھ ایڈجسٹ کر جائیں گی اور ان کے بغیر آپ کو گھر سونا سونا لگے گا	○
۵۷۷	سب گناہوں پر تہمت تراشی جرم عظیم ہے اپنی تند یا دیوروں کے بچوں کو اچھے القابات سے پکاریے	○
۵۸۰	خوش طبعی میں بھی جج کا من ہاتھ سے نہ چھوڑیے	○
۵۸۱	فرار ہو رہی ہے	○
۵۸۱	تمندوں سے لغو ولا یعنی گفتگو سے اجتناب	○
	نبی کریم ﷺ کا ہنسی مذاق بھی جھوٹ پر مبنی نہیں ہوتا تھا خوش طبعی کا ایک انداز نبوی	○

صفحہ	عنوان	
۵۸۳	تعریف پر مشتمل خوش طبعی	○
۵۸۷	نبی کریم ﷺ کا ایک بڑھیا کے ساتھ خوش طبعی فرمانا	○
۵۸۹	زن و شو کے درمیان خوشی طبعی کی ایک عمدہ مثال	○
	شادی کے بعد ہر کام میں تدبیر سے کام لینا سیکھئے	○
۵۹۳	زن و شو میں لڑائی جھگڑے کا حل	○
۵۹۵	اللہ نہ کرے اگر آپ میں اور شوہر میں ناچاقی زیادہ بڑھ جائے	○
۵۹۶	مصالحات کی کوشش	○
۵۹۷	سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی حسن تدبیر	○
۵۹۸	لڑائی جھگڑے کی صورت میں ہدایت الہی	○
۶۰۲	شکر رنجی اور مصالحت کی کوششیں	○
۶۰۳	شوہر کی کم تنخواہ میں گھر چلانے کا نسخہ عیماء	○
۶۰۷	خرچ میں مہمند روی	○
۶۰۹	حیاء ایک بہت بڑی نعمت الہی	○
۶۱۰	صحیحین میں حیاء کی بابت مروی چند احادیث	○
۶۱۱	بیویوں کا بات بہ بات غیرت کھانا تپا ہی کا پیش خیر	○
۶۱۲	معاشی تنگی کے دنوں میں نیک بیوی کا طریق عمل	○
	فقر کی نصیحت ورنہ نبی کریم ﷺ کی معاشی زندگی کا بیان	○

صفحہ	عنوان
۶۲۳	افلاس اور رشتہ حالی کی فضیلت
۶۲۴	قریبی رشتہ داروں کی دولت دیکھ کر شوہر کو غلہ کاموں پر مت ایجا رہیے
۶۲۵	لوگوں کی دولت پر نظر رکھ کر کڑھتی نہ رہیے
۶۲۶	نیک زن و شو کے لئے تو یہ دنیا ہے ہی قید خانہ
۶۲۷	جن کو خدا اپنا محبوب بنانا چاہتا ہے ان کو دنیاوی مال و دولت سے بچتا ہے
۶۲۸	مال کی کمی اور حقیقت بڑی نعمت ہے
۶۲۹	ذات رسالت ﷺ سے محبت کا دعویٰ رکھتے ہو تو فقر و فاقہ کی زندگی اختیار کرو
۶۳۰	سہمیوں کو بلا جھجک شوہر سے ملوانے کے نتائج
۶۳۱	کسی عورت کے جسم کا حال اپنے شوہر کے سامنے بیان نہ کرو
۶۳۲	ایک یاد دہانی! جو آپ کی عفت و عصمت کو محفوظ رکھے گی
۶۳۳	نبی کریم ﷺ کا خواتین کیسے صدقہ کرنے کا خصوصی ارشاد
۶۳۴	اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے نبی کریم ﷺ کا استعارہ
۶۳۵	

صفحہ	عنوان
۶۳۳	اللہ کی راہ میں خرچ کرنا باعث برکت ہے
۶۳۴	فرمانبردار بنیو!
۶۳۵	اللہ عزوجل کی عطا کردہ نعمتوں کا شکر ادا کرنا سیکھئے
۶۳۶	ضرورت پڑے تو شوہر کے غریب اعزاء و اقارب کی مالی و اخلاقی مدد کیجئے
۶۳۷	نبی کریم ﷺ کے ایک واقعہ میں ہمارے لئے ایک سبق
۶۳۸	کسی سوا کی کا سول پورا نہ کرنے والوں کے لئے تنبیہ
۶۳۹	بہترین بیوی کی پہچان
۶۴۰	اولاد پر خرچ کرنے کا آجر
۶۴۱	شوہر کو صدقہ؟
۶۴۲	اپنے عزیزوں کو صدقہ دینے دوسری جگہوں پر دینے سے بہتر ہے
۶۴۳	قریب ترین ہمسایہ کا حق زیادہ ہے
۶۴۴	بیوی اپنے شوہر کے مال میں سے جو چیز خرچ کر سکتی ہے
۶۴۵	جذبات میں بہہ کر ہر چیز ہی صدقہ نہ کر دیجئے
۶۴۶	صدقات کے مسائل
۶۴۷	شوہر کی کمائی سے صدقہ کرنے کا ثواب
۶۴۸	میت کو مالی عبادت کا ثواب پہنچتا ہے

صفحہ	عنوان	
۶۶۳	بیوی کے لئے شوہر کی اجازت لڑی ہے	○
۶۶۵	جد خرب ہونے والی چیزوں کا صدقہ کرنا	○
۶۶۶	ایک سوال	
۶۶۸	کچھ روز مرہ کی دعائیں	
۶۶۹	صبح اشام اور سوتے وقت پڑھی جانے والی دعاؤں کا بیان	○
۶۷۰	صبح و شام کے وقت آپ ﷺ کی دعا	○
۶۷۲	سونے اور جاگنے کے وقت کی دعا	○
۶۷۶	نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی رضی اللہ عنہا سے مروی دعا	○
۶۷۹	سوتے وقت قرآن کی کوئی سورۃ پڑھنے کی برکت	○
۶۸۰	دن اور رات میں حاصل ہونے والی نعمتوں کے شکر کی ادائیگی	○
۶۸۱	بے خوابی دور کرنے کی دعا	○
۶۸۳	صبح کے وقت آنحضرت ﷺ کی دعا	○
۶۸۴	اولاد کو شیطان سے کیسے محفوظ رکھا جاسکتا ہے	○
۶۸۵	آپ کے شوہر کا غصہ دور کرنے کا ایک نسخہ میمیا	○
۶۸۶	غصہ فرو کرنے کی ایک بے مثل تدبیر	○
۶۸۸	رات میں ضرر و نقصان سے بچانے والی دعا	○
۶۸۹	بازار میں پڑھنے کی دعا اور اس کی فضیلت	○
۶۹۰	کفر اور قرض سے پناہ مانگنی چاہئے	○

صفحہ	عنوان	
۶۹۰	ہر وقت کی مصروفیت سے پناہ مانگنے کی دعا	○
۶۹۱	جو سب کو سنوارتی ہے وہ اپنے آپ کو سنوارنے کا وقت بھی نکال سکے	○
۶۹۲	محبت الہی کی طلب کے لئے دعا	○
۶۹۳	ایک عمدہ دعا	○
۶۹۴	ایک دعا جس کی وجہ سے شوہر دوسری رشتوں میں	○
۶۹۵	آپ کی عزت ان شاء اللہ بڑھ جائے گی	○
۶۹۶	شکر گزار ہونے کی دعا	○
۶۹۷	اہل و عیال کو بیماریوں سے دور رکھنے کی دعا	○
۶۹۸	خصائل پر سے بچنے کی دعا	○
۶۹۹	تسبیح ت فی طرہ	○
۷۰۰	دن بھر کی مشقت سے آرام	○
۷۰۱	عورت اقبال کی نظر میں	○
۷۰۲	حرف آخر	○
۷۰۳	آزادی نسوان کا غنجدہ	○
۷۰۴	خاتمہ کتاب	○

یاد رکھئے!

حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ آج کل عورت برداشت کر جائے گی پھر بس اس کی زبان کھلے گی تو آپ کو سر چھپانے کو مجبوری ملے گی۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ﴾

والشوری ۴۲: ۳۰

”تمہیں جو مصیبت اور پریشانی پہنچتی ہیں وہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی ہے اور بہت سا تودہ معاف کر دیتا ہے۔“

اس لئے میں آپ عورتوں کو آپ کی جانب منسوب بے شمار کوتاہیوں اور خامیوں سے بری الذمہ سمجھتا ہوں اور اس میں اپنی قصور سمجھتا ہوں کہ ہم نے ہی آپ کو صحیح مقام نہ دیا۔ ویسے بقول شاعر :-

ہزار بار حکیموں نے اس کو سمجھایا ☆ مگر یہ مسئلہ رن رہا جیں کا دیں !
قصور زن کا نہیں ہے کچھ اس خرابی میں ☆ گواہ اس کی شرافت پہ میں مدہ پرویں !
فساد کا ہے فرنگی معاشرت میں ظہور ☆ کہ مرد سادہ ہے بچہ رن شناس نہیں

ایک نصیحت یاد رکھئے!

میں نے اس کتاب میں مسائل طاق کی بات لکھتے وقت اپنے حلقے کی عائشہ کوئٹل سے کچھ مشترکہ مسائل کی بابت رجوع کیا تو یقین کیجئے انہوں نے بتایا کہ یہاں اگر مطلقاً یا صغ کے تیس درجوں تو ۹۰ فیصد کے پیچھے حضرت جی مرداد اور اس کے گمراہوں کو فقط عورت کی زبان سے شکایت ہوتی ہے۔

سو میری آپ سے ایک ہی درخواست ہے کہ اگر آپ اپنی زبانوں کو قابو میں کر لیں تو یقین کیجئے کہ آپ ”دہوں“ کے بے شمار مسائل حل ہوجائیں گے۔ ان شاء اللہ

عورت کا بلند ترین مقام

بحیثیتِ ماں
اور

محمد رسول اللہ ﷺ

کی احادیث سے عورت کی عظمت کا بیان

حرفِ اول

کتاب چونکہ ”دہن“ کی بابت تحریر کی جا رہی ہے اس وجہ سے بندہ نے مناسب جانا کہ ایک عورت کا جو بلند ترین مقام ہے اس کا اظہار سب سے پہلے کر دیا جائے کیونکہ اس عظمت کو پہچانے بغیر نہ تو کوئی معاشرہ ہدایت پا سکتا ہے ورنہ ہی آج کے زمانے کی جدید دہن والی عورت ”مکمل عورت“ بن سکتی ہے ورنہ تحریر کو سب سے ذیل نے کا مقصد بھی یہی ہے کہ نئی نوجلی دہن ”شادی کے ابتدائی دنوں کے سکون (انجوائے منٹ)“ ہی میں مہمک ہو کر اپنے اصل مقصد سے انحراف نہ کر بیٹھے اور مجھے یہ احساس بھی ہے کہ یہ تحریر بس شاید سمجھ بے ربط ہے لیکن کیا کروں ”حرفِ اول کتاب لکھنے کا مقصد اصداغ معاشرہ ہے نہ کہ فطاعی۔“

ماں بنتے ہی عورت تمام رشتوں پر فوقیت لے جاتی ہے۔

حدیث نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

رَأْسُهَا إِلَيْهِ فَذَعُوهُ فَقَالَتْ يَا جُرَيْجُ أَنَا أُمْتُكَ كَلِمَتِي
عَصَادُوتُهُ يَصْلِي فَقَالَ اللَّهُمَّ أُمِّي وَصَلَاتِي قَالَ فَاخْتَارَ
صَلُوتَهُ فَرَجَعَتْ ثُمَّ عَادَتْ هِيَ الثَّانِيَةِ فَقَالَتْ يَا جُرَيْجُ أَنَا
أُمْتُكَ فَكَلِمَتِي قَالَ اللَّهُمَّ أُمِّي وَصَلَاتِي فَاخْتَارَ صَلُوتَهُ
فَقَالَتْ اللَّهُمَّ إِنَّ هَذَا جُرَيْجٌ وَهُوَ ابْنِي وَأُمِّي كَلِمَتُهُ فَبَيَّ
أَنْ يُكَلِّمَنِي اللَّهُمَّ فَلَا تَمْنَحْهُ حَتَّى تُرِيَهُ الْمُؤَمِّسَاتِ قَدْ وَلَوْ
دَعَتْ عَلَيْهِ أَنْ يُفَسِّ لَفَسَّ قَالَ وَكَانَ رَاعِي ضَاوٍ يَسُورِي
الْي دِيرِهِ قَالَ فَخَرَجَتْ امْرَأَةٌ مِنَ الْقَرْيَةِ فَوَجَعَ عَلَيْهَا
الرَّاعِي فَحَمَلَتْ فَوَلَدَتْ عَلَامًا فَقِيلَ لَهَا مَا هَذَا قَالَتْ مِنْ
صَدِيبِ هَذَا الذَّيْبَرِ قَالَ فَيَأْوُوا بِفُؤُسِهِمْ وَمَسَاجِيهِمْ
فَيَادُوهُ فَصَادُوتُهُ يَصْلِي فَبَيَّ يُكَلِّمُهُمْ قَالَ فَاخْذُوا
يَهْدُمُونَ دِيرَهُ فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ نَزَلَ إِلَيْهِمْ فَعَانُوا لَهُ سَلَّ
هَدِيَّةً قَالَ فَتَبَسَّوْا ثُمَّ مَسَحَ رَسَ الصُّبْبِي فَقَالَ مَنْ أَنْتُمْ
فَعَالَ أُمِّي الرَّاعِي الضَّانَ فَلَمَّا سَمِعُوا ذَلِكَ مِنْهُ قَالُوا ابْنِي
مَا هَذَا مِنْ سَبْرِكَ بِالذَّهَبِ وَالْعَصَةِ قَالَ لَا وَلَكِنْ
اعْبُدُوهُ تُرَابٌ كَمَا كَانَ ثُمَّ عَلَا ۝

”سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جرج (ایک عابد تھا
بنی اسرائیل میں) عبادت کر رہا تھا عبادت خانہ میں۔ اسے میں اس کی
ماں کی۔ حمید نے کہا اور نبی سے بیان کیا جو میرے نے جیسے ہیں کیا جیسے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا کہ اس کی ماں نے اپنا ہاتھ ابرو
پر رکھا اور سر خنیا جرج کو پکارنے کو تو بولی سے جرج میں تیری ماں ہوں
مجھ سے بات کر۔ جرج اس وقت نماز میں تھا وہ بولا (اپنے دل میں) یا اللہ!
میری ماں پکارتی ہے اور میں نماز میں ہوں پھر وہ بیٹھی نماز میں رہا۔ اس کی
ماں ٹوٹ گئی دوسرے دن پھر آئی اور بولی اے جرج! میں تیری ماں ہوں
مجھ سے بات کر۔ وہ کہنے لگا اے رب میرے میری ماں پکارتی ہے اور
میں نماز میں ہوں۔ آخر وہ نماز پڑھے گئے۔ وہ بولی یا اللہ یہ جرج ہے اور
میرا بیٹا ہے میں نے اس سے بات کی لیکن اس نے بات کرنے سے انکار
کیا۔ یا اللہ مت مارنا اس کو جب تک بدکار عورتوں کو نہ دیکھ لے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ اگر وہ دعا کرتی جرج کی قد میں پڑے البتہ پڑ جاتا (پس
نے صرف اسی قدر دعا کی کہ بدکار عورتوں کو دیکھے) ایک چروہا تھا بھیڑوں
کا جو جرج کے عبادت خانہ کے پاس ٹھہرا کرتا تو گاؤں سے ایک عورت
یا ہرنگی۔ وہ چروہا اس پر چڑھ بیٹھا اس کو پیٹ رہا گیا۔ ایک لڑکا جٹا۔ لوگوں
نے اس سے پوچھا یہ لڑکا کہاں سے آئی۔ وہ بولی اس عبادت خانہ میں جو
رہتا ہے اس کا لڑکا ہے۔ یہ سن کر (بستی کے لوگ) اپنی کدائیں اور
پھوڑے لے کر آئے اور جرج کو آزدی۔ وہ نماز میں تھا اس نے بات نہ
کی۔ لوگ اس کا عبادت خانہ گراتے لگے جب اس نے یہ دیکھا تو اترا۔
لوگوں نے اس سے کہا اس عورت سے پوچھ کیا کہتی ہے۔ جرج جٹا اور اس
نے لڑکے کے سر پر ہاتھ پھیرا اور پوچھا تیرا باپ کون ہے؟ وہ بولا میرا باپ
بھیڑوں کا چروہا ہے جب لوگوں نے پچھ سے یہ بات سنی تو کہنے لگے جتن
عبادت خانہ ہم نے تیرا گرایا ہے وہ سونے اور چاندی سے بنا دیتے ہیں۔
جرج نے کہا نہیں سنی ہی سے درست کرو جیسا پہلے تھا پھر چڑھ یا اس کے

اوپر۔

ایک اور حدیث میں اس سے بھی طویل واقعہ نقل کیا گیا ہے لیکن ہم نے فقط اسی پر کتفا کیا ہے اور زر غور کیجئے کہ یک اللہ والے سے اتنی سی کوتاہی یا کہنے کی سستی سے کیا مصیبت آن پڑی تو ہمارے تو حال احوال کا کیا ہی کہنا۔

فرمانبردار بنٹیو!

یہ ہے وہ عہدہ پوریشن بلکہ اعزرجو ماں بننے کے بعد تہ عزوجل کے ہاں سے آپ کا مقرر کر دیا گیا اور میں پھر دوبارہ تحریر کئے دیتا ہوں کہ سب سے اول اس موضوع کو لے کر کا مقصد بھی یہی ہے کہ "نئی بولی ذلہن" سے دل میں یہ بات راسخ کر دی جائے کہ شادی کوئی معاشی یا معاشرتی مجبوری کا نام نہیں یہ والد کی "قید" سے نکل کر "شوہر" اور "بیویوں" کی قید میں جانے کا نام نہیں۔

جی ہاں یہی باتیں آج کل کی روشن خیال عورتیں کرتی ہیں (اور اپنے تو چار چار بچے ہیں اور ان کا ہر حکم سر آکھوں پر لیکن دوسروں کی بیٹیوں کو خراب کرے کی خاطر "رہائی نسواں کی صبردار" یاد رکھئے یہ تو ایک نئی نسل کو پودن چڑھانے کا عظیم کام ہے جس کی ذمہ داری اللہ نے آپ کے کندھوں پر ڈال دی ہے۔

اور اس کا آج کیا ہے اگلی حدیث میں ملاحظہ کیجئے

اللہ کی رضا ماں کی رضا میں پوشیدہ ہے:

((وَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَضِيَ اللَّهُ فِي رَضَى الْوَالِدَيْنِ وَ سَخَطَ اللَّهُ فِي سَخَطِ الْوَالِدَيْنِ))

[مشکوٰۃ 'باب البر والصلة' ص. ۱۹۰]

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ عزوجل کی رضا مندی والدین کی رضا مندی میں (پوشیدہ) ہے اور اللہ عزوجل کی ناراضگی والدین کی ناراضگی میں ہے۔"

سنن ابن ماجہ میں والدہ کو جنت یا جہنم کا دروازہ قرار دینا ☆

((مَحْنُ أَبِي أَصْلَاقَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ زَجْلًا قَدِ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا حَقُّ الْوَالِدَيْنِ عَلَيَّ وَلَدَهُمَا؟ قَالَ : لهما جَنَّتُ وَ نَارُ))

(سنن ابن ماجہ 'کتاب الأدب' باب من ابوا بعباد ح ۳۶۵۷)

"حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! والدین کا ان کی اولاد پر کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ دونوں یا تو تیری جنت ہیں یا جہنم (یعنی یہ تیری خدمت پر متوقف ہے کہ ان کی خدمت کر کے جنت کا حق دار قرار پاتا ہے یا ناراہلی کا جہنم دے کر جہنم کا سزاوار)۔"

اس کے علاوہ بھی یہ شمار احادیث میں جن کی تعداد بڑھ مبالغہ ۱۰۰ سے زائد ہے جن میں ماں کی عظمت کا اظہار کرنا مقصود ہے لیکن چونکہ ہمارا مقصود فقط ایک آیت قرآنی یا حدیث مبارکہ سے بھی حاصل ہو جاتا ہے اس لئے ہم اسی پر اکتفا کر رہے ہیں۔ مگر نہ تو احادیث کی کتب (خو کہ اب آزاد تراجم کے ساتھ بھی موجود ہیں) اگر عام قاری بھی ان کی فہرست ہی پر نظر اگلے تو اس سے بے شمار احادیث ان موضوعات پر مل جائیں گی۔

ماں جنت کا دروازہ ☆

”حضرت ابو الدرداءؓ سے روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے وہ (باپ یا ماں) جنت کے دروازوں کا درمیانی دروازہ ہے اب تجھے اختیار ہے چاہے اس دروازے کو ضائع کر دے چاہے اس کی حفاظت کرے۔“

سنن ابن ماجہ کتاب الادب، باب ہر الوالدین، ح: ۱۳۶۶۳

حدیثوں کا مضمون

”حکیم امامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بہشتی زیور میں ماں کی عظمت کا اظہار احادیث نبویہ سے یوں بیان فرماتے ہیں کہ:“

نبی کریم ﷺ ارشاد فرمایا: ”یہ عورت پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہو کہ رات کو اٹھ کر تہجد پڑھے اور اپنے خاوند کو بھی جگائے کہ وہ بھی نماز پڑھے اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو عورت کنوارے بچے کی حاست میں یا حمل میں بچہ جنمنے کے وقت یا چلنے کے دنوں میں مرجائے اس کو شہید کا درجہ ملتا ہے۔ اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس عورت کے تین بچے مرجائیں اور وہ ثواب سمجھ کر صبر کرے تو بہشت میں داخل ہوگی۔ ایک عورت بون یا رسول اللہ ﷺ اور جس کے دو بچے مرے ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دو کا بھی یہی ثواب ہے ایک روایت میں ہے کہ ایک صحابی نے ایک بچے کے مرنے کو پوچھا آپ ﷺ نے اس میں بھی بڑا ثواب بتلایا اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو کہ جس گرجائے وہ بھی اپنی ماں کو گھسیٹ کر بہشت میں لے جائے گا۔ جبکہ ثواب سمجھ کر صبر کرے اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ سب سے اچھا خزانہ نیک بخت عورت ہے کہ خاوند اس کے دیکھنے سے خوش ہو جائے اور جب خاوند کوئی کام اس کو بتائے تو حکم بجا لائے اور جب خاوند گھر پر نہ ہو تو عزت آبرو تھامے بیٹھی رہے۔ اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے عرب کی عورتوں میں قریش کی نیک عورتیں دو باتوں میں سب سے اچھی ہوتی ہیں۔ ایک تو بچے پر خوب شفقت کرتی ہیں دوسرے خاوند کے مال کی حفاظت کرتی ہیں۔ فائدہ معلوم ہوا کہ عورت میں یہ حصہ تیں ہونی چاہئیں آن کل عورتیں خاوند کا مال بڑی بے دردی سے اڑاتی ہیں ورنہ دیر جیسے کھانے پینے کی شفقت ہوتی

سے اس سے زیادہ اس کی عادتیں سوار کرنے کی ہوتی چاہیے نہیں تو اس کی شفقت ہوگی اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو کہ نکاح کرو کیونکہ ان کی دل چاہاں خاندان کے ساتھ موم ہوتی ہے یعنی شرم و حیا و عفت سے بدعت اور منہ پھٹ نہیں ہوتیں اور اس کو حقوذاً خرچ دے دو تو خوش ہو جاتی ہیں۔

فوائد معلوم ہوا کہ عورتوں میں شرم و عفت اور قناعت اچھی خصیت ہے اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ بیوہ سے نکاح نہ ہو بلکہ کنواری کی ایک تعریف ہے اور بعض حدیثوں میں ہمارے حضرت ﷺ نے بیوہ عورت سے نکاح کرنے پر ایک سہی کو دیا ہے اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے عورت جب پانچ وقت کی نماز پڑھتی رہے اور رمضان کے روزے رکھ لیا کرے اور اپنی آبرو کی حفاظت رکھے اور اپنے خاندان کی تاجدار کی کرے تو ایسی عورت بہشت میں جس درجہ سے چاہے داخل ہو جائے۔

قائدہ مطلب یہ ہے کہ دین کی ضروری باتوں کی پابندی رکھے تو اور بڑی بڑی محنت کی محنتیں کرنے کی اس کو ضرورت نہیں جو درجہ ان محنت کی عبادتوں سے ملتا ہے وہ عورت کو خاندان کی تاجدار کی اور اس کی خدمت گزار کی اور گھر کے بند و بست میں مل جاتا ہے اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس عورت کی موت ایسی حالت میں آئے کہ اس کا خاندان اس سے خوش ہو وہ عورت بہشت میں جائے گی اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس شخص کو چار چیزیں عیب ہو گئیں اس کو دنیا اور آخرت کی دوست مل گئی ایک تو اس ایسا کہ نعمت کا شکر دے کر تادم و سیری رہے ایسی جس سے خدا کا نام سے تیسرے بدن ایسا کہ بلا و مصیبت پر سہر کرے چوتھے بی بی اس کی کہ اپنی آبرو اور خاندان کے مال میں دغا و فریب نہ کرے۔

فوائد جن سے آبرو دکھو و نہ مال بے مرضی خاندان کے خرچ کرے۔ اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو عورت بیوہ ہو جائے اور خاندانی بھی ہے مالدار بھی ہے لیکن اس

سے اپنے بچوں کی خدمت اور پردریش میں لگ کر اپنا رنگ میا کر دیا یہاں تک کہ وہ بچے یا تو بڑے ہو کر الگ رہنے لگے یا مر جائے تو ایسی عورت بہشت میں مجھ سے بھی نزدیک ہوگی جیسی عبادت کی انگلی اور حج کی انگلی۔

فوائد اس کا یہ مطلب نہیں ہوا کہ بیوہ کا بیٹا رہنا یا دوش بے ہے بلکہ یہ مطلب ہے کہ جو بیوہ یہ سمجھے کہ نکاح سے میرے بچے ویران ہو جائیں گے اور اس عورت کو بے سنگار اور نفس کی خواہش سے کچھ مطلب نہ ہو تو اس کا یہ درجہ ہے اور رسول اللہ ﷺ سے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ فدنی عورت کثرت سے نسل نمازیں اور روزے اور خیر خیرات کرتی ہے لیکن رہاں سے پڑوسیوں کو تکلیف بھی پہنچاتی ہے آپ ﷺ نے فرمایا وہ دوزخ میں جائے گی پھر اس شخص نے عرض کیا کہ فدنی عورت نسل نمازیں اور روزے اور خیر خیرات کچھ دیا وہ نہیں کرتی یونہی کچھ پیڑ کے ٹکڑے لے کر دیتی ہے لیکن زبان سے پڑوسیوں کو تکلیف نہیں دیتی آپ ﷺ نے فرمایا وہ بہشت میں جائے گی۔

اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اس کے ساتھ دو بچے تھے ایک کو گود میں لے رکھا تھا دوسرے کی انگلی پکڑے ہوئے تھی آپ نے دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ یہ عورتیں اول پینہ میں بچے کو رکھتی ہیں پھر حضتی ہیں پھر ان کے ساتھ کس طرح محبت و مہربانی کرتی ہیں ان کا برتاؤ خاندانوں سے برائے ہوا کرتا تو ان میں جو غم و غم پائندہ ہوتی بس بہشت ہی میں چلی جا کر کرتی۔

یاد دہانی ☆

والدین کی فرمانبرداری بچو! خدا! ان سطور کو بار بار پڑھئے اور یقین جانئے اگر آپ نے شادی کے ابتدائی

۳۰۰ میں شخص نے موت کو کرن چھوٹی عمر (حوالہ میں سال ہی ہو چکی ہو) یا کوئی اور
بھائی یا بہن سے پسوئی کی تو یقین چائے آگے چل کر آپ کے پاس چھپتا ہے
کے سودی چارہ کار نہ بچے گا لیکن

اب دیکھتا ہے کیا ہوت جب چڑیاں چک گئیں کھیت

قبل از اسلام عورت کو حقیر سمجھا جاتا

انسان کی معاشرت پسندی نے انسانی اجتماعیت کو جنم دیا اور یہ چھوٹی سی خاندانی
تنظیم بڑھ کر اچھے معاشرے تشکیل دینے میں کامیاب ہوئی۔ انسان کی طویل جتنی
زندگی میں بے شمار اجتماعی نظام معرض وجود میں آئے اور اہل تمدنوں میں یہ بد ہو گئیں لیکن
تمام اقوام و نظامہائے معاشرت کے صحیح نقوش محفوظ نہیں رہے۔

﴿وَكُنْزُكُمْ أَهْلُكُمْ مِنَ الْقُرُوبِ مِنْ بَعْدِ نَوْءٍ وَكُنْزُكُمْ بَرِيَّتٌ بَدُوءٌ
عِبَادِيَّةٌ خَيْرٌ مِّنْ بَصِيرَةٍ﴾ (بنی اسرائیل)

”اور لوگ کے بعد ہم نے کئی بستیاں ہلاک کر دیں اور آپ کا پروردگار
اپنے بندوں کے گناہوں پر خیر و بصیر ہونے کے لئے کافی ہے۔“

انسان کی تہذیبی داستان اور تمدنی سفر میں جن قوم کو سر بندی حاصل رہی ہے
ان میں مصری، یونانی، ہندی، رومی و ایرانی نمایاں ہیں ان اقوام نے اپنے اجتماعی
نظام قائم کئے۔ معاشرت کا سبب علم یہ محسوس کرتا ہے کہ یہ معاشرے بڑے مذہب و
متمدن تھے گوان کے اصول اپنے تھے اور ان اصولوں کے نتیجے میں یا اس سے انحراف
کے سبب یہ معاشرے زوال کا شکار ہوئے ان معاشرتی نظاموں میں عدل و انصاف
’ثقافتی و تمدنی شعور و علمی و عقلی جدوجہد کے شانات نظر آتے ہیں ہمارے پیش نظر اس
وقت ان معاشروں کی تصویر کشی نہیں ہے ہم صرف یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ تاریخ کے
ارتقائی مراحل میں انسان نے کیسے کیسے معاشرے تشکیل کئے ہیں۔

اسلام کے آنے تک دینی و دنیوی دونوں اعتبارات سے انسانی اجتماعیت نے
بہت کچھ سیکھا اور بہت کچھ کھویا تھا۔ آدم سے لے کر مسیح تک انبیاء کا سلسلہ بھی جاری
رہا تھا۔ طالیس سے لے کر ارسطو تک فدا شدہ اور اشوک سے لے کر نو شیر و ان تک

بادشاہوں نے بھی نسائی معاشرت میں اپنا ہم کردار ادا کیا تھا اور معاشرے اجتماعی حساس کے امین تھے۔ اسلام جس وقت رہنمائی کا دعویٰ کر آیا اس وقت کئی معاشرے منظم تھے اور اپنی تاریخ کا عظیم سرمایہ رکھتے تھے گو یہ معاشرے اپنا اجتماعی اثر کھو چکے تھے اور ان کے جسد اجتماعی کو گھن گک چکا تھا قرآن کے بیخ ارشاد کے مطابق

﴿وَلَا تَكُونُوا لِلنَّاسِ فِي الدِّينِ وَالنَّحْوِ بِمَا كُنْتُمْ لَآيِدِي النَّاسِ﴾

(الروم)

”مجرور میں فساد نہ مٹا ہے (اس کا سبب) لوگوں کے اعمال ہیں۔“

ہمیں اس بات کا اعتراف ہے کہ انسانیت میں ہمیشہ انفرادی و اجتماعی فلاح کا کام ہوتا رہا ہے اور اسلام کے اعلان کے وقت بھی کہیں کہیں خیر کی کرنیں موجود تھیں۔ لیکن اجتماعی خیر کا تناسب کم تھا نیز وہ اصول جس پر ایک اچھی اجتماعیت استوار ہو سکتی تھی عملی موجود نہ تھی نتیجہ یہ تھا کہ اجتماعیت انتشار کا شکار تھی۔

اسلام نے جس سرزمین سے اولین اعلان کیا وہ سرزمین عرب ہے۔ عربوں میں بھی احساس جمعیت تھا اور ان کے شہری اور بدوی معاشرے بھی موجود تھے لیکن معیاری نہ تھے۔ اسلام کو عربوں کے بعد جن معاشروں کا سامنا کرنا پڑا وہ رومی و ایرانی معاشرے تھے ہم مختصر سے ان تین معاشروں کا تعارف کرانا چاہتے ہیں تاکہ اسلام کے معاشری نظم کا حتمال اور درستی واضح ہو سکے۔

عرب قبل از اسلام

جزیرہ عرب ایک وسیع خطہ ہے جس میں صحرا پہاڑ جنگلات جھے شامل ہیں۔ رراعت قلیل تھی کیونکہ پانی کی قلت تھی اس کے اطراف میں رومی و ایرانی سلطنتیں تھیں لیکن جزیرہ عرب نے ان سلطنتوں کے اثرات قبول نہیں کئے تھے سرحدی علاقوں

میں کچھ کچھ اثرات تھے مگر وہ بھی ناقابل اعتبار جزیرہ کی معاشرت کے دو حصے تھے دیہاتی (بدوی) اور شہری (حضری)

دیہاتی (بدوی) صحرا و پہاڑی علاقوں میں بدوی قبائل آباد تھے جن کا اپنا نظم تھا ہر قبیلہ ایک مستقل وحدت تھا اور اپنے اندرونی معاملات کا فیصلہ خود کرتا تھا دوسرے قبائل سے معاملات میں قوت و غیرت اور شجاعت و حمیت کو بنیادی حیثیت حاصل تھی اکثر اوقات اپنے قبیلے کے لئے ناجائز امور اور ظلم میں تعاون پر تیار رہتے تھے۔ مکانوں کے لئے خیمے ساز و سامان میں تیر نکوار اونٹ بھیڑ اور بکری کے سوا کچھ نہ تھا۔ ان کی اجتماعیت کی صورت صرف قبیلہ یا اس کے حریف تھی اکثر اوقات قبائل میں باہمی جنگ رہتی اور وہ کئی کئی سالوں تک جاری رہتی تھی ان کے اپنے اصول و قوانین اور اپنے ہی طریق ہائے صلح و جنگ تھے۔

شہری (حضری) اس وسیع علاقے میں دو چار شہر تھے مثلاً مکہ، یرب، حائف وغیرہ۔ یہ شہر تجارتی مرکز تھے مختلف علاقوں کا مال بیہاں تا اور بیہاں سے دوسرے علاقوں میں جاتا تھا۔ ان شہروں میں اجتماعیت کی وہ صورتیں موجود تھیں جو شہری معاشروں میں ہوتی ہیں لیکن مابین ہم اس پر خصوصی رنگ غائب تھا۔ بدویہ مذاہل کی جھلکیاں یہاں بھی پائی جاتی تھیں۔

اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اسلام سے پہلے عربوں کا کوئی مشترک معاشری نظم نہیں تھا بلکہ وہ مختلف اجزاء تھے جو مختلف صورتوں میں اجتماع پذیر تھے۔ زندگی سادہ اور متواضع حیات محدود تھی اس لئے اس مختصر اجتماعی زندگی میں پیچیدگی نہیں تھی۔

عرب معاشرے کی خصوصیات:

اب ہم عرب معاشرے کی بعض اہم خصوصیات کا ذکر کرتے ہیں:

① خاندان کے بڑے آدمی کو بنیادی اہمیت حاصل تھی اور وہ اپنے فیملوں کے نفاذ میں

خود مختار ہوتا تھا۔

④ خاندان کی بنیاد اکثر اوقات شادی بیوی ہوتی لیکن نسب کے سے صرف نکاح ہی شرط نہیں تھا۔ سفاح سے نسب ثابت ہو جاتا اس لئے نکاح اور سفاح کی وہاں میں بعض اوقات کیڑ و من فرست کی صورتیں پیدا ہوتی تھیں۔ من یوں وہ کو بیٹی جیتی وہاں کے برابر شمار کیا جاتا تھا۔

⑤ نکاح کی کوئی حد نہ تھی کوئی آدمی جتنی عورتوں سے چاہتا شادی کر لیتا، بعض لوگ ایسے بھی تھے جن کے پاس دس سے زائد بیویاں تھیں بیوی کو خاندان میں کوئی مقام حاصل نہ تھا حتیٰ کہ باپ کی موت پر بیٹے باپ کی بیویوں کے ورثہ بنتے تھے۔

⑥ عرب معاشرے میں عورت کو معزز مقام حاصل نہ تھا۔ حتیٰ کہ قص قبائل تو اپنی بیٹیوں کو زندہ اور گور کر دیتے تھے۔ صرف چند بڑے خاندانوں میں بعض عورتوں کو اچھا مرتبہ حاصل تھا جیسے خدیجہ بنت خویلد یا ہند زوجہ ابوسفیان وغیرہ۔

⑦ خدائی متبر سے ان میں شجاعت و حمیت کے ساتھ ظلم اور سنگدلی کے رجحانات عام تھے اس لئے وہ اجتماعیت کے لئے بعض اوقات مضرت ثابت ہوتے تھے۔ لڑائی و روٹ مار کی وجہ سے وہ اجتماعی احساس کی باریکیوں سے محروم تھے۔ حتیٰ کہ رشتہ داروں کے ساتھ بھی عمدہ سلوک نہیں کرتے تھے اس لئے قرآن و سنت نے صدر جمعی پر خاص توجہ دی۔

⑧ عدلی کاروان عام تھا۔ رنگ و سب و زبانی کی بنیاد اور اقتدار عرب معاشرے کی خصوصیت تھی۔ کمزور لوگوں اور غلاموں کے ساتھ حیوانی سلوک کیا جاتا تھا اور انہیں وہ حقوق حاصل نہ تھے جو ایک آزاد انسان کو ملنے چاہئیں۔

عرب معاشرت و مراحل اجتماعیت کی ان ابتدائی منزلوں میں تھی جن سے آگے ترقی تو ممکن تھی۔ لیکن اس حالت میں اس سے کسی مفید معاشرتی نتیجہ کی توقع نہ تھی۔

رومی معاشرت

عرب کے ساتھ سلطنت روم ملحق تھی یہ سلطنت عروج و زوال کی عبرت ناک مثال ہے۔ رومی معاشرہ متمدن اور مہذب معاشرہ شمار ہوتا ہے اس نے انسانی جہتیت کے کئی پہلوؤں میں مفید اضافے کئے تھے۔ رومی جماعت کی پشت پر ایک ربر دست حکومت اور مضبوط سیاسی نظام تھا۔ اس معاشرے نے اس وقت کا مدنیہ فریضہ سرائی مہیا کیا لیکن طلوع اسلام کے وقت یہ معاشرہ نکست و ریخت کا شکار تھا اس معاشرے میں بھی خاندانی نظام درہم برہم ہو گیا تھا۔ تاریخ و احوال روم کے مصنف کے بتوں رومی تہذیب کے زوال کا باعث خاندانی ظلم کا منظر ہے۔ اس معاشرے کی اہم خصوصیات کو ہم یوں بیان کر سکتے ہیں:

خصوصیات:

① خاندان میں باپ کو مطلق اختیار حاصل تھا۔ اواد کو صرف اتنی آزادی میسر تھی جتنی انہیں باپ عطا کرتا تھا۔ چاہے باپ کی عمر تک بھی بیٹے کو کوئی اختیار حاصل نہیں تھا۔

② قانون نے عورت کے شخصی استقلال کو تسلیم نہیں کیا تھا۔ اس کی حیثیت، ایک غلام کی تھی وہ باپ کی غلامی سے نکل کر خاوند کی غلامی میں آ جاتی۔ اس کے کوئی حقوق تھے نہ خاوند کے کوئی فریضے۔

③ جہنم کے عہد میں رومی قانون سے منظم صورت اختیار کی لیکن اس قانون نے بھی اشرف کے حقوق کا تحفظ کیا اور کمزوروں کی حمایت میں یہ ناقص رہا۔

④ غیر رومی قوام کے لئے رومی معاشرت میں کوئی عزت کی جگہ نہ تھی غیر رومی ماتحت طاقتوں کی دولت تو مست کر رومی معاشرہ میں پہنچ جاتی مگر غیر رومی لوگ دولت و قدرت سے نواہے جاتے یہودیوں، مسیحیوں اور دیگر غیر رومی قوام کے ساتھ بھی سلوک ہوتا البتہ ان میں سے چند افراد کو سہولتیں دے کر انہیں ان پر مسلط کر دیا جاتا۔

⑤ رومی معاشرت آزاد اور غلام کی تقسیم کا شکار تھی۔ جرم اور سزاؤں میں اس تفریق کا خاص لحاظ تھا۔ آزاد کے جرم کی سزا کم اور غلام کی زیادہ تھی اسی طرح اشراف و رعا کا معاملہ تھا۔

⑥ حکومت اور قانون پر صرف چند افراد کا قبضہ تھا باقی لوگ ان کے رحم و کرم پر ہوتے۔ رومی لشکر کی فتوحات مال غنیمت پر بیج ہوتیں اور وہ مال صرف چند افراد کی فلاح کے لئے استعمال ہوتا۔ دراصل یہ قانون یہ حکومت یہ نظام اور یہ اجتماعیت صرف اشراف کے لئے تھے عوام کے لئے نہیں۔ جہاں تک دینی و اخلاقی قدروں کا تعلق ہے تو اس اعتبار سے رومی معاشرہ ہمیشہ انتشار کا شکار رہا۔ یونانی فلسفہ مشرکانہ نظریات کا حامل تھا یہودی اور مسیحی فکر نے اس معاشرے کے استحکام کو اور بھی شدید نقصان پہنچایا۔ کوئی مشترک نظریہ حیات نہ تھا۔ مادی مصلحتوں نے روحانی قدروں کو متزلزل کر دیا تھا اور برسرِ قدر طبقہ کی عیاشیوں نے دین پسندوں کے لئے ابتداء کا سامان فراہم کیا تھا۔ مسیحی مبلغین کے ساتھ جو کچھ ہوا اور یہودیوں کے ساتھ جو سلوک روا رکھا وہ رومی معاشرے کی تصویر ہے۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ رومی معاشرہ متمدن معاشرہ تھا اس کی تہذیب اس کی اجتماعیت کی بنیاد تھی۔ رومی معاشرہ اچھے شہروں اچھے اجتماعی شعور اور منظم معاشرتی ہیئت کی تصویر تھا گو بعد میں یہ تصویر مخ ہو گئی۔ ہماری رائے میں چونکہ اس معاشرے کو صالح بنیادیں میسر نہ ہو سکی تھیں اس لئے وہ نتائج برآمد نہ ہوئے جو اچھی معاشرت کے لئے لازمی ہیں۔

ایرانی معاشرہ

ایرانی معاشرہ طویل اجتماعی ورثے کا حامل ہے۔ لیکن اس کے ارتقائی منازل کی بحث یہاں بے محل ہے اس لئے ہم اس وقت کی کیفیات و خصوصیات ہی پر اکتفا کریں

① ایرانی معاشرہ بھی رومی معاشرے کی طرح فراق و تشتت کا شکار تھا اور اس میں بھی تقریباً وہی امراض پائے جاتے تھے جنہوں نے رومی معاشرت کے جسد اجتماعیت کو کھایا تھا۔ طبقاتی تقسیم عروج پر تھی اور اجتماعی احساس مجروح۔ دراصل سکندر مقدونی کے حملے کے بعد کم زکم اثر یہ ہوا کہ فارسی معاشرے کی اجتماعیت ختم ہو گئی کیونکہ اس نے سلطنت فارس کے مختلف حصوں پر اشراف کو مسلط کر دیا تھا اور یہ سیاسی تفرقہ معاشرتی انتشار کا باعث ہوا گو بعد میں سیاسی وحدت کی صورت کبھی بن گئی ہو لیکن معاشرتی انتشار بدستور قائم رہا۔ معاشرتی استحکام زوال پذیر ہونے کے باعث ایرانی معاشرہ عجیب تضادات کا شکار ہو گیا۔ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل امور قابل ذکر ہیں

- ① رومی قانون نے جو طبقاتی تقسیم کی تھی اسی طرح کی تقسیم یہاں بھی کارفرما تھی۔
- ② ایرانی معاشرے میں مذہبی رجحانات نے خصوصی کردار ادا کیا۔ مختلف مذہبی اثرات کے تحت اجتماعیت انتشار کا شکار ہوتی چلی گئی مثلاً "مانی" یہ چاہتا تھا کہ انسان کو ختم ہونا چاہئے تاکہ جہان اس کے شر سے پاک ہو جائے اس نے شادی کو حرام قرار دیا تاکہ نہایت جلدی ختم ہو۔ اس کی رائے میں انسان ایک لعنت ہے اور اس کی اجتماع زندگی میں شر و معصیت اور فتنہ و فساد کے سوا اور کچھ نہیں۔ اس کے بعد مزدک آیا اس نے سمجھا کہ شر و فساد کا سبب مال اور عورت ہے اس کی ملکیت پر لوگ لڑتے ہیں اسی لئے اس کی ملکیت ختم کر دی چاہئے اور انہیں مباح قرار دے دیا جائے اس طرح لوگوں کا کیر و فر د ختم ہو جائے گا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام اجتماعی قیود اور اخلاقی حدود ختم ہو گئیں ہر طرف شہوات و ہوس پرستی کا دور دورہ اور بغض و عناد میں اضافہ ہوا حتیٰ کہ مزدک کو قتل کیا گیا اور ایرانی معاشرت زسرنو محجتم ہونا شروع ہوئی۔ یہ اسلام کے قریبی عہد کی بات ہے۔

۳) ایرانی معاشرت کے دورِ ثبات و انتشار میں کوئی جہلی اور بدستدام نہ ہو سکا۔ عورت کی کوئی حیثیت باقی نہ رہی، اس کی تربیت اور چھوٹے بڑے کے معاملہ کا احساس ختم ہو گیا۔ بڑے کے اگر کوئی بات تھی تو اقتدار کی رشتہ تھی جو کسی نے کسی صورت میں ظاہر ہوتی رہتی تھی۔

۴) انداموں اور کمزوریوں کے ساتھ یہاں بھی وہی کچھ ہوتا تھا جو دنیا کے دوسرے معاشرہ میں ہوتا رہا۔ انسانیت کی عظمت و برتری کا احساس یہاں بھی مفقود نظر آتا تھا۔

نسائی اجتماعیت کے عوامل دین اور سیاسی و معاشی احساسات ہیں۔

ان معاشرہ میں دین کا پسو تو بہت کمزور نظر آتا ہے۔ اہل سیاسی و معاشی احساس پایا جاتا ہے۔ معاشرے نسائی زندگی کی ارتقائی کیفیت کا پتہ دیتے ہیں ان میں سے کوئی معاشرہ بھی یہ نہیں جسے اصول اور عملی اعتبار سے مکمل معاشرہ کہا جاسکے ان معاشرہ کی تشکیل میں جن اصولوں کا تذکرہ ہوتا ہے وہی ناقص اور جن عوامل کی نشان دہی ہوتی ہے وہی کمزور ہیں تو معاشرے اس طرح صحت مند ہوں۔

گرد و پیش کے جن معاشرہ کا مختصر تذکرہ کیا گیا ہے اسی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ پوری دنیا کی معاشرتی زندگی کی یہ کیفیت ہوگی۔ انسانی معاشرت اس نظر میں تھی کہ کوئی کامل ترین شخصیت جامع ترین تعلیمات کے ساتھ زندگی کے ہر شعبے کو استوار کرے۔ خالق کائنات نے انہی ضروریات کی تکمیل کے لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید دے کر بھیجا تا کہ مثالی معاشرہ قائم کر کے انسانیت کو ابدی نمونہ عطا کر دیا جائے۔

یاد رکھئے!

ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ آپ کو دنیاوی تعلیم میں ملکہ حاصل ہو گیا ہے، آپ بھی کمزور یا پیچھے نہیں رہیں گے کوئی سیکرٹری وغیرہ بننے کے لئے کوشش کریں لیکن یقیناً جانے نبوی تعلیمات سے۔ سہرہ بہتہ ہوئے آپ جو کچھ بھی بن سکیں میں ایک اچھی خاتون بننے میں بھی کامیاب نہیں ہو سکتیں اور اللہ آپ کو دین و دنیا میں سرور و فرح دے یہ جو کامیابیاں آپ حاصل بھی کریں گی یہ محض چاروں کی چاندنی چھوٹی اندھیری رات

ثابت ہوں گی۔

اللہ نے انسان کو ایک جان سے پیدا کیا

انسانی زندگی میں فساد اور استحکام کی بنیاد مرد اور عورت کے متوازن تعلق پر ہے۔ عورت اور مرد انسانی زندگی کا لازم و ملزوم حصہ ہیں اور انسانی تخلیق میں ان دونوں کا برابر کا حصہ ہے۔ سورۃ النساء میں ارشاد باری ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَخْتَفُونَ مِنْهُ وَإِذْ خُلِقْتُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ﴾

”اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا۔“

ہمارے ملک کے ایک اچھے مصنف کے بقول عورت نصف انسانیت ہے۔ کسی ترقی پسند معاشرے اور صالح تمدن کے لئے ضروری ہے کہ وہ عورت کی حیثیت متعین کرے۔ عورت کی صحیح حیثیت متعین کرنے سے دو فائدے ہوں گے

۱) اس سے مرد کی حیثیت کا بھی تعین ہوگا۔

۲) تمدن اور انسانی دائرہ کار بھی واضح ہو جائیں گے۔

پروفیسر جگلس نے اپنی کتاب ”تاریخ سیاسیات“ میں انسانی معاشرے کی ارتقائی تقسیم وحشی اور پدری معاشروں کی صورت میں کی ہے۔ معاشرے کی موجودہ ارتقاء پذیر صورت (صنعتی معاشرہ) کو سبنا دوری کہنا پڑتا ہے۔ بہر حال معاشرہ ترقی کے ابتدائی عروج میں ہوا عروج کی منازل طے کر رہا ہو یہ بات مسلم ہے کہ عورت معاشرے کا ایک یہ ناگزیر عنصر ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا بلکہ سماجی اور تمدنی اصلاح و بقاء کا حصہ تقریباً اسی نوع کی حیثیت پر ہے عورت کی حیثیت اس کا کم از کم عمل اور اس کی حیات بخش صلاحیتیں معاشرے کے عروج و زوال کا سامان ہیں۔ اسلام جو ایک نظام حیات ہے اور انسانیت کی مکمل رہنمائی کرتا ہے اس مسئلہ پر خصوصی توجہ دیتا ہے۔ قبل اس کے کہ ہم اسلامی نقطہ نظر پیش کریں ہمیں اسلام سے پہلے اُرت

کی حیثیت پر ایک سرسری نظر ڈال لینی چاہئے تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ مختلف مذہبی اور غیر مذہبی معاشروں میں عورت کا کیا مقام رہا ہے اور اسلام نے اسے یہ حیثیت دی ہے؟

مسلمان علمائے معاشرت نے اسلام سے پہلے کے معاشرتی حالات کو یونان سے شروع کیا ہے کیونکہ یونان علم و تمدن کی دنیا میں امامت کے فرائض سرانجام دے چکا ہے۔ بیشتر مسمیٰ سیاسی معاشرتی اور فلسفیانہ نظریات کی نسبت یونان کی طرف کی جاتی ہے۔ یونان کے سیاسی و معاشرتی استحکام کی طرح ڈلی رومی تہذیب نے اسے پروان چڑھایا اور ایرانیوں نے یونانی اور رومی اثرات کو تقویت دی۔ مذاہب میں ہندو مت، مسیحیت اور یہودیت بنیادی ہمت کے حامل ہیں اس لئے ہمیں ان مذہبی اور غیر مذہبی معاشروں میں حیثیت نسواں کی ایک جھلک دیکھ لینی چاہئے۔

یونان، روم اور ایران

یونان و روم کے متعلق ہمیں تفصیلی معلومات سائیکلو پیڈیا بریٹانیکا اور لکی کی تاریخ

اخلاق یورپ میں ملتی ہیں ان کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

فلاطون نے عورت اور مرد کی مساوات کا دعویٰ کیا تھا لیکن یہ محض زہنی تعلیم تھی۔ اخلاقی بنیادوں پر عورت کی حیثیت بے بس غلام کی سی تھی اور مرد کو اس معاشرہ میں براہِ اعتبار سے فوقیت حاصل تھی بلکہ بد اخلاقی کی اس فضا میں عورت صرف ہوس کا شکار تھی۔ عورتوں کے مجسمے عام تھے۔ نکاح سے بالکل بے نیازی تھی ورنظر پر عورت کو تمام مصائب کی جڑ قرار دیا جاتا تھا۔ مثلاً یونانی دیوال میں ایک خین عورت (Pandora) کو تمام مصائب انسانی کا سبب قرار دیا گیا تھا۔ معاشرتی روال کے دور میں تو بڑے بڑے فلسفہ اور معلمین اخلاقی رٹاؤں فحش گوئی میں کوئی قباحیت خیاں نہیں کرتے تھے۔ شہوت پرستی کوئی اخلاقی عیب نہیں تھا۔ کام دیوی کی پرستش سے دیوا سیاس معرض وجود میں آئیں اور فحش ایک مقدس فعل بن گیا۔ روم کے ابتدائی

حالت میں عورت کی حیثیت کو تھوڑا بہت تسخیر کیا جاتا تھا لیکن کچھ مدت کے بعد حالت سے پلٹ آ گیا تو باپ و رشتہ ہر کوئی یہ اختیارات مل گئے کہ وہ عورت کو جب چاہیں گھر سے نکالیں، بند شوہر تو بیوی کو قتل تک کر سکتا تھا۔ غلاموں کی مانند عورت کا مقصد کن خدمت اور چٹائی سمجھا جاتا تھا۔ محاشہ میں اس کی گواہی کو معتبر نہیں کیا جاتا تھا۔ یہاں میں عورت کی حیثیت کچھ عجیب ہی تھی۔ اس کی ذات میں کوئی اخلاقی قدر نظر نہ آتی۔ اس بیوی و رہائی کی کوئی تیر نہ تھی۔ بائبل میں تو ایسا ہیوں کی ایک کثیر تعداد مختلف مواقع پر بھگن گئی ہوئی نظر آتی ہیں اور ان کی یہ تصویر شرافت نفسانی کا ماتم کرتی نظر آتی ہے۔

یہودیت اور عیسائیت

یہودیت میں بتاتی ہے کہ عورت کا نام طہیست اور نسل انسانی کی دشمن ہے۔ بائبل آدم اور حوہ کے واقعہ میں حوہ کو مجرم قرار دیتی ہے اور اس جرم کی سزا حوا کی بیٹیوں کو یہ بتی ہے کہ وہ ہمیشہ محکوم رہیں گی اور مصائب جھیلیں گی۔

بائبل ہی میں مرا کی حیثیت کو یہ بیان کیا ہے کہ وہ عورت کے ہر قسم کے فیصلے بدل سکتا ہے۔ انسان کیلویپیڈ یا بریٹانیکا کے مقالہ نگار کے مطابق یہودی قانون میں مرد و رشتہ کی موجودگی میں عورت وراثت سے محروم ہو جاتی ہے۔ یہ عورت کو خاندان کے مرکز بننے کے بعد دوسری شادی کا حق نہیں دیتا۔ عہد نامہ قدیم ہی میں حضرت داود علیہ السلام کی نو بیویاں اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی کئی سو بیویاں بیان کی ہیں۔

یہودی روایات کے مطابق عورت ناپاک وجود ہے اور اس کائنات میں معصیت اسی کے دم سے ہے۔ مسیحیت کے پس منظر میں چونکہ یہودی نظریات تھے اس سے مسیحی تصور بھی کم و بیش یہی رہا۔ ایک مسیحی رہنما تروتویوں (Tertullian) کے یہ خیالات ہیں کہ عورت شیطان کے سنے کا دروازہ ہے وہ شجر ممنوعہ کی طرف لے جاتی ہے۔ لی اور خدا کے قانون کو توڑنے والی اور خدا کی تصویر مرد کو غارت کرنے

والی ہے۔

پچیس رسال کے خطوط سے پتہ چلتا ہے کہ حوہ نے فریب کھایا اور آدم کو پھسلایا۔ عورت محکوم ہے اور مرد حاکم۔ کارلسوسٹم (Crysostum) جو مسیحیت کے اولیائے کبار میں سے ہے عورت کے متعلق یوں اظہار خیال کرتا ہے یہ ایک ناگزیر برائی، ایک پیدا کی و سوسہ ایک مرغوب آفت، ایک خانگی خطرہ، ایک غارت گرد برائی اور ایک آراستہ معصیت ہے۔ ان کے ہاں عورت کو ایک ہی درجہ حاصل ہے کہ وہ مریم کی طرح راہبہ بن جائے ورنہ وہ گناہ کا سبب ہے۔ مسیحیوں کے ہاں ایک مدت تک یہ بحث ہوتی رہی کہ عورت کے اندر روح بھی ہے یا نہیں اور بالآخر فیصلہ یہ ہوا کہ اس کے اندر روح تو ہے لیکن بڑی خبیث روح۔

ہندومت

ہندومت میں بھی عورت کی حیثیت کچھ ایسی ہی ہے۔ مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی نے اپنی کتاب ”نظام سلطنت“ میں ہندومت کی ایک تصویر کھینچی ہے۔ ذیل کے چند اقتباسات درج کر رہا ہوں جن سے اندازہ ہو سکے گا کہ ان کے ہاں عورت کا کیا مقام ہے؟ منوسرٹی میں عورت کے متعلق مختلف آراء کا اظہار کیا گیا ہے جو اس کی حیثیت متعین کرتی ہیں مثلاً جھوٹ یوں عورت کا ذاتی خاصہ ہے۔

عورت کے لئے ضروری ہے کہ وہ بچپن میں باپ کے اختیار میں رہے، جوانی میں شوہر کے ماتحت اور بیوہ ہونے کے بعد بیٹوں کے اختیار میں رہے، خود مختار ہو کر کبھی نہ رہے۔

چاکلیہ برہمن کے بقول دریا، مسلح سپاہی، بچے اور سیٹنگ رکھنے والے جانور بادشاہ اور عورت پر بھروسہ نہیں کرنا چاہئے۔

جھاٹ یوں بغیر سوچے سمجھے کام کرنا، فریب، حماقت، طمع، ناپاکی اور بے رحمی یہ عورت کے جہلی عیب ہیں۔

شہزادوں سے تہذیب اخلاق، عموماً سے شیریں کلامی، قدر رازوں سے دروغ گوئی اور عورتوں سے مکاری سیکھنی چاہئے۔

پھر رسم تنی خود اس بات کا ثبوت ہے کہ عورت کی کوئی حیثیت نہیں۔ عورت کو خلع اور وراثت کا کوئی حق نہیں اس کے رشتہ دار چاند لیس گے لیکن اس کو کوئی حصہ نہیں ملے گا اسے مذہبی تعلیم سے بھی محروم کیا جاتا تھا۔ ہندوستان کے مذہبی رہنماؤں میں مہاتما بدھ کا مقام بہت اونچا ہے انہوں نے بیوی بچوں کو چھوڑ کر جنگل میں جا ٹھکانا کیا انہیں عورت سے قطعی نفرت تھی اور اس دھرم میں عورت کی حقیقت نفرت ہی کی حقیقت ہے۔ سنسکرت میں لڑکی کو دھتر (دورن ہوئی) بیوی کو پتی (مملوکہ) کہا جاتا ہے ان تمام باتوں سے پتا چلتا ہے کہ ہندو معاشرت میں عورت کو کیا مقام حاصل ہے بقول سید حسین ندوی مرحوم "اسلام سے پہلے جو اخلاقی مذاہب ہیں ان سب میں عورت اور عورت و مرد کے اردو اجتماعی تعلقات کو اخلاق و روح کی ترقی و مدارج کے لئے مانع تسلیم کیا گیا۔ ہندوستان میں بدھ، جین، ویدانت و سادھوین کے تمام بیرونی نظریہ کے پابند تھے۔ عیسائی مذہب میں تجربہ اور عورت سے بے تعلقی کو روحانی کمال کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔

عرب قبل از اسلام:

قبل از اسلام عربوں میں عورت کی حالت و رہی بدتر تھی۔ لڑکی موجب ذلت سمجھی جاتی تھی۔ بعض قبائل میں لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کا رواج تھا۔ نکاح پر کوئی پابندی نہیں تھی اور ایسا بھی ہوتا تھا کہ بیٹا باپ کی بیوہ سے شادی کر لیتا تھا۔ طلاق دینے کا بھی کوئی متعین قاعدہ نہ تھا۔ عورت کو تنگ کرنے کے مختلف سامان تھے۔ عورت کو وراثت میں کوئی حصہ نہیں ملتا تھا۔ قرآن و سنت نے عربوں کی اس حالت کا نقشہ یوں پیش کیا ہے۔

﴿وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِالْأُنْثَىٰ كَانَ لَهُ نَفْسٌ مِّمَّنْ مُسَوِّدًا ۖ وَهُوَ كَظِيمٌ ۝﴾

يَتَوَكَّرُ مِنَ الْقَوْمِ ۚ مِنْ سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ أَيُمْسِكُهُ عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ

فِي التُّرَابِ ۚ ۝ (النحل)

"اور ان میں سے کسی کو بیٹی کی خبر دی جائے تو سارا اس کا چہرہ بے رونق رہے وروہ دہائی دل میں گھٹتا رہے (اور) جس چیز کی اس کو خبر دی گئی ہے اس کی عار سے لوگوں سے چھپا چھپا بھرے (اور سوچے کہ) آیا اس کو بحالت ذلت لئے رہے یا اس کو (زندہ یا مار کر) مٹی میں گاڑ دے۔"

﴿وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِفَرَحٍ ۖ ضَرْبٍ مِّمَّنْ مَثَلًا ۖ طَلَّ وَجْهُهُ مُسَوِّدًا وَهُوَ

كَظِيمٌ ۝﴾ (الزخرف)

"حالانکہ جب ان میں سے کسی کو اس چیز کے ہونے کی خبر دی جاتی ہے جس کو خدا رحمان کا موندہ یعنی (ولاد) بتا رکھا ہے۔ (مراد بیٹی ہے) تو (اس قدر ناراض ہو کر) سارا دن اس کا چہرہ بے رونق رہے اور وہ دل ہی دل میں گھٹتا رہے۔"

﴿وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ۖ﴾ (التکوین)

"اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ پر قتل کی گئی تھی۔"

صحیح مسلم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول موجود ہے:

((وَاللَّهِ إِنْ كُنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ مَا بَعْدَ الْمَسَاءِ أَمْرًا حَتَّىٰ أَنْزَلَ

اللَّهُ فِيهِنَّ مَا أَنْزَلَ وَقَسَمَ لِيْنِ مَا قَسَمَ)) (مسلم)

"اللہ کی قسم ہم جاہلیت میں تھے اور عورتوں کو کچھ نہیں سمجھتے تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں نازل کیا جو اس نے نازل کیا اور ان کا حصہ

مقرر کیا جو مقرر کیا۔

دور جاہلیت کے جو واقعات کتب احادیث و تفسیر میں آتے ہیں انہیں پڑھ کر رو گئے کھڑے ہو جاتے ہیں اور حیرانی ہوتی ہے کہ اس ضعیف مخلوق پر کس قدر مظالم ڈھائے گئے۔ سنن داری میں ایک واقعہ ہے جو اس دور کی صحیح عکاسی کرتا ہے

((عن الوضین أن رجلا أتى النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقل اما کما اہل جاہلیۃ وعبدۃ اوثان فکما یقتل الاولاد وکانت عندی ابنتہ لی فلما اُجابت وکانت مسرورۃ بدعائی اذا دعوتہا فدعوتہا یوما فاتبعتنی فمررت حتی اتیت بئرا من اہلی غیر بعید فاخذت بیہا فردیت بہا فی البئر وکان آخر عہدی بہا ان تقول یا ابتہ یا ابتاہ فبکی رسول اللہ حتی وکف دمع عینیہ فقال لہ رجل من جلساء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احرنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لہ کف فانہ یسأل عن اہمہ ثم قال لہ اعد علی حدیثک فاعادہ فبکی حتی وکف الدمع من عینیہ علی لحیتہ ثم قال لہ ان اللہ قد وضع عن الجاہلیۃ ما عملوا فاستدیف عملک))

”وضین سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا حضور ہم جاہلیت والے بتوں کی پوجا کرنے والے دگ

تھے ہمہ پتی وہ بتوں کو سزا دیتے تھے میرے ہاں میری سب سے بڑی تھی اور وہ میرے پاس بہت خوشی ہوتی تھی جب کبھی میں اسے پڑتا ایک دن میں سے پڑا اور وہ میرے پیچھے دن۔ میں سے سے یہ تھی کہ تھوڑی دور اپنے خداؤں کے ایک کنوئیں پر پہنچا میں نے اس کا ماتمہ پڑا اور سے کنوئیں میں بھینک دیا اور اس کی آغوش مات جو مجھ سے تھی وہ یہ کہ وہ مجھے ماچاں باجائے کہتی رہی یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم رو پڑے جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آنکھوں کے آسوخلم گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے وہوں میں سے ایک شخص نے کہا تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غمگین کیا ہے اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سے روکا کہ یہ شخص ایک ایسی چیز کے بارے میں پوچھ رہا ہے جو اسے بہت بھاری معلوم ہوئی؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی بات دہرائیے اس سے اپنی بات دہرائی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم رو پڑے حتیٰ کہ شکلوں سے ریش مبارک تر ہو گئی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کے اعمال معاف کر دیے ہیں اب اسے نواپنے اعمال کا آغاز کرو۔

قیس بن صمر نے جاہلیت میں ”نحوہ سزا دیاں“ دین کی تھیں۔ اسی طرح نکاح و طلاق کے بارے میں اہل جاہلیت کا دستور نرا تھا۔ کتب احادیث میں اس سب اشخاص کا ذکر موجود ہے جو قبول اسلام سے پہلے چار سے زائد بیویاں رکھتے تھے ان میں حارث بن قیس اسدی اور غیلان ثقفی کے نام نمایاں ہیں۔

((عن حارث بن قیس الاسدی قال اسلمت وعدی

ثمان نسوة فذكرت للنبي صلى الله عليه وسلم فقال

النبي صلى الله عليه وسلم: اختر منهن اربعاً))

(ابو داؤد)

”حادث ہر قسمی سہی کہتے ہیں کہ میں سلام دیا تو یہی ”نہ دیا“
 تھیں۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ
 وسلم نے فرمایا، ان میں سے چار اعتقاد رکھو۔“

((ان غيلان بن اسلم الثقفي اسلم وله عشر نسوة في

الجاهلية فاسلمن معه فأمره النبي أن يتخير أربعا

(مہینہ) (تومذی)

”نبیوں میں اسلام تقویٰ رضی اللہ عنہ سہم لے آئے اور اس کی دوہرہ حیثیت
 کی دس بیویاں تھیں جو ان کے ساتھ اسلام لائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا کہ ان میں سے چار کو منتخب کرلو۔“

طلاق پر کوئی پابندی نہیں تھی اور عدت ختم ہونے سے پہلے رجوع کر پیتے تھے اس طرح وہ عدت کو کبھی ختم نہیں ہوئے؛ مگر تھے اور عورت کو تنگ کرتے تھے۔

ابو بکر جس سے دھام، قرآن میں ساتھیوں سے نکاح کے متعلق لکھا ہے
 ((وَقَدْ كَانَ امْرَأَةَ الْاَبِ مُسْتَفِضًا شَائِعًا فِي

(الجابلية)

”باپ کی جو وہ شادی کر لینا جاہلیت میں عام معمول تھا۔“

ترندی اور اجوداد کی 'کتاب افراس' باب 'ا' جاء فی مہراث بصلب'
 میں ہے کہ ثبات بن قیس کی بیوی نے خضہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آ کر شکایت کی کہ

تاریخ ختمِ حدیث میں شریک ہونے میں اس کی "پیشیاں میں عادت" — بھائی — نے
 ہر ماہ آئندہ میرا ہے ۲۷۰۰ جہالت میں جلی دستور تھا۔

مقامات سے مل کر دیکھا گیا کہ عورتوں کی حالت
کیسی ہے۔ عورتوں کو کچھ علم کے مسائل میں رکھیں
اور ان کے علم کے عورتوں کے بارے میں جو یہ اختیار کیا ہے وہ متعلقہ ہے۔

اسلام میں عورت کی حیثیت

دنیا کے مختلف معاشروں میں بنیادی خرابی اس امر سے پیدا ہوئی کہ عورت اور مرد کے درمیان جتنی طور پر امتیاز رکھا گیا وہی امتیاز کی بنیاد پر وہ ساری نامرد عورت کفری کی گئی جس میں عورت کو ذلیل ترین سمجھا گیا۔ اسلام نے اس تحقیقی امتیاز و امتیاد اور انسان کو یہ بتایا کہ مرد اور عورت کی تخلیقی بنیاد ایک ہے، دونوں ایک ہی اصل سے آئے ہیں اس لئے پیدا کئی اور بنیادی اعتبار سے کسی کو کمیت حاصل نہیں ہے۔ ارشاد باری ہے

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا رَوْحَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي الْيَوْمَ تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا﴾ (النساء)

”اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک جاندار سے پیدا کیا اور اس جاندار سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیل گئیں اور تم بتاتے ہو کہ جس کے نام سے ایک دوسرے سے سوال کیا کرتے ہو اور قرابت سے بھی ڈرو باپتین بتاتے ہیں تم سب کی اطلاع رکھتے ہیں۔“

اس آیت میں ایک وقت تین چیزیں بیان کی گئی ہیں جن کا معنی شرقی زندگی پر مبنی اثر مرتب ہوتا ہے (۱) وحدت ربانی (۲) وحدت نسل انسانی (۳) وحدت حقوق و فرائض یعنی پسے جس چیز کو بیان کیا کہ مرد و عورت کا اللہ ایک ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ مرد کا اللہ بزرگیم ہے اور عورت کا خدام۔ دوسرے یہ بیان کیا کہ نسل انسانی ایک ہے اس لئے نسل اعتبار سے مرد و عورت کے درمیان تفریق نہیں کی جاسکتی۔ تیسرے مرحلہ پر یہ

بات بیان کی کہ انسانی معاشروں میں عام طور پر تقسیم کچھ اس طرح ہوتی رہی ہے۔ حقوق مرد کے حصے میں آتے رہے، و فرائض کا بوجھ عورت کے کندھوں پر ڈال دیا جاتا رہا لیکن اس آیت نے حقوق و فرائض کی اسے داری دونوں پر برابری کی ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ جس طرح مرد حقوق کا مالک ہوتا ہے اسی طرح اس کے فرائض بھی ہیں اور جس طرح عورت پر فرائض کا بوجھ ڈالا جاتا ہے اسی طرح اس کے حقوق بھی ہیں۔ یحییٰ اور ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول موجود ہے جو حیثیت نسواں پر واضح دلیل ہے۔

((عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما كما نطقى الكلام والانسياط الى نساءنا على عهد النبي صلى الله عليه وسلم مخافة ان ينزل فينا بقرآن فلما مات النبي صلى الله عليه وسلم وتكلمنا)) (بخاری)

”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم ہی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اپنی عورتوں سے کھلی بات کرتے ہوئے ڈرتے تھے اس اندیشہ کے پیش نظر کہ ہمیں اللہ کی طرف سے حکم نازل نہ ہو جائے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو ہم بھی کھول کر باتیں کرنے لگے۔“

اسلام ہی نے دنیا کو بتایا کہ زندگی مرد و عورت دونوں کی محتاج ہے۔ عورت کو کاہلہ حیات میں ذلیل کر کے انسانی معاشرے کی خدمت نہیں کی جاسکتی۔ قدرت اس دونوں صنفوں سے کام لینا چاہتی ہے۔ اس میں سے کسی ایک صنف کا ظلم پوری انسانی زندگی کے لئے ناسد کا باعث بن جائے گا۔ عورت کے مسئلے میں قرآنی انداز کے دو پہلو ہیں

(۱) قرآن عورت کے وقار اور عزت انسانی کو مرد کے مساوی قرار دیتا ہے۔

(ب) عورت کے حقوق و فرائض کا تعین کرتا ہے۔

ہم سب سے پہلے پہلی شق کو دیکھتے ہیں اس سلسلہ میں ہمیں باتیں قابل غور ہیں

(۱) قرآن پاک میں جہاں کہیں نصیحت انسانی کا ذکر ہے اس میں مرد و عورت دونوں شریک ہیں۔

(ب) قرآن پاک میں جو یہ اصول بیان کیا گیا ہے کہ سات کی مدح کا واروہ راہی و نعل پر ہے وہاں عورت و مرد دونوں کو شامل کیا گیا ہے یہ نہیں کہ عورت عورت ہونے کی وجہ سے ذلیل ہے اور مرد مرد ہونے کی وجہ سے جنت کا حق دار ہے۔ بلکہ ہاں نعل و رتقویٰ میں شرف عورت کا درجہ دکھاتا ہے وروہ مرد و عورت دونوں ہی میں ہو سکتا ہے۔

(۲) قرآن پاک یہ بات قاعدہ کے طور پر بیان کرتا ہے کہ کسی معاشرے کے استحکام و برقی و کاروہ اور مرد و عورت دونوں پر ہے یہ دونوں ہی مل کر معاشرہ کو صالح بنیادوں پر ستور کر سکتے ہیں اور دونوں ہی تمدن بردہ دی اور سماجی ہدایت کا باعث بن سکتے ہیں۔ قرآن پاک کا بیان ہے کہ صالح اور نیک بننے کی صلاحیتیں جس طرح مرد میں موجود ہیں اسی طرح عورت میں بھی موجود ہیں اور شیطنت جس طرح عورت کو حرب و رستی سے اسی طرح مرد کو بھی۔ قرآن پاک کی مندرجہ ذیل آیات ان امور پر تشریح کرتی ہیں

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَّاسَهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا﴾

(بنی اسرائیل)

”اور ہم نے آدم کی اولاد کو عزت دی اور ہم نے ان کو کثرت اور سمندر میں

سوار کیا اور ہمیں چیزیں ان کو عطا فرمائیں اور ہم نے ان کو اپنی بہت سی نعمتوں پر فوقیت دی۔

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ﴾ (التین)

”اور ہم نے انسان کو بہت خوبصورت سانچے میں ڈھال دیا۔“

﴿قَالَ رَبِّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ فَاٰدَا سُوۡتِهٖ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوۡحِيۡ فَفَعَلُوۡا لَهٗ سٰجِدِيۡنَ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اٰجَعُوۡنَ﴾ (احص)

”جب کہ آپ کے رب نے فرشتوں سے ارشاد فرمایا کہ میں گارے سے ایک انسان (یعنی اس کے پتے کو) بنانے والا ہوں پھر میں جب اس کو پورا بنا چکوں اور اس میں (اپنی طرف سے) جان ڈال دوں تو تم سب اس کے آگے سجدے میں گر پڑنا۔“

ان آیات میں انسانی عظمت کا مجموعی ذکر ہے کسی انسان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی دوسرے انسان کو ذلیل اور نا کارہ سمجھے۔ اسی طرح قرآن پاک نے تقویٰ و دین و آخرت کی فلاح کا جو معیار مرد کے لئے مقرر کیا ہے وہی عورت کے لئے ہے اس معیار کو پورا کر کے غیر کوئی بھی صحیح مقلد حاصل نہیں کر سکتا۔

﴿مَّنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ دُكۡرٍ اَوْ اُنۡثٰی وَهُوَ مُؤۡمِنٌ فَنُفِخۡنَا۟ فِي۟هِۙ نُفۡۡۢۡۙ حَيٰوٰ۟ۙ طَيِّبَةً وَّلَنَجۡزِيَنَّهُۥۙ اَجۡرَهُۥۙ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ﴾

(النحل)

”جو شخص کوئی نیک کام کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہو بشرطیکہ صاحب ایمان ہو تو ہم اس شخص کو (دنیا میں) پُر لطف زندگی دیں گے اور (آخرت میں) ان کے اچھے کاموں کے عوض میں ان کا جزدیں گے۔“

[illegible]

”بے شک اسلام کے کام کرنے والے مرد اور اسلام کے کام کرنے والی عورتیں اور ایمان لانے والے مرد اور ایمان لانے والی عورتیں اور قرابت داری کرنے والے مرد اور قرابت داری کرنے والی عورتیں اور راست باز مرد اور راست باز عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور خشوع کرنے والے مرد اور خشوع کرنے والی عورتیں اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور یکثرت اللہ یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں ان سب کے لئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔“

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أَضِيعُ عَمَلَكُمْ إِنَّمَا مِّنْ ذِكْرِ أَوْ
أَنِّي بَعْضُكُم مِّنْ بَعْضٍ فَأَلْبِسُوا شُرَكَاءَ وَافْرَحُوا مِنْ بَيْنِهِمْ
وَأَلْبِسُوا فِي سَبِيلِي وَأَقَاتُوا وَقَاتِلُوا لَا تَكُونُوا عَنْهُمْ سَاهِيَةً
وَأَدْخِلْنَاهُمْ جَنَّاتٍ نَّجْوَىٰ مِّنْ نَّحْنُهَا الْأَنْهَارِ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْوُجُوهُ وَاللَّهُ
عَلِيمٌ حَسْبُ الثَّوَابِ (آل عمران)

”سہ منظر گرہ پا ان کی درخوست گواں گئے رب نے اس وجہ سے کہ میں مٹی

شخص کے کام کو جو کہ تم میں سے کرنے والے ہو اِکارت نہیں کرتا خواہ وہ مرد
- یا عورت۔ تم آج کل میں ایک اور سہ کے جزو ہو سو جن لوگوں نے ترک
اجل کیا اور اپنے گھر سے نکلے اور انہیں اپنے گھر میں ہی رہیں
اور نہ اس سے جبرائیل و میکائیل کو مجھے ضرورت ان لوگوں کی تمام قطع میں
محاف کروں گا اور ضرورت ان کو ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے
نیچے نہریں جاری ہوں گی یہ عویش ہے گا اللہ کے پاس سے اور اللہ ہی کے
پاس اچھا عویش ہے۔

وَيُشِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٢٠٠﴾ (التوبة)

بَشِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٢٠﴾ (التَّوْبَةِ)
وہ ایسے ہیں جو رُسن ہوں تے) تو پ رنے دے میں۔ (اور بندگی)
عبادت کرے والے میں (اور) حمد کرے والے راز رکھنے والے رُکوع
رُسن والے سجدہ کرنے والے نیک باتوں کی تعلیم کرنے والے اور ہری
باتوں سے باز رکھنے والے ور اللہ کی حدوں (احکام) کا خیال رکھنے
والے ہیں اور ایسے مومنوں کو (جن میں جہاد اور یہ صفات ہوں) آپ
نوشتر کی بنا دیجئے۔

﴿عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ﴾ اُنْ یُنَادِیْهِ اَرْوَجُ خَیْرٌ مِّمَّنْ مُسِیئَتِ
قَوْمِیَاتٍ ذَیَبٍ تَابِتٍ عَذِیْبَاتٍ سَابِحٍ ثَوَابِتٍ وَبِکْرٍ ۝۱۰

اگر پیغمبر مہموتوں والی اقسام ہے، تو اس کا یہ راز کھلا رہتا ہے کہ وہ کون سا
 بدلے ان کو تم سے ابھی کیا ہے، کیا وہ سب سے بڑا ہے؟

لے والی 'فرہ' نبرداری کرنے والی 'مروت' کرنے والی اور روزگار رکھنے والی ہوں گی کچھ بیوہ اور کچھ کنواریاں۔

قرآن پاک یہ بھی بتاتا ہے۔ تم سب کے سب کا رومہ روہنوں پر ہے۔ یہ کوئی انصاف نہیں ہے کہ ایک کو سرا امر عیب و ذات ثابت کرے اسے ہر قسم کی برائی کا باعث قرار دیا جائے اور دوسرے کو نیکو کاری و رحمت کا مستحق بنایا جائے۔ قرآن کی تعلیم یہ ہے کہ دونوں مومن بھی ہو سکتے ہیں اور کافر و منافق بھی۔

۱۱ الْمُسْلِمُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ يَتَصَدَّقُونَ بِالْمَنْكِرِ وَيَتَوَقَّعُونَ عَنِ الْمَعْرُوفِ وَيُقْبِلُونَ إِلَيْهِمْ نَسُوا اللَّهَ فَنَسِيَهُمْ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ هُمُ الْفَاسِقُونَ (۱۱) (النوبة)

"مومن مرد و منافق عورتیں سب ایک طرح کے ہیں کہ بری بات (یعنی کفر و خرافت و ستم) کی تعلیم دیتے ہیں اور اچھی بات (یعنی ایمان و طاعت نبوی) سے منع کرتے ہیں اور اپنے ہاتھوں کو بند رکھتے ہیں۔ انہوں نے اللہ کا خیال نہ کیا تو اللہ نے ان کا خیال نہ کیا۔ بلاشبہ یہ منافق بڑے ہی سرکش ہیں۔"

۱۲ وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَتَصَدَّقُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَتَوَقَّعُونَ عَنِ الْمَنْكِرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُحِبُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (۱۲)

(النوبة)

"اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے (دینی) رفیق ہیں۔ نیک باتوں کی تعلیم دیتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کا

ہونا مانتے ہیں۔ ان لوگوں پر ضرور اللہ تعالیٰ رحمت کرے گا۔ ۱۰۔ اللہ تعالیٰ قادر (مطلق) ہے حکمت والا ہے۔"

اسلام مرد و عورت کے بیوی و حقوق کو تسلیم کرتے ہوئے یہ کہتا ہے کہ عورت مختلف حیثیتیں رکھتی ہے اس سے شہیلی و صاحبہ کے لئے ان حیثیتوں کو سامنے رکھنا ضروری ہے مثلاً عورت ماں سے بیٹی بہن بہن سے بیوی ہے۔ بدقسمتی یہ ہے کہ مرد جب کبھی عورت کے مسائل پر غور کرتا ہے تو خاندان کے نقطہ نظر سے غور کرتا ہے باپ بیٹے اور بھائی کی حیثیت سے نہیں اور فساد کا یہی سبب ہے۔ قرآن و سنت نے عورت کی تمام حیثیتوں سے بحث کی ہے، ان حیثیتوں کے تعین کے بعد اس کے حقوق و فرائض کا ذکر کیا ہے۔ مومن پر عورت کی حیثیت کا پتہ کر کے دیتے ہیں تاکہ ایک باپ کو اپنے ماتحتوں کے بارے میں کچھ ہدایت دی جاسکے۔

عورت ماں کی حیثیت سے

میں اس بات کا ذکر بھی چند صفحات قبل بھی برہنہ طور پر کر آیا ہوں کہ یہ مقام کی معراج بحیثیت ماں ہی کے ہے۔ پیار کی بیٹیو! اپنے اس مقام کو پیچھے کیونکہ اس مقام کو آپ بھولے بیٹھی ہیں۔

اسیے میں کچھ قرآن و حدیث سے درنہ لے دیتا ہوں تاکہ

مع شایہ کہ تیرے دل میں اتر جائے میری بات

قرآن و سنت نے ائمہ سے ماں کا مقام معراج انہیثیت ہے۔ ماں کو اس حیثیت سے پیش کیا گیا ہے اور وہ مقام دیا گیا ہے جس کی عظمت کا تصور بھی ممکن نہیں۔ قرآن پاک میں ہند کی توحید۔ بعد دوم درجہ و مدین کی اطاعت ثالث و رومہ مدین میں ہے بھی والدہ کو ترجیح ہے

۱۰ وَرَدُ اخْتِارِ مِمَّا قِيَّ بِبَنِي إِسْرَءِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ

إِحْسَانٌ وَدَى الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسْكِينِ وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا
وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ ثُمَّ تَوَلَّيْكُمْ أَلَّا تُعْبُدُوا اللَّهَ وَانْتُمُ
مُقَرَّبُونَ (البقرة)

اور اگر عاصی ہو کر، باپ ہم نے و قوریت میں (انہیں) سے قور
و قور کیا کہ عبادت مت کرنا (یعنی)۔ بعد تعین کے اور وہاں باپ نے
مجھی طرح خدمت گزاری کرنا و رائل قرابت کی بھی اور سے باپ پر
بھی، بخت حور کی بھی اور عام و گوں سے بھی ایسی طر (حاشا حلقی سے)
عام کرنا و پر بند کی رکھنا نہ کی اور پھر، کرتے رہنا رکھنا پھر تم (قول و
قرآن سے) سے پھر گئے، بجز معدودے چند کے اور تمہاری تو معمولی
بات ہے قرآن کے ساتھ جانے۔

وَقَضَىٰ رَبِّيَ أَلَّا تُعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا إِنَّهُ يَبْغِ
عِندَكَ الْكِبَرَ إِحْدَاهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا آيٌ وَلَا تَهْزُمَهُمَا
وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ۖ وَأَخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذِّبْرِ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ
رَبِّ رَحْمَهُمَا كَمَا رَبَّيْتَنِي صَغِيرًا ۝ (ابن سرائير)

ارتقاء کے باب کا حکم لایا ہے۔ جس سے کسی کی عبادت متروک نہ رہے۔ ہاں ہاں ہے۔ ساتھ میں سوا کیا کروا کر تیرے پاس ان میں سے پیدا ہوں۔ ہاں ہاں کو پہنچ جائیں تو ان کو بھی (ہاں سے) ہوں بھی۔ متروک نہ رہے۔ اور ان سے خوب ادب سے بات کرنا اور ان سے اپنے شفقت سے انکساری کے ساتھ جھگڑے رہنا اور یوں دعا کرتے رہنا۔ کہ اس میں یہ اور اور باتوں پر توجہ دے، جیسے انہوں نے مجھ کو پہنچا دیا۔ اور ان سے بات نہ کرے۔

وَوَصَّيْنَا الْإِسْرَافَ بِإِثْمِهِ حَسْبًا وَإِنْ جَاهِدَكَ بِتَشْرِيفٍ مِنْهُ
يُوسُفُ نَكَ بِدَعْوِهِمْ فَلَا تَعْهَدْ لَهُمَا إِلَى مَرْجِعِكُمْ فَاكْسَمُوا بِهِ كَذَّبُوا
تَعْمُودًا ﴿٢٢٠﴾ (عنكوت)

”ورسم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اور اگر وہ دونوں تجھ پر اس بات کا رد وائیں کہ تو ایسی چیز کو میرا شریک ٹھہرا۔ جس کی کوئی دلیل تیرے پاس نہیں تو ان کا کینہ نہ ماننا تم سب کو میرے ہی پاس لوٹ کر آنا ہے پھر میں تم کو تمہارے سب کام (نیک ہوں یہ بد) بتا دوں گا۔“

وَوَصَّيْنَا الْإِسْحَاقَ بِآلِهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهَبَا عَلَىٰ وَهْبٍ وَفَصَّلْنَا فِي
عَامِينَ أَنْ أَشْكُرَ بِي وَيُوَالِيَهُمْ إِلَىٰ الضُّمِيرِ وَإِنْ جَاهَدْتَ عَلَىٰ أَنْ
تُشْرِكَ بِي مَا يَسِّرَ لَكَ بِهِ عِمْ فَلَا تُصْعِقْهُمَا وَصَاحِبَهُمَا فِي الدُّنْيَا
مَعْرُوفًا ﴿١٧٧﴾ (لقمان)

”اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے متعلق تاکید کی ہے اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھ کر اس کو پیٹ میں رکھا اور دو برس میں اس کا دودھ چھوٹا ہوتا ہے تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکرگزاری کیا کر میری ہی طرف بوٹ کر آتا ہے اور اگر تجھ پر وہ دونوں اس بات کا زور دلیں کہ تو میرے ساتھ رہی جینے کا شریک ٹھہر جس کی تیرے پاس کوئی دلیل نہ ہو تو ان کا کہنا نہ مانتا اور یہ میں ان کے ساتھ خولی کے ساتھ رہ کر مانتا۔“

ووصيه انسان بوالديه احب حسته امة كرها ووضعت
كرها وحمته وفضاله شرف شهره حتى اذا به شبهه به ربهين

سَةَ قَالَ رَبِّ أَوْ عَيْبٍ أَلْ أَشْكُرُ يَعْصَتُ الَّتِي أُنْعَمْتُ عَلَى وَعَلَى
وَأَبْدَى وَأَلْ أَعْمَلُ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي دِينِي دُنْيَا
وَالْآخِرَةِ وَآتِنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ أُولَئِكَ الَّذِينَ تَقْبَلُ عَنْهُمْ حَسَنَ
مَا عَمِلُوا وَتَجَاوِزُ عَنْ سَيِّئِهِمْ فِي أَصْحَابِ الْجَنَّةِ وَعَدَّ الْوَصْدَقِ
الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ ﴿٥٠﴾

(الاحقاف)

”اور ہم نے انسان کو اپنی ماں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے
اس کی ماں نے اس کو بڑی مشقت کے ساتھ پیٹ میں رکھا اور بڑی مشقت
کے ساتھ اس کو جینا اور اس کو پیٹ میں رکھنا اور وہ چیز انا تیں سینے (میں)
پورا ہوتا ہے (یہاں تک کہ جب وہ اپنی جوانی کو پہنچ جاتا ہے اور چالیس
برس کو پہنچتا ہے تو کہتا ہے اے میرے پروردگار مجھ کو اس پر ہدایت دیجئے
کہ میں آپ کی نعمتوں کا شکر یہ کروں گا جو آپ نے مجھ کو اور میرے ماں
باپ کو عطا فرمائی ہیں اور میں قیام کام آرد جس سے آپ خوش ہوں اور
میری اولاد میں بھی میرے لئے صلاحیت پیدا کر دیجئے میں آپ کی جناب
میں تو بہ کرتا ہوں اور میں فرماں بردار ہوں یہ لوگ وہ ہیں کہ ہم ان کے
کاموں کو قبول کر لیں گے ان کے گناہوں سے درگزر کریں گے اس طور پر
کہ یہ جہنم میں سے ہوں گے اس وعدہ صادق کی وجہ سے جس کا ان
سے وعدہ دیا جاتا تھا۔

احادیث

(عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ من احق

بحسن صحابتي؟ قال املكه قال ثم من؟ قال املكه قال
ثم من؟ قال املكه قال ثم من؟ قال ابولہ

(متفق علیہ)

”ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا یا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ حق دار کون
ہے؟ فرمایا تمہاری ماں۔ پولا پھر کون؟ فرمایا تمہاری ماں۔ پولا پھر
کون؟ فرمایا تمہاری ماں۔ پولا پھر کون؟ فرمایا تیرا باپ۔

(عن المغيرة قال قال رسول الله صلى الله عليه
وسلم ان الله حرم عليكم عقوق الامهات وواد البنات
ومنع ويات وكره لكم قيل وقال وكثرة السؤال واضاعة
لجمال)) (متفق عليه)

”حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ نے یقیناً تم پر حرام نہیں فرمائی ہے ماؤں کی نافرمانی
اور بیٹیوں کو رندہ گزارنا اور بچل اور گدائی اور تہربار سے برا بھلا کہنا اور سوال کی کثرت اور مال ضائع کرنا۔“

(عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه
وسلم دخلت الجنة فسمعت فيها قراءا فقلت من هذا
قالوا حارثة بن النعمان كذلككم البر كذلككم البر وکان ابو
الناس بامه)) (بیہقی)

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں جنت میں داخل ہو اور اس میں قرأت سنتی ہوں میں کہہ یہ کون ہے؟ فرمایا: حارث بن عثمان۔ نبی یوں ہوتی ہے۔ نبی یوں ہوتی ہے اور وہ اپنی ماں سے سب لوگوں سے بڑھ کر نبی کرتے تھے۔

((عن بھز بن حکیم عن ابیہ قال قلت یا رسول اللہ من أہر؟ قال: امک. قلت: ثم من. قال: امک. وقلت: ثم من قال: امک قلت: ثم من؟ قال: ابناک ثم الاقرب فالاقرب))

(الترمذی وابوداؤد)

”حضرت بھز بن حکیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے اپنے والد سے روایت کیا۔ انہوں نے کہا: میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کس سے نیک کروں؟ فرمایا: اپنی ماں سے میں نے عرض کیا پھر کس سے؟ فرمایا: اپنی ماں سے میں نے عرض کیا پھر کس سے؟ فرمایا: اپنے باپ سے پھر قریب تر اور قریب تر۔

((عن ابی بکرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل الذنوب یغفر اللہ منها ما شاء الاعقوب الوالدین فانہ یعجل لصاحبہ فی الحیاة قبل الممات))

(مشکوۃ)

”حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ چاہے تو سب گناہوں کو بخش دیتا ہے سوائے والدین کی نافرمانی کے وہ اس کے مرتکب کے لئے مرنے سے پہلے زندگی

ی میں (سزائیں) عذابت رو دیتا ہے۔

ن آیات واحادیث میں ماں کو جو حیثیت دی گئی ہے اس کے سامنے دنیا و جہان کی نعمتیں بچا ہیں۔

عورت بیٹی کی حیثیت سے

والدہ کے بعد عورت کی دوسری قابل عزت حیثیت بیٹی کی ہے۔ بیٹی نے ساتھ رحمت و شفقت کا سلوک قرآن و سنت کا واضح اصول ہے۔ قرآن سے رندہ و رگور کرنے کو جہنم چلنے کا سبب اور بیٹی کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹی کی تربیت اور اس سے ساتھ شفقت کو آگ سے نجات کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ قرآن پاک کی مندرجہ ذیل آیات واحادیث سے بیٹی کی حیثیت پر روشنی پڑتی ہے۔

﴿وَإِذَا النِّسَاءُ طَلَّقْنَ بِأَنَّهُنَّ طَلَّقْنَ﴾

”اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ پر تعلق رکھتی تھی۔“

((عن عائشۃ قذلت: جاء تفری امرأۃ ومعہا ابنتان لہا تسالنی فلم تجد عدی غیر تمرۃ واحدة فاعطیتها ایابا فقسمتها بین ابنتیہا ولم تأکل منها ثم قامت فخرجت فدخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فحدثتہ فقال: من ابطلی من ہذہ البنات بشیء فاحسن الیرین کن لہ ستر من البار)) (متفق علیہ)

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ایک عورت میرے پاس آئی اور اس کے ہمراہ اس کی دو بیٹیاں تھیں اس نے

میرے پاس ایک کھجور کے سا کچھ نہ پایا تو میں نے اسے دی دے دی تو
اس نے اسے اپنی بیٹیوں پر تقسیم کر دیا اور اس نے خود نہ کھایا پھر منہ کھڑی
بولی ۱۔ ہاں چلی گئی اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھکے اور میں
نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ان
بیٹیوں کی کچھ زراعت میں ڈال دیا اور اس نے ان سے اچھا سوکھ کیا تو وہ
اس نے لئے آگ سے آڑ ہوں گی۔

((عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
من عال جاريتين حتى تبلغا جاء يوم القيامة اما وهو
هكدا وضم اصابعه)) (مسلم)

”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے دو لڑکیوں کی ان کے باغ ہونے تک
پرورش کی وہ اور میں قیامت کے روز اس طرح آئیں گے اور آپؐ نے
اپنی انگلیوں کو ملایا۔“

((عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه
وسلم من كانت له املى فلم يندبها ولم يهينها ولم يؤثر
ولده اليها يعني الذكور، دخله الله الجنة)) (ابو داؤد)

”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کی کوئی امی (بہن یا بیٹی نہ) اور وہ اسے
زندہ نہ گاڑے اور اس کی توجہ نہ کرے اور اپنے بیٹے کو اس پر ترجیح نہ دے
تو اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا۔“

((عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه

وسلم من آوى يتيما الى طعامه وشوابه اوجب الله له
الجنة البتة الا ان يعمل ذنباً لا يغفر ومن عال ثلاث
بنات او مثلهن من الأخوات فادبهن ورحمن حتى
يقبضن الله اوجب الله له الجنة فقل رجل يا رسول
الله او اثنتين قال او اثنتين حتى لو قالوا او واحدة
لقل واحدة)) (مشکوٰۃ)

”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی یتیم کو اپنے کھانے پینے میں
ساتھ رکھا تو اللہ نے اس کے لئے جنت لازم ٹھہرائی سوائے اس کے کہ کوئی
ایسا گناہ کرے جس کی بخشش نہ ہو سکے اور جس نے تین بیٹیوں یا ان کی
طرح تین بہنوں کی پرورش کی اور انہیں سلیقہ سکھایا اور ان پر ترس کھایا
بیہوش تک کہ اللہ نے انہیں بے نیاز کر دیا تو اللہ نے اس کے لئے جنت لازم
ٹھہرا دی۔ اس پر ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ اور دو بیٹیوں تو؟ فرمایا
اور (چاہے) دو (ہوں)۔ یہاں تک کہ لوگ اُمریب کہتے تو آپؐ ایب بن کا
فرمادیتے۔“

مسلم کتاب من قب میں حضرت دامتہ الزہراء رضی اللہ عنہما سے متعلق قصور
صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد موجود ہے:

((فانما ابنتي بصحبة مني يوهبي ما ربهما ويؤتيهني ما اناها))

(مسلم)

”اے شہ میری بیٹی میرا گھر گشت ہے جو چیز اس کے لئے باعث تشویش ہوگی
وہ میرے لئے بھی پریشانی کا جب بنے گی اور جو بات اس کے لئے

موجب اذیت ہوگی وہ مجھے تکلیف دے گی۔

ترمذی کے ابواب المناقب باب ”ما جاء فی فضل غاطمة“ میں مذکور ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کون زیادہ محبوب تھا؟ تو آپ نے فرمایا، غاطمہ۔

ان آیات و احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام نے بیٹی کی حیثیت سے عورت کو کتنے معزز و محترم سمجھا ہے۔ اسلامی تعلیمات پر نظر رکھنے والا کوئی شخص بھی عورت کی عظمت کا منکر نہیں ہو سکتا۔

عورت بیوی کی حیثیت سے

بیوی کی حیثیت سے عورت ہمیشہ مفہوم رہی ہے کیونکہ یہی وہ تعلق ہے جس میں مرد کو اپنے اختیارات استعمال کرنے کا موقع ملتا ہے۔ اس تعلق میں عورت کے لئے ہر معاشرے میں فرض تو مقرر کئے گئے لیکن حقوق سے اسے محروم رکھا گیا۔ ہم نے پہلے مختلف معاشروں کی تعلیمات کو دیکھا ہے جس میں عورت مکمل طور پر مرد کے رحم و کرم پر ہے اور اس کی انفرادی حیثیت کا کہیں نام و نشان بھی نہیں ملتا۔ اسلام نے اس حیثیت میں بھی عورت کو چند مقدم نشاں اس کے انفرادی شخص کو تسلیم کر کے اس کے فرائض سے ساتھ اس کے حقوق بھی بیان کئے۔ قرآن و سنت کی واضح نص سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عورت کے ذمہ فقط فرائض ہی نہیں اس کے کچھ حقوق بھی ہیں اسلام جن کا تحفظ کرتا ہے اور جن کی رعایت مرد کا فریضہ ہے وہ یہ ہیں

مہر، نان و نفقہ، طلع و حسن سلوک وغیرہ۔ اس کی تفصیل حقوق الزوجین میں ہے۔

حقوق میں مساوات:

اسلام نے بحیثیت مجموعی عورت کو مرد کے برابر کرنے میں بڑا کام سرانجام دیا ہے۔ اس نے انسانی و اخلاقی اعتبار سے عورت کو مردوں کے مساوی قرار دیا۔ معاشی طور پر بھی اسے اس محرومی سے نجات دہلی جو مختلف معاشروں میں روا رکھی گئی تھی۔ مثلاً قرآن و سنت نے وراثت میں عورت کے مستقل حصے بیان کئے تاکہ اس قانون سے کسی وقت بھی غلط فہمی نہ رہے۔ عورت کی عظمت کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی کافی ہے

((عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

حبیب الی من دنیا کم النساء والطیب وجعلت قرۃ عینی

(فی الصلۃ) (سنن نسائی)

"تمہاری دنیا میں سے مجھے عورتیں اور خوشبو عزیز ہیں اور نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔"

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بل یمن کے لیے جو محبوبہ نوا میں تیار کیا اس میں عورت کی قانونی مساوات کا ذکر کیا۔ بیہقی سے سس کبریٰ میں ایک جملہ نقل کیا ہے جس سے قرآنی آیات ﴿وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ﴾ (البقرہ) کی تشریح ہوتی ہے۔

((ان الرجل یقتل بالمرأۃ)) (بیہقی)

"بلاشبہ مرد عورت کے بدلے قتل کیا جائے گا۔"

بوکر حصص نے احکا م قرآن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے س فیصد کا ذکر کیا ہے جس میں آپ نے ایک عورت کے قصاص میں ان کی مردوں کو قتل کر دیا تھا جو اس کے خون میں شریک تھے۔ ابوداؤد نے کتاب الدیات میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول نقل کیا ہے کہ عورت ماں اور پٹنہ سے ملتی ہے۔

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نقل کرتی ہیں: مقتول کے لواحقین پر لازم ہے کہ وہ (جان لینے سے) رگ جائیں اگر کوئی قرہبی رشتہ دار معاف کر دے، خود وہ عورت ہی کیوں نہ ہو۔"

((عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال

ان المرأة لتأخذ للقوم یعنی تجیر علی المسلمین))

(ابوداؤد)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: بلاشبہ عورت مسلمانوں کے فائدے کے لیے دشمن کو پناہ دے سکتی ہے۔ بخاری نے "کتبہ" میں آبناب صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد نقل کیا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چھوٹی بیٹی کے سلسلے میں فرمایا تھا۔

((قد اجرتنا من اجرت یا ام ہانی)) (بخاری)

"ام ہانی تم نے جسے پناہ دی اسے ہماری بھی پناہ ہے۔"

سورہ نساء کی مختلف آیات کے درجہ عورت کے مالی حقوق بھی متعین کر دیئے ہیں اور اس صلح کا حق دے کر شخص آری دی کا بھی تحفظ کیا

﴿وَمِنْ حَالِ نَصِيبٍ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ

مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبُوا﴾

(النساء)

"مردوں کے لئے بھی حصہ ہے اس چیز میں سے جس کو ماں باپ اور بہت نزدیک کے قرابت دار چھوڑ جائیں اور عورتوں کے لئے بھی حصہ ہے اس چیز میں سے جس کو ماں باپ اور بہت نزدیک کے قرابت دار چھوڑ جائیں خواہ وہ چیز قلیل ہو یا کثیر ہو۔"

﴿وَيُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلرِّجَالِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَى﴾

(النساء)

"اللہ تعالیٰ تم کو علم دیتا ہے تمہاری اولاد کے باب میں لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصے کے برابر۔"

﴿وَلَا تَقْرَبُوا مَا نَصَلَ سَهْوًا بِبَعْضِكُمْ عَلَى بَعْضٍ يَدْرِجَالٍ نَصِيبٌ

مِمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا اكْتَسَبْنَ﴾ (النساء)

"تم ایسے کسی امر کی تمنائمت کیا کرو جس میں اللہ تعالیٰ نے بعضوں کو

بعضوں پر فوقیت بخشی ہے مردوں کے لئے ان کے اعمال کا حصہ ثابت ہے اور عورتوں کے لئے ان کے اعمال کا حصہ ثابت ہے۔

مسلم عورت کو مظلومیت سے جس جال سے نکالنے کے بعد سے یوں آزاد نہیں چھوڑتا کہ وہ بہ ظلم زندگی گزارے بلکہ وہ اس کی تعلیم و تربیت کے لئے صوبہ صوبہ کرتا ہے اس کے لئے دارہ کار متعین کرتا ہے اور اسے خوب و ناخوب کی شناخت عطا کرتا ہے، مسلم اس کے واسطے وہ طرز عمل تجویز کرتا ہے جس کے ذریعے وہ انسانی معشرت کے لئے رحمت بن سکے اور اسے نراہوں سے اور رکھتا ہے جن پر چل کر وہ معشرتی آفت کا روپ دھارتی ہے۔ مسلمان نے اس سلسلہ میں دو چیزوں کو بنیاد بنایا ہے۔

(صحیح تعلیم ۲) عمدہ تربیت

مسلم عورت اگر ان دو چیزوں کو اپنائے تو وہ امت اسلامیہ کے لئے پاکیزہ روح کا کام لے سکتی ہے ورنہ حقوق و تحفظات کی ہر جنگ میں بد خدائی کے پہلوؤں کو دور نہیں کیا جاسکے گا۔

بچیوں کی تعلیم و تربیت

جس علم کا نام سے زبانی ہوتا ہے ناظرین کہتے ہیں اس علم کو اور باب نظر موت سے دور رکھنا، یہ محسوس فکری و عملی تھکاہٹ رکھتا ہے اس لئے اس تھک میں وہی فرد ایک چل سکتا ہے جس کی تربیت اس نوجوان پر ہوئی ہو۔ جس قدر کوئی فرد فکری ناچنگی اور بہ تربیتی کا شکار ہوگا اس قدر وہ معشرے کو سرے پہنچنے کا بھی وجہ ہے یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم کو ایک فریضہ قرار دیا۔

((اطلب العلم فريضة على كل مسلم)) (مشکوٰۃ)

”علم حاصل کرنا ہر مسلمان کا فریضہ ہے۔“

تعلیم اور ایمان سے واقفیت پر مسلمان کی زندگی کا دار و مدار ہے اس واسطے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو بھی مستثنیٰ نہیں فرمایا۔ عورتوں کی تعلیم کی طرف آپ کی خصوصی توجہ تھی حتیٰ کہ بیعت اہل مدینہ کے وقت جو شرائط بیان کی جاتی تھیں وہ ایک طرح کی تعلیم تھی سورہ فتح میں بیعت کے اصولوں کا ذکر ملتا ہے عورتوں سے بیعت لینے وقت آپ جو عہد لیتے تھے اسے قرآن حکیم نے یوں بیان کیا ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَى أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْكُلْنَ بِمَهْرِهِنَّ يَقْتَرِبْنَ مِنْ آبِدِهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيَنَّكِ شَيْءٌ مَعْرُوفٌ فَلْيَسْتَعِذْنَ بِاللَّهِ مِنَ اللَّهِ عَوْرًا رَحِيمًا﴾ (الممتحنة)

”اے پیغمبر جب مسلمان عورتیں آپ کے پاس (اس غرض سے) آئیں کہ آپ سے ان باتوں پر بیعت کریں کہ اللہ کے ساتھ کسی شے کو شریک نہ

کریں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری کریں گی اور نہ اپنے بچوں کو قتل کریں گی اور نہ بہتان کی اور۔ میں نے جس کو اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان (خلف شہر سے جتنی ہوئی دعویٰ کرے) بنا میں اور شروع باتوں میں وہ آپ کے خلاف نہ کریں گی۔ تو آپ ان کو بیعت کر لیا کیجئے اور ان کے لئے اللہ سے مغفرت طلب کیا کیجئے بے شک اللہ تعالیٰ مغفور رحیم ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم میں عورتوں کا خاص لحاظ رکھا تھا، بعد از مدینہ کی نمازوں میں عورتیں شریک ہوتی تھیں، درحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبات سے مستفیض ہوتی تھیں۔ حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کنتی میں

((ما حفظت فی الامن فی رسول اللہ یخطب بہا کل جمعة))

(مسلم)

"میں نے سہرہ قیام صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر سنی ہے وہ ہم جمعہ کی سے خطبہ دیتے۔"

ابن سعد نے طبقات میں خولہ بنت اخیس جلیلہ کافوں پر نقل کیا ہے

((اذا سمع خطبة رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم الجمعة وما في مؤخر النساء))

"میں جمعہ کے روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ سنتی تھی اور میں عورتوں کے خیر میں تھی۔"

آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کو عورتوں کی تعلیم کا اس قدر احساس تھا کہ کئی مرتبہ نماز کے بعد دوبارہ عورتوں کی جانب تشریف لے جاتے اور پھر ان کو ایمان کی باتیں سناتے۔ بحاری نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت بیان کی ہے کہ میں نے آپ کے اہتمام کا موازنہ ہو سکتا ہے۔

۱ عن ابن عباس ان النبي صلى الله عليه وسلم خرج ومعه بلال فقص انه لم يسمع النساء فوعظهن وامرهن بالصدقة فجعلت المرأة تلقى القرط والحاتم وبلال ياخذهن طرف ثوبه

(بخاری)

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بلکے اور بلال کے ساتھ بدیں رضی اللہ عنہ تھے نہیں خیال کیا کہ عورتوں نے انہیں نہ آپ سے انہیں نصیحت کی ورنہ انہیں صدقہ کرنے کا حکم دیا تو عورتوں نے ہاتھوں پر گھونٹیاں بھینکیں شروع کیں اور بلاں کپڑے کے پلوں میں رکھتے جاتے۔"

ایک سبق آموز واقعہ

شیخ علی متقی عارف باللہ فرماتے ہیں کہ ایک متقی و صالح شخص کسب معاش کرتے تھے اور ان کا معمول تھا کہ جو کچھ کماتے پہلے تو اس میں سے ایک تہائی خدائی راہ میں خرچ کر دیتے پھر ایک تہائی اپنی ضروریات پر صرف کرتے اور ایک تہائی اپنی کسب معاش کے ذریعے میں لگا دیتے ایک دن ان کے پاس ایک دیوار شخص آیا اور کہنے لگا کہ شیخ میں چاہت ہوں کہ کچھ مال خدا کی راہ میں خرچ کر دو وہ مستحق شخص ہی کے پاس پہنچے گا۔ دنیا دار شخص نے اسے مبالغہ پر محمول کیا شیخ نے کہا اچھا تم جو تمہیں جو شخص بھی ایسا ملے جس کے لئے تمہارے دل میں جذبہ رحم پیدا ہو اسے صدقہ کا مال دے دینا چنانچہ وہ شخص جب شیخ کے پاس سے انصر کر آیا تو اس نے ایک بوڑھے غریب کو دیکھا جس کے پاس اس کے دل میں جذبہ رحم پیدا ہوا اور یہ سمجھ کر کہ صدقہ کا مال کا اس کے پاس سے اسے دینا وہ کون مستحق ہو سکتا ہے؟ پتہ نہ ہوئے اس میں سے سے کچھ

خیرات کرایا۔ جب دوسرے دن وہ ضعیف و ناتینا شخص کے پاس گزرا تو اس نے سنا کہ وہ اپنے پاس کھڑے ہوئے ایک دوسرے شخص سے کل کا وعدہ بیان کر رہا تھا کہ کل میرے پاس آئے۔ ایک ماہ شخص گزرا اس نے تمام اچھے دیا کہ جسے میں نے اس کا شخص سے ساتھ شراب ہشی میں دیا۔ وہ دینا داریہ سنتے ہی شیخ کے پاس آیا اور اس سے چورہ جریات کیا۔ شیخ نے یہ وعدہ سن کر بیٹائی میں سے ایک درہم اسے دیا اور کہا کہ اسے رکھو اور میں سے نکلتے ہی سب سے پہلے تمہاری نظر جس پر پڑے اسے یہ درہم بطور خیرات دے دینا چنانچہ شیخ کا دیا ہو درہم لے کر گھر سے باہر نکلا تو اس کی نظر سے سے پہلے ایک اچھے خاصے شخص پر پڑی جو بظاہر مکھنایا پیتا معلوم ہو رہا تھا جسے تو وہ دیکھتے ہوئے بھیجکا ٹھہر پانک۔ شیخ کا حکم تھا اس لئے اس نے مجبور وہ درہم اس شخص کو دے دیا۔ اس شخص نے وہ درہم لے لیا اور اپنے پیچھے کی طرف مڑ کر چل دیا۔ اس نے ساتھ ساتھ وہ مالدار بھی پھا اس نے دیکھا کہ وہ شخص ایک کھنڈر میں داخل ہوا اور وہاں سے دوسری طرف نکل رہی راہ پڑی مالدار بھی اس کے پیچھے کھنڈر میں داخل ہو وہاں سے کوئی چیز نظر نہ آئی۔ پتہ اس لے ایک مرا ہو کبوتر دیکھ وہ پھر اس شخص کے پیچھے پیچھے ہو گیا۔ پھر اسے قسم دے کر پوچھا کہ تم کون ہو؟ اور کس حال میں ہو؟ اس نے کہا کہ میں یہ غریب انسان ہوں میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں وہ بھوکے تھے جب مجھ سے ان کی بھوک کی شدت دیکھی نہ گئی اور نہ ہی اضطراب و پریشانی کے عام میں سے لئے پھر اہتمام کرنے کی خاطر گھر سے نکل کھڑا ہوا تو میں گھر پر پہنچا تو دیکھا کہ یہ مرچا تو ترچھے نظر آیا مرچا کیا نہ کرتا؟ میں نے یہ کبوتر اٹھایا اور اسے گھر کی طرف چڑھایا کہ اس سے ذریعے بھوک سے ہلکتے بچوں کی کچھ تسکین آوے۔ مگر جب خدا نے تمہارے ذریعے یہ درہم مجھے عنایت فرمادیا تو یہ کبوتر جس سے اٹھایا تھا وہیں پھینک دیا۔ اب اس مالدار کی کچھ کھلی درہم سے معلوم ہو کہ شیخ وہ توں مباد پر محسوس نہیں تھا بلکہ حقیقت یہی ہے کہ حلال مال اچھی جگہ و حرام

مال بری جگہ خرچ ہوتا ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَقِصْتُ صَدَقَةً مِّنْ مَّالٍ وَمَا رَدَّ اللَّهُ عَيْنَ بَعْفٍ إِلَّا عَزَّوَجَلَّ تَوَاضَعَ أَخَذَ لِلَّهِ إِلَّا رَزَقَهُ اللَّهُ (رواہ مسلم)

صحیح مسلم کتاب البر والصلة والآداب باب استحباب العفو والقصاص ج ۶۸۹

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ صدقہ دینا مال میں کی نہیں کرتا اور جو شخص کسی کی خطا معاف کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی عزت میں اضافہ کرتا ہے نیز جو شخص شخص خدا کے لئے توبہ و تاسع و جزئی اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا مرتبہ بلند کرتا ہے۔

صدقہ مال میں اضافہ کا باعث بن جاتا ہے:

یہاں تین باتیں بتائی جا رہی ہیں کہ ایک تو یہ کہ بے مال میں سے کچھ حصہ خدا کی راہ میں خرچ کرنا اگرچہ بڑی طور پر مال میں کمی نقصان کا سبب ہوتا ہے مگر حقیقت میں صدقہ و خیرات مال میں زیادتی کا سبب ہوتا ہے بایں طور کہ صدقہ و خیرات کرنے والے کے مال میں برکت عطا فرمائی جاتی ہے وہ اور اس کا مال آفت و بلا سے محفوظ رہتا ہے اور اس کے نامہ اعمال میں ثواب کی زیادتی ہوتی ہے بلکہ دنیا میں بھی اسے اس طرح نعم البدل عطا فرمایا جاتا ہے کہ اس کا مال بڑھتا رہتا ہے۔

دوسری بات یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ جو شخص کسی دوسرے کا قصور پہننے پر قادر ہونے کے باوجود معاف کر دیتا ہے اور اس کی خطا سے درگزر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی عزت بڑھاتا ہے چنانچہ ایک ماریف کا قول منقول ہے کہ "کوئی بھی انتقام غلو و درگزر کے برابر نہیں ہے۔"

تیسری بات یہ بتائی گئی ہے کہ جو شخص کسی غرض و منفعت کی خاطر نہیں بلکہ صرف اللہ جل شانہ کی رضا و خوشنودی اور اس کا قرب حاصل کرنے کے جذب سے متاثر ہو کر جزی عقیقہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کا مرتبہ بلند کرتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس توجہ کے نتیجے میں نہ تئیں کے ہر حصہ تعلیم، تربیت کا جو حساس پیر ہو اس کی شہادت بخاری کی ”کتاب العلم“ کی یہ روایت دیتی ہے

((عن ابی سعید الخدری قالت النساء للنبی: غلبنا عليك الرجال فاجعل لنا يوما من نفسك. واعدن يوما لقیمن فيه فوعظهن وامرهن)) (بخاری)

”حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عورتوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ مردوں نے آپ سے ہماری نسبت زیادہ حصہ لیا ہے۔ آپ ہمارے لئے ایک مخصوص دن رکھیں آپ نے ایک دن کا وعدہ فرمایا اس میں آپ ان سے ملے انہیں نصیحت کی اور صدقہ کا حکم دیا۔ اسی طرح کا واقعہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن سے منقول ہے۔

((قالت: خطبنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال

يا معشر النساء اما لکن فی الفضة اما تحلین اما انه

لیس منکن امرأة تحلی ذہبا الا عذبت به)) (مسند احمد)

”کہتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے خطاب فرمایا۔ ”مردہ

خواتین، جنہیں چاندی کی طرف رغبت ہیں تم اس کے روبرو نہیں پہنچتی ہو سنا

تم میں سے کوئی سونے کے زیور پہنے گی تو اسے عذاب دیا جائے گا۔“

آپ کے نزدیک تعلیم سونے کی ہی بہت تھی کہ اگر آپ خود نہ جانتے تو کسی

نزدہ پہنچ جاتے۔ آپ اس اہم امر سے غافل نہیں رہے۔ آپ کے نزدیک معاشرے کے استحکام میں عورت کی تعلیم، تربیت کو بڑا دخل ہے۔ ابوداؤد کی کتاب الاسود میں ام عطیہ کی ایک روایت موجود ہے۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی توجہ کی نشان دہی کرتی ہے:

((عن ام عطیة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لما

قدم المدينة جمع نساء الانصار فی بیت فارسل الیہ

عمر بن الخطاب. فقام علی الباب فسلم علینا فردنا

علیہ السلام ثم قال: انا رسول الله الیکن وامرنا

بالعہدین ان نخرج فیہا الحيض والعقی ولا جمعة علینا

ونہانا من اتباع الجنائز)) (ابو داؤد)

”حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

جب مدینہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی عورتوں کو

ایک گھر میں جمع کیا اور ہماری طرف حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو

بھیجا۔ انہوں نے دروازے پر کھڑے ہو کر ہمیں سلام کیا اور ہم نے جواب

دیا۔ اس کے بعد انہوں نے کہا میں تمہاری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کا قاصد ہوں۔ انہوں نے ہمیں حکم دیا کہ ہم سے نوجوان اور حیض والی

عورتیں میدان کے سبے جائیں اور ہم پر جمعہ فرض نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ

وسلم نے ہمیں جنازوں کے پیچھے چلنے سے بھی منع کیا۔“

ابوداؤد کی کتاب الادب میں ایک خاتون کی تعلیم کے ضمن میں حضور صلی اللہ علیہ

وسلم کا یہ رشتہ موجود ہے کہ اسے صحیح نعتی ہی مندرجہ ذیل دعا پڑھنی چاہئے

((سبحان الله وبحمده ولا قوة الا بالله ما شاء الله كان

وَمَالِم يَشَالِم يَكُنْ اَعْلَمُ اَنْ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَاَنْ

اللّٰهَ قَدْ احَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا)) (ابودود)

”پاک ہے اللہ اپنی تعریف کے ساتھ قوت اسی کے ذریعے مل سکتی ہے اللہ جو چاہتا ہے ہوتا ہے جو وہ نہیں چاہتا نہیں ہوتا۔ وہ ہر شے پر قادر ہے اور اسی کے علم نے ہر شے کا احاطہ کر رکھا ہے۔“

قرمضی ے سورہ نور کی تفسیر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے

((اعلموا نساء کم سورة ذور)) (قرطبی)

”اپنی عورتوں کو سورہ نور سکھاؤ۔“

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں

((ما رايت احداً من الناس اعلم بالقرآن ولا بفريضة ولا

بحلال وحرام ولا بشعر ولا بحديث العرب ولا بنسب

من عائشة)) (ذہبی)

”میں نے لوگوں میں سے کسی شخص کو قرآن، فرائض، حلال و حرام، شعر، اخبار عرب اور نسب کے بارے میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ عام نہیں دیکھا۔“

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان توجہات کا نتیجہ تھا کہ اس عہد کی خواتین حصول علم کے میدان میں مردوں کے برابر چلتی نظر آتی ہیں۔ ازواج مطہرات خواتین کے علم کا بڑا ذریعہ تھیں۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا علمی و ادبی مقام تو ایک مسلم حقیقت ہے حدیث و فقہ میں ان کو خصوصی درجہ حاصل ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے پر اکثر سچی باتیں ان سے مشورے کرتے تھے سیرت درجہ اول کی رو سے اکثر آپ ہی کی رائے صاحب ہوتی، دور رسا بدو تابعین میں خواتین کی علمی

مرتب رہی۔ خواتین میں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بعد ازاں میں بھی خواتین سب سے زیادہ ہیں۔ مشہور محدث اور شارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی کی سوانح میں سوانحی سے لے کر حافظ ابن کثیر کے ساتھ میں کئی خواتین بھی شامل ہیں مثلاً عائشہ بنت عبدالمطلب، عائشہ بنت عبدالمطلب، حضرت عائشہ کی شہرہ منورہ بنت عبدالمطلب، سب سے زیادہ مشہور محدث ام سلمہ کی ان کے شاگرد ہیں۔ فرماتے ہیں کہ مجھے قاسم بن محمد نے مشورہ دیا کہ میں اس حدیث کے پاس جایا کروں میں سے محسوس کیا کہ واقعی وہ علم کا۔ ختم ہوئے وہ سند میں۔ ذہبی تذکرۃ المحققین میں ان مشہور خواتین کا ذکر کرتے ہیں جو علمی اعتبار سے بلند مقام رکھتی تھیں۔

حافظ ابن حجر نے الاصابہ فی تمییز الصحابہ میں مہاجرین میں مسند رضی اللہ عنہا کے متعلق لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں پختہ عقل اور صائب رائے سے نوازا تھا۔

((كانت ام سلمة موصوفة بالجمال البارع والعقل البالغ

والرأى الصائب))

”ام سلمہ رضی اللہ عنہا انتہائی حسن کے ساتھ پختہ عقل اور درست رائے سے بھی متصف تھیں۔“

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی سب بنت ابی سلمہ بنحو حافظ ابن عبد البر افقہ النساء تھیں۔ تعلیم کی طرف یہ توجہ اس لئے تھی کہ عورت اہل و عاقل کے لحاظ سے تربیت یافتہ ہو مگر اس تربیت کے لئے تعلیم ضروری ہے۔ اس کے مختلف طریقوں سے اس کی حوصلہ افزائی کی۔ ہمارے فقہاء نے عورت کے حق تعلیم کا قانون تسلیم کیا ہے اور عورت اس حق کی طلب میں عداوت تک کا دروازہ کھولنا چاہی ہے۔ اس کی مفصل بحثیں ہمارے فقہاء کے ہاں موجود ہیں مثلاً فتاویٰ تاجی خان فتاویٰ عالمگیری وغیرہ۔

مذہب تربیت

چونکہ ساری تعلیم کا مقصد اخلاق و تقویٰ کی تربیت ہے اس لئے قرآن و سنت سے فکری صلاح نے ساتھ اخلاق عمل کی صلاح پر بڑا زور دیا ہے وہ تمام احکام سے نکلے گئے ہیں جو اسلامی معاشرے کے بہترین فرد بننے کے لئے ضروری ہیں۔ خواتین کا ہنرمند بننا یہ خیال کیا گیا کہ وہ عزت و حیا کے ساتھ زندگی گزاریں اور کتاب و سنت کی روشنی میں اپنا شمار بنائیں اسلام نے اس کے لئے دو سرمد نظر رکھے ہیں۔

○ تمام عملی احکامات سے روکا جائے جو اسلامی نقطہ نظر سے اس کی سوانی شخصیت کے لئے مضر ہیں۔

⑤ ان اصولوں کی پیروی جو حیثیت کے طور پر مؤمنہ کے لئے ضروری ہیں۔

قرآن و سنت نے تمام امور کی مثال دہی کی ہے جن سے مسلمہ خواتین کو بچنا چاہئے مثلاً مسلمہ کتاب اللباس میں ایک واقعہ مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا جو عورتیں مسخوئی ہوں گویا حق ہیں ادا توں کو گھس کر خوبصورت بناتی ہیں اس پر اللہ کی لعنت ہے۔ یہ کہ ایک خاتون نے کہا کہ تمہاری بیوی بھی تو یہ کرتی ہے۔ عیسیٰ نے کہا "اے بیوی" تو وہ عقد میں نہیں رہ سکتی جاؤ دیکھو پناچہ اس عورت کا خیال نہ تھا۔ اس کتاب میں ایک اور ارشاد حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے

(وَنِسَاءُ كَاسِيَاتٍ عَارِيَاتٍ مُّصِيلَاتٍ مِّثْلَاتٍ زُفُوفٍ
كَاسِيَتُهُنَّ الْمِثْلُ لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يَخْرُجْنَ
رِيحُهَا وَارٍ رِيحُهَا لَتُوجَدَ مِنْ مَسِيرَةِ كَذَا وَ كَذَا) (مسلم)

"وہ عورتیں جو لباس پہننے کے باوجود عریاں رہتی ہیں جو ملک ملک کر جاتی ہیں اور جو اونٹ کے گوہن کی طرح اپنے کندھوں کو ہلا جا کر ناز و ادا کا صبا کرتی ہیں وہ جنت میں داخل نہیں ہوں گی بلکہ ان کی خوشبو بھی نہیں

سوجھ سکیں گی حالانکہ جنت کی مہک دور تک پھیلی ہوگی۔"

اسی طرح قرآن و سنت میں شرک، بغی، غیبت، بہتان تراشی اور اسی قبیل کی دوسری حرکات سے منع کیا گیا ہے اور مؤمن خواتین سے یہ توقع کی گئی ہے کہ وہ اس قسم کی حرکات نہیں کریں گی۔ دراصل اسلام یہ چاہتا ہے کہ اسلامی معاشرے کی خاتون دین و اخلاق کا مجسمہ ہو۔ اسلامی تعلیمات کی رو سے عورت بھی معاشرے کے لئے مفید ہو سکتی ہے کہ وہ دین و اخلاق میں انہی مقدم رکھتی ہو ورنہ اس کی بد اخلاق و بد کرداری پورے معاشرے کو جہنم میں بدل سکتی ہے۔ چونکہ معاشرے کا جماعی شعور انفرادی تربیت ہی سے پختہ ہوتا ہے اس لئے اسلام نے انفرادی تربیت پر بڑا زور دیا ہے۔ اسی تربیت کا ایک حصہ تو وہ تعلیم تھی جسے خواتین سے ضروری قرار دیا اور اس میں بھی اس بیوقوفوں کو زیادہ مد نظر رکھا جن میں خدای کی جنگی سیرت کی تعمیر اور تقویٰ نے اس کو داخل ہے۔ تربیت کا دوسرا حصہ یہ ہے کہ عورت کے لئے حدود کا متعین کر دیئے جائیں اسے فکری طور پر یہ سمجھایا جائے کہ اس کی عملی زندگی کے لئے یہ حدود ہیں اور عملاً اسے زندگی کے اسی دائرہ کار میں کام کرنے کا موقع ملے جو اس کیلئے ضروری بھی ہے اور مفید بھی۔ اس کی زندگی سے اس تمام موقع کو ختم کر دیا جائے جن سے اس کی تربیت پر اثر اندازی کا شبہ ہو سکتا ہے۔ مثلاً ہماری زندگی کا ایک پہلو جماعی ہے اس اجتماعی زندگی کی تنگ اور میں بوقت ضرورت عورت نمایاں حصہ لے سکتی ہے مگر عام حالات میں اسے اجتماعی کے کچھ میدان میں کھل کر کام کرنے سے منع کر دیا گیا ہے۔ بتائی زندگی مخصوص دائرہ کار ہے جسے سوانی حصہ کہنا چاہئے اسے چند حدود سے متعین کر دیا گیا ہے کہ وہ اس اجتماعی زندگی میں کھل کر کام کر سکتی ہے ورنہ اس کی زندگی کی تربیت اسے اس وقت کام کرنے کی جب ملجائی حالات میں سے کھل کر کام کرنا ہوگا۔ غائبانہ ای احتیاط کے پیش نظر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد اور جہاں کو عورت پر فرض نہیں قرار دیا۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ ملجائی حالات میں جو شخصیتیں

پائی جاتی ہیں انہیں عام زندگی پر محمول نہیں کیا جاسکتا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ ذیل ارشادات مبارکہ بطور تائید پیش کیے جاسکتے ہیں۔

((عن عائشة قالت قتت یا رسول اللہ علی النساء جہاداً؟

قال نعم علیہن جہاد لا قتال فیہ الحج والعمرة))

(ابن ماجہ)

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عورتوں کے جہاد کے بارے میں سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں ان پر جہاد واجب ہے اس میں جنگ نہیں بلکہ حج و عمرہ ہے۔“

((عن عائشة أم المؤمنین عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم سألہ ساء ہ عن الجہاد فقال نعم الجہاد

لحج)) (بخاری)

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ آپ سے آپ کی بیویوں نے جہاد کی اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا بہتر جہاد حج ہے۔“

یوداد نے ”باب الجمع“ میں غلاموں اور عورتوں کی حیثیت بیان کرتے ہوئے خاتم الرسل کے اس ارشاد کو بیان کیا ہے۔

((عن طارق بن شہاب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

قال الجمعة حق واجب علی کل مسلم فی جماعة الا

اربعة عبد مملوک او امرأة او صبی او مریض))

(ابوداؤد)

”حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے

روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے برائیاں

واجب ہے سوائے چار قسم کے لوگوں کے غلام عورت بچہ اور مریض۔“

اسی طرح عورت کو عام معاشی تنہا سے بھی دور رکھنا کہ جنماعی حساب

پاکیزہ ہو سکے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے پتہ چلتا ہے کہ عورت کا

بسترین مقام اس کا گھر ہے۔ عورت کی کسی نہ کو بہت قریب رہ گیا ہے جو وہ گھر کے

حرّی گوشے میں دگرتی ہے۔ قرآن کا بیان بھی بڑا واضح ہے

﴿وَقَرْنَ فِی بُیُوتِکُمْ وَلَا تَجْرُنَّ تَبْدِیجَ الْفَاحِشِیَّةِ الْأُولٰئِی وَاقْبِرْنَ

الصَّلٰوةَ وَآتِیْنَ الزَّکٰوةَ وَآطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ اِنَّ یُرِیْدُ اللّٰهُ لَیُذْهِبَ

عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَمَّا بَیَّتٌ فِیْہُمْ لَکُمْ تَطْہِیْرٌ﴾

(الاحزاب)

”اور تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیم رہائش جابیت کے دستور

کے موافق مت پھرو اور تم ناروں کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو اور اللہ کا

اور اس کے رسول کا کہنا، اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ تم گھر اور تم سے

آلودگی کو دور رکھو اور تم کو (ہر طرح کی بری اور باطنی طور پر) پاک صاف

رکھے۔“

ابو بکر صلی اللہ علیہ وسلم نے احکام القرآن میں اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ یہ آیت اس

روایہ پر دلالت کرتی ہے کہ عورتوں کو گھر بیٹنے کا حکم دیا جا رہا ہے اور باہر کی گشت سے منع

کیا گیا ہے۔

((وفيه دلالة على ان النساء مأمورات بلزوم البيوت

منہیات عن الخروج))

”اور اس میں اس امر کا اشارہ ہے کہ عورتوں کو حکم ہے وہ گھر میں رہیں اور انہیں باہر نکلنے سے منع کیا گیا ہے۔“

امام احمد فرماتے ہیں:

((خير مساجد النساء قصر بيوتهن)) (مسند احمد)

”عورتوں کی بہترین مسجدیں ان کے گھروں کے اندرونی حصے ہیں۔“

امام احمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عمدہ قول نقل کیا ہے۔

((عن عائشة عن النبي صلى الله عليه وسلم انه قال -

عليكن بالبيت فانه جهاد كن)) (مسند احمد)

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی

ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا تم اپنے گھروں میں رہو کیونکہ یہی

تمہارا جہاد ہے۔“

اسلام میں مرد و عورتوں کے اس امتزاج سے معلوم ہوتا ہے کہ مرد عورت کو نہ تو

قیدی اور مملوک بناتا ہے کہ اس کے حقیرات ہی نہ ہوں اور نہ سے ایسی بے ہنگام

آزادی دیتا ہے کہ جس سے دین و احاط کی قدریں بھڑو اور معاشرے کا اجتماعی

سکون خراب ہو۔ اسلام اس کے نئے دائرہ کار متعین کرتا ہے تاکہ وہ اصل کام کر سکے

اور دواچھا خاندانی نظام ہے جس کے نتیجے میں اچھا معاشرہ اور چھ شہری نظام تشکیل

پائے گا۔

یہی سبب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں و مردوں کی تربیت میں

اس فرق کو ملحوظ خاطر رکھا ہے حتیٰ کہ مسجد نبوی کی نماز میں بھی اس اختلاف کو سامنے

رکھا۔ مسلم کی کتاب الصلوٰۃ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت اس طریقہ عمل کا زندہ

ثبوت ہے

((عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم، خير صفوف الرجال اولها وشرها آخرها وخير

صفوف النساء آخرها وشرها اولها)) (مسلم)

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ مردوں کی بہترین صف پہلی صف ہے اور بدترین پچھلی اور

عورتوں کی بہترین صف سب سے آخری اور بدترین پہلی۔“

اس تعلیم و تربیت کے نتیجے میں ایسا معاشرتی نظام وجود میں آتا ہے جس میں

مرد اپنی حدود پہنچتا ہے و عورت اپنے اعمال کی تعیین کرتی ہے۔ اس دوہری ذمہ

داری سے سلامی معاشرہ نہ سکون یا اقرار اور مستحکم ہوتا ہے۔ اسلام نے عورت کو صحیح

مقام دے کر اور اس کا دائرہ کار متعین کر کے انسانیت کو فساد عظیم سے بچالیا ہے۔

ازواجِ مطہرات

کی بابرکت اور قابل تقلید ازواجی زندگی

میں اگرچہ پہلے بھی بچے پھینک دینے میں رواجِ مطہرات سے کسی لکھنوی کی بات عرض کر آئی ہو، لیکن چونکہ تاتہ کا ابتدائی مسودہ لکھتے وقت ہی سے میرے ذہن میں تھا کہ رواجِ مطہرات کی بات ایک مکمل دہکھنا ہے اس لئے یہاں مناسب جانا کہ اب جبکہ آپ کی "مثانِ دہن" کی بہت بھاری ساری کڑی تو اب ان ازواجِ مطہرات کی بات کر رہا ہوں کہ آپ کے سامنے نقشِ کھینچی جائے تاکہ میری فرمانبرداری چلیں اس لئے مطابق اپنی روحانی رہنمائی کو اچانک کی پوشش کریں

نبی کریم ﷺ نے پہلے نکاح مکہ میں حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا سے کیا اس وقت آنحضرت ﷺ کی عمر ۲۵ سال ۱۰ حضرت خدیجہ کی عمر ۴۰ سال کی تھی۔ حضرت خدیجہ نے ہجرت سے قبل سال قبل واپس پانچ اور دن کے بعد مکہ ہی میں آپ ﷺ سے ایک بیچ اس سال خاتونِ حضرت سودہ بنت زید رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اس وقت آنحضرت ﷺ کی عمر بھی تقریباً ۵۰ سال ہی کی تھی حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا اس وقت ۵۴ یا ایک توں کے مطابق ۴۴ ہے حضرت عائشہ بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کا نکاح ۱۰ نبوی میں ہو جب کہ وہ چھ برس کی تھیں اور جب ۱۱ھ میں وہ خصمت کر کر حضرت زینب بنت جحش کے ہاں آئیں اس وقت ان کی عمر ۹ سال کی تھی۔ ان کا اس وقت ۵۵ یا ۵۶ ہے۔ حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کا نکاح ۲ھ یا ۳ھ میں ہو اور انہوں نے ۴۱ یا ۵۶ھ میں وفات پائی۔ حضرت زینب بنت خزیمہ ۳ھ میں آپ کے نکاح میں آئیں اور نکاح سے کچھ ہی دن

۴ھ میں (اور ایک روایت کے مطابق ۳ھ ہی میں) انتقال فرمیں حضرت مسند بن ابی بکر رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ نے ۳ھ یا ۴ھ میں نکاح کیا اور ان کا نکاح ۵۹ھ میں ہوا اور ایک قول کے مطابق ۶۲ھ میں ہو۔ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا ۵ھ میں آپ کی راجحیت میں ۲۰۰ یا ۲۱۰ھ میں انتقال کیا۔ حضرت زینب بنت جحش کے وصال کے بعد سب سے پہلے جس زوجہ مطہرہ نے انتقال کیا وہ حضرت زینب بنت ابی جحش رضی اللہ عنہا جو یمنیوں کی بیٹی اور مدینہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی تھیں ان کا نکاح میں تھیں اور ان کے وصال کے بعد سب سے پہلے جنتِ نبویہ میں آئیں۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا جو یمنیوں کی بیٹی اور مدینہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی تھیں ان کا نکاح میں تھیں اور ان کے وصال کے بعد سب سے پہلے جنتِ نبویہ میں آئیں۔ حضرت ام حبیبہ (اسلام) پر قائم رہیں۔ ۶ھ میں نجاشی بادشاہ حبشہ نے ان کا نکاح آنحضرت ﷺ سے کیا اور اپنے پاس سے ان کا مہر جو چار ہزار درہم مقرر ہو تھا ادا کیا۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے ۴۴ھ میں انتقال کیا۔ حضرت جویریہ غزوہ بدر میں حضور ﷺ کو غزوہ بدر کی مصلحت بھی کہتے ہیں اور جو ۶ھ میں ہو تھا سیر ہو کر آئیں۔ حضرت زینب بنت جحش کے نکاح سے نکاح کرنا۔ ان کا نکاح ۵۶ھ میں ہو۔ حضرت میمونہ بنت جحش رضی اللہ عنہا کی خاتون تھیں ۵ھ میں آنحضرت ﷺ کی راجحیت سے ہجرت فرما کر انہوں نے ان کا نکاح ۶۱ھ یا ۵۵ھ میں ہو۔ حضرت صفیہ بنت حمزہ بن اخطب ۷ھ میں جنگ خیبر میں امیر بنائی گئیں اس وقت ان کی عمر ۷ سال کی تھی۔ آنحضرت ﷺ ان کو آفرمایا اور پھر نکاح کر لیا۔ ۸ھ میں ۵۰ یا ایک روایت کے مطابق ۵۲ھ میں وفات پائی۔ آنحضرت ﷺ کی گیارہ ازواجِ مطہرات کی وہ تعداد ہے جس پر روایات کا اتفاق ہے بارہویں زوجہ مطہرہ جو حضرت زینب بنت جحش کے بارے میں اختلاف ہے بعض حضرات نے کو حرم (نبیہ) قرار دیا ہے۔ لیکن بعض دوسری روایتوں میں ہے کہ زینب بنت جحش جو ایک یمنی خاتون تھیں جنگی امیر ہو کر ان تھیں چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ان کو

آراؤ کیا اور ۱۶ھ میں ان سے نکاح کر لیا۔ بہر حال حضرت ﷺ نے تمام خواتین سے جو امت کی مائیں ہیں نکاح کیا اور سب کے ساتھ دخول بھی فرمایا۔ بیس یا بیس سے زائد ایسی خواتین کا ذکر بھی روایتوں میں آتا ہے جن سے آپ ﷺ نے نکاح تو کیا لیکن دخول سے پہلے ہی جدائی کی نوبت آگئی، بعض ایسی خواتین بھی تھیں جن سے نکاح کی بات چیت چلی لیکن ان سے نکاح نہیں کیا۔ کئی طرح بعض روایتوں میں ایسی عورتوں کا بھی ذکر آتا ہے جو آپ ﷺ کے نکاح میں تھیں اور جب یہ آیت کریمہ یا ایہا انسبی قد لا رواجت لہنزل ہوئی تو انہوں نے حرمت پر دنیا کو ترجیح دی اور آپ سے جدائی اختیار کر دی۔ جہاں تک حضرت ﷺ کی حرموں (کنیزوں) کا تعلق ہے تو ان کی تعداد چار بیان کی جاتی ہے جن میں سب سے مشہور یہ قطبیہ ہیں جن کے وطن سے ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے تھے۔ ان کا انتقال ۱۶ھ میں ہو۔ دوسری وہی حضرت ریحانہ بنت سمون یا بنت زیدہ ہیں جن کے بارے میں بعض حضرات کا کہنا ہے کہ وہ آپ ﷺ کے نکاح میں نہیں تھیں۔ بلکہ "حرم" تھیں ان کو آپ نے آزاد نہیں کیا اور بسبب ملک یمن ان سے محبت فرمائی باقی دو میں سے ایک تو وہ کنیز تھیں جو ام مومنین زینب بنت جحش سے بطور ہدیہ آپ کی خدمت میں پیش کی تھی ورا یک کنیز وہ تھیں جو کسی غزوہ میں اسیر ہو کر آئی تھیں۔

مذکورہ بالا تفصیل شیخ عبدالحق دہلوی کی شرح مشکوٰۃ سے ماخوذ ہے جو مہوں نے جامع الاصول کے حوالہ سے جمع کی ہے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات کی تعداد ان کے نکاح کی ترتیب آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد انتقال کرنے والی ازواج مطہرات کے سین وفات جن زواج کے ساتھ دخول نہیں کیا یا جن خواتین کے ہاں بیہودہ مکران کے ساتھ نکاح نہیں ہوا ان سب کی تعداد کے بارے میں علماء کے مختلف قول ہیں اور عام روایتوں میں یہ اختلاف پایا جاتا ہے۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک مثالی بیوی:

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ خَيْرُ نِسَاءٍ هَا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَخَيْرُ نِسَائِهَا خَدِيجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ (متفق عليه وفي رواية قال أبو كريب) وَأَشْأَا رَوَيْتُ إِلَى السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ.

صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابة باب فضائل خدیجۃ ام المومنین ۱: ۸۵

"حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ مریم بنت عمران اپنی امت میں سب سے بہتر عورت ہیں اور خدیجہ بنت خویلد اپنی امت میں سب سے بہتر عورت ہیں۔ (بخاری و مسلم) اور ایک روایت میں ابو کریم نے یہ بیان کیا کہ حضرت وحید نے (جو حفاظ حدیث میں سنے ہیں اور حضرت امام مالک اور ان کے معصروں کے ہم پلہ ہیں) آسمان اور زمین کی طرف اشارہ کر کے یہ بتایا کہ اس حدیث کے مطابق یہ دونوں خواتین اپنی امتوں میں دنیا بھر کی عورتوں سے افضل و اشرف ہیں۔"

اس حدیث سے یہ تو معلوم ہوا کہ حضرت مریم جو حضرت عیسیٰ کی والدہ ہیں اپنی امت میں اور ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنی امت (امت محمدیہ) میں سب عورتوں سے افضل ہیں لیکن اس سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ خود ان دونوں میں سے کون سی افضل ہے۔ حضرت خدیجہ سے افضل ہیں یا حضرت خدیجہ حضرت مریم سے افضل ہیں۔ تاہم تفسیر نسلی میں لکھا ہے کہ صحیح قول کے مطابق حضرت مریم سے حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں کیونکہ حضرت مریم پیغمبر تو ہیں نہیں اور یہ بھی سنے ہے کہ یہ امت مرحومہ دوسری تمام امتوں سے بہتر و افضل ہے تو اس بارے

میں ہوتے۔ انتہائی اقوال ہیں اسی طرح حضرت عائشہؓ پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نفیست بھی مختلف قید ہے اور امام مالک کا یہ قول ہے کہ عمر رضی اللہ عنہا پر نفیست نہیں ہے۔
 ان صحیحہ میں اور میں صدیقہ یا وہ بھی کسی خاتون پر نفیست نہیں دیتا۔

وعن اسی ہریرہ عن ابی جبرئیل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حبیبہ خبیجہ حدیث مع ابیہ ادم او طعام فاد انتقل فاقرا علینہا السلام من رتبنا ومنی وبتمزھا بقیۃ فی الجنت من قصب ولا صحب فیہ ولا نصب

صحیح بخاری ۲۵۳
 ”اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چل کر غار حرا میں آ رہی ہیں ان کے ساتھ ایک برتن ہے جس میں سالن (اور روٹی) ہے یا کھانا ہے جب وہ آپ کے پاس پہنچ جائیں تو آپ ﷺ ان کے پروردگار کی طرف سے درمیری طرف سے بھی ان کو سلام کہہ دیجئے اور ان کو جنت میں ایک محل کی خوش خبری سنا دیجئے جو خولدار موتی ہے اور اس محل میں نہ شور و غل ہے نہ تکلیف و تکلیف ہے۔“

یہ واقعہ سن رہے تھے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غار حرا میں چل کر اپنے رشتہ داروں کی دلتوں میں عبادت اور رشتہ میں مشغول رہتے تھے۔ آپ اپنے ساتھ جانے والے کچھ چیزیں لے گئے اور پانی وغیرہ لے لیتے تھے تاکہ وہاں پر ان کا صیام نہ رہے۔ ایک دن خدیجہ الکبریٰؓ آپ کے جانے پہنچنے کا رشتہ ہوا اور ان کے گھر پر ان کی بشارت سے

مذہبی ذہنوں میں۔ واضح ہو کہ عام طور پر ثابت تو یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں غریبوں کے لئے عمارتیں بنائیں اور وہاں عبادت و ذکر الہی میں مشغول رہنا اس زمانہ میں معمول تھا جب کہ آپ ﷺ کی خدمت میں نبوت سے سرفراز نہیں ہوئے تھے اور آپ ﷺ کے پاس حضرت جبرئیل کا آنا جانا شروع نہیں ہوا تھا لیکن اس میں کچھ استبعاد نہیں کہ مرتبہ نبوت پر نہ ہونے اور حضرت جبرئیل کی آمد شروع ہوجانے کے بعد بھی کچھ دنوں تک آپ نے یہ معمول چاروں رکھ رکھا ہو اور انہی دنوں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کسی دن آپ کا کھانا لے کر غار حرا میں گئی ہوں۔

”ان کو سلام کہہ دیجئے“ علماء نے لکھا ہے کہ رب العینین کا مقام ایسا شرف ہے جو حضرت خدیجہ کے سوا دنیا کی کسی عورت کو حاصل نہیں ایک مرتبہ حضرت جبرئیل نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی سلام پہنچایا تھا لیکن صرف اپنی طرف سے۔ اسی سے اس حدیث کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی نفیست کی دلیل قرار دیا جاتا ہے۔

”جو خولدار موتی کا ہے“ کھب کا اطراق اس موتی پر ہوتا ہے جو بہت بڑا ہو اور در سے خان ہو۔ باتوں میں آتا ہے کہ جنت کے محلات پر جو گنبد ہوں گے وہ دراصل قہر جیسے بڑے بڑے موتی ہوں گے جن کے اندر سے خلا ہوگا۔ لہذا اس جملہ کا ایک مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ اس محل کا گنبد ایک بڑا موتی ہوگا یا یہ کہ وہ بڑا محل موتی کا ہو جس میں ایک اتار موتی ہوگا جس کے اندر کا خد ایک بڑا محل پر محیط ہوگا۔

”اس محل میں نہ شور و غل ہے نہ تکلیف اور تکلیف ہے“ بطور خاص ان دونوں چیزوں کی نفی اس اعتبار سے کی ہے کہ دنیاوی گہروں میں رہنے والوں کو دنیا کی گہروں کا مزہ دہا کرنا پڑتا ہے ایک تو شور و غل کا اور دوسرے اس صمت و مشقت کا۔ لہذا اللہ تعالیٰ جنت کے محلات میں ان چیزوں سے نجات دے گا اور تکلیف دہ چیزوں سے نجات دے گا۔

ماہ۔ نے لکھا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے حق میں یہ بشارت گوس مقام کا اعلان تھا جو ان کو اس بات کے بدلہ میں عطا ہوا کہ انہوں نے "نخضرۃ من اللہ" کی دعوت سلام کو سب سے پہلے بھٹیپ خاطر اور بخوشی قبول کر لیا تھا۔ انہوں نے خدائی "وزیر بلیک" کہتے ہوئے اپنے "بائی مذہب" کو ایک وقت اس طرح ترک کر دیا کہ نہ تو کسی طرح کا شور شرابہ ہونے دیا نہ بحث و تکرار اور لڑنے جھگڑنے کے حب میں پڑے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا غَزَتْ عَلَى أَحَدٍ مِّنْ بَنَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا غَزَتْ عَلَى حُدَيْجَةَ وَمَا رَأَيْتُهَا وَلَكِنْ كَارَ يُكْثِرُ دَكْرَهَا وَرُبَّمَا ذَبَحَ الثَّمَاةَ ثُمَّ يَفْطِنُهَا اغْصَاةً ثُمَّ يَنْعَتُهَا فِي صَدَائِقِ حُدَيْجَةَ فَرُبَّمَا قُلْتُ لَهُ كَاثُ لَمْ تَكُنْ فِي الدُّنْيَا امْرَأَةً إِلَّا خَدُوحَةٌ فَيَقُولُ إِنَّهَا كَاثُ وَكَانَتْ وَكَانَ لِي مِنْهَا وَلَدٌ . (متفق علیہ)

صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب ترویج النبی علیہ السلام، ج ۳ ص ۳۵۳
 "اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی بیویوں میں جتنی غیرت اور بختا رنگ میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کرتی تھی اتنا کسی بیوی سے نہیں، حالانکہ میں نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا بھی نہیں تھا، البتہ آنحضرت ﷺ ان کو بہت یاد کرتے تھے اکثر ایسا ہوتا تھا کہ آپ ﷺ بکری ذبح کرتے اور اس کا عضو کاٹ کر بوٹیوں بناتے پھر اس گوشت کو ن عورتوں کے ہاں بھجوتے جو حضرت خدیجہ کی سہیلیاں تھیں، کثرت میں آپ سے کہہ دیا کرتی تھی کہ آپ (ﷺ) تو خدیجہ کے تئیں سزا قدر شائستگی اور محبت ظاہر کرتے ہیں، جیسے دنیا میں ایک خدیجہ

کے علاوہ اتنی خوبیوں والی اور کوئی عورت ہی نہیں، آپ (میری اس بات کے جواب میں) فرماتے وہ تو واقعی اس طرح کی تھیں اور ایسی ہی تھیں اور پھر میری اولاد بھی تو انہی کے بن سے ہے۔"

(بخاری و مسلم)

"ایسی ہی تھیں" یعنی وہ بڑی عابدہ و زاہدہ تھیں روز سے رکھا کرتی تھیں شب بیدار رہتی تھیں۔ میری خدمت اور میری امداد و راحت رسائی میں بڑی بڑی مشقتیں اٹھاتی تھیں، جس سوک اور احسان کی کہتی تھیں وغیرہ وغیرہ۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی س خوبیوں کو صریحاً ذکر کرنے کے بجائے مبہم فرمانے سے آپ ﷺ کا مقصد ان کی حیثیت و فضیلت کو زیادہ بیخ انداز میں پیش کرنا اور اس طرف اشارہ کرنا ہوتا تھا کہ ان کے اوصاف اور خوبیاں حد شمار و قیاس سے باہر ہیں۔

میری اولاد بھی تو انہی کے بن سے ہے اس سے حضرت خدیجہ کی س خاص فضیلت کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہوتا تھا جس کی ہم ساری کا دعویٰ آنحضرت ﷺ کی کوئی بھی زوجہ مطہرہ نہیں کر سکتی تھیں، چنانچہ آنحضرت ﷺ کی تمام اوداد و اہلاد حضرت خدیجہ کی کے بن سے ہوئی۔ سوائے ابراہیم بن محمد ﷺ کے جو قطیفہ کے بن سے تھے اور وہ آپ کی "حرم" تھیں، اور وہ بھی ایسی کہ جس میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا زہرا، عیسیٰ بنی بھی شامل ہیں، جن کے فضائل و مناقب کا کوئی ٹھکانا نہیں باقی ازواج سے کوئی اولاد نہیں ہوئی، دوسری طرف یہ نکتہ موجود ہے کہ عورتوں سے خاص تر غرض اور ان کا سب سے بڑا فائدہ ان سے اولاد کا ہونا ہے۔

ام المؤمنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا خویلد بن اسد کی بیٹی ہیں جو عرب کے مشہور تاجر اور قریش کے معزز و نامور فرد تھے حضرت خدیجہ کا پہلا نکاح ابن ہال بن زہرہ سے ہوا تھا، اس کے فوت ہو جانے کے بعد دوسرا نکاح عقیق بن عامر سے ہوا، تیسرا نکاح جب آنحضرت ﷺ سے ہوا تو اس وقت ان کی عمر ۴۰ سال تھی اور یہ

کریم ﷺ کا یہ پہلا نکاح تھا آپ نے شوق سے پہلے کسی عورت سے نکاح کیا تو اور نہ ان کی موجودگی میں کسی اور سے نکاح کیا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اول مسلمان ہونے کا شرف حاصل ہے یعنی تمام مردوں و عورتوں میں سب سے پہلے انہوں نے اسلام قبول کیا۔ ان کا انتقال عمر ۱۵ سال آ حضرت ﷺ کی ہجرت مدینہ سے پانچ سال قبل مکہ معظمہ میں ہوا۔ بعض حضرات نے ان کا سن وصال ہجرت سے چار سال قبل و بعض نے تین سال قبل میں نبوی لکھا ہے۔ آنحضرت ﷺ سے ان کی رفاقت کی مدت ۲۴ سال چھ ماہ و پانچ دن ہے۔

وَعَنْ امِّی سَلَمَةَ اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ قَدْ رَسُوْهُ لِلّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ یَا عَائِشَہُ هَذَا جَبْرِئِلُ یُفَرِّقُکَ السَّلَامُ قَالَتْ وَعَلَیْہِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ قَالَتْ وَهُوَ یَرِیْ مَا لَا اَرِیْ (متفق علیہ)

صحیح البخاری کتاب المصائب باب مصل عائشہ مع ۳۱۸۴

"اور حضرت ابوسلمہ (تابعی) سے روایت ہے کہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے (یک روز مجھ سے) فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا یہ جبریل (یہاں میرے سامنے) ہیں تم کو سلام کہتے ہیں۔ عائشہ نے (اس سلام کے جواب میں) کہا علیہ اسلام ورحمۃ اللہ (اور جبریل پر بھی اللہ کی سلامتی اور راحت نازل ہو) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ آنحضرت ان (جبریل) کو دیکھ رہے تھے اور میں نہ کوٹھیں دیکھ رہی تھی۔"

(بخاری و مسلم)

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَیْ رَسُوْهُ اللّٰهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ

اُرِنْتُکَ فِی السَّمَاءِ نَلْتَ لَیْلًا لِّیَجِیْءَ بِکَ الْمَلٰٓئِکَ فِی سَرَقَۃٍ وَنَ حَرِیْرٍ فَقَالَ لَیْ هٰذِهِ عَرَّاطٌ فَکَسَفْتُ عَنْ وَحِیْبِ الثَّوْبِ فَاِذَا اَنْتَ هُنِیْ فَقُلْتُ اِنْ یُکْرَ هَذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ یُفْصَحُ (متفق علیہ)

صحیح بخاری کتاب المصائب باب نزوح منی عائشہ وعودها المدینہ ۳۱۸۵

"اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (ایک روز) مجھ سے فرمایا کہ تین رات مسلسل تمہیں میرے خواب میں لایا گیا جس کی صورت یہ تھی کہ ایک فرشتہ نہایت شاندار و ریشمی کپڑے پر تمہاری تصویر کو میرے سامنے لاتا اور مجھ سے کہتا کہ یہ (تصویر) تمہاری (ہونے والی) بیوی کی ہے اور جب میں (تصویر کا) پردہ اٹھا کر تمہارا چہرہ دیکھتا تو وہ بیوہ تمہارا ہی چہرہ ہوتا تھا پھر میں (فرشتہ کے جواب میں) کہہ دیا کرتا تھا کہ اگر یہ خواب اللہ کی طرف سے ہے تو وہ خود ہی اس کو پورا کرے گا یعنی اس معاملہ کو تکمیل تک وہی پہنچائے گا اور اس عورت سے میرے نکاح کے اسباب پیدا فرما دے گا۔"

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں خواب

"ریشمی کپڑے پر تمہاری تصویر کو" ایک اور روایت میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یوں بیان فرمایا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کو حکم ہوا کہ مجھ (عائشہ رضی اللہ عنہا) سے نکاح کریں تو حضرت جبریل علیہ السلام نے تمہاری تصویر (آنحضرت ﷺ کے خواب میں) لے کر آئے۔ جس دن دونوں رویتوں میں وجہ تطہیق یہ ہے کہ تصویر ریشمی کپڑے پر تھی اور وہ ریشمی کپڑے جبریل کی تمہاری تصویر

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت جبریل نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تصویر دو بار دور
 رکھ دی ہو ایک بار تو ریشمی کپڑے پر اور ایک بار پتیلی پر اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ
 حضرت جبریل تو اپنی پتیلی پر تصویر لائے تھے اور کوئی دوسرا فرشتہ ریشمی کپڑے پر اور
 ایک بار پتی پتیلی پر اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ حضرت جبریل تو اپنی پتیلی پر تصویر لائے
 تھے اور کوئی دوسرا فرشتہ ریشمی کپڑے پر لے کر آیا تھا۔ خذ انت ہی ایک ترجمہ تو وہی
 ہے جو اوپر لکھا گیا ہے اس کا دوسرا ترجمہ یوں بھی ہو سکتا ہے کہ (کاج و شادی کے
 بعد) جب میں نے تہارے چہرے سے کپڑا ہٹا تو کیا حقیقت ہوئی کہ یہ تو تہارا ہی چہرہ
 ہے جو میں نے خواب میں دیکھا تھا۔

”اگر یہ خواب اللہ کی طرف سے ہے“ یہاں اگر یہ اشکال پیدا ہو کہ اس خواب
 کے بارے میں شک کا ظہور کیا معنی رکھتا ہے کیونکہ انبیاء، مشہور اسلام خصوصاً
 حضرت محمد ﷺ کا خواب توحی کی ایک صورت ہے جس کے تحقق میں کسی شک و شبہ کی
 محبت ہی نہیں تو اس کا جواب علامہ نے یہ لکھا ہے کہ اگر خواب کے اس واقعہ کو
 حضرت محمد ﷺ کے مرتبہ نبوت پر فرض ہونے سے پہلے کا مانا جائے تو پھر یہ شکال
 پیدا ہی نہیں ہوتا۔ ہاں اس صورت میں یہ سوال اٹھے گا کہ فرشتہ کا مانا اس بات کے
 مثالی ہے کہ آپ ﷺ نے یہ خواب نبوت سے پہلے دیکھا تھا لیکن اگر ذہن میں یہ بات
 ہو کہ فرشتہ کو دیکھنا خصوصاً خواب میں، یقین نبوت ہی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے نبی کے
 ساتھ جو چیز مخصوص ہے وہ فرشتہ کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ادا ہے تو یہ سوال بھی کوئی
 معنی نہ رکھے گا اور اگر یہ واقعہ خواب مرتبہ نبوت پر فرض ہونے کے بعد کا ہے تو کہا
 جائے گا کہ آپ نے یہ غلط ظہور شک کے لئے نہیں بلکہ اس کے وقوع کے یقینی
 ہونے و اس کو ثابت کرنے کے لئے فرمایا تھے دراصل اس طرح کا جملہ مستحسن ہی
 یہ موقع پر ہوتا ہے جب کوئی بات متحقق اور ثابت شدہ ہوتی ہے جیسے کوئی حکم ہوں
 ہے اگر میں حکم ہوں تو دیکھا میں آیا کچھ میں کروں گا اور بعض حضرات نے یہ لکھا ہے

کہ اس جملہ میں جو شک ہے وہ اصل خواب کے متعلق نہیں ہے بلکہ تعبیر کے متعلق ہے
 کہ یہ معلوم کیا ہر کے مطابق مراد سے آئے یا ظاہر کے خلاف کچھ اور یا یہ کہ نہ معلوم
 ’بیوی‘ سے مراد دنیا کی بیوی ہے یا آخرت کی بیوی۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے پیغام نبی اور ہجرت سے تین سال قبل شوال ۱۰ نبوی میں مکہ میں اس سے نکاح کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب شوال ۲ھ میں رخصت کرا کر مدینہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آئیں تو اس وقت ان کی عمر ۹ سال تھی بعض حضرات نے یہ لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے مدینہ آنے کے سات مہینے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رخصت کر کر مدینہ منورہ آپ کے گھر آئیں۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کی رفاقت ۹ سال حاصل رہی آنحضرت ﷺ کے وصال کے وقت ان کی عمر ۱۸ سال تھی۔ اہل بیت کوئین میں ہیں وہ طیبہ ہیں جن کا پہلا نکاح آنحضرت ﷺ سے ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے ان کے مدد و رکھ باری (کنواری) سے نکاح نہیں کیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا علم و انائی اور ذوقی محاسن و کمالات کے اعتبار سے منفرد تھیں نہ صرف ان کو یاد تھیں بہت زیادہ حدیثیں روایت کرتی ہیں شعر و ادب کا بھی اعلیٰ ذوق رکھتی تھیں نامور شعرا عرب کے کلام پر ان کی پوری نظر تھی اور شعرا و بیات کی ایک بڑی تعداد ان کے حافظہ میں تھی ان سے احادیث روایت کرنے والوں کی تعداد بھی بہت زیادہ تھیں لی ایک بہت بڑی جماعت پر مشتمل ہے۔ ۷ رمضان ۵۸ھ میں ایک روایت کے مطابق ۲۷ رمضان ۵۸ھ منگل کی شب میں عمر ۶۳ سال مدینہ منورہ میں ان کی وفات ہوئی۔ انہوں نے رات میں دفن کے جے کی وصیت کی تھی چنانچہ رات ہی میں حیاتِ نبویہ میں ان کو دفن کیا گیا اور حضرت ابو بکر صدیق نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اس وقت امیر مکیہ کی جانب سے مروان مدینہ پہنچ رہے تھے کہ

رہا تھا۔

وعنها قل ۛ الناس كما نوا يتخرون بهداياهم يوم عابثة ينقون بك مرصدة رسول الله صلى الله عليه وسلم وقالت ان بنتا رسول الله صلى الله عليه وسلم كن حريش فحزب فيه عائشة وحفصة وصفيّة وسودة ولحزب الا خزام سسمه وسائر ساء رسول الله صلى الله عليه وسلم فكلهم حزب ثم سلمة فعلن لها كلمي رسول الله صلى الله عليه وسلم فليبدده اليه حيث كان فكلتمه فقل لها فو د يبي مي عائشة فقلت الوخي لم يا بني وان هي ثوب امرأة الا عائشة قالت ثوب الى الله من ادراك يا رسول الله ثم انهن دعون فاطمة فأرسلن الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فكلتمه فقرر يثبته الا تحيين ما أحب قللت بلي قل فاحتي هذه (متفق عليه) وذكر حديث اس فصل عائشة

على النساء في باب بدء الحلق برواية ابي موسى

صحيح البخاري كتاب الهيئة وفضلها والتجريس عنها باب من اهدى

الي صاحبه و تعري بعض مسائله دون بعض ج ۲۲۹۳

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وہ اس بات کو ترجیح دیتے تھے کہ وہ مدینے اور تحائف اس دن پیش کریں جو عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کا دن ہو یعنی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں مدینے اور تحائف

لے دے اس در کا نظار کرتے تھے جس روز کہ آپ میرے ہاں تشریف فرما ہوتے تھے اور اس سے ان کا مقصد صرف رسول اللہ ﷺ کی (ریادہ سے زیادہ) رضا و خوشنودی حاصل کرنا ہوتا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ کی بیویاں دونوں میں منقسم تھیں اور ان میں سے ہر نون یکساں مزاج یکساں رائے اور یکساں طرز معاشرت و خستہ رکھنے والی بیویوں پر مشتمل تھی۔ ایک نولی تو وہ تھی جس میں عائشہ حصہ صنیہ در سودہ تھیں اور دوسری نولی وہ تھی جس میں ام سلمہ اور رسول اللہ ﷺ کی باقی تمام بیویاں تھیں۔ پس (ایک روز) ام سلمہ سے بات چیت کی اور اس سے کہا کہ تم رسول اللہ ﷺ سے عرض کرو کہ آپ لوگوں سے یہ فرما دیں کہ کوئی بدیہ و تہذیب پیش کرنا چاہے وہ (عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن کی تحفہیں نہ کرے بلکہ) پیش کر دے چاہے آپ ﷺ کسی جگہ ہوں (خواہ وہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ہوں خواہ کسی اور بیوی کے گھر میں تاکہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور دوسری بیویوں کے درمیان سے وہ امتیاز اٹھ جائے جس سے ان بیویوں کو غیرت محسوس ہوتی ہے) چنانچہ ام سلمہ نے اس بارے میں آنحضرت ﷺ سے گفتگو کی اور آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تم مجھ کو عائشہ رضی اللہ عنہا کے معاملہ میں تکلیف نہ پہنچاؤ (تم شاید نہیں جانتیں کہ) اس وقت میرے پاس وحی نہیں آتی جب میں کسی بیوی کے لیف یا چادر میں ہوتا ہوں۔ سوائے عائشہ رضی اللہ عنہا کے۔ ام سلمہ (یہ سن کر) بولیں یا رسول اللہ میں اللہ کے حضور اس بات سے توجہ کرتی ہوں کہ آپ ﷺ کو تکلیف پہنچاؤں (یا کسی ایسے کام کا ارادہ بھی کروں جو آپ کو تکلیف پہنچانے کا باعث ہو) پھر ام سلمہ کی نولی کی عورتوں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلوایا اور ان کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا

(تاکہ اس بارے میں اب وہ آنحضرت ﷺ سے بات کریں) چنانچہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس بارے میں آپ سے گفتگو کی اور ہو سکتا ہے کہ وہ اس بات سے لاعلم ہی ہوں کہ اس سے پہلے ام سلمہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں جا چکی ہیں اور آنحضرت ﷺ ان کو کناعہ میں جواب دے چکے ہیں۔ بہر حال آنحضرت ﷺ نے فاطمہ کی گفتگو سن کر ان سے فرمایا: میری بیٹی! کیا تو اس سے محبت نہیں رکھتی جس سے میں محبت رکھتا ہوں فاطمہ رضی اللہ عنہا بولیں کیوں نہیں (یقیناً میں ہر اس ذات سے محبت رکھتی ہوں اور محبت رکھوں گی جس سے آپ محبت رکھتے ہیں) آپ ﷺ نے فرمایا تو پھر تم عائشہ رضی اللہ عنہا سے محبت رکھو (اور کسی ایسی بات کا ذکر نہ کرو جس سے عائشہ رضی اللہ عنہا کو ناگوار ہو) بخاری و مسند اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث فضل عائشہ عی الساء کفضل الثرید عی سائر الاطعمہ باب بردہ اطلق میں ابو موسیٰ کی روایت سے نقل کی جا چکی ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی امتیازی شان:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نولی میں جو ازواج مطہرات تھیں ان کی سردار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں کیونکہ تمام ازواج مطہرات میں آنحضرت ﷺ کی سب سے چہیتی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی تھیں یہ نکتہ نوٹ کرنے کا ہے کہ ام المؤمنین حضرت حفصہ بن عمر رضی اللہ عنہ نہ صرف یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نولی میں تھیں بلکہ ان کے اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان وہی کامل رفاقت و دوستی و راتفاق و اتحدت جو تین دونوں کے مابین یعنی حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق کے درمیان تھا۔ حضرت ام سلمہ کی نولی میں جو امہات المؤمنین تھیں ان کی سردار حضرت ام سلمہ ہی تھیں یہاں یہ وضاحت کر دینا ضروری ہے کہ لوگوں نے

آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ہدیے درجہ نصف پیش کرنے کے لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ماری کے دس کی چھ شخصیں کر رکھی تھیں وہ آنحضرت ﷺ کے کسی حکم اور ایما کے تحت نہیں تھیں اور چونکہ یہ معاملہ زواج مطہرات کے حقوق سے متعلق نہیں تھا اس لئے آنحضرت ﷺ لوگوں کو اس سے منع بھی نہیں کرتے تھے۔

”سوئے عائشہ رضی اللہ عنہا کے“ یعنی صرف عائشہ رضی اللہ عنہا ہی میری ایک ایسی بیوی ہے کہ اگر میں ن کے حنف اور بستر میں ہوتا ہوں تو اس وقت بھی مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک روایت میں فرماتی ہیں کہ آیت کریمہ ”انک لاتقصدی من احببت الذی نازل ہوئی تو اس وقت میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ اپنے لیف میں تھی۔

”اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث“ یعنی صاحب مصابح نے اس حدیث کو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہاں اس باب میں نقل کرایا تھا جب کہ صاحب مشکوٰۃ نے اس کو حضرت ابو موسیٰ کی روایت سے باب بدء الخلق میں شامل کیا ہے۔ واضح ہو کہ اس حدیث میں جو یہ فرمایا گیا ہے کہ ”عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت دوسری عورتوں پر“ تو بیچھے بھی بیان کیا جا چکا ہے کہ اس بارے میں مختلف اقوال ہیں کہ ”عورتوں“ سے کیا مراد ہے؟ ایک قول یہ ہے کہ عورتوں کی جنس یعنی کل عورتیں مراد ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ ”زواج مطہرات“ مراد ہیں اور اس میں بھی اختلافی اقوال ہیں کہ ”تمام ازواج مطہرات مراد ہیں یا حضرت خدیجہ کے علاوہ باقی ازواج مطہرات تاہم زیادہ صحیح یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تمام عورتوں سے فضل ہیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علمی و عملی کمالات کا جامع ہونے کے سبب کہ جس کو آپ نے شریک کی مشابہت کے ذریعہ واضح فرمایا ہے ظاہر اطلاق بھی اسی پر دلالت کرتا ہے۔

کتاب کے شروع میں ازواج مطہرات کے متعلق کچھ باتیں ذکر کی جا چکی

میں چار حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں قدرے تفصیل سے غور کیا ہے۔ من سب معلوم ہوتا ہے کہ باقی ازواج مطہرات کے بھی کچھ اعمال اور کرائے جا میں۔

سیدہ سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

سیدہ سودہ بنت زید رضی اللہ عنہا سکران بن معدان بن عبدود کے نکاح میں تھیں جو ان کے عمر دتھے۔ انہوں نے پہلے سدا م قہوں کیا پھر اس کی ترغیب پر سکران بھی مسلمان ہو گئے ورنہ انوں میاں بیوی ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے۔ حبشہ میں سکران کا انتقال ہو گیا تو آنحضرت ﷺ نے ان کی مدد رے کے لئے حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد انہوں میں ان سے نکاح کر لیا اس وقت تک آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح نہیں کیا تھا اور حضرت سودہ کی عمر بچوں سے سب سے زیادہ تھی ایک زمانہ میں آنحضرت ﷺ نے بعض حالات کے تحت ان کو طلاق دی چاہی مگر پھر ان کی درخواست پر آپ ﷺ نے اپنا ردہ منسوخ کر دیا تھا اور اسی وقت سے انہوں نے اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دی تھی اس کا اثبات ۹ھ کے واقعہ شوال میں مدینہ میں ہوا جب کہ ایک روایت میں ان کا کن وفات ۵۴ھ اور ایک روایت میں ۴۱ھ منقول ہے۔

سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خصوصیت

حضرت حفصہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق کی بیٹی ہیں ان کی ماں کا نام نہنب بنت مطلق تھا یہ پہلے حبشہ بن عکاف بھی کے نکاح میں تھیں اپنے والد حضرت حبشہ

کے ساتھ مکہ سے ہجرت کی اور مدینہ گئی تھیں غزوہ بدر میں حضرت حبشہؓ شہید ہو گئے۔
تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا نکاح حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ یا حضرت عثمان
رضی اللہ عنہ سے کرنا چاہا لیکن ان دونوں نے انکار کر دیا تب رسول اللہ ﷺ نے اپنا
پیغام لیا اور شعبان ۳ھ میں ان سے نکاح کیا۔ ایک موقع پر آنحضرت ﷺ نے ان کو
ایک طلاق دے دی تھی لیکن جب آپ ﷺ کے پاس وحی آئی کہ حصہ سے رجوع کر
لیجئے کیونکہ وہ بہت عبادت گزار بہت روزہ دار عورت ہے اور وہ جنت میں آپ ﷺ
کی زوجہ ہے تو آنحضرت ﷺ نے رجوع کر لیا۔ صحابہ و تابعین کی ایک جماعت ان
سے آنحضرت ﷺ کی احادیث نقل کرتی ہے انہوں نے ہجرت ۶۰ سال شعبان ۴۵ھ
میں وفات پائی۔

سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ زنا نہ جاہلیت ہی سے ام المومنین کے لقب سے یاد کی جاتی تھیں ان کا پہلا
نکاح عقیل سے اور دوسرا عبیدہ سے ہوا۔ ان دونوں کے بعد تیسرا نکاح حضرت عبداللہ
بن حبش سے ہوا۔ عبداللہ بن حبش جنگ حد میں شہید ہو گئے تو ۳۵ھ میں آنحضرت ﷺ
نے زینب سے نکاح کر لیا لیکن نکاح کے چند ہی ماہ بعد انتقال کر گئیں۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ان کا اصل نام ہند تھا نبی کریم ﷺ سے پیشتر حضرت ابوسلمہ عبداللہ بن
عبد ماسد کے نکاح میں تھیں۔ ابوسلمہ کی وفات کے بعد جو جنگ حد کے زخموں کی
تأثیر نہا کر موت شہادت سے ہلکا نہ ہوئے تھے۔ ۴۱ھ میں آنحضرت ﷺ
نے ام سلمہ سے نکاح کیا ان کا انتقال ہجرت ۸۴ سال مدینہ منورہ میں ۵۹ھ ایک روایت

کے مطابق ۲۲ھ و ایک روایت کے مطابق ۶۰ھ میں ہوا اور بقیع میں دفن کی گئیں۔

سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حبش

ان کی والدہ امیر عبدالمطلب کی بیٹی اور آنحضرت ﷺ کی چھوٹی چھٹی تھیں۔ یہ
پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں جو آنحضرت ﷺ کے آزاد
کردہ غلام تھے۔ زید کے طلاق دینے کے بعد آنحضرت ﷺ نے ان سے نکاح کیا
ان کا اصل نام برہ تھا جس کو بدل کر آنحضرت ﷺ نے زینب نام رکھا ان کا انتقال
۵۲ھ یا ایک روایت کے مطابق ۵۷ھ سال کی عمر میں مدینہ میں ہوا۔ ان کے بارے
میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کا کہنا تھا میں نے کوئی عورت نہیں دیکھی جو دین میں سب
سے بہتر اور اللہ کا خوف ان سے زیادہ رکھنے والی ہو ان سے زیادہ سچ بولنے والی ہو
جاتے۔ رول سے ان زیادہ حسن سلوک کرتے وہ رسول اللہ کی راہ میں اور اللہ کی رضا
خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اپنا ماں اور باپ نفس ان سے زیادہ دھکے دے دیتی ہو۔

سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ان کا اصل نام رمدہ تھا ابوسفیان بن صخر کی بیٹی ہیں ان کی ماں کا نام صفیہ بنت
ابوالاعص تھا جو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی چھوٹی بیٹی تھیں۔ ان کے پہلے شوہر
حبیدہ بن حبش کے انتقال کے بعد حبشہ میں جا کر عیسائی ہو گئے تھے اور یہاں ارتداد
میں فوت ہوئے حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے ۶ھ میں ان کا نکاح آنحضرت ﷺ سے
ان کا انتقال ۴۴ھ میں مدینہ منورہ میں ہوا۔

سیدہ جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت جویریہ بنت ابی رث جب غزوہ مریضہ میں اسیر ہو کر آئیں تو حضرت ثابت بن قیسؓ نے حصہ میں لے لی تھیں کیونکہ انہوں نے ان کو سیر کیا تھا پھر حضرت ثابت بن قیس نے ان کو مکاتب کر دیا تھا۔ حضرت علیؓ نے ان کا زنا سے روکا اور ان کے ان کو آزاد کر دیا اور پھر اس سے نکاح کر لیا۔ ان کا اصل نام بہہ تھا جس کو آنحضرت ﷺ نے تبدیل کر کے جویریہ کر دیا تھا ۵۶ھ میں عمر ۶۵ سال کی وفات ہوئی۔

سیدہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت صفیہؓ بنت حمی بن خطاب بن شعبہ سبط ہارون سے ہیں ان کا پیدا لکان کسانہ بن ابی حنیفہ یہودی سے ہوا تھا جنگ خیبر (محرم ۷ھ میں) کائنات مارا گیا اور صفیہؓ اسیر ہو کر آئیں تو آنحضرت ﷺ نے ان کو اپنے لئے مخصوص کر لیا لیکن بعض حضرات کہتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبرؓ کے حصے میں آئی تھیں بعد میں آنحضرت ﷺ نے ان کو حیدر علیؓ سے خرید لیا پھر انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور آنحضرت ﷺ نے ان سے نکاح کر لیا ان کی آراء کو آنحضرت ﷺ نے مہر قرار دیا تھا۔ ۵۰ھ میں ان کا انتقال ہوا اور بقیع میں مدفون ہوئیں۔

سیدہ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ان کا اصل نام بھی بہہ تھا جس کو آنحضرت ﷺ نے بدل دیا اور میمونہ نام رکھا یہ پہلے مسعود بن عمرو ثقیفی کے نکاح میں تھیں کچھ دنوں بعد مسعود بن عمرو نے ان کو چھوڑ دیا

ذیچر بدر بھم کے مرنے کے بعد آنحضرت ﷺ نے ان سے مکہ سے اس کو اس کے پاس پر مقام سرف میں نکاح کیا جب کہ آپ عمرۃ القعنا کے سفر میں تھے اور اتفاق کی بات ہے کہ ۶۱ھ میں یا ایک روایت کے مطابق ۵۱ھ میں ان کا انتقال بھی اس مقام سرف میں ہوا۔ ام المومنین حضرت میمونہؓ آنحضرت ﷺ کی آخری زوجہ مطہرہ ہیں ان کی بہن توام الفضل ہیں جو عباس کی بیوی اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی والدہ ہیں۔ ایک اور بہن حضرت اسماء بنت عبید بن جحش رضی اللہ عنہا ہیں جو حضرت جعفر طیار کے گھر میں تھیں۔

خواتین عالم میں سے چار افضل ترین خواتین

عَنْ أَنَسِ بْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَسَنُكَ مِنْ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَخَدِيجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ وَفَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ وَآسِيَةُ ابْنَةُ فِرْعَوْنَ (الترمذی)

جامع الترمذی، کتاب المناقب عن رسول اللہ، باب فضل عذیبتہ، ج ۳، ۳۸۱۳
 ”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تمام جہن کی عورتوں میں سے چار عورتوں کے مناقب و فضائل کا جان لینا تمہارے لئے کافی ہے اور وہ ہیں مریم بنت عمران جیسی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ، خدیجہ بنت خویلد فاطمہ بنت محمد ﷺ اور فرعون کی بیوی آسیہ۔“ (ترمذی)

ظاہر یہ ہے کہ تمام جہان کی عورتوں میں سے افضل ترین چار خواتین کا ذکر اس حدیث میں جس ترتیب سے ہوا ہے وہی ترتیب ان چاروں کے درمیان فرق مراتب کی بھی ہے۔ رہی یہ بات کہ اس موقع پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کیوں نہیں ہوا تو اس کی ایک وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ ان کا بھی افضل ترین خواتین میں سے ہونا چونکہ بعض دوسری حدیثوں میں مذکور ہے اس لئے یہاں ان کے ذکر کی ضرورت نہیں سمجھی گئی اور دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ آپ نے یہ حدیث شہید وقت رشاد فرمائی ہوگی کہ جب تک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو وہ مقام نہ ملے اور آنحضرت ﷺ کے وصال کا شرف حاصل نہیں ہوا ہوگا۔ جس سے ان کی افضلیت کا تعین ہوتا ہے تاہم یہاں وہ حدیث

بھی سامنے رہنی چاہئے جس کو احمد بخاری، مسلم، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے بطریق مرفوع نقل کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مردوں میں تو بہت سے لوگ درجہ کامل کو پہنچے یکن عورتوں میں سے فرعون کی بیوی آسیہ اور مریم بنت عمران کے علاوہ کوئی کامل نہیں ہوئی اور اس میں تو کچھ شبہ نہیں کہ تمام عورتوں میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی افضلیت اور عورتوں پر ایسی ہی ہے جیسے ثرید کی فضیلت دوسرے کھانوں پر۔

سیوطی نے اتفاق میں لکھا ہے کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ تمام جہاں کی عورتوں میں سب سے افضل فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں اور آنحضرت ﷺ کی ارواح مطہرات میں سب سے افضل خدیجہ اور عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ پھر ان میں سے کون زیادہ افضل ہے۔ اس بارے میں ایک قول تو حضرت خدیجہ کی افضلیت کا ہے اور دوسرا قول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی افضلیت کا ہے اور تیسرا قول توقف کا ہے۔ مد علی قاری نے سیوطی کے ان الفاظ کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے ورمیر کہنا ہے کہ صرف حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کے بارے میں نہیں بلکہ ان سب مذکورہ خواتین کے بارے میں توقف یعنی سکوت کرنا وہی ہے کیونکہ اس مسئلہ میں کوئی قطعی دلیل وار نہیں ہے جس کی بنیاد پر حتمی طور سے کہا جاسکے کہ ان میں سے فداں خاتون زیادہ افضل ہے اور جو قطعی دلائل موجود بھی ہیں وہ مایم متعارض ہیں اور ان کا عقائد کے باب میں کہ جو تعلیمات پر مبنی ہیں کوئی فائدہ نہیں۔

وَعَنْ عَائِشَةَ ابْنِ جُبَيْرٍ قِيلَ جَاءَهُ بِضُمُورٍ نَهَا فِي حَزَقَةٍ مِنْ حَبِيبٍ خَضِرَاءَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هُوَ زَوْجَتُكَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ (رواه الترمذی)

جامع الترمذی، کتاب المناقب عن رسول اللہ، باب من فضل عذیبتہ، ج ۳، ۳۸۱۵
 ”اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام

ریشی کپڑے پر ان کی یعنی عائشہ رضی اللہ عنہا کی تصویر رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دکھانے لائے اور کہا کہ یہ تمہاری بیوی ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ (ترمذی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت:

سبز ریشی کپڑے پر اس سے معلوم ہوا کہ پیچھے کی حدیث میں خرقۃ من حریر کے جو الفاظ گزرے اس کی واحد مراد سفید ریشی کپڑا لینا ٹھیک نہیں ہے جبکہ بعض حضرات نے بیان کیا ہے ہاں اگر یہ کہا جائے کہ اس طرح کا خوب آپ نے متعدد بار دیکھا تو پھر اس مراد میں کوئی اشکال وارد نہیں ہوگا اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ ایک روایت سرور میں حریر کے الفاظ میں خرقۃ من حریر کے الفاظ نقل ہونا راوی کا اشتباہ ہے۔

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ بَلَغَ صُفْيَةُ أَنَّ حَفْصَةَ قَالَتْ لَهَا بَسْتُ يَهُودِيٍّ فَبَكَتُ فَدْخَلَ عَلَيْهَا أَنَسُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ تَبْكِي فَقَالَ مَا يَبْكِي فَقَالَتْ قَالَ لِي حَفْصَةُ ابْنَةُ ابْنَةِ يَهُودِيٍّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْبَ لَابْنَةِ نَبِيٍّ وَأَنَا عَصَبُ لَبِيٍّ وَأَنَا تَخْتُ نَبِيٍّ فَعِنِمَّ تَفْتَحِرُ غَالِبٌ لَمْ قَالَ اتَّقِي اللَّهَ يَا حَفْصَةُ

جامع الترمذی کتاب النکاح عن رسول اللہ باب فصل الزوج النبی ص ۲۸۳۹

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ام المؤمنین حضرت صفیہؓ کو معلوم ہوا کہ ام المؤمنین حضرت حفصہؓ نے ان کو یہودی کی بیٹی کہا ہے تو وہ روئے لگیں اور جب رسول کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لے آئے تو وہ اس وقت بھی رو رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کیوں رو رہی ہو؟ انہوں نے کہا میرے بارے میں حفصہؓ نے کہا کہ میں

یہودی کی بیٹی ہوں۔ یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم ان کے کہنے کا ثمن نہ کرو۔ حقیقت تو یہ ہے کہ تم بغیر کی بیٹی ہو تمہارا بیچہ بھی بغیر تھا اور اب تم ایک بغیر کی بیٹی میری بیوی ہو پھر آپ نے حفصہ کو متنبہ کیا کہ اے حفصہ تمہیں اللہ سے ڈرنا چاہئے۔ (ترمذی نسائی)

سیدہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ولداری

حضرت حفصہ کا باپ نبی بن خطاب دراصل حضرت ہارون بغیر کی دوست تھا اور حضرت ہارون حضرت موسیٰ کے بھائی تھے اس اعتبار سے حضرت صفیہؓ کا باپ یعنی جد اعلیٰ بھی بغیر ہوئے اور ان کے چچا بھی بغیر ہوئے۔ یہ بات اپنے جدا کبرتنی حضرت اخیل کے اعتبار سے فرمائی کہ گویا حضرت صفیہؓ حضرت اخیل کی بیٹی تھیں اور حضرت اسماعیل کو ان کا چچا کہا اور اب تم ایک بغیر کی بیٹی ہو یعنی حفصہ کو سوچنا چاہئے کہ تمہاری ان سب اعلیٰ و اشرف نسبتوں کے مقابلہ پر خوان کو اور کوی اس سے بھی بڑی نسبت حاصل ہے اور ایسی کون سی بڑی فضیلت ان میں ہے کہ تم وہ پر فخر کرتی ہیں اور نسب و نسل میں تمہیں اپنے سے کمتر سمجھتی ہیں۔ واضح ہو کہ آنحضرت ﷺ اس ارشاد کا مقصد حضرت صفیہؓ کی ولداری اور اس تنقیص و تحقیر کا ذکر نہ کرنا تھا جو حضرت حفصہ کے الفاظ سے حضرت صفیہؓ کے محسوس کی تھی جب کہ وہ صفیہؓ نہ صرف اپنی ذات کی اعتبار سے ایک سردار خاندان کی معزز خاتون تھیں بلکہ اپنے دینی محسن و درویش کو ظاہر کرنے کے لئے فرمائی تھیں کیونکہ نسبتوں کا یہ شرف تھا کہ حضرت صفیہؓ کا نسب تھا۔ اس شرف میں تو دوسری ازواج مطہرات بھی اس اعتبار سے شریک ہیں کہ وہ بھی تو ایک بغیر حضرت اسماعیل کی اولاد میں سے ہیں جو حضرت موسیٰ کے بھائی تھے اور ان سب بھی آنحضرت ﷺ کی بیویاں ہیں۔

تمہیں اللہ سے ڈرنا چاہئے یعنی صفیہ کی مخالفت یا عداوت کے جذبہ سے تمہیں کسی باتیں زبان سے نہیں نکالنی چاہئیں جو زمانہ جاہلیت کی یادگار ہیں ورحمن کو اللہ تعالیٰ کی حالت میں پسند نہیں کرتا۔

وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أُمِّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا فَاظْمَأَ عَامَ الْفَتْحِ فَمَاجَاهَا مَبْكٌ ثُمَّ حَدَّثَهَا فَصَحَّحَتْ فَلَمَّا قُبِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلْتُهَا عَنْ بَيْتِهَا وَصَحَّحَهَا فَقَالَتْ أَخْبَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ يَمُوتُ مَبْكِيْتُ ثُمَّ أَخْبَرَنِي ابْنُ سَيِّدِهِ بِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ الْأَمْزِيمِ بِنْتُ عَمْرَانَ فَصَحَّحْتُ

(رواہ الترمذی)

جامع الترمذی: کتاب المغائب عن رسول اللہ باب فصل ابواب النبی ص ۳۸۲۸
 ”اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ فتح مکہ کے سال ایک دن رسول اللہ ﷺ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنے قریب بلایا اور اس سے چپکے چپکے کچھ باتیں سن کر رونے لگیں پھر آنحضرت ﷺ نے وہ بارہا ان سے اسی سرگوشی کے انداز میں باتیں کیں تو اب وہ ہنسنے لگیں اور پھر جب رسول اللہ ﷺ نے اس دنیا سے پردہ فرمایا تو ایک روز میں نے ان کے اس دن کے رونے اور پھر ہنسنے کا سبب دریافت کیا انہوں نے بتایا کہ پہلے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی موت کے بارے میں مجھ کو آگاہ کیا تھا جس کو سن کر میں رونے لگی تھی پھر آپ ﷺ نے جب مجھ کو بتایا کہ میں مریم بنت عمران کے سوا جنت کی ساری عورتوں کی سردار ہوں تو ہنسنے لگی تھی۔“ (ترمذی)

حضرت مریم بنت عمران کا ذکر:

یہی طرح کی روایت پیچھے نثر چکی ہے جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے کہ انہوں نے جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے رونے اور ہنسنے کا ماجرا پوچھا تو انہوں نے بتانے سے انکار کر دیا تھا لیکن حضور ﷺ کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا تھا اور یہاں بھی حضرت ام سلمہ نے بھی ذکر کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا۔ تاہم اس حدیث میں حضرت ام سلمہ کا اس واقعہ کو فتح مکہ کے سال کا ذکر کرنا ایک بڑا سہو ہے کیونکہ تحقیق اور تاریخی طور پر اس قصہ کا وقوع فتح مکہ کے سال میں ثابت نہیں ہے بلکہ یہ واقعہ یا تو آنحضرت ﷺ کے حجتہ لودع کے زمانہ کا ہے یا مرض الموت کے دوران کا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس روایت میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یہ الفاظ کہ آپ نے مجھ کو جب یہ بتایا کہ میں مریم بنت عمران کے سوا جنت کی ساری عورتوں کی سردار ہوں تو ہنسنے لگی۔ مذکورہ سابق روایت کے منافی نہیں ہے جس میں یہ ہے کہ ”آنحضرت ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے یہ بھی کہا تھا کہ میرے اہل بیت میں سے تم ہی سب سے پہلے مجھ سے آکر ملو گی۔“ اس روایت کے تحت ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس حدیث کو اس باب سے کیا مناسبت ہے اس میں چونکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی منقبت وفضیلت کا ذکر ہے۔ لہذا یہ حدیث مناقب اہل بیت کے باب میں نقل کی جانی چاہئے تھی نہ کہ اس باب میں جو زواج مطہرات کے مناقب کے ساتھ مخصوص ہے۔ تو واقعہ یہ ہے کہ ظاہری طور پر کوئی مناسبت سمجھ میں نہیں آتی۔ بس یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ روایت منمناس روایت سے متعلق ہے جو اس فصل دوم کی پہلی روایت ہے اور جس میں حضرت خدیجہؓ اور حضرت مریم کے ساتھ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بھی ذکر ہے۔ اس کو یوں کہہ لیجئے کہ اس فصل کے شروع میں جو روایت نقل کی گئی اس کے بعض حصہ کے بارے میں چونکہ کچھ مزید باتیں اس حدیث سے معلوم ہوتی تھیں اس لئے اس کو یہاں نقل کر دیا گیا۔

گرچہ حدیث میں اس سے تعلق نہیں رکھتی، اور یہ بھی بعید نہیں کہ اس حدیث کا اس باب میں نقل رکے اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہو جو حضرت کے بارے میں نقل ہوئی ہے کہ وہ سنت میں آنحضرت ﷺ کی بیوی ہوں گی۔

عن ابی موسیٰ قال ما اشتکل علیہا اصحاب رسول اللہ
صلى اللہ علیہ وسلم حدیث فقط عسانا عائشة الا
وجدنا عندھا منہ علما

(رواہ الترمذی وقال هذا حدیث حسن صحیح غریب)

جامع الترمذی، کتاب المناقب عن رسول اللہ، باب من فصل عائشة، ح ۳۸۱۸

”حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم اصحاب رسول ﷺ کو جب بھی کسی حدیث یا دینی مسئلے سے متعلق کسی بات میں کوئی اشکال پیش آتا تو ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رجوع کرتے اور ہمیں اس حدیث یا مسئلے سے متعلق کافی علم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس مل جاتا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی علمی عظمت:

مطلب یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو بے پناہ علم آنحضرت ﷺ سے سن کر اپنی قوت اجتہاد سے حاصل کیا تھا اس کے ذریعہ وہ صحابہ کے مشکل علمی سوال حل کر دیتی تھیں اور حدیث وغیرہ کے بارے میں جو بھی اشکال ان کو پیش آتا تھا اس کو دور کر دیتی تھیں۔

وَعَنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ قَالَ مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَفْضَحَ مِنْ
عَائِشَةَ

(رواہ الترمذی وقال هذا حدیث حسن صحیح غریب)

جامع الترمذی، کتاب المناقب عن رسول اللہ، باب من فصل عائشة، ح ۳۸۱۹

”اور حضرت موسیٰ بن طلحہ تابعی کہتے ہیں کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ فصیح کسی کو نہیں پایا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ایک فصیح خاتون:

اس طبع نے یہ بات یا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی انتہائی تعریف میں کی ہے یا واقعتاً انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ فصیح کوئی شخص نہ دیکھا اور نہ پایا ہو۔

اسلام میں نکاح کی ضرورت و اہمیت

① شادی سماجی و معاشرتی ضرورت

مرد و عورت اس جہن رنگ و بو کے معمار زندگی کے سنگ بنیاد اور معاشرے کی دیوار کے خشت و ل ہیں جن سے کائنات کی شان و شوکت آب و تاب ورجیل پائل ہے۔ مرد و عورت کے اختلاط سے ہی معاشرہ وجود میں آتا ہے مرد و عورت کا یہ رشتہ انفرائش کے بعد ماں باپ بیٹا بیٹی بہن بھائی میں تبدیل ہو جاتا ہے جو بعد ازاں دیگر عزیز و اقارب پڑوسی اور پھر عام انسانی برادری میں تقسیم ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو پیدا فرمانے کے بعد ان کے لئے ایک رفیقہ حیات یعنی حضرت حوا کو پیدا فرمایا:

﴿هُوَ الْاٰدَمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا رُوْحَهَا يَسْكُنُ﴾
(البقرہ: ۱۸۹)

”وہی اللہ ہے جس نے تم کو ایک ذی روح سے پیدا فرمایا اور اس کے لئے خود اس کی جنس سے ایک رفیقہ حیات کو پیدا کیا تاکہ وہ اس سے تسکین حاصل کرے۔“

حضرت آدم و حوا کے رشتہ زوجیت میں منسلک ہونے سے حضرت حوا کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوتا اور ایک لڑکی پہلے پیدا ہونے والے لڑکے کا نکاح دوسری پیدا ہونے والی لڑکی سے منع ہو جاتا اور دوسرے پیدا ہونے والے لڑکے کا نکاح پہلی پیدا ہونے والی لڑکی سے کر دیا جاتا اس طرح یہ نسل انسانی آہستہ آہستہ آفتاب کی شعاعوں اور باد صبا کی طرح بڑھتی چلی گئی ورنہ پھر پوری روئے زمین پر پھیل گئی۔ چنانچہ

قرآن مجید میں ارشاد رہا ہے۔

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَنِسَاءً﴾ (النساء: ۱)

”اے لوگو! اس اللہ سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا پھر اس سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور دونوں سے بہت سے مردوں اور عورتوں کو دنیا میں پھیلا دیا۔“

معاشرے کی تشکیل کے لئے ایک مرد اور ایک عورت کا ہونا ضروری ہے تاکہ آپس کے ملاپ سے ایک بیابارک خلیہ تعمیر کر سکیں جس میں تو خیز نسل کی پرورش ہو سکے اور ایک مسلم معاشرہ پر اس چڑھ سکے اس لئے اسلام میں شادی کو نہایت اہمیت دی گئی۔

② شادی فطری و طبعی ضرورت:

اسلام دین فطرت ہے اور اسلامی تعلیمات فطرت انسانی سے قریب تر بلکہ عین مطابق ہیں شادی بھی ایک فطری ضرورت ہے اس لئے اسلام نے اس فطری ضرورت کو پورا کرنے کے لئے مرد و عورت کو شادی کے بندھن میں باندھ دیا ورنہ حیا و حیوانی زندگی گزارنے سے منع کرتے ہوئے عورت کو مرد کا اور مرد و عورت کا باہر قرار دیا۔ قرآن پاک نے مرد و عورت کے اس فطری اور مستقل ازدواجی تعلق کی بہت ہی لطیف اور پُر اشتیاق تصویر کشی کی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہاری تعالیٰ ہے

﴿مَنْ لِيَاْسَ لَكُمْ وَاَنْتُمْ بِلِاْسٍ لِّهٰنٍ﴾ (البقرہ: ۱۸۷)

”عورتیں تمہارا لباس ہیں اور تم عورتوں کا لباس ہو۔“

مرد و عورت دونوں کا ایک دوسرے سے چوٹی دامن کا ساتھ ہے دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں دونوں کا سکون یک دوسرے کے ساتھ وابستہ ہے

دونوں ایک دوسرے کے لئے محبت و اہمیت سکون و اطمینان کا ذریعہ ہیں اور ایک کا دوسرے سے الگ رہنا فطری تقاضوں کو پاش پاش کرنا ہے بلکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ ہر ایک کی زندگی دوسرے کے بغیر نامکمل و رادھوری بن کر رہ جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ مرد مرد رہتے ہوئے عورت سے بے نیاز نہیں ہو سکتا اور عورت عورت کے لباس میں رہتے ہوئے مرد کے بغیر مطمئن زندگی نہیں گزار سکتی۔

رحمت و دوا عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے

((اَمِنْ حُبِّ فِطْرَتِي فَلَيْسَتْ بِنَسْتِيْ ذَا مِنْ نَسْتِي الْبِكَاْخِ))

(بیہقی)

”جو شخص میری فطرت اسلام سے محبت رکھتا ہے اسے چاہئے کہ میری سنت اختیار کرے اور نکاح میری سنت ہے۔“

{۳} شادی جنسی و عقلی ضرورت:

انسان کی سرشت میں جنسی میدان رکھا گیا ہے بوخت کے بعد جنسی میلان کے آثار کا ظہور شروع ہو جاتا ہے اور بتدریج شدت پذیر ہوتے ہوئے تقاضے کا روپ دھار لیتا ہے۔ سوتے جاگتے چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے ہر وقت انسان کی احساس کو اپنے اوپر غائب و مستولی پاتا ہے۔ دل و عقل میں جنگ جاری رہتی ہے۔ طبیعت حدود کی پرواہ کئے بغیر ابھرتی ہے کہ خواہش پوری ہو خود جس ذریعہ سے بھی ہو مگر عقل خواہش پر کام لگاتی ہے۔

الغرض طبیعت اور عقل کی اس کشمکش میں کبھی عقل کو غلبہ حاصل ہوتا ہے اور کبھی طبیعت ہی عقل کو دبا دیتی ہے میرا ازدواجی زمانہ خصوصاً ایام شباب میں یہی کشمکش ہے جس سے گزرنے والے گزارتے رہتے ہیں مگر انسان جب شادی کر دیتا ہے اور جائز راستہ حصول خواہش کے لئے پیدا ہو جاتا ہے تو پھر وہ اس خود آفریدہ کشمکش سے نجات پا

جاتا ہے ورنہ اصل خیالات کی ادھیڑ بن سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اسی لئے مسامحہ زد و جی زندگی کو حقیقہ کرنا لازمی قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ فرمان کی شان ہے ﴿وَالَّذِي حَوَّلَ الْاَيَامِيْ مِنْكُمْ وَالصَّالِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَامَانِكُمْ﴾

(النور ۳۲)

”اور تم میں سے جو مجر و ہیں خواہ مرد ہوں یا عورت ان کے نکاح کر دو“
طرح تمہارے غلام اور باندیوں میں جو حقوق زوجیت کے قائل ہوں ان کا بھی نکاح کر دو۔“

یہ آیت واضح طور پر رشتہ ازدواج کے قیام کی تاکید کرتے ہوئے تمام مردوں اور عورتوں کو جنسی و عقلی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے شادی کرنے کا حکم دیتی ہے اور شادی کی اہمیت کا احساس پیدا کرنے کے لئے یہ ذمہ داری قوم کے دوش اور سر پرست کے کندھے پر ڈالتی ہے اور کسی کو اس سے برقی اللہ نہیں قرار دیتی۔

{۴} شادی اخلاقی و روحانی ضرورت:

اسلام سے قبل مرد و عورت کے ازدواجی تعلق کو خلاق و روح کی ترقی کے لئے رکاوٹ سمجھ جاتا اور قرب خداوندی سے مانع خیال کیا جاتا تھا فطری خواہشات کا گھونٹنے اور جنسی جذبات کے کچلنے میں روحانیت اور اخلاق کی پاکیزگی تصور کی جاتی تھی عیسائیت میں تجرد (ترک نکاح) اور عورت سے بے تعلق کو روحانی کم کا ذریعہ تسلیم کیا جاتا تھا اسلام نے ترک دنیا کے بجائے دین و دنیا کے مابین ہم آہنگی پیدا کرنے کی تعلیم دی اور ترک نکاح کے راہبانہ طریق کی حوصلہ شکنی کرتے ہوئے ازدواجی زندگی پروردیا۔

قرآن پاک میں ارشاد گرامی ہے:

﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ دُرُجًا وَدَرِيَّةً﴾

(الرعد ۳۸)

”اے پیارے پیغمبر! ہم نے آپ سے پہلے رسول بھیجے انہیں دیویاں اور
اول و عطا فرمائی۔“

یہ بات رور روش کی طرح عیاں ہے کہ امیاء و دعوت و تبلیغ کا مقدس فریضہ
سرا انجام دیتے ہوئے مخلوق کو خالق سے مدیا کرتے مگر یوں بچے ان کے رستے کی
رکاوٹ نہیں بنا کرتے تھے۔ چنانچہ آپؐ نے دونوں کا غلط میں فرمایا

((لَا زِبَانِيَّةَ فِي الْإِسْلَامِ))

”اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔“

یعنی اگر عورت کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارو گے تو یہ بتاتوں کی معرفت کے راستے
میں تہہ رے لئے مہم و معذون ثابت ہوگی رہبان بن کر جنگوں و رماروں میں زندگی
گزارے سے معرفت الہی حاصل نہ ہوگی۔ گو یہ سلام نے رہبانیت کے بجائے
معاشرت کا سبق دیا اور اس بات کو پختہ (Established) کر دیا کہ ازدواجی
زندگی سے فرار در حقیقت روحانیت سے فرار ہے۔

وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى عُثْمَانَ بْنِ مَطْعُونٍ الْقُبْلَى وَلَوَابِسَ لَهُ

لَا خُتَصِينًا. (متفق عليه)

صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب ما یکرہ النبی ﷺ ح ۵۰۷۳۔

”اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کہتے ہیں کہ ”رسول اللہ ﷺ نے حضرت

عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو تہل (یعنی نکاح نہ کرنے) سے منع کر دیا تھا
اور آنحضرت ﷺ ان کو تہل کی جارت دے دیتے تو ہم بھی فحشی ہو
جاتے۔“

(بخاری، مسلم)

ترک نکاح کی ممانعت

”نکاح“ کے معنی میں ”عورتوں سے قطعاً اور ترک نکاح“ نصاریٰ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متبعین) کے ہاں تہل ایک چھ اور پسندیدہ فعل ہے کیونکہ ان کے نزدیک دینداری کی ”حری حد“ یہ ہے کہ انسان عورتوں سے اجتناب کرے اور نکاح وغیرہ سے پرہیز کرے۔ لیکن جس طرح عیسائیت یا بعض دوسرے مذاہب میں نکاح و ترک کر دینا اور مذہب زندگی سے سارہ کش ہو جانا عبادت اور نیکی و تقویٰ کی ”خری حد“ سمجھا جاتا ہے اس طرح کی کوئی بات اسلام میں نہیں ہے بلکہ شریعت اسلامیہ نے نکاح کو انسانی زندگی کے لئے ایک ضرورت قرار دے کر اس کی اہمیت کو واضح کیا ہے اور بتایا ہے کہ مذہب زندگی سے مکمل ”نکاح“ اور خود ساختہ تکلیف برداشت کرنا عبادت نہیں ہے بلکہ ”رہبانیت“ ہے جسے اس دین فطرت میں کوئی مقام حاصل نہیں ہے۔ ہاں امام شافعیؒ اتنا ضرور کہتے ہیں کہ بغیر نکاح زندگی گزارنا افضل ہے لیکن امام شافعیؒ کا یہ قول بھی نکاح کے بارے میں شریعت اسلامیہ کے بنیادی منشاء کے منافی نہیں ہے کیونکہ اس کا تعلق صرف الفضلیت سے ہے اور دوسرے یہ کہ افضلیت بھی نفس نکاح (یعنی کرنے یا نہ کرنے) کے بارے میں نہیں ہے بلکہ صرف تنہا لیسبادة (یعنی عبادت کے لئے مجبور رہنا) کے نکتہ نظر سے ہے گویا امام شافعیؒ کا مقصد صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ عبادت میں مشغول رہنا نکاح کی مشغولیت سے افضل ہے۔ چنانچہ حاکم علی قاری نے مرقۃ میں امام شافعیؒ کی دلیل نقل کرنے کے بعد امام عظیم بو حنیفہؒ کی بہت سی دلیلیں نقل کی ہیں جن سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ مجرد (بغیر نکاح رہنے) کے مقابلہ میں نال (نکاح کرنا) ہی افضل ہے۔

بہر کیف حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے جب ”حضرت علیؓ سے

تہل کی اجازت چاہی تو ”پسندیدہ“ نے انہیں اس کی اجازت دینے سے انکار کر دیا کیونکہ اسلام مسلمانوں کے ہاں نکاح کے ذریعہ، فزائش نسل کو پسند کرتا ہے تاکہ اس کے ذریعہ دنیا میں زیادہ سے زیادہ خد کے حقیقی نام یو موجود رہیں اور وہ ہمیشہ کفر و باطل کے خدف جہاد کرتے رہیں۔ اسی سلسلہ میں حدیث کے راوی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے یہ کہا کہ اگر ”حضرت علیؓ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ و تہل کی اجازت دے دیتے تو ہم سب اپنے آپ کو خفی کر دیتے تاکہ ہمیں عورتوں کی ضرورت پڑتی اور ہمیں عورتوں سے متعلق کسی برائی میں مبتلا ہو جانے کا خوف رہتا۔“

طبیی کہتے ہیں کہ اس موقع کے مناسب تو یہ تھا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ یہ کہتے کہ اگر آنحضرت علیؓ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو تہل کی اجازت دے دیتے تو ہم بھی تہل کرتے مگر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے یہ کہنے کی بجائے یہ کہا کہ ہم سب اپنے آپ کو خفی کر ڈالنے لہذا حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے یہ بات دراصل بطور مبالغہ کہی یعنی اپنی اس بات سے ان کا مقصد یہ تھا کہ اگر ”حضرت علیؓ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اجازت دے دیتے تو ہم بھی تہل میں اتنا مبالغہ و راقی سخت کوشش کرتے کہ ”حرکار خفی کی مانند ہو جاتے۔ گویا اس جملہ سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی مراد حقیقتاً خفی ہو جانا نہیں تھا کیونکہ یہ فعل (یعنی اپنے آپ کو خفی کر ڈالنا) جائز نہیں ہے۔

اور علامہ نوویؒ کہتے ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے یہ بات اس وجہ سے کہی کہ ان کا گمان یہ تھا کہ خفی ہو جانا جائز ہے حالانکہ ان کا یہ گمان حقیقت و واقعہ کے خلاف تھا کیونکہ خفی ہو جانا انسان کے لئے حرام ہے خواہ چھوٹی عمر کا ہو یا بڑی عمر کا۔

اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تین آدمی مہبت المؤمنین کی

خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے پردے کے پیچھے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نقلی عبادت کے متعلق سوال کیا جب انہیں بتایا گیا کہ آپ اس انداز سے عبادت کرتے ہیں تو انہوں نے محسوس کیا کہ یہ عبادت تھوڑی ہے۔ تاہم انہوں نے کہا ہماری آنحضرت ﷺ سے کیا نسبت؟ ان کے تو اگلے پچھلے گناہ معاف ہو چکے ہیں وہ تو اگر زیادہ عبادت نہ بھی کریں تو کوئی بات نہیں ہمیں تو بہت زیادہ عفت کرنے کی ضرورت ہے۔ ان میں سے ایک بول میں ہمیشہ رات بھر نماز تہجد پڑھا کروں گا دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا کسی دن ناغہ نہ کروں گا۔ میرے نے کہا میں عورتوں سے الگ رہوں گا کبھی نکاح نہیں کروں گا جب آپ کو ان باتوں کا علم ہو تو آپ نے فرمایا

((انتم الذین قلتم کذا وکذا انما واللہ ینزلناکم لہ و نفاکم لہ لکنی اضوم و افطر و اصلی و رقد و انزوح))

(بخاری)

”تم لوگوں نے یہ یہ باتیں کی ہیں اللہ کی قسم میں تم سب سے زیادہ خوف خدا ورتقوی رکھتا ہوں لیکن میں نقلی روزے رکھتا بھی ہوں اور چھوڑتا بھی ہوں رات کو نماز تہجد بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور بیویوں سے ہمستری بھی کرتا ہوں پس جو میری سنت سے اعراض کرے وہ مجھ سے نہیں۔“

۵ شادی شرعی و نفسیاتی ضرورت:

نفس میں جو تقاضے پیدا ہوتے ہیں گرن کے پورا ہونے کے لئے ایک محل بھی تجویز نہ کیا جائے تو پھر انسان تقاضے کو ہر جگہ پورا کرے گا اور اس طرح اس کی بے حیائی کا عیب نمایاں ہوگا۔ اسی لئے شریعت نے نکاح تجویز کیا ہے جس میں نفس کے

تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے ایک محل کی تعیین کی ہے اور اس تجویز میں شریعت کا عقل سے زیادہ غیر خواہ ہونا ثبات ہے کیونکہ عقل سے استفسار کیا جائے تو عقل نکاح کو تجویز نہیں کر سکتی کیونکہ ایک اجنبی مرد کے سامنے ایک اجنبی عورت کا اس طرح بے حجاب ہونا عقل کے نزدیک بالکل قبیح ہے مگر عقل کی اس تجویز پر اگر عمل کیا جاتا تو زیادہ فتنہ برپا ہوتا کہ ابھی تو ایک ہی اجنبی مرد و عورت بے حجاب ہو رہے تھے پھر نہ معلوم کتنے مرد اجنبی عورتوں کے ساتھ بے حجاب ہوتے اور کتنی عورتیں اجنبی مردوں کے سامنے بے حجاب ہوتیں کیونکہ آخر مرد و عورت ایک دوسرے سے کہاں تک صبر کرتے ان عواقب پر غور کر کے شریعت کا وہ یہ نے نکاح کو تجویز کیا تاکہ اس تقاضے کو پورا ہونے کا عمل محدود و متعین ہو کر فتنہ نہ پڑے اور یہی عداوت ہے اس مذہب کے حامی (آسانی) ہونے کی کہ اس کی نگاہ عواقب پر (نہج کام کو محیط) ہوتی ہے اور جو قوانین محض عقل سے بنائے جاتے ہیں ان کی نظر عواقب پر محیط نہیں ہوتی چنانچہ عقل تو مطلقاً حیا کو مطلوب سمجھتی ہے اور نکاح کو خلاف حیا مانتی ہے مگر شارع نے نکاح کا قانون حیا ہی کی حفاظت کے لئے مقرر کیا ہے کیونکہ اگر ایک جگہ بھی حیا کو ترک نہ کیا جائے گا تو پھر انسان پورا بے حیا ہو جائے گا۔

حدیث پاک میں آتا ہے

((ازبغ من سندن الفرسملین الخیا، والتعطر والتکاح))

(ترمذی)

”چار چیزیں انبیاء علیہم السلام کی سنت ہیں (۱) حیا یعنی تمام انبیاء علیہم السلام بے حیا ہوا کرتے تھے۔ (۲) تعطر یعنی تمام انبیاء خوشبو استعمال کیا کرتے تھے۔ (۳) مسواک یعنی تمام انبیاء مسواک فرمایا کرتے تھے۔ (۴) نکاح یعنی تمام انبیاء ازدواجی زندگی بسر کیا کرتے تھے۔“

﴿شادی دینی و ایمانی ضرورت:﴾

شادی ایک ایسی عبادت ہے جس کا تسلسل حضرت آدم سے لے کر قیامت اور اس کے بعد جنت تک باقی رہے گا۔
حدیث پاک کا مفہوم ہے:

((إِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ فَقَدْ اسْتَكْمَلَ بَصَفَ الْبَيْنِ فَيَتَّقِ اللَّهَ

فِي الْبَاقِي)) (مشکوٰۃ)

”جب آدمی شادی کر لیتا ہے تو وہ اپنا نصف دین مکمل کر لیتا ہے اب اسے چاہئے کہ بقیہ نصف دین کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے۔“

یہ ایک حقیقت ہے کہ ایک غیر شادی شدہ آدمی خواہ کتنا ہی نیک کیوں نہ ہو جائے وہ ایمان کے کامل رہے کو نہیں پہنچ سکتا۔ جب تک وہ ازدواجی زندگی میں داخل ہو کر حقوق زوجیت داندہ کرے تب تک اس کا ایمان مکمل نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے دین اسلام کے نقطہ نظر سے غیر شادی شدہ مرد و عورت مسکین ہیں۔

((عَنْ ابْنِ أَبِي نُجَيْجٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ مَسْكِينٌ مَسْكِينٌ رَجُلٌ لَيْسَتْ لَهُ امْرَأَةٌ قَالُوا وَإِنْ

كَانَ كَثِيرَ الْمَالِ قَبْلَ وَإِنْ كَانَ كَثِيرَ الْمَالِ مَسْكِينَةً

مَسْكِينَةً امْرَأَةٌ لَيْسَ لَهَا زَوْجٌ قَالُوا وَإِنْ كَانَتْ كَثِيرَةَ الْمَالِ

قَالَ وَإِنْ كَانَتْ كَثِيرَةَ الْمَالِ)) (مجمع الفوائد)

”مفسر صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے وہ آدمی مسکین ہے جس کی بیوی نہیں، صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! خواہ وہ مالدار ہو۔ آپؐ نے فرمایا ہاں خواہ وہ مالدار ہی کیوں نہ ہو پھر فرمایا وہ عورت مسکینہ ہے مسکینہ

ہے جس کا خاوند نہیں، اسی لئے عرض کیا خواہ وہ مالدار ہو تب بھی آپؐ نے

فرمایا ہاں وہ مالدار ہو تب بھی وہ مسکینہ ہے۔“

ن تمام احادیث کو سامنے رکھ کر فیصلہ یہ جاسکتا ہے کہ اسلام میں شادی کرنے کی کتنی بڑی ضرورت و اہمیت ہے تاکہ جنسی میدان کو حدود میں رکھ کر عفت و عسست کے اصول سرمایہ کی حفاظت کی جائے۔

اچھا رشتہ مل جائے اس کے لئے کچھ

دُعائیں

یہ تمام دعائیں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے ماخوذ
مقتبس ہیں۔

عطا کر ہم کو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک:

ربنا هب لنا من أزواجنا وذرياتنا قرة أعين واجعلنا
للمتقين اماما

”اے ہمارے رب! عطا کر ہماری بیویوں اور اولاد کی طرف سے آنکھوں
کی ٹھنڈک اور ہم کو متقیوں (پرہیزگاروں) کا مقتدا کر۔“

اے اللہ مجھے مال، بیوی اور نیک اولاد عطا فرما

اللهم انى اسئلك من صالح ماتوتى الناس من المال
والاهل والولد غير ضال ولا مضل.

”اے اللہ! میں سوال کرتا ہوں تجھ سے اچھی اور نیک چیز کا جو تو لوگوں کو
دے مال ہو یا بیوی یا اولاد کہ نہ گمراہ ہوں اور نہ گمراہ کرنے والا۔“

برے رشتے سے بچنے کی

دُعائیں

اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں بری بیوی سے:

اللهم انى اعوذبك من امرأة تشيبنى قبل المشيب
واعوذبك من ولد يكون على وبالا و اعوذبك من مال
يكون على عذابا.

”اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں ایسی عورت سے کہ جو مجھے بڑھا کر
وے بڑھا پے سے پہلے اور تیری پناہ چاہتا ہوں ایسی اولاد سے جو میرے
لئے وبال جان ہو اور پناہ چاہتا ہوں ایسے مال سے جو مجھ پر عذابِ جاں
ہو۔“

مشورہ کا اہتمام کرنا

مشورہ کی اہمیت:

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں سے جس شخص نے کسی کام کا ارادہ فرمایا اور اس میں مشورہ سے کر عمل کیا تو اللہ تعالیٰ اس کو ارشادِ مہر کی طرف ہدایت فرما دے گا یعنی اس کا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف پھیر دے گا جو اس کے لئے انجام کار خیر و رہبر ہوگا ایک روایت میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جیسا کہ کوئی قوم مشورہ سے کام کرتی ہے تو ان کو فتح راستہ کی طرف ہدایت کر دی جاتی ہے۔ (بخاری)

مشورہ کے فضائل:

مشورہ کے عقلی و فنی بہت سے فوائد و فضائل ہیں () مشورہ کرنا سنت الہی ہے رب العالمین نے جب آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو فرشتوں سے مشورہ فرمایا

﴿إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً﴾ (البقرہ: ۳۰)

ہم زمین میں اپنا نائب پیدا کرنا چاہتے ہیں۔

یہ مشورہ تھا اپنے ارادے کا محض اعلان نہ تھی اسی لئے فرشتوں کو یہ سن کر پنی رائے ظاہر کرنے کی جرأت ہوئی کہ عرض کیا ایسے کو اپنی خدافت عطا فرمائیں گے جو زمین میں صا و پھیلائے گا اور زمین میں قتل و خونریزی کرے گا؟ پھر نبی رائے پیش فرمائی۔

ہم تیری شیعہ و تقدیس کرتے ہیں ہم ہی خلافت الہیہ کے زید وہ حقدار ہیں اگرچہ ان کی یہ رائے قبول نہ ہوئی اور فرمایا گیا۔

﴿إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾ (البقرہ: ۳۰)

”ہم وہ جانتے ہیں جو تم نہیں جانتے۔“

اگر یہ مشورہ نہ ہوتا تو مدینہ مکہ کبھی ایسی رائے پیش نہ کرتے جن کی صفت یہ ہے کہ ﴿يَصْنَعُونَ مَا يُؤْمَرُونَ﴾ جس کا حکم ملتا ہے اس کی طاعت کرتے ہیں پھر حال یہ مشورہ تھا جس میں بندوں کو تعلیم دینا مقصود تھا کہ ہم تعلیم و خیر ہوتے ہوئے مشورہ فرماتے ہیں تم بھی کاموں میں مشورہ کر لیا کرو۔

(۲) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو س قدر علم و حکمت فہم و دانائی کے ہوتے ہوئے نہ نے ارشاد فرمایا

﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِنَّ عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ﴾

(آل عمران: ۱۵۹)

”اے محبوب! اپنے چاٹاروں سے مشورہ لے لیا کریں اور جب عزم فرمالیں تو اللہ پر توکل فرمائیں۔“

مشورے کے کام:

کام تین طرح کے ہیں ایک وہ ہے جس کا حکم یا ممانعت شریعت میں آگئی یعنی احکام منصوصہ دوسرے اسرار و تفسیرے کار و بار دینی یا دنیاوی۔ پہلے دو میں مشورہ کی گنجائش نہیں۔ تیسرے میں مشورہ کی ضرورت ہے اگر تمام دنیا نما رچھوڑ دیئے نہ کو قہ نہ دیئے حج نہ کرنے اور جہاد بند کرنے کا مشورہ دے تو غلط ہے یہ سارے کام ضرور کئے جائیں گے کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے اس کا حکم دے دیا پھر مشورہ کیسا؟ دیکھو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ اسلام کے وقت سارے جہاں کی رائے تھی کہ شرک کیا جائے توحید کا اعلان صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا وہ تمام مشورے باطل ہوئے اور ایک ذات کریم نے توحید کا ڈنکا بجایا رب کے معاملہ میں سب کی نہ مانو تو اس قسم کے احکام کے لئے وہ آیت ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ أَنْ يَقْضِيَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا

أَنْ يَكْفُرَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ﴾ (الاحزاب: ۳۶)

”مومن یا مومنہ کو اللہ اور رسول کے فیصلے کی موجودگی میں کوئی اختیار نہیں۔“

دیکھو نبوت میں کسی کے مشورہ کی ضرورت نہیں مگر سلطنت کے لئے مشورہ درکار ہے۔

اسی طرح رزونیار کی خبروں میں کسی سے مشورہ نہ کرو بلکہ کسی پر ظاہر بھی نہ کرو کہ

رہنمائے کی چیز ہی نہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی سے

دو قسم سے علم حاصل کئے (۱) ایک دو جو تم میں پھیلے (۲) دوسرا وہ جو اگر کچھ بھی

ظاہر کرو تو تم میرے گلے کاٹ دو۔ معلوم ہوا کہ غیر سے اسرار چھپائے جاتے ہیں ہاتھی

کاموں میں مشورہ بڑی برکت کا باعث ہے۔ (۳) مشورہ کے کام میں اللہ تعالیٰ مدد

فرماتا ہے اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنگ وغیرہ جیسے ہم کاموں میں انصار و

مہاجرین سے مشورہ فرماتے تھے معلوم ہوا کہ مشورہ سنت نبوی ہے اور اس مشورہ سے

امت کو تحسیم دینا مقصود تھا کہ ہم صاحب وحی ہوتے ہوئے مشورہ کرتے ہیں تو تم بھی

مشورہ کر لیا کرو۔

ایک شخص کی رائے اس کے دماغ کی طرح ہے جس سے کوئی مضبوط کام نہیں ہو

سکتا مگر مشورہ کے لئے جب چند رائے مل جائیں گی تو اس مضبوطی کی طرح ہوں گی

جس سے بڑی بھاری چیزیں باعہ لی جاتی ہیں اسی لئے فرمایا گیا بَدَّ اللَّهُ عَلَى

الْجَمَاعَةِ یعنی جماعت پر اللہ کا دست کرم ہے۔

آدم علیہ السلام کی اپنے بیٹے کو وصیت:

مردی ہے کہ آدم نے اپنے بیٹے شیث علیہ سلام کو پانچ چیزوں کی وصیت کی اور

یہ بھی فرمایا کہ آئندہ نسل کو بھی تاکید کریں

اپنی اور دے کہہ دو دنیا پر کبھی مطمئن نہ ہونا میں نے جنت پر اطمینان کیا تھا مگر اللہ کو

پسند نہ آیا اور مجھے وہاں سے سفر کرنا پڑا۔

اپنی بیویوں کی خواہشات پر کبھی عمل نہ کرتا میں نے اپنی بیوی کی خواہش پر عمل کرتے

ہوئے درخت کا پھل کھایا تھا اس پر ندامت دیکھنا پڑی۔

جو کام بھی کرنے کا ارادہ ہو پہلے اس کا انجام سوچ لو اگر انجام سوچ لیا تو جو کچھ میں

نے دیکھا ہے وہ نہ دیکھنا پڑے۔

جب کوئی چیز دل میں کلکتی ہو تو اس سے اجتناب کرو کہ درخت کا پھل کھاتے وقت

میرے دل میں بھی کلک تھی مگر میں نے خیال نہ کیا تو ندامت اٹھانا پڑی۔

ہم امور میں مشورہ کر لیا کرو اگر میں نے مدد نہ کیا تو وہ اتلا نہ ہوتا

جو بعد میں ہوا۔ (آداب معاشرت)

استخارہ کرنا

۱ استخارہ کی اہمیت:

① صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں

”كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا الْإِسْبَحَازَةَ
كَمَا يُعَلِّمُنَا سُورَةَ وَنَ الْقُرْآنِ“

”حضور ﷺ ہمیں استخارہ اس طرح اہتمام سے سکھاتے تھے جس طرح قرآن
پاک کی سورت سکھاتے تھے۔“

② جب حضرت زینبؓ کو حضور ﷺ نے اپنے لیے پیغام نکاح دیا تو انہوں نے

حضور ﷺ کی رضا مندی ہونے سے باوجود عرض کیا لا حتی استشیر رہی
میں ابھی نکاح کرنے کے بارے میں کچھ نہیں کہتی جب تک اپنے رب سے مشورہ
نہ کر لوں اور پھر استخارہ کیا۔

۲ استخارہ کی حقیقت:

استخارہ ایک دعا ہے جس سے مقصود صرف طلب اعانت علی الخیر ہے یعنی استخارہ
کے ذریعہ سے بندہ خدا تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ میں جو کچھ بھی کروں اسی کے اندر خیر
ہو ورنہ جس کام میں میرے لئے خیر نہ ہو وہ نہ کرنے دیجئے۔

استخارہ سے متعلق چند ضروری ہدایات:

۳ استخارہ ارادے سے پہلے:

استخارہ کا طریقہ یہ نہیں ہے کہ ارادہ بھی کر لو پھر برائے نام استخارہ بھی کر دو

استخارہ ارادے سے پہلے کرنا چاہئے تاکہ ایک طرف قلب کو سکون پیدا ہو جائے اس
میں دُک بڑی غلطی کرتے ہیں درست طریقہ یہ ہے کہ ارادہ سے پہلے استخارہ کرنا
چاہئے پھر استخارہ سے جس طرف قلب میں ترجیح پیدا ہو جائے وہ کام کرنا چاہئے۔

۴ استخارہ کا موقع و محل:

استخارہ ان امور میں شروع ہے کہ جس کی دونوں جانب اہمیت میں مساوی
(برابر) ہوں ورنہ جس فعل کا حسن و قبح (اچھالی یا برائی) اور کل شریعہ سے متعین ہو اس
میں استخارہ شروع نہیں نیز استخارہ ایسے معاملہ میں ہوتا ہے جس میں نفع و ضرر دونوں کا
احتمال ہو اور جس میں عداوت یا یقیناً ضرر ہو اس میں استخارہ نہیں جیسے کوئی نماز نہ
پڑھنے کے لئے استخارہ کرنے لگے یا دونوں وقت کھانے پینے یا چوری کرنے کے لئے
استخارہ کرنے لگے۔

۵ استخارہ کے مفید ہونے کی ضروری شرط:

استخارہ اس شخص کا مفید ہوتا ہے جو خداوندی ہو ورنہ جو خیانت (ظہن) میں
بھڑے ہوتے ہیں اور ہر ہی قلب راسخ ہو جاتا ہے اور وہ شخص یہ سمجھتا ہے کہ یہ بات مجھ کو
استخارہ سے معلوم ہوئی حالانکہ خواب یا قوت مخیہ میں اس کے خیالات ہی نظر آتے
ہیں۔

۶ استخارہ کا مقصد:

استخارہ کا مقصد یہ نہیں ہے کہ جس کام میں تردد ہو رہا ہے کہ یہ کام ہمارے لئے
خیر ہے یا نہیں استخارہ کرنے سے یہ تردد رفع ہو جائے گا اور ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ
یہ کام ہمارے لئے خیر ہے یا شر پھر جویر ہو گا اس کو اختیار کریں گے۔ چنانچہ ہم مشاہدہ
کرتے ہیں کہ بعض اوقات استخارہ کے بعد وہ تردد ختم نہیں ہوتا اور یہ معلوم نہیں ہوتا

کہ دونوں باتوں میں سے کون سی بات مفید ہے معلوم ہو کہ استخارہ کا مقصد یہ نہیں کہ کوئی بات اس کے درجہ سے معلوم کر لیا جائے جس میں تردد (شک) ختم ہو جائے اور اس کام کی دونوں شتوں میں سے ایک شق کی ترجیح ضرور قلب میں آجائے۔

۱۵۱ استخارہ کا وقت:

استخارہ کا کوئی وقت مقرر نہیں بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیشہ رات کو سوتے وقت ہی کرنا چاہئے یا کوئی ضروری نہیں کہ رات ہی کو کیا جائے بلکہ جب بھی موقع ملے اس وقت استخارہ کرے نہ رات کی کوئی قید ہے اور نہ چھٹنے کی کوئی قید ہے بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ استخارہ کرنے کے بعد کوئی خواب آئے گا و خواب کے ذریعہ ہمیں یہ بتایا جائے گا کہ یہ کام کر دینا نہ کرو۔ یا دیکھئے ا خوب آنا کوئی ضروری نہیں کہ خوب میں کوئی بات ضرور بتائی جائے یا کوئی اشارہ ضرور دیا جائے بعض مرتبہ خواب میں آتا ہے اور بعض مرتبہ نہیں آتا۔

۱۵۲ استخارہ کا نتیجہ:

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ استخارہ کرنے کے بعد خود انسان کے دل کا رجحان ایک طرف ہوتا ہے جس طرف رجحان ہو جائے وہ کام کرے اور بکثرت ایسا رجحان ہو جاتا ہے لیکن باغرض اگر کسی ایک طرف دل میں رجحان نہ بھی ہو بلکہ دل میں کشمکش موجود ہو تو بھی استخارہ کا مقصد حاصل ہے اس لئے کہ بندہ کے استخارہ کرے کے بعد اللہ تعالیٰ وہی کرتے ہیں جو اس کے حق میں بہتر ہوتا ہے اس کے بعد حالات ایسے پیدا ہو جاتے ہیں پھر وہی ہوتا ہے جس میں بندہ کے لئے خیر ہوتی ہے اور اس کو پہلے سے پتہ بھی نہیں ہوتا بعض اوقات انسان یک رستہ کو بہت اچھا سمجھ رہا ہوتا ہے لیکن اچانک ہی رکاوٹیں پیدا ہو جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کو بندے سے پھیر دیتے ہیں ہندو اللہ تعالیٰ استخارہ کے بعد اسباب ایسے پیدا فرما دیتے ہیں کہ پھر وہی ہوتا ہے جس میں

بندہ کے لئے خیر ہوتی ہے اب خیر کس میں ہے؟ انسان کو معلوم نہیں ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ ہر مادیت میں تمہارے حق میں بھی بہتر تھا اب جب وہ کام ہو گیا تو خط ہی تمہارے بعض اوقات ایسا لگتا ہے کہ جو کام ہو اوہ اچھا نظر نہیں آ رہا ہے دل کے مطابق نہیں ہے تو اب بندہ اللہ تعالیٰ سے شکوہ کرتا ہے کہ یا اللہ میں نے آپ سے مشورہ کیا تھا مگر کام وہ ہو گیا جو میری مرضی اور طبیعت کے خلاف ہے اور بظاہر یہ کام چھ معلوم نہیں ہو رہا ہے اس پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرما رہے ہیں کہ رے نادان تو اپنی محدود عقل سے سوچ رہا ہے کہ یہ کام تیرے حق میں بہتر نہیں ہو لیکن جس کے علم میں ساری کائنات کا نظم ہے وہ جانتا ہے کہ تیرے حق میں کیا بہتر تھا اور کیا بہتر نہیں تھا اس نے جو کیا وہ تیرے حق میں بہتر تھا بعض اوقات تجھے دنیا میں پتہ چل جائے گا کہ تیرے حق میں کیا بہتر تھا اور بعض اوقات پوری زندگی میں کبھی پتہ نہیں چلے گا جب آخرت میں پہنچے گا تب وہاں جا کر پتہ چلے گا کہ واقعی کبھی میرے لئے بہتر تھا۔

استخارہ کا طریقہ اور اس کی دعا

استخارہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ آدھی دو رکعت نفل استخارہ کی نیت سے پڑھے۔ نیت یہ کرے کہ میرے سامنے دو راستے ہیں ان میں سے جو راستہ میرے حق میں بہتر ہو اللہ تعالیٰ اس کا فیصلہ فرمادیں۔ پھر دو رکعت پڑھے اور نماز کے بعد استخارہ کی وہ مسنون دعا پڑھے۔ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقین فرمائی ہے۔ یہ بڑی عجیب دعا ہے پیغمبر ہی یہ دعا مانگ سکتا ہے ورنہ کسی کے س کی بات نہیں اگر انسان ایڑی چوٹی کا زور گالیتا تو بھی کسی دعا کبھی نہ کر سکتا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقین فرمائی۔

دعا یہ ہے

((اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاسْتَتَدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَاسْتَسْلِکُ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّ تَقْدِرَ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَانْتَ عَلَامُ الْغُیُوبِ اَللّٰهُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنْ هَذَا الْاَمْرُ خَیْرٌ لِّیْ مِنْ دِیْنِیْ وَ مَعَیْشَتِیْ وَ عَاقِبَةُ اَمْرِیْ خَیْسَرٌ لِّیْ ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْهِ وَ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنْ هَذَا الْاَمْرُ شَرٌّ لِّیْ مِنْ دِیْنِیْ وَ مَعَیْشَتِیْ وَ عَاقِبَةُ اَمْرِیْ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَ اصْرِفْهُ عَنِّیْ وَ قَدِّرْ لِیْ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ ارْضَیْ بِهِ)) (ترمذی کتاب الصلوٰۃ)

”اے اللہ! میں آپ کے علم کا واسطہ دے کر آپ سے خیر طلب کرتا ہوں اور آپ کی قدرت کا واسطہ دے کر میں اچھائی پر قدرت طلب کرتا ہوں آپ عیب کو ہٹاتے

و لے میں۔ اے اللہ! آپ علم رکھتے ہیں میں علم نہیں رکھتا، یعنی یہ معاملہ میرے حق میں بہتر ہے یا نہیں اس کا علم آپ کو ہے مجھے نہیں اور آپ قدرت رکھتے ہیں اور میرے اندر قوت نہیں۔ یا اللہ! اگر آپ کے علم میں ہے کہ یہ معاملہ (اس موقع پر اس معاملہ کا تصور) میں لائے جس کے لئے استخارہ کر رہا ہے) میرے حق میں بہتر ہے میرے دین کے لئے بھی بہتر ہے میری معاش اور دنیا کے اعتبار سے بھی بہتر ہے اور انجیم کار کے اعتبار سے بھی بہتر ہے تو اس کو میرے لئے مقدر فرمادیتجئے اور اس کو میرے لئے آسان فرمادیتجئے اور اس میں میرے لئے برکت پیدا فرمادیتجئے۔ ورنہ آپ کے علم میں یہ بات ہے کہ یہ معاملہ میرے حق میں برا ہے میرے دین کے حق میں برا ہے یا میری دنیا اور معاش کے حق میں برا ہے یا میرے انجام کار کے اعتبار سے برا ہے تو اس کام کو مجھ سے پھیر دیتجئے ورنہ مجھے اس سے پھیر دیتجئے اور میرے لئے خیر مقدر فرمادیتجئے جہاں بھی ہو۔ یعنی اگر یہ معاملہ میرے لئے بہتر نہیں ہے تو اس کو تو چھوڑ دیتجئے ورنہ کے بدلے جو کام میرے لئے بہتر ہو اس کو مقدر فرمادیتجئے پھر مجھے اس پر راضی بھی کر دیتجئے اور اس پر مطمئن بھی کر دیتجئے۔

دو رکعت نفل پڑھنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کر لی تو بس استخارہ ہو گیا۔

آئیے پاکیزہ زندگی گزارنے کے

گر سیکھئے

حرفِ اعتراض:

میں نے نکاح کی ترغیب دینے کی بابت تو شروع ہی میں کافی مواد تحریر کر دیا اور اب پھر کچھ تحریر کرنے لگا ہوں لیکن ایک یاد دہانی کی ضرورت پیش آئی اور ایک "عترار" کی یاد دہانی تو یہ ہے کہ آج کل کی بوجان بچیوں میں شادی دیر سے کرنے کا جو رحمان چل پڑا ہے اور جس طریقے سے آپ بچوں اپنے والدین "کنٹ چٹیاں" کر کے نکاح کرنے سے ناسق ہیں کہ ابھی تو ہماری تعلیم پوری نہیں ہوئی پیرے ہمارے جان آپ نے ہماری قنی خدمت کر ڈی اب ہم بھی تو کچھ کر آپ کا بوجھ ہانت دیں۔

فرمانبردار بچیو!

یاد رکھنا! تو دلہن کو آپ کے یا لڑکوں کے پیسوں کی کوئی ضرورت ہوتی ہے نہ ہی کوئی "ہاتھ ہوانے" کی حاجت۔ وہ تو اپنے منہ کا نوازہ بھی آپ کو کھلا دیتے ہیں اور پھر بھی مانتے پہنکن نہیں آتی۔ ارے بچیو! یہ آپ ولاد کی تابعداری ہے کہ گرا آپ کچھ اچھی سوچ رکھتی ہیں لیکن ادنیٰ جگہ پہ یہ سوچ بزرگ مناسب نہیں۔ اگر آپ کے والدین کو نذر نہ کرے بعد میں کوئی مشکل پیش آئی تو آپ اپنے خاندان کے کچھ چھین کا خیال رکھئے! نیک صورت کے ساتھ نیک سیرت بن کر دکھائیے تو یاد رکھئے کہ ایک بیٹی کے ساتھ نہ کوئی بٹنا بھی مل جائے گا۔ دوسری بات یہ کہ سب سے قبل جو معاشرتی اچھا تو یہی ہے کہ آپ کے شوہر صاحب پر دعا یاد کر کے پڑھیں (دُور نہ دیکھ کر ہی

پڑا ہے) اگر ن کی توجہ اس بابت نہ ہوئی ہو تو آپ انہیں س دی کی بابت یاد دہانی کر دیجئے! اللہ آپ کو اجر عظیم سے نوازے گا۔

نکاح کی دعا:

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا تَزَوَّجَ أَحَدُكُمْ امْرَأَةً أَوْ اشْتَرَى حَايَةً فَلْيَقُلْ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْأَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ وَاعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ وَاِذَا اشْتَرَى بَعْضُناَ فُلَانًا فَخُذْ بِزَوْجَةِ سَمَاءٍ وَلْيَقُلْ مِثْلَ ذَلِكَ وَفِي رِوَايَةٍ فِى الْمَرْأَةِ وَالْحَادِمِ ثُمَّ لَهَا خُذْ بِمَا صَبَّحْتَهَا وَلْيَذْخُ بِالْمَرْكَةِ

(رواہ ابو داؤد و ابن ماجہ)

ابو داؤد کتاب النکاح باب ما فی جامع النکاح ح ۲۱۶۔

"اور حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد (حضرت شعیب) سے اور وہ اپنے والد (یعنی حضرت عبداللہ بن عمرو) سے اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب کوئی تم میں سے کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کرے یا کوئی غلام خریدے تو وہ یہ دعا پڑھے: اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْأَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ وَاعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ (کی ذات) کی بھلائی مانگتا ہوں اور بھلائی اس چیز کی جس پر تو نے ان کو پیدا کیا (یعنی اچھے اخلاق) اور میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس کی برائی سے اور اس چیز کی برائی سے جس پر تو نے اسے پیدا کیا (یعنی برے اخلاق و افعال) اور جب اونٹ خریدے تو اس کے گواہان کی بلندی کو پکڑ کر اسی طرح کہے یعنی مذکورہ بالا دعا پڑھے۔ ایک

در روایت میں عورت اور غلام کے بارے میں یہ اعلیٰ غلطی ہیں کہ "پھر

عورت یا غلام کی پیشانی کے بال پکڑ کر خیر و برکت کی دعا کرے۔"

"خیر و برکت کی دعا" سے یہی مذکورہ بالا دعا ہے جیسا کہ حصص سے مفہوم

معلوم ہوتا ہے۔

نکاح کے فوائد:

یوں تو نکاح کے بے شمار فوائد ہیں لیکن بنیادی طور پر دو فوائد ہیں جو باقی تمام

فوائد کا جوہر ہیں رحت و آسائش اور بقائے نسل انسانی۔ ذیل میں ہم ان کی قدر

تفصیل پیش کرتے ہیں۔

۱) نکاح راحت و آسائش کا ذریعہ:

مرد کے دل میں جب جنسی جذبات امنڈتے ہیں اور نفسانی خواہشات

انگڑائیاں مچتی ہیں تو عورت مرد کے سارے احساسات و رجحانات کو اپنے سینے سے لگا

لیتی ہے اور محبت و الفت کا آئینہ بن کر اس کے متحرک جذبات کو اپنے آئینے میں مرکوز

کر لیتی ہے جس کی بدولت مرد کی جنسی پیاس بجھ جاتی ہے اور اسے قلبی سکون ملتا ہے۔

ارشاد الہی ہے

﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا رُجُومًا يُنْسِكُنَ

الْبَاقِيَ﴾ (الاعراف ۱۸۹)

"وہ خدا ہی ہے جس نے تمہیں ایک ہی جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا

جوڑا بنایا تاکہ اس سے سکون حاصل کرے۔"

دوسری جگہ ارشاد الہی ہے

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا

وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً﴾ (الروم ۲۱)

"اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے تمہارے

لئے تمہارے ہی جنس سے جوڑے پیدا کئے تاکہ ان سے تسکین پاؤ اور

تمہارے درمیان محبت اور مہر و مروت پیدا کی۔"

یہ آیات واضح کرتی ہیں کہ عورت قدرت کا ایک عظیم شہکار اور زندگی کی ایک

حسین تصویر ہے رُوح کی محبت اور قلب کی راحت ہے آنکھوں کا نور اور دل کا سرور

ہے قدرت کی بہترین تخلیق اور مرد کے دل کی تسکین ہے۔ اسلام عورت کی سونیت کو

کتنا بلند اور محترم مقام عطا کرتا ہے۔

۲) شادی بقائے نسل انسانی کا ذریعہ:

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہر جاندار کے جوڑے بنا دیے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ

مرجحہ کا جوڑا جوڑا ہونا نظام کائنات کا بنیادی اصول ہے یہ اصول جدید سائنس کی بنیاد

ہے جدید تحقیق سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ نباتات میں بھی نر و مادہ ہوتے ہیں۔

دنیا میں ہر چیز کا جوڑا پیدا کرنے کی غرض و غایت ہی افزائش نسل اور بقائے نسل

ہے جبکہ انسان اشرف المخلوقات ہے اس کی نسل کی بقا ضروری ہے اس لئے اسلام نے

بقائے نسل کے لئے نکاح کا دستور دیا اور یہ وہ دستور ہے جو تمام دستوروں سے برتر

ہے۔

ہر نسل کی یہ طبعی خواہش ہوتی ہے کہ اس کی وفات کے بعد اس کا کوئی ذکور

نام لیو ہو اس کا کوئی جانشین ہو اس کی نسل ہو اسلام نے اس طبعی خواہش کو از دو اجی

زندگی سے پورا کیا ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ

بَنِي وَحَفَّةٌ وَرَزَقَكُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ (النحل ۷۲)

”اور اللہ نے تمہارے لئے تمہارے ہی جسموں سے شریک حیات بنائیں اور تمہاری ان شریک حیات سے تمہارے لئے بیٹے اور پوتے پیدا کئے اور تمہیں پاکیزہ رزق عطا فرمایا۔“

”سری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً (النساء ۱)

”اے لوگو! اپنے رب سے ڈرتے رہو جس نے تمہیں ایک ہی اصل سے پیدا کیا ہے، اور اسی سے اس کا جوار تخلیق کیا اور ان دونوں کے ذریعہ بہت سے مرد و عورتیں پیدا کیں۔“

اور حدیث پاک میں آتا ہے

اتَّقُوا الْوَدُودَ وَتَتَأَمَّلُوا فَنِي مُبَاوَكُمْ الْأَمَمِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (س کبر)

”بہت زیادہ بچے جتنے ولی عورت سے شادی کرو ورنہ نسل بڑھو اس لئے کہ میں قیامت نے دن تمہاری وجہ سے فخر کروں گا (کہ میری امت تھی)۔“

اس حدیث میں شادی کا حکم دیتے ہوئے یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ شادی کا مفاد تو آمد و تناسل اور نسل انسانی کی بقا ہے تاکہ فرد امت کی تعداد زیادہ سے زیادہ ہو۔

یاد دہانی!

دیکھئے میں ابھی قبل ازیں ہی ”عورت بحیثیت ماں“ میں یہ بات مختلف حوالوں سے ثابت کر چکا ہوں کہ آپ کے لئے ماں بننا ہی سب سے بڑا اعزاز ہے اور یہاں پر

نبی کریم ﷺ کی اس حدیث مبارکہ نے اس پہ مہر تصدیق ثبت کر دی۔ فرمانبردار بچو! اللہ عزوجل آپ کو سمجھ کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قابل قدر کردار:

حضرت عمر فرماتے ہیں

اِنَّ بَنِي لَا نَزْوُخَ الْمَرْأَةِ وَمَالِي مِرْهَاجَةً وَاصْوَابًا وَمَالِي فَنِيهَا مِنْ شَهْوَةٍ قَبِيلَ فَمَا يَخْلُكُ عَلَى ذَلِكِ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ قَالَ حُبُّ اَنْ يُخْرَجَ مَتْنِي مِنْ يُكَافِّرُ بِهِ الْمَتْنِي ضَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

”میں شادی کرتا تو ہوں مگر مجھے اس کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی اور میں صحبت کرتا ہوں مگر مجھے کچھ خواہش نہیں ہوتی، آپ سے دریافت کیا گیا امیر المؤمنین! پھر کیا چیز آپ کو شادی پر آمادہ کرتی ہے؟ فرمایا میں چاہتا ہوں مجھ سے بکثرت اولاد پیدا ہو تاکہ قیامت کے دن حضور ﷺ کا فخر کریں۔“

مام غزالی فرماتے ہیں کہ اسلام نے چار وجوہ کی بناء پر اولاد کی پیدائش اور پرورش کی ترغیب دی ہے۔

○ اصل ناسق اللہ تعالیٰ ہے والدین صرف پیدائش کا ظاہری سبب ہیں لیکن چونکہ وہ اللہ کے ایک خاص مقصد یعنی بقائے نسل انسانی کا سبب بنے ہیں لہذا ان کا مقام بہت بلند ہے۔

⑤ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ میں اپنی امت کی وجہ سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا اس لئے والدین حضور ﷺ کے اس فخر کا باعث بنتے ہیں اور آپ ﷺ کی محبت حاصل کرتے ہیں۔

۱۶) آدمی کے مرنے کے بعد نیک اور صدق چار یہ ہے، ورنہ اپنے والدین کے حق میں دعائے مغفرت کرتی ہے۔

۱۷) اگر اور بچپن میں مرنے تو وہ والدین کی شفاعت کرے گی۔

۱۸) شادی دو خاندانوں میں ملاپ کا ذریعہ:

دو خاندانوں میں عاداتی، روایتی اور طبقاتی فرق کے باوجود نکاح انہیں جوڑ دیتا ہے اور معاشرے کے مختلف افراد کو باہم رشتہ از دواج میں پرو دیتا ہے۔

((عن نبی عبدس قان قال رسول لله صلى الله عليه وسلم
لم تر للمفطحين مثل البكاح)) (مشکوٰۃ کتاب النکاح)

”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دو نوک محبت کرنے والوں کے لئے نکاح سے بڑھ کر تم لئے کوئی چیز نہیں دیکھی۔“

یعنی دو خاندانوں میں ملاپ اور جوڑ پیدا کرنے میں نکاح کا بندھن سب سے زیادہ مضبوط و مستحکم ہے، محبت بڑھانے اور باقی رکھنے میں نکاح سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں، دو خاندانوں اور دو جانوں میں یکجہت و تعاون کا جذبہ پروان چڑھانے میں نکاح لڑائی ہے، کسی خاندان کا مرد و کسی خاندان کی عورت دونوں ایک دوسرے کے لئے اجنبی ہوتے ہیں لیکن جب نکاح ہو جاتا ہے تو ہر ایک دوسرے پر شمار ہوتا ہے اور محبت و امانت وہ رنگ رہتی ہے کہ عمر بھر ساتھ نہیں چھوڑتا، دونوں زندگی بھر کے لئے ایک دوسرے کے ہمدرد دکھ سکھ کے ساتھی اور آرام و تکلیف کے شریک ہو جاتے ہیں، ایک سہمی دوسرے سہمی سے گلے مل رہا ہے، عورت کا بھی اپنی بہن کے شوہر کی حمایت میں لگا ہوا ہے، دامن و ساس کو جچے کے لئے چاہ رہا ہے، سردیوں کو کراہا کر کے لئے رقم دے رہا ہے۔

غرضیکہ ایک محبت تو علاقہ قرابت سے ہوتی ہے خون کے رشتے کی یہ محبت قدرتی ہوتی ہے اس کے علاوہ میاں بیوی کے درمیان جو محبت نکاح سے ہوتی ہے ایسی محبت کہیں نہیں دیکھی، عورت جب عقد نکاح میں آ جاتی ہے تو اس کے ماں باپ، بہن بھائیوں کی محبت پر خاوند کی محبت غائب جاتی ہے ورنہ رفتہ رفتہ مرد کی محبت بڑھتی چلی جاتی ہے اور قرباء کی محبت ٹھنک جاتی ہے یہاں تک کہ میاں بیوی ایک جان دو قالب ہو جاتے ہیں یہ محبتیں، خدمتیں اور کیسیتیں ایک شرعی نکاح ہی کی بدولت ہیں۔ سبحان اللہ! کیا عجب چیز ہے نکاح۔

۱۹) شادی احساس ذمہ داری کا ذریعہ:

قرآن مجید میں نکاح کو ميثاقاً غلیظاً (پختہ عہد و پیمان) کہا گیا ہے اس معاہدہ کی رو سے مرد و عورت اپنے کندھوں پر بعض اہم ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے کا اقرار کرتے ہیں، اس طرح شادی سے مرد میں ایک احساس ذمہ داری پیدا ہوتا ہے جو بغیر شادی کے پیدا نہیں ہوتا کیونکہ غیر شادی شدہ آدمی کی توجہ کا مرکز صرف اس کی اپنی ذات ہوتی ہے لیکن شادی کے بعد گھر کی دیکھ بھال، بیوی کے حقوق کی دانیگی، آرام و آسائش، اصلاح و تربیت، صبر و تحمل وغیرہ کی ذمہ داری مرد کے دوش پر آ پڑتی ہے پھر ۱۱ پیدا ہونے پر یہ ذمہ داریاں مزید بڑھ جاتی ہیں۔ مرد ضروریات زندگی کو پورا کرنے کے لئے اپنی تمام تر استعداد بروئے کار لاتا ہے اور ان ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی ہر ممکن سعی کرتا ہے۔

حافظ ابن کثیر نے عبداللہ بن مسعود کے حوالے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے:

((الْتَمِسُوا الْغَنَى فِي الْبَيْتِ)) (ابن کثیر)

”نکاح کے ذریعہ غنی تلاش کرو۔“

ایک روایت میں یوں آتا ہے:

((الْتَجَسُّوْا لِرِزْقِ الْبَیْکَاحِ) (مدارک)

"رزق شادی میں تلاش کرو۔"

ان فرمودات سے مراد یہ ہے کہ احساسِ ذمہ داری سے انسان جدوجہد پر مجبور ہو جاتا ہے اور عمل و کوشش سے ان وسائل کو تلاش کرتا ہے جو رزق کی فراخی کا سبب ہیں۔ مجرد آدمی میں اس قسم کا احساس پیدا نہیں ہو سکتا کسی احساسِ ذمہ داری کو مسلمانوں کے دلوں میں جاگزیں کرنے کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور اپنی ذمہ داری کا جواب دہ ہے، مرد اپنے بیوی بچوں کا ذمہ دار ہے اور اس کو اس ذمہ داری کا جواب دینا پڑے گا اور عورت اپنے خاوند کے گھر اور بچوں کی ذمہ دار ہے اور اپنی اس ذمہ داری کے لئے اسے جوابدہ ہونا پڑے گا۔" (بخاری و مسلم)

۱۵۔ شادی حصولِ غناء کا ذریعہ:

اسلام نے انسان کی سب سے فطری خواہش شادی کی تکمیل کے لئے نہ صرف نکاح کا حکم دیا بلکہ نکاح کی غیر معمولی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جو دُکھ، غم، خواہ مخواہ معاشی خطرات کو محسوس کرتے ہوئے ازدواجی زندگی سے گریز کرتا چاہتے ہیں ان کی اس غلط فہمی کو دور کیا کہ نکاح فقر و افلاس، تنگدستی و بد حالی کا باعث ہے اور مجرد و ترک نکاح، خوشحالی و فراخ دستی کا موجب ہے۔ چنانچہ ایسے لوگوں کے اس خام خیال کی تردید کے لئے قرآن پاک میں نکاح کرنے کا حکم دیا گیا

((وَالْتَّكُنُوا الْاَيَّامُ مِنْكُمْ وَالصَّبِيْعَيْنِ مِنْ عِبَادِكُمْ وَامَاْنِكُمْ اِنْ

يَكُوْنُوْا فُقَرَاءَ يَعْجِزُهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ

(النور: ۳۲)

"اور تم میں سے جو مجرد ہیں خواہ مرد ہوں یا عورت ان کے نکاح کر دو، اسی طرح تمہارے غلام اور باندیوں میں جو حقوقِ زوجیت کے قابل ہوں ان کا بھی نکاح کر دو، اگر وہ تنگدست ہوں تب بھی نکاح کرو اللہ ان کو اپنے فضل و کرم سے غنی کر دے گا اور اللہ تعالیٰ بہت وسعت دے دے والے خوب جاننے والے ہیں۔"

اس آیت کی تفسیر میں علامہ محمود آلوئی روح المعانی میں فرماتے ہیں

اس آیت میں حق تعالیٰ شادی کی طرف سے شادی کرنے پر تو نگہری کا وعدہ معصوم ہوتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ جو لوگ فقر و افلاس کا بہانہ کر کے نکاح سے گریز کرنا چاہتے ہیں ان کی بہانہ جوئی کا سبب باب مقصود ہو۔

اور خدا کی دو صفات واسع اور علیم ذکر کر کے بتلایا گیا ہے کہ رزق کی فراخی وحی کا دار و مدار نکاح کرنے یا نہ کرنے پر موقوف نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے علم و حکمت کے مطابق جس پر چاہتے ہیں رزق کے دروازے کھول دیتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں تنگدستی میں مبتلا کر دیتے ہیں، چونکہ اسباب کی اسیر طبیعتوں میں یہ بات رچ بس گئی ہے کہ اہل و عیال کا ہونا فقر و افلاس کا اور نہ ہونا فراوانی کا سبب بنا کرتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اس بے بنیاد خیال کی غلطی بھی واضح کر دی جائے۔

واقعہ کی شہادت اس پر موجود ہے کہ کبھی مال کی فراوانی اور اودام کی کثرت دونوں باتیں جمع ہو جاتی ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان کے پاس نہ مال ہوتا ہے نہ زن و فرزند، تو معلوم ہوا کہ عموماً انسان کی قوت و اہمیت نے ان دونوں باتوں (کثرتِ اولاد و تنگدستی اور خوشحالی و تنہائی) میں جو تلامیہ سمجھ رکھا ہے وہ غلط ہے بلکہ خوشحالی و تنگدستی دونوں اللہ تعالیٰ (جو مسبب الاسباب ہے) کے ارادہ و مشیت پر موقوف ہیں۔

قرآن پاک نے ایک دوسری آیت میں بھی اس طرف اشارہ کیا ہے

﴿وَإِنْ رِجْعَتُمْ عِندَهُ فَسَوْفَ يُعَذِّبُكُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ إِنَّ شَاءَ﴾

التوبہ ۲۸

”اگر تمہیں شگفتگی کا اندیشہ ہے تو اللہ تعالیٰ منقریب تمہیں اپنے فضل و کرم

سے غنی کر دے گا اگر اسے منظور ہوا۔“

دیکھئے اس آیت میں بھی خوشیوں و فرحتی کمینیت، بزدلی پر محقق کیا گیا ہے

جب بندے کو یقین کامل ہو جائے گا کہ میرے رزق کا معاملہ میرے پروردگار کے ہاتھ میں ہے تو نکاح کرنے سے نہیں ڈرے گا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تاثر:

آیت مذکورہ کی تفسیر کے بعد علامہ محمود آلوسی نے متعدد احادیث و اقوال صحابہؓ

بھی ذکر کئے ہیں جن سے نکاح کا باعث خیر و برکت ہونا نیز فقر و فاقہ دور کرنے اور باعث خوشحالی و فراخی ہونا معلوم ہوتا ہے۔

① ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا:

اَطِيعُوا اللَّهَ فِيمَا أَمَرَكُمْ بِهِ مِنَ الْبِكَاحِ يُنْجِزَ لَكُمْ مَا وَعَدَكُمْ

مَنْ أَمَرَكُمْ

”مومنو! تم اللہ تعالیٰ کے حکم نکاح کی تعمیل کرو اس کے وعدہ میں اللہ تعالیٰ اپنا

وعدہ (غنی بنانے کا) پورا کر دیں گے۔“

② (عن ہشام بن غزوہ عن ابیہ قال قال رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم انکحوا النساء، فأنهن یأتیکن بالمال)

”حضرت ہشام بن غزوہ اپنے باپ عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں سے نکاح کرو وہ تمہارے

لئے مال لائیں گی۔“

③ (عن ابن ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ثلاثة حق علی النہ عوانہم مکاتب لولی یرید الاداء

والدخج لدی یرید العفاف والفجاءہ فی سبیل اللہ)

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تین ایسی چیزیں ہیں جن کا

مرد کو اللہ کے ذمہ ہے ایک قلام جو بدلی کتابت ادا کرنا چاہتا ہو دوسرا

عفتہ پاکدامنی کے ارادے سے شادی کرنے والا تیسرا اللہ کی راہ میں

جہاد کرنے والا۔“

④ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

التمسوا لغبی فی البکاح

”نکاح کے ذریعہ غنیمت تلاش کرو۔“

اور حضرت عمرؓ فرماتے ہیں:

انی لأعجب ممن یدع لبکاح بغد سمعہ بھذہ الآیۃ)

(مجمع الزوائد)

”مجھے اس شخص پر حیرت ہوتی ہے جو یہ آیت سننے کے بعد بھی نکاح نہیں

کرتا۔“

ان فرمودات پر غور کیا جائے تو واقعات و حقائق اس حقیقت کی صداقت پر شاہد

ہیں۔ مومنو! دیکھئے میں کیا ہے کہ شادی ہو جائے کے بعد گھر کی دیکھ بھال بڑی بچوں

کے حقوق کی ادائیگی، مان و نفقہ کی ذمہ داری مرد کے کندھوں پر آ پڑتی ہے مرد

ضروریات زندگی کو پورا کرنے کے لئے اپنی تمام تر استعداد بروئے کار لاتا ہے اور ان

ذمہ داریوں کو نبھانے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے جس کے نتیجے میں فقر و افلاس دور ہو جاتا ہے اور خوشحالی و فراوانی ذریعے ڈال لیتی ہے۔

اور یہ بھی عام مشہد میں ہے کہ بچے اور خوشحال گھرانے کے مرد سے شادی عورت کی کایا پست دیتی ہے اور نہ صرف یہ کہ اس کی زندگی سنور جاتی ہے بلکہ بر اوقات تو اس کے بہن بھائیوں اور مدین کے معاشی حالات بھی فقط اسی سنت نبوی پہ عمل کرنے سے سنور جاتے ہیں۔

۶۹ شادی عزت و عظمت کا ذریعہ

جس طرح لباس مرد و عورت کی زینت ہے اسی طرح شوہر بیوی کی زینت ہے اور بیوی اپنے شوہر کی زینت ہے۔

عورت سے مرد کی زینت یہ ہے کہ شادی شدہ آدمی لوگوں کی نظر میں معزز ہوتا ہے جبکہ غیر شادی شدہ آدمی کی دنیا والوں کی نظر میں عزت کم ہوتی ہے۔

دوسرے یہ کہ شادی شدہ آدمی سے لوگ اپنے بیوی بچوں پر خطرہ محسوس نہیں کرتے جبکہ غیر شادی شدہ سے ہر شخص کو اپنے بیوی بچوں اور عزت و آبرو کا خطرہ رہتا ہے۔

اور مرد سے عورت کی زینت یہ ہے کہ لوگ اس پر کسی قسم کا شک و شبہ نہیں کرتے مرد خوہ پاس رہے یا پردیس میں رہے جبکہ نکاح سے پہلے عورت کی عزت و آبرو ہر وقت خطرے میں رہتی ہے۔

۷۰ شادی تحفظ صحت کا ذریعہ:

تمام اطباء اور ذکڑ حضرات اس بات پر متفق ہیں کہ شادی نسائی صحت کے لئے ضروری ہے اور انسان کی صحت برقرار رکھنے میں ازدواجی زندگی کو بڑا دخل ہے اگر مادہ تولید ایک عرصہ تک دکارہے تو قسم قسم کی بیماریاں جنم لیتی ہیں۔

جبکہ جانوس اپنی کتاب حفظ الصحت میں لکھتے ہیں

مادہ تولید کا خرچ معتدل صحت پر خوشگوار اثرات مرتب کرتا ہے بہت سی بیماریوں سے آدمی محفوظ رہتا ہے ورنہ رکاوٹ سے ایک نہ ہر طائدہ تمام جسم میں دوڑ جاتا ہے جو صحت کے لئے مضر ہے۔

گے چل کر وہ لکھتے ہیں بیوی سے اعتدال مخصوص اعتدال کے ساتھ تدریجی کے مختلف ذرائع میں سے ایک بڑا ذریعہ ہے اور بہت سے مراض کے لئے شفاء ہے۔

۷۱ شادی عفت و عصمت کی حفاظت کا ذریعہ:

انسان کا سب سے قیمتی جوہر اس کی عفت و پاکدامنی ہے اس کو برنایا ہے اور محفوظ رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے بے شمار قواعد و ضوابط مقرر فرمائے ہیں جن میں سے ازدواجی زندگی ایک بنیادی ذریعہ ہے۔ قرآن پاک نے نکاح کو احصاں سے جمیر کیا ہے جس کے معنی قلعہ کے ہیں۔

ارشاد خداوندی ہے

﴿وَأَجَلٌ لَّكُمْ مَّا وَدَّآءَ ذَلِكُمْ أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسْفِحِينَ﴾ (النساء: ۲۴)

”اور محرمات کے علاوہ دیگر عورتیں تمہارے لئے حلال کی گئی ہیں، اس طرح کہ تم انہیں اپنے مال کے عوض عقد نکاح میں لانے والے جو شخص خواہش پوری کرنے والے نہ بنو۔“

گویا نکاح مرد و عورت کے لئے ایک قلعہ ہے جہاں سے شیطان ان پر حملہ کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔

قرآن مجید میں دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے مرد و عورت کو ایک دوسرے کے لئے لباس قرار دیا ہے چنانچہ فرمانِ ذی شان ہے۔

﴿هَنَ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ﴾ (البقرہ ۱۸۷)

”عورتیں تمہارا لباس ہیں اور تم عورتوں کا لباس ہو۔“

جس طرح لباس انسانی جسم کی پردہ پوشی کرتا ہے اسی طرح مرد و عورت جب عقد نکاح میں آجاتے ہیں تو وہ ایک دوسرے کے جوہر عفت کی حفاظت کرتے ہیں۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

«إِذَا مَعَشَرَ الشَّيْبَابِ مِنْ اسْتِطَاعَ مِنْكُمْ الْفَاحِشَةُ فَلْيَسْرُؤْخْ
مِنْهُ أَعْصِ لِلْبَصْرِ وَاصْصِرْ لِلْعَرَجِ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ
فَعَلَيْهِ بِالْصُّنُومِ فَلَانَّةُ لَهُ وَجَاءُ»

(مشکوٰۃ کتاب المسکح)

”اے نوجوانو! تم میں سے جو حقوقی زوجیت ادا کرنے کی قدرت رکھتا ہو
اسے نکاح کر لینا چاہیے کیونکہ اس سے نگاہ پست رہتی ہے اور شرمگاہ کی
حفاظت ہوتی ہے اور جو استطاعت نہ رکھتا ہو وہ روزے رکھے کیونکہ روزہ
اس کے حق میں ڈھال ہے۔ ایک دوسری حدیث کا مفہوم ہے

«مَنْ ارَادَ أَنْ يَلْغِيَ اللَّهُ طَائِمَهُ مُصْهَرًا فَلْيَتَرَوَّجِ الْحَرَائِرَ»

(مشکوٰۃ کتاب المسکح)

”جو شخص اللہ تعالیٰ سے صاف ستھرا بن کر ملاقات کرے گا خواہشمند ہے
اسے چاہئے کہ شریف عورتوں سے شادی کرے۔“

اسلام میں عفت و عصمت کی اہمیت:

① عفت و عصمت زندگی کا ایک یہ مقدس ہیرا ہے جسے انسان کبھی لٹا ہوا گوار نہیں کر
سکتا۔ اس نے تحفظ کی خاطر اپنی پوری قوت صرف کر دیتا ہے حتیٰ کہ جس تک کی
بازی لگا دیتا ہے اور اپنی عزت و آبرو پر آج نہیں آنے دیتا۔

قرآن پاک نے متعدد مقامات میں عفت و عصمت و سیرت و کردار کی ترغیب
دی ہے۔ ایک مقام پر عفت و عصمت و عزت و آبرو کی حفاظت کی ترغیب دیتے
ہوئے فرمایا ہے

«وَالْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظِينَ وَالذَّكِرِينَ اللَّهُ كَثِيرًا

وَالذِّكْرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا» (الاحزاب ۳۵)

”اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی
عورتیں اور اللہ کو بکثرت یاد کرنے والے مرد اور عورتیں اللہ تعالیٰ نے ان
کے لئے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔“

دیکھئے اس آیت میں کتنی وضاحت سے فرمایا گیا ہے کہ جو خواتین و حضرات
گوہر عصمت و جوہر عفت کا تحفظ کرتے ہیں دل و دماغ میں نقص پیدا نہیں ہونے
دیتے حدود و ندی میں رہتے ہوئے جیسی خوشبخت پوری کرتے ہیں وہ حدود و نقد
کو توڑے سے اجتناب کرتے ہیں ایسے افراد کے لئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت و بخشش
اور اجر عظیم کی لازوال نعمت تیار کر رکھی ہے۔

② اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کی صفات بیان کرتے ہوئے ایک بڑی صفت یہ

بیان فرمائی ہے کہ وہ اپنی عزت و آبرو عفت و عصمت پر بدکرداری کا سیاہ دھبہ نہیں
لگتے دیتے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

«وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي

حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ» (العنقراف ۶۸)

”اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی پرستش نہیں کرتے اور
جو کسی انسان کو ناحق قتل نہیں کرتے اور زنا نہیں کرتے۔“

اس بات سے معلوم ہوتا ہے کہ عفت و عصمت و پاکدامنی انسان کی ایک ایسی صفت ہے جو سیرت و کردار، و اخلاق و اعمال کی روح رواں ہے۔ جس طرح غیر اللہ کی پرستش سے توحید کی رگ جان کٹ جاتی ہے اور آدمی کافر ہو جاتا ہے اور قتل ناحق سے آدمی کی ظاہری درموجودہ زندگی کا تعلق ختم ہو جاتا ہے اسی طرح زنا و بدکاری انسان کی عفت و عصمت و کردار کی مٹی پلید کر کے عزت و آبرو خاک میں مل کر ابدی نیند سدا دیتی ہے۔

نکاح کی اہمیت کا بین الاقوامی طور پر تسلیم کیا جانا

مصر کے دار الحکومت قاہرہ میں مختلف دانشوروں کی ایک کانفرنس ہوئی جس کا موضوع تھا "شادی کے فوائد" اس کانفرنس میں شریک ماہرین نے جو درجہ نکل دیے وہ کچھ یوں تھے۔

شادی انسان کی فطری ضرورت ہے۔

شادی شدہ افراد کی صحت غیر شادی شدہ افراد کے مقابلے میں عموماً بہتر ہوتی ہے اور ۵۵ فیصد افراد میں خطرناک بیماریوں کی وجہ غیر شادی شدہ ہونا یا طلاق کے بعد تنہا رہنا ہے۔

شادی کرنے سے لوگ کئی نفسیاتی بیماریوں سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ شادی کرنا بذات خود نفسیاتی اور ذہنی صحت کی عدم مت ہے۔ شادی شدہ افراد نفسیاتی بیماریوں سے عموماً محفوظ رہتے ہیں۔

۵۵ سے ۶۰ سال کی عمر کے نو ہزار افراد پر تحقیق ہوئی تو معلوم ہوا کہ بڑھاپے کے امراض سے محفوظ اور تندرست رہنے کا سب سے بڑا راز خوشگوار اور دائمی زندگی گزارنا ہے۔

یہ بات اب بین الاقوامی طور پر تسلیم کی گئی ہے کہ شادی شدہ افراد کی عمریں غیر شادی شدہ افراد کی نسبت بہت زیادہ طویل ہوتی ہیں۔

شادی شدہ افراد اعصابی اضطراب سے عموماً محفوظ رہتے ہیں وہ غمگین و افسردگی اور نفسیاتی وباؤ کا شکار نہیں ہوتے۔

نکاح نہ کرنے کے نقصانات

فرمانبردار بچیو!

”سچ کل آپ نے دنیاوی زندگی کے دوز میں پنے آپ پر طرح طرح کی پابندیاں لگا رکھی ہیں۔ وہ ہر پابندی کی تان بیک آ کر ٹوٹتی ہے کہ میں بھی نکاح کے بندھن میں نہیں بندھنا چاہتی۔ بھی تو میری پڑھائی ہی پوری نہیں ہوئی۔ ابھی تو میں نے عملی زندگی کی بابت کچھ سیکھا ہی نہیں اور جن کا یہ بہانا نہیں چلا وہ اپنے والدین کو ”ای“ میں جھگڑے ہوئے ہیں کہ ساری زندگی آپ نے میری پڑھائی پر ”نوسٹ“ کی میر بھی تو کچھ فرض سے کہ آپ کا ہاتھ بناؤں۔

اونادان بچیو!

وہ دین اپنی والد پر بھی بھی اس لئے صرف نہیں کرتے کہ انہیں اس کے بدلے کچھ چاہیے ہوتا ہے۔ یہ سوچ آپ کی صرف سی وقت تک برقرار ہے جب تک آپ خود ماں نہیں بن جاتیں۔

خدارا!

ان باتوں کا بہانہ بنا کر اپنے آپ کو ان ”مشکلات“ میں پڑنے سے بچنے کے بہانے مت تراشیں۔ یاد رکھئے ”انہی“ مشکلات“ سے گزر کر آپ کی حست کا راستہ جاتا ہے۔ پیاری بیٹیو! چاہے آپ کو ہر گئے لیکن میں تو بار بار یہ باتیں کہتا ہی رہوں گا۔ اب جبکہ آپ اس بندھن میں بندھ چکی تو دوسری بہنوں کو بھی آگاہ کرنا آپ کا فرض ہے کہ شادی جلدی کرنے میں کتنے فوائد ہیں اور انہیں اس رشتے کے positive

پہناتا ہے نہ کہ اپنی زندگی تو انجوائے کرتی رہے اور نہیں راتی جائیے۔ شادی میں دیر کی وجہ سے جو مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ کام یہاں پر کچھ ذکر سے دیتے ہیں

① بدکاری و زنا کاری کا فروغ۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ جتہ اللہ الباعہ میں فرماتے ہیں کہ ماہر تو سید کی پیداوار میں جب زیادتی پیدا ہو جاتی ہے تو اس کا بخار دماغ کی طرف جڑھتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خواہ صورت مردوں کو دیکھنا عورت کا محبوب مشفق بن جاتا ہے اور ان کی محبت ان میں جگہ بنانے لگتی ہے اس بخار کا ایک حصہ شراب گاہ کی طرف بھی جاتا ہے جس کی وجہ سے نقائص میں شدت پیدا ہوتی ہے اور تندرست کی قوت ابھرتی ہے اور یہ عموماً نوجوانی کے دور میں ہوتا ہے اور شادی نہ ہونے کی صورت میں بالآخر یہ چیز رتا سے نئے بھرتی سے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ جہاں نکاح نہیں ہو گا وہاں سہا (زنا) ہو گا۔

زنا اور اس کی تباہ کاریاں:

مولانا غلام الدین اپنی کتاب اسد م کاظمہ - عمدت و عصمت میں مام رازی کے حوالہ سے زنا کے مفاسد کی نشان دہی کرتے ہوئے رقم طراز ہیں

① زنا سے نسب مختلط اور مشتبہ ہو جاتا ہے آدمی یقین کے ساتھ تو نہیں کہہ سکتا کہ نہ میری والدہ کس مرد سے ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس بچہ کی پرورش کا کوئی مرد بھی ذمہ دار نہیں جتا بچہ ضائع ہو جاتا ہے یا خود ماں ایسے بچہ کو راز لیتی ہے اور پھینک دیتی ہے یا وہ غریب بچہ سرپرست نہ ہونے کی وجہ سے تقبلاً تباہ و برباد ہو جاتا ہے جو عالم کی دیرینی اور انقطاع سلسل انسانی کا زریعہ ہوتا ہے۔

② زانیہ عورت کو زنائی لت پڑ جاتی ہے طبع سہمہ رکھنے والے مرد کو یہ عورت سے گھن

معلوم ہوتی ہے پھر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کوئی نسیم الطبع اس سے شادی تک کرنے کے لئے اپنے کو آمادہ نہیں کر سکتا محبت والفت تو خیر دور کی بات ہے ورنہ یہی وجہ ہے کہ جو عورت زمانہ میں مشہور ہو جاتی ہے اس سے وہ عموماً غرت کا ظہر کرتے ہیں اور سوسائٹی میں وہ حقیر اور ذلت آمیز نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔

⑤ زمانہ کا دروازہ جب کھل جاتا ہے کوئی مستقل قاعدہ و قانون باقی نہیں رہتا تو پھر کسی خاص مرد کو کسی خاص عورت سے کوئی خاص نگاہ پڑتی نہ رہے گا جس کو جہاں موقع مل گیا اور جس نے جس کو بلایا وہاں دونوں مل گئے اور جو کچھ کہا ہو کر گزریں اور یہی حال حیوانات کا ہے پھر انسان و حیوان میں فرق ہی کیا رہ جائے گا۔

⑥ عورت سے صرف یہی مقصد نہیں ہے کہ اس سے جنسی تقاضے پورے کئے جائیں بلکہ مقصد یہ بھی ہے کہ دو جان مل کر ایک دوسرے کے رفیق حیات ہوں مگر کے کاموں میں بھی، کھانے پینے میں بھی، بچوں کی تعلیم و تربیت میں بھی ورنہ زندگی کی دوسری ضروریات میں بھی، پھر غم میں بھی اور خوشی میں بھی اور یہ ساری باتیں اس وقت تک قطعاً پیدا نہیں ہو سکتی ہیں جب تک عورت کسی ایک کی جائز طریقہ پر ہو کر نہ رہے ورنہ اس کی شکل یہی ہو سکتی ہے کہ زمانہ کو بالکل حرم قرار دے دیا جائے اور نکاح کے قانونی دائرہ میں مرد و عورت کے تعلقات کو محدود کر دیا جائے۔

بوقت زنا ایمان کی حالت۔

رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

((إِذَا رَفَعَ الْعَبْدُ حَرْجَ مِنْهُ الْإِيمَانُ فَكَانَ مُؤَقَّراً رَأْسَهُ

كَالْطَّلَّةِ فَإِذَا خَرَجَ مِنْ ذَلِكَ الْعَمَلِ نَزَجَ إِلَيْهِ الْإِيمَانُ))

(مشکوٰۃ باب الکبائر)

”بندہ جب زنا کرتا ہے اس وقت ایمان اس سے نکل جاتا ہے اور اس کے

پر سبابت کی صورت یہ فلن دیتا ہے اور جب عمل زنا سے فارغ ہوتا ہے تو ایمان اس کی طرف پٹ آتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رناتی بری چیز ورنہ س قد محبوب فعل ہے۔ اس نے ارتکاب کے وقت ایمان کا ٹپ لٹھاتا ہے اور گھبرا کر قاب چھوڑ دیتا ہے اس کی بدداشت نہیں کرتی کہ اس حالت میں بندہ سے چھٹا رہے ہیں جب وہ فارغ ہوتا ہے اس کا قلب اس کو مدامت کرتا ہے اور جب قلب مفعول ہوتا ہے تو پھر وہ تیس تھ پر پٹ آتا ہے ورنہ ایمان کو غیرت کیوں نہ آئے کہ خود رب عزت کو یہ فعل پر نیت آتی ہے۔

غیرت خداوندی

یہ حدیث میں ہے کہ ”نخضر صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک صحابی نے دریافت کیا کہ کوئی اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو دیکھ لے تو کیا کرے؟“ آپ نے فرمایا چار چیزیں: ”۱۔ پیش کرنے، مگر سعد بن عبادہ جو فطر یا غیر معمولی عیور تھے ہوں انھیں اس میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو دیکھوں تو میری غیرت برداشت نہ کر سکے گی میں اسی وقت تو انھیں اس کے دو ٹکڑے کر دوں گا۔“ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”حدیثی غیرت پر تعجب کیوں کرتے ہو؟ خدا گواہ ہے میں خواہ سعد سے زیادہ غیرت دار ہوں ورنہ میری غیرت سے بڑھ کر خود اللہ رب العزت کی غیرت ہے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ظاہری اور باطنی تمام فواحش کو حرام قرار دیا ہے۔“

ایک نوجوان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت

حضرت ابواہ مد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک نوجوان خدمت نبوی میں حاضر ہوا اور اس نے درخواست کی یا رسول اللہ! مجھے زنا کی اجازت دیجئے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اس کی یہ گستاخی بہت بری معلوم ہوئی چنانچہ اس کو سب ہی

لوگوں نے ڈانٹا اور اس کے اس سوال پر نفرت کا ظہار کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نوجوان سے فرمایا قریب جاؤ و قریب آیا۔ آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ وہ بیٹھ گیا اب آپ نے اس کو سمجھانے کے لئے سوالیہ وجوہ شروع کر دیے۔ آپ نے فرمایا کیا تم اس (زنا سے) کام کو اپنی ماں کے لئے پسند کرتے ہو؟ نوجوان نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوسرے لوگ بھی اس برائی کو اپنی ماں کے لئے پسند نہیں کرتے۔ پھر آپ نے دریافت فرمایا اس زنا کو تم اپنی لڑکی کے حق میں چھ جانتے ہو؟ نوجوان نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوسرے لوگ بھی اس بدکاری کو اپنی لڑکیوں کے لئے چھ نہیں جانتے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا اس برے کام کو اپنی بہن کے حق میں برداشت کر سکتے ہو؟ نوجوان نے عرض کیا یا رسول اللہ ہرگز نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوسرے لوگ بھی اس لڑکی کو اپنی بہنوں کے لئے برداشت نہیں کرتے۔

اس طرح جب یہ مسئلہ اس کے دہن نشین کر چکے تو آپ نے ہند دست مبارک اس کے سینے پر رکھ کر دعا فرمائی۔

(اللّٰهُمَّ اغْفِرْ ذَنْبَهُ وَطَهِّرْ قَلْبَهُ وَأَخْصِنْ فَرْجَهُ) (ابن

کثیر)

”اے اللہ! اس کے گناہ معاف فرما دے اس کا دل پاک فرما دے اور اس کی شرمگاہ کی حفاظت فرما۔“

راوی کا بیان ہے کہ اس ترغیب و رداعے نبوی کا یہ اثر ہوا کہ اس شخص کو کبھی بھی

اس واقعہ کے بعد زنا کا خیال نہ آیا۔

درانور کیجئے! بات بھی اتنے پتہ کی بات کی ہے کوئی ایسی عورت ہے جو کسی کی

ماں نہ ہو بیوی نہ ہو بیٹی نہ ہو بہن نہ ہو پھوپھی نہ ہو خالہ نہ ہو پھر یہ نہایت ہے کہ

انسان کسی کی ماں، بہن، بیٹی اور پھوپھی وغیرہ سے ناجائز کام کرے۔

زنا جرم عظیم ہے

رنا ایک ایسا جرم عظیم ہے جسے نہ کبھی معاشرے نے بخشا ہے اور نہ شریعت اسلام نے نہ کسی مذہب نے برداشت کیا ہے اور نہ ہی کسی قانون نے زنا صالح معاشرے اور صالح خاندان کی عزت و آبرو کو بھروح کر دیتا ہے جس سے انسانیت کے عقیف و من پر بدکرداری کا یہ داغ ملک جاتا ہے، نسل انسانی کی بیاہیں بھڑکتی ہو جاتی ہیں اور ضمیر انسانیت کا جنازہ نکل جاتا ہے۔

زنا کی سزا:

رنا کی جھنجکی کا اندازہ اس کی سزا سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کیونکہ جس قدر منہ سنگین ہوگا اس کی سزا اسی قدر شدید ہوگی۔

چنانچہ اس جرم کی پاداش میں قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے:

﴿الزَّانِيَةُ وَالزَّانِيُ فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةً جَلْدَةٍ وَلَا

تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ

الْآخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابُهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ (النور ۲)

”زانیہ عورت اور زانی مردان میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو اور تمہیں

اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں ان دونوں پر ذرا رحم نہ آنا چاہئے اگر اللہ تعالیٰ اور

روز قیامت پر ایمان رکھتے ہو اور دونوں کو سزا دیتے وقت مومنین کی ایک

جماعت کو حاضر رہنا چاہئے۔“

اللہ، کبریا! الب و بچہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے یہاں اپنی ساری

نرمی انھیں رکھی ہے اور اس کے غضب کی تلوار بے نیام بنے حاکم وقت کو بھی تنبیہ کی

جاری ہے اور اسے ہدایت دی جا رہی ہے کہ اسے مجرموں پر رحم و رتس کھانا بھوسا ہو۔

اس شخص پر بھلا کیسے رحم کیا جائے اور ترس کھایا جائے جس کے سامنے اسلام نے عفت و عصمت کی ہیبت واضح بیان کی ساتھ ہی رتا کے مفاسد اور اس سے دینی و نیکی کے نقصانات ظاہر کئے اور جائز طریقے سے جنسی جذبات اور نفسانی خواہشات کی تکمیل کی اجازت مرحمت کی ہاں ہمہ پھر اس نے حدود اللہ سے تجاوُز کیا۔

یاد رکھئے! اس موقع پر رحم اور ترس نہ کھانے کی تاکید غالباً اس لئے ہے کہ عموماً ایسے موقع پر آدمی کو یہ سوچ کر رحم آجاتا ہے کہ یہ انسان کی فطری خواہش ہے جس سے کبھی مغلوب ہو جاتا ہے اور یہ خیال بھی گزرتا ہے کہ جو کچھ ہوا دونوں کی باہمی رضا مندی سے ہوا۔ آیت میں اس شیطانی دوسرے کو دور کر دیا۔

زنا کی سزا کی تشہیر:

بے پردگی اور بے رحمی سے کوڑے مارے گئے، وہ یہ بھی قرآنی ہدایت ہے کہ زانیہ عورت اور زانی مرد نے جب اپنی عفت و عصمت کو داغدار کیا اور شرم و حیا کو تار تار کیا تو پھر ان کی سزا پردہ میں کیوں ہو بلکہ خوب تشہیر ہو جس کی صورت یہ ہے کہ سزا دینے وقت کھلے میدان میں ایمان والوں کا ایک ہجوم ہوتا کہ دوسرے لوگوں کے لئے بھی عبرت و بصیرت بن جائے۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لوگوں کی موجودگی سے یہ مقصود ہو کہ عموماً کوچہ چل جائے کہ اس مجرم نے عذاب کیڑوں کو جذب کر لیا ہے اور ممکن ہے وہ سے معاف نہ کریں اور دوبارہ جرم پر آمادہ کر دیں اس لئے اس سے ہوشیار رہنا چاہئے۔

قرآن پاک کی ایک اور آیت میں فرمایا گیا ہے:

﴿الَّذِينَ لَا يَكْفُرُونَ إِلَّا زَانِيَةً أَوْ مُشْرِكَةً وَالزَّانِيَةُ وَالْمُشْرِكَةُ يُضَاعَفُ لَهُمَا الْعَذَابُ لَأَنَّهُمَا كَانُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَمْنَعُونَ﴾

مُشْرِكُ (النور)

”اُن کی مردانگاہ بھی بجز زانیہ یا مشرک کے کسی اور کے ساتھ نہیں کرتا اور زانیہ عورت کے ساتھ بھی اور کوئی نکاح نہیں کرتا پھر ان پر مشرک کے“

اس آیت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ زنا کار کی اول نظر رمانی پر جاتی ہے اور زنا کار نہیں اس کی طبیعت میں رنج پس جاتا ہے اس لئے ایسے شخص سے ہوشیار رہنا بہت ضروری ہے بہر حال زانی مرد و زانیہ عورت کے ساتھ ایسا سلوک ہو کہ انہیں محسوس نہ ہو کہ جو بیچہ ہم نے کیا برا کیا، اتنا برا کہ سماج اور معاشرہ بھی سے برداشت نہیں کر سکتا اس طرح وہ اپنے کئے پر پچھتا نہیں کسی لحاظ سے ان کے اس برے فعل پر تائید کا پسو پیدا نہ ہونے پائے تاکہ دوسروں پر بھی یہ معاملہ اثر انداز ہو۔

واضح رہے کہ اگر زنا کے مرتکب مرد و عورت شادی شدہ ہوں تو ان کی سزا یہ ہے کہ انہیں سنگسار یعنی پتھر مار مار کر قتل کر دیا جائے۔

حد زنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت رید بن خالد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ دو آدمی آنحضرت ﷺ کی خدمت حایہ میں اپنا جھگڑا لے کر پیش ہوئے۔ ایک نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہمارا فیصلہ اللہ کی کتاب کے مطابق فرما دیجئے۔ دوسرا جو پہلے سے کچھ کھجھار تھا جی ہاں یا رسول اللہ ﷺ ہمارا فیصلہ اللہ کی کتاب کے موافق فرما دیجئے۔ مجھے کچھ عرض کرنے کی بھی اجازت مرحمت فرمائیے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ کہنے لگا کہ میرا ایسا شخص کے ہاں مزدوری کرتا تھا۔ اس نے اس شخص کی بیوی کے ساتھ زنا کر لیا۔ مجھے دھوکے سے بتایا کہ تیرے بیٹے کو زجر ہو گا۔ میں نے سوئیریاں دے کر ایک ہاندی فدیہ میں دے دی پھر اہل علم سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ تیرے بیٹے کو کوڑے اور ایک سال کی جد و غلی کی سزا ہوگی۔ اس کی بیوی

پر رحم ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ میں تمہارے درمیان اللہ کی کتاب سے مطابق فیصد کروں گا۔ تیری بکریاں اور باندی تجھے واپس ملے گی اور تیرے بیٹے کو سو کوڑے لگیں گے اور ایک سال کی جلاوطنی کی سزا ہوگی۔ آپ ﷺ نے حضرت امیر اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رشاد فرمایا کہ اس شخص کی بیوی کے پاس جا کر دریافت کرو کہ وہ عتف کر لے تو رحم کر دو۔ چنانچہ عورت نے اقبال جرم کر لیا۔ اس پر حد رحم جاری کر دی گئی۔

شادی شدہ اور غیر شادی شدہ کے بے زنا کی سزا:

حدیث شریف سے رونا کا حکم معلوم ہو گیا ہے کہ زانی مرد یا عورت جب کہ شادی شدہ نہ ہوں تو ان پر سو کوڑے لازم ہوتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان بھی ہے ﴿الرَّابِعَةُ وَالرَّابِعُ فَاجِدُوهُمَا مِنْهُمَا مِائَةُ جَلْدٍ﴾ کہ زانیہ عورت اور زانی مرد ان میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ۔

﴿وَلَا تَجِدُوهُمَا فِي دِينِ اللَّهِ﴾ [المور ۲]

”وہ تم دوگوں کو ان پر اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں ذرا رحم نہ آنا چاہئے۔“

یعنی اللہ تعالیٰ کی حدود کے بارے میں تم پر شفقت اور مہربانی کا غلبہ نہیں ہوتا چاہے کہ کہیں حدود اللہ کو ہی ختم کر دو حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر تم سے کہیں زیادہ مہربان ہیں اور اس کے باوجود اس نے زیوں کو حد لگانے کا حکم فرمایا جس پر دنیا میں حد قائم نہ ہوئی قیامت کے دن سرعام اسے آگ کے کوڑے لگائے جائیں گے۔ پھر ارشاد مبارک ہے

﴿إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾

”یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ کی توحید و رقیمت کے دن کا یقین رکھتے ہو تو حد کو معطل نہ کرو۔“

﴿وَلْيَشْهَدْ عَذَابُهُمَا طَائِفَةٌ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾

”اور حد قائم کرتے وقت مؤمنوں کا ایک گروہ موجود ہونا چاہئے۔“

تاکہ نہ میں شدت پیدا ہو اور لوگوں کے سامنے حوب شرمدگی ہوگی۔ اس طرح آئندہ دنیا زد میں گئے اور جرم کا اعادہ نہ کریں گے۔ یہ غیر شادی شدہ کی حد کا بیان ہے اور اگر مرد و شادی شدہ ہے کہ نکاح کے حد مبارک شرت کر چکا ہے۔ یا عورت ایسی ہے کہ اس کا خاوند اس کے ساتھ مبارک شرت بھی کر چکا ہے پھر وہ رونا کر لیں تو ان کی سزا رحم ہے۔

حد رحم

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت امیر رضی اللہ عنہ بن، لک کورجم کی سزا دی۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک عورت نے خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر رونا کا اقرار کیا اور کسی گناہ سے اسے حمل بھی تھا۔ آپ ﷺ نے بچہ پیدا ہونے تک اسے سزا فرمادیا۔ اس وقت سے فارغ ہو کر وہ پھر حاضر ہوئی تو سزا رحم کی سزا دی گئی۔

(مسلم ۱۶۹۵۔ ابوداؤد ۴۴۴۲۔ احمد ۲۱۸۷۱۔ دارمی ۲۲۲۱)

یہ دنیا کی سزا ہے اگر دنیا میں لگتی تو درست ہے ورنہ آخرت میں ملے گی۔ آخرت کا عذاب بہت ہی شدید اور دیرپا ہے۔ لہذا رونا سے بہت ہی بچنا چاہئے کہ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزَّوْجَ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا﴾

[ہنی اسرائیل: ۳۲]

”اور زنا کے پاس بھی مت چلکو بد شہوہ بڑی ہے حیوانی کی بات ہے۔“

مطلب یہ ہے کہ زنا نہ کر دو اس سے بہت ہی بچو کہ یہ بہت بڑا گناہ ہے اور اللہ

تقویٰ کی ناراضگی کا سبب ہے اور مستی پر رستہ ہے۔ جس بل زمانے سے مدینہ راستہ ہے جو کہیں جہم کی طرف نہ جا رہے اور یک جہد ارشاد ہے

وَلَا تَقْرَبُوا الْمُوَاصِلَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ [انعام ۱۰۵]

”اور بے حیائی کے جتنے طریقے ہیں ان کے پاس بھی مت جاؤ خواہ وہ ظاہر ہو خواہ پوشیدہ۔“

بد نظری بھی زنا ☆

ظہور سے مراد بڑا گناہ۔ جس کی زنا و بطن سے بوس و کن و غیرہ مراد ہے۔ یہ سب زنا ہی میں داخل ہیں۔ (مجاہد ۲۱۵۲-۲۱۵۳-۲۱۵۴)

جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ ہاتھ زنا کرتے ہیں اور آنکھیں بھی زنا کرتی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيْمٌ يُّصْغُرُونَ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ [النور ۳۰، ۳۱]

”آپ مسلمان مردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ اس کے لیے زیادہ مسالٰتی کی بات ہے بیشک اللہ تعالیٰ کو سب خبر ہے جو کچھ دُک کیا کرتے ہیں اور مسلمان عورتوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔“

حدیثوں نے اس آیت میں مردوں اور عورتوں کو نمازیں پست رکھنے اور اپنی شرمگاہوں کو حرام سے محفوظ رکھنے کا حکم فرمایا ہے اور نماز و تورات، انجیل، زبور و فرقان کی بہت سی آیات میں حرام قرار دیا ہے اور یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ جس کی مؤمن کی عزت و آبرو غنٹنے سے بڑھ کر اور اس کے نسب کو خراب کرنے سے بڑا اور کیا

نہ ہو گا۔

حضرت جعفرؓ میں ابی طالب سے روایت ہے کہ نبیوں نے جاہلیت میں بھی زنا نہیں کیا اور نہ کرتے تھے کہ جب مجھے یہ گورائیں کہ کوئی شخص میری عزت کو پامان کرے تو میں کسی کی عزت کیسے پاس کر سکتا ہوں۔

زنا میں چھ بُری خصلتیں ☆

بعض صحیحہ یعنی مذہبوں منہم سے روایت ہے کہ زنا سے بہت کچھ کہ اس میں چھ خصلتیں ہیں۔ جن دنیا میں تین آخرت میں۔ انیا کی تیر ہیں

- ① رزاق میں کمی اور بے پروائی ہو جاتی ہے۔
- ② نیکی کی توفیق سے محرومی ہو جاتی ہے۔
- ③ دُلوں کے دلوں میں اس سے نفرت موحاتی ہے۔

آخرت کی تین یہ ہیں

- ④ اللہ کا غضب۔
- ⑤ عذاب کی سختی

⑥ اور خ میں واحد جسے اللہ تعالیٰ نے الدارِ بخوری فرمایا ہے کہ وہ سب سے بڑی آگ ہے۔

یہ حدیث میں ہے کہ تہری یہ ”گ“ اور خ کی ”گ“ کا سترہاں حصہ ہے۔ (مسلم ۲۸۳-۲۸۴-۲۸۵-۲۸۶-۲۸۷-۲۸۸-۲۸۹-۲۹۰-۲۹۱-۲۹۲-۲۹۳-۲۹۴-۲۹۵-۲۹۶-۲۹۷-۲۹۸-۲۹۹-۳۰۰-۳۰۱-۳۰۲-۳۰۳-۳۰۴-۳۰۵-۳۰۶-۳۰۷-۳۰۸-۳۰۹-۳۱۰-۳۱۱-۳۱۲-۳۱۳-۳۱۴-۳۱۵-۳۱۶-۳۱۷-۳۱۸-۳۱۹-۳۲۰-۳۲۱-۳۲۲-۳۲۳-۳۲۴-۳۲۵-۳۲۶-۳۲۷-۳۲۸-۳۲۹-۳۳۰-۳۳۱-۳۳۲-۳۳۳-۳۳۴-۳۳۵-۳۳۶-۳۳۷-۳۳۸-۳۳۹-۳۴۰-۳۴۱-۳۴۲-۳۴۳-۳۴۴-۳۴۵-۳۴۶-۳۴۷-۳۴۸-۳۴۹-۳۵۰-۳۵۱-۳۵۲-۳۵۳-۳۵۴-۳۵۵-۳۵۶-۳۵۷-۳۵۸-۳۵۹-۳۶۰-۳۶۱-۳۶۲-۳۶۳-۳۶۴-۳۶۵-۳۶۶-۳۶۷-۳۶۸-۳۶۹-۳۷۰-۳۷۱-۳۷۲-۳۷۳-۳۷۴-۳۷۵-۳۷۶-۳۷۷-۳۷۸-۳۷۹-۳۸۰-۳۸۱-۳۸۲-۳۸۳-۳۸۴-۳۸۵-۳۸۶-۳۸۷-۳۸۸-۳۸۹-۳۹۰-۳۹۱-۳۹۲-۳۹۳-۳۹۴-۳۹۵-۳۹۶-۳۹۷-۳۹۸-۳۹۹-۴۰۰-۴۰۱-۴۰۲-۴۰۳-۴۰۴-۴۰۵-۴۰۶-۴۰۷-۴۰۸-۴۰۹-۴۱۰-۴۱۱-۴۱۲-۴۱۳-۴۱۴-۴۱۵-۴۱۶-۴۱۷-۴۱۸-۴۱۹-۴۲۰-۴۲۱-۴۲۲-۴۲۳-۴۲۴-۴۲۵-۴۲۶-۴۲۷-۴۲۸-۴۲۹-۴۳۰-۴۳۱-۴۳۲-۴۳۳-۴۳۴-۴۳۵-۴۳۶-۴۳۷-۴۳۸-۴۳۹-۴۴۰-۴۴۱-۴۴۲-۴۴۳-۴۴۴-۴۴۵-۴۴۶-۴۴۷-۴۴۸-۴۴۹-۴۵۰-۴۵۱-۴۵۲-۴۵۳-۴۵۴-۴۵۵-۴۵۶-۴۵۷-۴۵۸-۴۵۹-۴۶۰-۴۶۱-۴۶۲-۴۶۳-۴۶۴-۴۶۵-۴۶۶-۴۶۷-۴۶۸-۴۶۹-۴۷۰-۴۷۱-۴۷۲-۴۷۳-۴۷۴-۴۷۵-۴۷۶-۴۷۷-۴۷۸-۴۷۹-۴۸۰-۴۸۱-۴۸۲-۴۸۳-۴۸۴-۴۸۵-۴۸۶-۴۸۷-۴۸۸-۴۸۹-۴۹۰-۴۹۱-۴۹۲-۴۹۳-۴۹۴-۴۹۵-۴۹۶-۴۹۷-۴۹۸-۴۹۹-۵۰۰-۵۰۱-۵۰۲-۵۰۳-۵۰۴-۵۰۵-۵۰۶-۵۰۷-۵۰۸-۵۰۹-۵۱۰-۵۱۱-۵۱۲-۵۱۳-۵۱۴-۵۱۵-۵۱۶-۵۱۷-۵۱۸-۵۱۹-۵۲۰-۵۲۱-۵۲۲-۵۲۳-۵۲۴-۵۲۵-۵۲۶-۵۲۷-۵۲۸-۵۲۹-۵۳۰-۵۳۱-۵۳۲-۵۳۳-۵۳۴-۵۳۵-۵۳۶-۵۳۷-۵۳۸-۵۳۹-۵۴۰-۵۴۱-۵۴۲-۵۴۳-۵۴۴-۵۴۵-۵۴۶-۵۴۷-۵۴۸-۵۴۹-۵۵۰-۵۵۱-۵۵۲-۵۵۳-۵۵۴-۵۵۵-۵۵۶-۵۵۷-۵۵۸-۵۵۹-۵۶۰-۵۶۱-۵۶۲-۵۶۳-۵۶۴-۵۶۵-۵۶۶-۵۶۷-۵۶۸-۵۶۹-۵۷۰-۵۷۱-۵۷۲-۵۷۳-۵۷۴-۵۷۵-۵۷۶-۵۷۷-۵۷۸-۵۷۹-۵۸۰-۵۸۱-۵۸۲-۵۸۳-۵۸۴-۵۸۵-۵۸۶-۵۸۷-۵۸۸-۵۸۹-۵۹۰-۵۹۱-۵۹۲-۵۹۳-۵۹۴-۵۹۵-۵۹۶-۵۹۷-۵۹۸-۵۹۹-۶۰۰-۶۰۱-۶۰۲-۶۰۳-۶۰۴-۶۰۵-۶۰۶-۶۰۷-۶۰۸-۶۰۹-۶۱۰-۶۱۱-۶۱۲-۶۱۳-۶۱۴-۶۱۵-۶۱۶-۶۱۷-۶۱۸-۶۱۹-۶۲۰-۶۲۱-۶۲۲-۶۲۳-۶۲۴-۶۲۵-۶۲۶-۶۲۷-۶۲۸-۶۲۹-۶۳۰-۶۳۱-۶۳۲-۶۳۳-۶۳۴-۶۳۵-۶۳۶-۶۳۷-۶۳۸-۶۳۹-۶۴۰-۶۴۱-۶۴۲-۶۴۳-۶۴۴-۶۴۵-۶۴۶-۶۴۷-۶۴۸-۶۴۹-۶۵۰-۶۵۱-۶۵۲-۶۵۳-۶۵۴-۶۵۵-۶۵۶-۶۵۷-۶۵۸-۶۵۹-۶۶۰-۶۶۱-۶۶۲-۶۶۳-۶۶۴-۶۶۵-۶۶۶-۶۶۷-۶۶۸-۶۶۹-۶۷۰-۶۷۱-۶۷۲-۶۷۳-۶۷۴-۶۷۵-۶۷۶-۶۷۷-۶۷۸-۶۷۹-۶۸۰-۶۸۱-۶۸۲-۶۸۳-۶۸۴-۶۸۵-۶۸۶-۶۸۷-۶۸۸-۶۸۹-۶۹۰-۶۹۱-۶۹۲-۶۹۳-۶۹۴-۶۹۵-۶۹۶-۶۹۷-۶۹۸-۶۹۹-۷۰۰-۷۰۱-۷۰۲-۷۰۳-۷۰۴-۷۰۵-۷۰۶-۷۰۷-۷۰۸-۷۰۹-۷۱۰-۷۱۱-۷۱۲-۷۱۳-۷۱۴-۷۱۵-۷۱۶-۷۱۷-۷۱۸-۷۱۹-۷۲۰-۷۲۱-۷۲۲-۷۲۳-۷۲۴-۷۲۵-۷۲۶-۷۲۷-۷۲۸-۷۲۹-۷۳۰-۷۳۱-۷۳۲-۷۳۳-۷۳۴-۷۳۵-۷۳۶-۷۳۷-۷۳۸-۷۳۹-۷۴۰-۷۴۱-۷۴۲-۷۴۳-۷۴۴-۷۴۵-۷۴۶-۷۴۷-۷۴۸-۷۴۹-۷۵۰-۷۵۱-۷۵۲-۷۵۳-۷۵۴-۷۵۵-۷۵۶-۷۵۷-۷۵۸-۷۵۹-۷۶۰-۷۶۱-۷۶۲-۷۶۳-۷۶۴-۷۶۵-۷۶۶-۷۶۷-۷۶۸-۷۶۹-۷۷۰-۷۷۱-۷۷۲-۷۷۳-۷۷۴-۷۷۵-۷۷۶-۷۷۷-۷۷۸-۷۷۹-۷۸۰-۷۸۱-۷۸۲-۷۸۳-۷۸۴-۷۸۵-۷۸۶-۷۸۷-۷۸۸-۷۸۹-۷۹۰-۷۹۱-۷۹۲-۷۹۳-۷۹۴-۷۹۵-۷۹۶-۷۹۷-۷۹۸-۷۹۹-۸۰۰-۸۰۱-۸۰۲-۸۰۳-۸۰۴-۸۰۵-۸۰۶-۸۰۷-۸۰۸-۸۰۹-۸۱۰-۸۱۱-۸۱۲-۸۱۳-۸۱۴-۸۱۵-۸۱۶-۸۱۷-۸۱۸-۸۱۹-۸۲۰-۸۲۱-۸۲۲-۸۲۳-۸۲۴-۸۲۵-۸۲۶-۸۲۷-۸۲۸-۸۲۹-۸۳۰-۸۳۱-۸۳۲-۸۳۳-۸۳۴-۸۳۵-۸۳۶-۸۳۷-۸۳۸-۸۳۹-۸۴۰-۸۴۱-۸۴۲-۸۴۳-۸۴۴-۸۴۵-۸۴۶-۸۴۷-۸۴۸-۸۴۹-۸۵۰-۸۵۱-۸۵۲-۸۵۳-۸۵۴-۸۵۵-۸۵۶-۸۵۷-۸۵۸-۸۵۹-۸۶۰-۸۶۱-۸۶۲-۸۶۳-۸۶۴-۸۶۵-۸۶۶-۸۶۷-۸۶۸-۸۶۹-۸۷۰-۸۷۱-۸۷۲-۸۷۳-۸۷۴-۸۷۵-۸۷۶-۸۷۷-۸۷۸-۸۷۹-۸۸۰-۸۸۱-۸۸۲-۸۸۳-۸۸۴-۸۸۵-۸۸۶-۸۸۷-۸۸۸-۸۸۹-۸۹۰-۸۹۱-۸۹۲-۸۹۳-۸۹۴-۸۹۵-۸۹۶-۸۹۷-۸۹۸-۸۹۹-۹۰۰-۹۰۱-۹۰۲-۹۰۳-۹۰۴-۹۰۵-۹۰۶-۹۰۷-۹۰۸-۹۰۹-۹۱۰-۹۱۱-۹۱۲-۹۱۳-۹۱۴-۹۱۵-۹۱۶-۹۱۷-۹۱۸-۹۱۹-۹۲۰-۹۲۱-۹۲۲-۹۲۳-۹۲۴-۹۲۵-۹۲۶-۹۲۷-۹۲۸-۹۲۹-۹۳۰-۹۳۱-۹۳۲-۹۳۳-۹۳۴-۹۳۵-۹۳۶-۹۳۷-۹۳۸-۹۳۹-۹۴۰-۹۴۱-۹۴۲-۹۴۳-۹۴۴-۹۴۵-۹۴۶-۹۴۷-۹۴۸-۹۴۹-۹۵۰-۹۵۱-۹۵۲-۹۵۳-۹۵۴-۹۵۵-۹۵۶-۹۵۷-۹۵۸-۹۵۹-۹۶۰-۹۶۱-۹۶۲-۹۶۳-۹۶۴-۹۶۵-۹۶۶-۹۶۷-۹۶۸-۹۶۹-۹۷۰-۹۷۱-۹۷۲-۹۷۳-۹۷۴-۹۷۵-۹۷۶-۹۷۷-۹۷۸-۹۷۹-۹۸۰-۹۸۱-۹۸۲-۹۸۳-۹۸۴-۹۸۵-۹۸۶-۹۸۷-۹۸۸-۹۸۹-۹۹۰-۹۹۱-۹۹۲-۹۹۳-۹۹۴-۹۹۵-۹۹۶-۹۹۷-۹۹۸-۹۹۹-۱۰۰۰-۱۰۰۱-۱۰۰۲-۱۰۰۳-۱۰۰۴-۱۰۰۵-۱۰۰۶-۱۰۰۷-۱۰۰۸-۱۰۰۹-۱۰۱۰-۱۰۱۱-۱۰۱۲-۱۰۱۳-۱۰۱۴-۱۰۱۵-۱۰۱۶-۱۰۱۷-۱۰۱۸-۱۰۱۹-۱۰۲۰-۱۰۲۱-۱۰۲۲-۱۰۲۳-۱۰۲۴-۱۰۲۵-۱۰۲۶-۱۰۲۷-۱۰۲۸-۱۰۲۹-۱۰۳۰-۱۰۳۱-۱۰۳۲-۱۰۳۳-۱۰۳۴-۱۰۳۵-۱۰۳۶-۱۰۳۷-۱۰۳۸-۱۰۳۹-۱۰۴۰-۱۰۴۱-۱۰۴۲-۱۰۴۳-۱۰۴۴-۱۰۴۵-۱۰۴۶-۱۰۴۷-۱۰۴۸-۱۰۴۹-۱۰۵۰-۱۰۵۱-۱۰۵۲-۱۰۵۳-۱۰۵۴-۱۰۵۵-۱۰۵۶-۱۰۵۷-۱۰۵۸-۱۰۵۹-۱۰۶۰-۱۰۶۱-۱۰۶۲-۱۰۶۳-۱۰۶۴-۱۰۶۵-۱۰۶۶-۱۰۶۷-۱۰۶۸-۱۰۶۹-۱۰۷۰-۱۰۷۱-۱۰۷۲-۱۰۷۳-۱۰۷۴-۱۰۷۵-۱۰۷۶-۱۰۷۷-۱۰۷۸-۱۰۷۹-۱۰۸۰-۱۰۸۱-۱۰۸۲-۱۰۸۳-۱۰۸۴-۱۰۸۵-۱۰۸۶-۱۰۸۷-۱۰۸۸-۱۰۸۹-۱۰۹۰-۱۰۹۱-۱۰۹۲-۱۰۹۳-۱۰۹۴-۱۰۹۵-۱۰۹۶-۱۰۹۷-۱۰۹۸-۱۰۹۹-۱۱۰۰-۱۱۰۱-۱۱۰۲-۱۱۰۳-۱۱۰۴-۱۱۰۵-۱۱۰۶-۱۱۰۷-۱۱۰۸-۱۱۰۹-۱۱۱۰-۱۱۱۱-۱۱۱۲-۱۱۱۳-۱۱۱۴-۱۱۱۵-۱۱۱۶-۱۱۱۷-۱۱۱۸-۱۱۱۹-۱۱۲۰-۱۱۲۱-۱۱۲۲-۱۱۲۳-۱۱۲۴-۱۱۲۵-۱۱۲۶-۱۱۲۷-۱۱۲۸-۱۱۲۹-۱۱۳۰-۱۱۳۱-۱۱۳۲-۱۱۳۳-۱۱۳۴-۱۱۳۵-۱۱۳۶-۱۱۳۷-۱۱۳۸-۱۱۳۹-۱۱۴۰-۱۱۴۱-۱۱۴۲-۱۱۴۳-۱۱۴۴-۱۱۴۵-۱۱۴۶-۱۱۴۷-۱۱۴۸-۱۱۴۹-۱۱۵۰-۱۱۵۱-۱۱۵۲-۱۱۵۳-۱۱۵۴-۱۱۵۵-۱۱۵۶-۱۱۵۷-۱۱۵۸-۱۱۵۹-۱۱۶۰-۱۱۶۱-۱۱۶۲-۱۱۶۳-۱۱۶۴-۱۱۶۵-۱۱۶۶-۱۱۶۷-۱۱۶۸-۱۱۶۹-۱۱۷۰-۱۱۷۱-۱۱۷۲-۱۱۷۳-۱۱۷۴-۱۱۷۵-۱۱۷۶-۱۱۷۷-۱۱۷۸-۱۱۷۹-۱۱۸۰-۱۱۸۱-۱۱۸۲-۱۱۸۳-۱۱۸۴-۱۱۸۵-۱۱۸۶-۱۱۸۷-۱۱۸۸-۱۱۸۹-۱۱۹۰-۱۱۹۱-۱۱۹۲-۱۱۹۳-۱۱۹۴-۱۱۹۵-۱۱۹۶-۱۱۹۷-۱۱۹۸-۱۱۹۹-۱۲۰۰-۱۲۰۱-۱۲۰۲-۱۲۰۳-۱۲۰۴-۱۲۰۵-۱۲۰۶-۱۲۰۷-۱۲۰۸-۱۲۰۹-۱۲۱۰-۱۲۱۱-۱۲۱۲-۱۲۱۳-۱۲۱۴-۱۲۱۵-۱۲۱۶-۱۲۱۷-۱۲۱۸-۱۲۱۹-۱۲۲۰-۱۲۲۱-۱۲۲۲-۱۲۲۳-۱۲۲۴-۱۲۲۵-۱۲۲۶-۱۲۲۷-۱۲۲۸-۱۲۲۹-۱۲۳۰-۱۲۳۱-۱۲۳۲-۱۲۳۳-۱۲۳۴-۱۲۳۵-۱۲۳۶-۱۲۳۷-۱۲۳۸-۱۲۳۹-۱۲۴۰-۱۲۴۱-۱۲۴۲-۱۲۴۳-۱۲۴۴-۱۲۴۵-۱۲۴۶-۱۲۴۷-۱۲۴۸-۱۲۴۹-۱۲۵۰-۱۲۵۱-۱۲۵۲-۱۲۵۳-۱۲۵۴-۱۲۵۵-۱۲۵۶-۱۲۵۷-۱۲۵۸-۱۲۵۹-۱۲۶۰-۱۲۶۱-۱۲۶۲-۱۲۶۳-۱۲۶۴-۱۲۶۵-۱۲۶۶-۱۲۶۷-۱۲۶۸-۱۲۶۹-۱۲۷۰-۱۲۷۱-۱۲۷۲-۱۲۷۳-۱۲۷۴-۱۲۷۵-۱۲۷۶-۱۲۷۷-۱۲۷۸-۱۲۷۹-۱۲۸۰-۱۲۸۱-۱۲۸۲-۱۲۸۳-۱۲۸۴-۱۲۸۵-۱۲۸۶-۱۲۸۷-۱۲۸۸-۱۲۸۹-۱۲۹۰-۱۲۹۱-۱۲۹۲-۱۲۹۳-۱۲۹۴-۱۲۹۵-۱۲۹۶-۱۲۹۷-۱۲۹۸-۱۲۹۹-۱۳۰۰-۱۳۰۱-۱۳۰۲-۱۳۰۳-۱۳۰۴-۱۳۰۵-۱۳۰۶-۱۳۰۷-۱۳۰۸-۱۳۰۹-۱۳۱۰-۱۳۱۱-۱۳۱۲-۱۳۱۳-۱۳۱۴-۱۳۱۵-۱۳۱۶-۱۳۱۷-۱۳۱۸-۱۳۱۹-۱۳۲۰-۱۳۲۱-۱۳۲۲-۱۳۲۳-۱۳۲۴-۱۳۲۵-۱۳۲۶-۱۳۲۷-۱۳۲۸-۱۳۲۹-۱۳۳۰-۱۳۳۱-۱۳۳۲-۱۳۳۳-۱۳۳۴-۱۳۳۵-۱۳۳۶-۱۳۳۷-۱۳۳۸-۱۳۳۹-۱۳۴۰-۱۳۴۱-۱۳۴۲-۱۳۴۳-۱۳۴۴-۱۳۴۵-۱۳۴۶-۱۳۴۷-۱۳۴۸-۱۳۴۹-۱۳۵۰-۱۳۵۱-۱۳۵۲-۱۳۵۳-۱۳۵۴-۱۳۵۵-۱۳۵۶-۱۳۵۷-۱۳۵۸-۱۳۵۹-۱۳۶۰-۱۳۶۱-۱۳۶۲-۱۳۶۳-۱۳۶۴-۱۳۶۵-۱۳۶۶-۱۳۶۷-۱۳۶۸-۱۳۶۹-۱۳۷۰-۱۳۷۱-۱۳۷۲-۱۳۷۳-۱۳۷۴-۱۳۷۵-۱۳۷۶-۱۳۷۷-۱۳۷۸-۱۳۷۹-۱۳۸۰-۱۳۸۱-۱۳۸۲-۱۳۸۳-۱۳۸۴-۱۳۸۵-۱۳۸۶-۱۳۸۷-۱۳۸۸-۱۳۸۹-۱۳۹۰-۱۳۹۱-۱۳۹۲-۱۳۹۳-۱۳۹۴-۱۳۹۵-۱۳۹۶-۱۳۹۷-۱۳۹۸-۱۳۹۹-۱۴۰۰-۱۴۰۱-۱۴۰۲-۱۴۰۳-۱۴۰۴-۱۴۰۵-۱۴۰۶-۱۴۰۷-۱۴۰۸-۱۴۰۹-۱۴۱۰-۱۴۱۱-۱۴۱۲-۱۴۱۳-۱۴۱۴-۱۴۱۵-۱۴۱۶-۱۴۱۷-۱۴۱۸-۱۴۱۹-۱۴۲۰-۱۴۲۱-۱۴۲۲-۱۴۲۳-۱۴۲۴-۱۴۲۵-۱۴۲۶-۱۴۲۷-۱۴۲۸-۱۴۲۹-۱۴۳۰-۱۴۳۱-۱۴۳۲-۱۴۳۳-۱۴۳۴-۱۴۳۵-۱۴۳۶-۱۴۳۷-۱۴۳۸-۱۴۳۹-۱۴۴۰-۱۴۴۱-۱۴۴۲-۱۴۴۳-۱۴۴۴-۱۴۴۵-۱۴۴۶-۱۴۴۷-۱۴۴۸-۱۴۴۹-۱۴۵۰-۱۴۵۱-۱۴۵۲-۱۴۵۳-۱۴۵۴-۱۴۵۵-۱۴۵۶-۱۴۵۷-۱۴۵۸-۱۴۵۹-۱۴۶۰-۱۴۶۱-۱۴۶۲-۱۴۶۳-۱۴۶۴-۱۴۶۵-۱۴۶۶-۱۴۶۷-۱۴۶۸-۱۴۶۹-۱۴۷۰-۱۴۷۱-۱۴۷۲-۱۴۷۳-۱۴۷۴-۱۴۷۵-۱۴۷۶-۱۴۷۷-۱۴۷۸-۱۴۷۹-۱۴۸۰-۱۴۸۱-۱۴۸۲-۱۴۸۳-۱۴۸۴-۱۴۸۵-۱۴۸۶-۱۴۸۷-۱۴۸۸-۱۴۸۹-۱۴۹۰-۱۴۹۱-۱۴۹۲-۱۴۹۳-۱۴۹۴-۱۴۹۵-۱۴۹۶-۱۴۹۷-۱۴۹۸-۱۴۹۹-۱۵۰۰-۱۵۰۱-۱۵۰۲-۱۵۰۳-۱۵۰۴-۱۵۰۵-۱۵۰۶-۱۵۰۷-۱۵۰۸-۱۵۰۹-۱۵۱۰-۱۵۱۱-۱۵۱۲-۱۵۱۳-۱۵۱۴-۱۵۱۵-۱۵۱۶-۱۵۱۷-۱۵۱۸-۱۵۱۹-۱۵۲۰-۱۵۲۱-۱۵۲۲-۱۵۲۳-۱۵۲۴-۱۵۲۵-۱۵۲۶-۱۵۲۷-۱۵۲۸-۱۵۲۹-۱۵۳۰-۱۵۳۱-۱۵۳۲-۱۵۳۳-۱۵۳۴-۱۵۳۵-۱۵۳۶-۱۵۳۷-۱۵۳۸-۱۵۳۹-۱۵۴۰-۱۵۴۱-۱۵۴۲-۱۵۴۳-۱۵۴۴-۱۵۴۵-۱۵۴۶-۱۵۴۷-۱۵۴۸-۱۵۴۹-۱۵۵۰-۱۵۵۱-۱۵۵۲-۱۵۵۳-۱۵۵۴-۱۵۵۵-۱۵۵۶-۱۵۵۷-۱۵۵۸-۱۵۵۹-۱۵۶۰-۱۵۶۱-۱۵۶۲-۱۵۶۳-۱۵۶۴-۱۵۶۵-۱۵۶۶-۱۵۶۷-۱۵۶۸-۱۵۶۹-۱۵۷۰-۱۵۷۱-۱۵۷۲-۱۵۷۳-۱۵۷۴-۱۵۷۵-۱۵۷۶-۱۵۷۷-۱۵۷۸-۱۵۷۹-۱۵۸۰-۱۵۸۱-۱۵۸۲-۱۵۸۳-۱۵۸۴-۱۵۸۵-۱۵۸۶-۱۵۸۷-۱۵۸۸-۱۵۸۹-۱۵۹۰-۱۵۹۱-۱۵۹۲-۱۵۹۳-۱۵۹۴-۱۵۹۵-۱۵۹۶-۱۵۹۷-۱۵۹۸-۱۵۹۹-۱۶۰۰-۱۶۰۱-۱۶۰۲-۱۶۰۳-۱۶۰۴-۱۶۰۵-۱۶۰۶-۱۶۰۷-۱۶۰۸-۱۶۰۹-۱۶۱۰-۱۶۱۱-۱۶۱۲-۱۶۱۳-۱۶۱۴-۱۶۱۵-۱۶۱۶-۱۶۱۷-۱۶۱۸-۱۶۱۹-۱۶۲۰-۱۶۲۱-۱۶۲۲-۱۶۲۳-۱۶۲۴-۱۶۲۵-۱۶۲۶-۱۶۲۷-۱۶۲۸

ج۔۔۔ س کے پڑوس میں سے کوئی کپڑا زمین و آسمان کے درمیان ٹکا دیا۔
تو زمین و آسمان کی بنیادوں سے مرجا میں اور اس کے رقوم کا ایک قطرہ اگر زمین
پر نہ دیا جائے تو زمین و آسمان کے تمام اسباب حیات تباہ ہو کے رہ جائیں اور اس
میں فرشتوں میں سے جن کا ذکر قرآن پاک میں آیا ہے اگر کوئی ایک فرشتہ زمین پر
سوار ہو جائے تو سب اہل زمین اس کی محبت سے مرجا میں اور اس کی زنجیروں کا
ایک حلقہ اگر زمین پر نہ دیا جائے تو وہ سے نیچے تک جھٹکا چھو جائے۔ کہیں نہ
رکے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبرائیل اس کافی ہے اور رونے لگے اور
جبرائیل بھی رونے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبرائیل تم کیوں روتے ہو تمہارا تو
اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت ونیجی مقام ہے۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
مجھے کیا بھروسہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں کسی مقام پر رہوں گا یا مجھے بھی ہاروت
ہاروت اور ابلیس کی طرح کسی امتحان و آزمائش میں مبتلا ہونا پڑے گا۔

(ترمذی ۲۵۸۵۔ ابن ماجہ ۴۲۲۵۔ احمد ۲۵۹۹)

☆ ذرا سوچئے!

جب جبرائیل علیہ السلام درمقربین فرشتے، نگاہ خداوندی میں روتے ہیں تو
ایک گھبراہٹ آتی تو بہت ہی رونا چاہئے۔ دیکھنا کہیں اپنی حیات و صحت کے دھوکہ
میں نہ رہنا کہ یہ تو ختم ہونے والا ہے اور عذاب بہت طویل ہے۔ زنا سے بچتے رہو
کہ وہ عصب مارا سنگی اور دردناک عذاب رہتا ہے۔ نہانی سنگین وہ زنا ہے جس میں
کوئی شخص مسلسل بگاڑتا رہے۔ مثلاً اپنی بیوی کو طلاق دے کر دوسری بیوی سے
تھہرے رہتا رہے۔ رسواں کے ذریعے لوگوں میں غم نہیں کرتا۔ یہ شخص کو آخرت
کی رسواں کے خوف کی وجہ سے زنا سے بہت ہی بچنا چاہئے اس پر ہرگز صراحت کرے
یہ کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مقابلہ کی تاب کس کو ہے۔ خوب تو یہ کہ اللہ تعالیٰ
پنے بندوں کی توبہ قبول فرماتے ہیں ورتوبہ اور عداوت کا وقت دنیاوی زندگی تک ہی

ہے۔ مرنے کے بعد نہ تو یہ کچھ فائدہ دے گی اور نہ ہی ندامت کام آئے گی۔

☆ اہل ایمان کون؟

اللہ تعالیٰ نے ان اہل ایمان کی مدح فرمائی ہے جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت
کرتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ ذَوْنِهِمْ فَاظْفُونُ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ
أَيْمَانُهُمْ فَبَيْنَهُمْ غَيْرُ مَقْصُودٍ فَمَنْ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ
الْعَادُونَ﴾ [المؤمنون ۷۵]

”اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں لیکن اپنی بیویوں سے
یا اپنی لونڈیوں سے تو نہ کوئی لازم نہیں ہاں جو اس کے علاوہ کا طلبگار ہو
ایسے لوگ حد سے نکلے والے ہیں۔“

یعنی یہ لوگ نافرمان ہیں۔ لہذا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ خود بھی رونا سے توبہ کرے
دوسروں کو بھی اس سے روکے رہے۔ کیونکہ جس خطے میں زنا عام ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ
وہاں پر طاعون جیسی وبائی امراض عام کر دیتے ہیں۔

☆ جب دیکھو کہ.....

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ
عنہ کو حضرت بن عباسؓ سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ جب یہ حالات دیکھتے ہیں آئیں کہ
تلواریں سونپی ہوئی ہیں اور خون بہائے جا رہے ہیں۔ تو یقین کر لو کہ ان لوگوں نے
لہذا پاک کے حکم کو شائع کیا ہے۔ جس کا اتمام ایک دوسرے کے ذریعہ یا جارہا ہے
اور جب دیکھو کہ ہر شہر بند ہو رہی ہے تو سمجھو کہ لوگوں نے زکوٰۃ بند کر دی ہے جس کی

وجہ سے اللہ پاک نے اپنی مارش روک لی ہے جب دیکھو کہ وہ بھل رہی ہے تو یقین کر لو کہ زمانہ عام ہو رہا ہے۔
صحیح بخاری میں مروی ہے

((اِنَّ اَبِي هُرَيْرَةَ وَزَيْدَ بْنَ خَالِدٍ اَنَّ رُحَيْنَ اخْتَصِمَا اِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ احِذْ لِحْمَا اَقْصَ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللّٰهِ وَقَالَ الْاُخَرُ احِذْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَاَقْضَ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللّٰهِ وَاَنْذَنَ لِيْ اِنْ اَنْكَلَمُ قَالَ تَكَلَّمُ قَالَ اِنْ اَنْبِيْ كُنْ عَسِيْفًا عَلٰى هَذَا فَرَزِيْ بِامْرَاَتِهِ مَا خَبَرُوْنِيْ اَنْ عَلٰى ابْنِي الرُّحْمَ وَفَقَدْتُ مِنْهُ بِمِائَةِ شَاوٍ وَبَخَا رِبِّيْ لِيْ ثُمَّ اَتَيْتُ سَالَتُ اَهْلَ الْعِلْمِ مَا خَبَرُوْنِيْ اَنْ عَلٰى ابْنِي جُلْدَ مِائَةٍ وَتَعْرِيْبُ غَامٍ وَاَمَّا الرَّحْمُ عَلٰى امْرَاَتِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَا فُضِيْنِيْ بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ اللّٰهِ اَمَّا عَمَلٌ وَحَارِيْتُكَ فَرَدُّ عَلَيْكَ وَاَمَّا ابْنُكَ فَعَلِيْهِ جُلْدُ مِائَةٍ وَتَعْرِيْبُ غَامٍ وَاَمَّا اَنْتَ يَا اُنَيْسُ فَاَعِذْ عَلٰى امْرَاَتِكَ هَذَا فَاِنْ اعْتَرَفْتَ فَاَرْجُمُهَا فَاَعْتَرَفَتْ فَارْجُمُهَا)) [متفق عليه]

صحیح بخاری کتاب الايمان والسير باب كيف كانت بمن النبوة ۶۶۲۳۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ دن رسول کریم ﷺ کی خدمت میں دو آدمی اپنا قضیہ لے کر آئے اس میں سے ایک شخص نے کہا کہ ہمارے درمیان کتاب اللہ کے موافق حکم کیجئے دوسرے نے بھی

عرض کیا کہ ہاں یا رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان کتاب اللہ کے موافق حکم کیجئے اور مجھے اجازت دیجئے کہ میں بیان کروں کہ قضیہ کی صورت کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں کرو اس شخص سے پوچھا گیا کہ میرا میں اس شخص کے ہاں مزدور تھا میں نے اس کی بیوی سے رونا کیا لوگوں سے مجھ سے کہا کہ تمہارے بیٹے کی سزا سنگساری ہے لیکن میں نے اس کو سنگسار کر کے بدلے میں سو بکریاں اور ایک اونٹنی دے دی پھر جب میں نے اس بارے میں حواء سے دریافت کیا تو امہوں نے کہا کہ تمہارا بیٹا چونکہ محسن یعنی شادی شدہ نہیں ہے اس لئے اس کی سزا سو کوڑے میں اور ایک سال کی جلا وطنی ہے اور اس شخص کی عورت کی سزا سنگساری ہے کیونکہ وہ شادی شدہ ہے رسول کریم ﷺ نے یہ قعدن کر فرمایا کہ گھر و بواشم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ جی قعدہ قدرت میں میری جاں ہے میں تمہارے درمیان کتاب اللہ ہی سے موافق فیصلہ کروں گا تو سنو کہ تمہاری بکریاں اور تمہاری اونٹنی تمہیں واپس مل جائے گی اور اگر خود مزمل کے اقرا دیا چار گواہوں کی شہادت سے رونا کا جرم ثابت ہے تو تمہارے بیٹے کو سو کوڑوں کی سزا دی جائے گی اور ایک سال کیلئے جلا وطن کر دیا جائے گا پھر آپ ﷺ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ میں تم اس شخص کی عورت سے پاس جاؤ اگر وہ رونا کا اقرار کرے تو اس کو سنگسار کر دو چنانچہ اس عورت نے رونا کا اقرار کر لیا اور حضرت انس نے اس کو سنگسار کر دیا۔ (بخاری و مسند)

”کتاب اللہ“ سے مراد قرآن کریم نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا حکم مراد ہے کیونکہ قرآن کریم میں رجم و سنگساری کا حکم مذکور نہیں ہے لیکن یہ بھی احتمال ہے کہ کتاب اللہ سے قرآن کریم ہی مراد ہو اس صورت میں کہا جائے گا کہ واقعہ اس وقت کا ہے جب کہ آیت رجم کے الفاظ قرآن کریم سے منسوخ التلوت نہیں ہوئے تھے۔

ایک سال کے لئے جلا وطن کر دیا جائے گا کے بارے میں حضرت امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ ایک سال کی جلا وطنی بھی حد میں داخل ہے یعنی اس کے مزدب غیر شادی شدہ زنا کار کی حد شرعی سزا یہ ہے کہ اس کو سو کوڑے بھی مارے جائیں اور ایک

سرس کے لئے جد وطن بھی کر دیا جائے جب کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ ایک سال کی جد وطنی کے حکم کو مصمت پر محسوس فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک سال کی جد وطنی حد کے طور پر نہیں ہے بلکہ بطور مصمت ہے کہ گرام وقت و حکومت کی سیاسی اور حکومتی مصمت کے پیش نظر ضروری سمجھے تو یک سر کے لئے جد وطن بھی کیا جاسکتا ہے بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ ابتدا و اسلام میں یہی حکم نافذ و جاری تھا مگر جب یہ آیت کریمہ الزَّائِمَةُ وَالزَّائِمُ فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ (یعنی زانی اور زانیہ کو کوڑے مارے جائیں اور ان دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارے جائیں) نازل ہوئی تو یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

فَاعْتَرَفَتْ فَزَجَّهَا چنانچہ اس عورت نے اقرار کیا اور حضرت نبی رضی اللہ عنہ نے اس کو سنگ رکھ دیا اس سے بظاہر یہ ثابت ہوتا ہے کہ حد رنا کے جاری ہونے کے لئے ایک مرتبہ اقرار کرنا کافی ہے جیسے کہ امام شافعی کا مسلک ہے لیکن حضرت امام ابو حنیفہ یہ فرماتے ہیں کہ چار مجلسوں میں چار بار اقرار کرنا ضروری ہے یہاں حدیث میں جس "اقرار" کا ذکر کیا گیا ہے اس سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ وہی اقرار یعنی چار مرتبہ مراد لیتے ہیں جو اس سلسلہ میں معتبر و مقرر ہے چنانچہ دوسری احادیث سے یہ صراحتاً ثابت ہے کہ چار مرتبہ اقرار کرنا ضروری ہے۔

کتب یہودیوں میں بھی زنا ایک جرم عظیم:

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَفْرٍو أَنَّ الْيَهُودَ جَاءُوا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرُوا لَهُ أَنَّ رَجُلًا مِنْهُمْ وَأَمْرًا زَيْنًا فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَجِدُونَ فِي التَّوْرَةِ فِي شَأْنِ الرَّجْمِ قَالُوا مَفْضَحُهُمْ وَيُجْلَدُونَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلَامٍ كَذَبْتُمْ إِنَّ فِيهَا الرَّجْمَ

فَأَنُؤَا بِالْتَّوْرَةِ فَشَرُّوْهَا فَوَصَّعَ أَحَدُهُمْ يَدَهُ عَلَى آيَةِ الرَّجْمِ فَقَرَأَ مَا قَبْلُهَا وَمَا بَعْدَهَا فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلَامٍ أَرَأَيْتَ يَدُ فَرَعٍ هَذَا عَيْنُهَا آيَةُ الرَّجْمِ فَعَدُوا صَدَقَ يَا مُحَمَّدُ فِيهَا آيَةُ الرَّجْمِ فَمَرَبِهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَجَمَا وَفِي رِوَايَةٍ قُلْ أَرَأَيْتَ يَدُ فَرَعٍ هَذَا آيَةُ الرَّجْمِ تُلَوِّخُ فَقَرَأَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ فِيهَا آيَةَ الرَّجْمِ وَلَكِنَّا نَدَّ نَفْسًا بَيْنَهُمَا فَمَرَبَهُمَا فَرَجَمَا (استفاد علیہ)

صحیح بخاری کتاب النکاح باب ما یحد من یسر السورہ ۵: ۵۱۳ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ایک دن یہودیوں کی ایک جماعت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ بیان کیا کہ ان کی قوم میں سے ایک عورت اور ایک مرد جو دونوں محسن (شادی شدہ) تھے نے رنا کیا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تم نے تو رات میں رجم کے بارے میں کیا پڑھا ہے؟ یہودیوں نے کہا کہ ہم زنا کرنے والوں کو دیلیں و رسوا کرتے ہیں و ان کو کوڑے مارے جاتے ہیں ان کی یہ بات سن کر حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا کہ تم لوگ جھوٹ بولتے ہو تو رات میں بھی رجم کا حکم مذکور ہے تو رات اور میں تمہیں رجم کا حکم دکھاتا ہوں چنانچہ جب تو رات اٹھی اور اس کو کھولنا گیا تو یہودیوں میں سے ایک شخص نے جھوٹ سے اس جہانہ ہاتھ رکھ دیا جہاں رجم کے بارے میں آیت تھی یعنی میں نے اپنے ہاتھوں سے رجم کی آیت کو چھپانے کی کوشش کی اور اس کے آگے پیچھے کی آیتیں پڑھنے لگا یہ کہہ کر حضرت عبداللہ بن سلام نے اس سے کہا کہ اپنا ہاتھ ہٹاؤ اس نے

ہاں تھ اٹھیا تو دیکھا گیا کہ وہاں رجم کی آیت موجود تھی اس آیت کو چھپانے والے نے کہا کہ اسے محمد اتورات میں رجم کی آیت موجود ہے مگر ہم اس میں کوئی فرق نہیں کرتے۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے ان دونوں کو سنگسار کرنے کا حکم دیا اور وہ دونوں سنگسار کر دیے گئے۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے (کہ جس نے رجم کی آیت کو پے ہاتھ کے نیچے چھپانے کی کوشش کی تھی) کہا کہ بڑا ہاتھ بنا اور پھر جب اس نے اپنا ہاتھ اٹھیا تو دیکھا گیا کہ وہاں رجم کی آیت موجود تھی اس آیت کو چھپانے والے نے کہا کہ "اسے محمد اتورات میں رجم کی آیت موجود ہے مگر ہم آپس میں ظاہر نہیں کرتے"۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے ان دونوں کو سنگسار کرنے کا حکم دیا اور سنگسار کر دیے گئے۔ (ابن مسعود)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ پہلے یہودی تھے مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں رہبریت پر گامزن کیا اور وہ مسلمان ہو گئے ان کا شمار بڑے اونچے درجہ کے علماء میں ہوتا تھا تو رات پر عبور رکھتے تھے چنانچہ محسن نبوی میں جب یہودیوں نے اپنی روایت تمسوس و تحریف سے کام لیا اور آنحضرت ﷺ سے یہ کہا کہ تو رات میں زمانے مرتب کو سنگسار کرنے کا حکم نہیں ہے بلکہ ہم نے تو رات میں یہ پڑھا ہے کہ جو شخص زمانے مرتب سے اس کو تعزیر کے درجہ ذلیل و رسوا کیا جائے اور کوڑے مارے جائیں اور حضرت عبداللہ بن سلام نے اس کی تکذیب کی اور یہ بتایا کہ تم جو بات کہہ رہے ہو وہ سراسر تحریف ہے تو رات میں رجم کا حکم موجود ہے اور پھر جب انہوں نے تو رات منگائی اس میں مذکورہ رجحان آیت دکھانی چاہی تو اس موقع پر بھی یہودیوں نے پی حیران و مکاری اٹھانی چاہی اور ان میں سے ایک شخص نے ایک روایت کے مطابق جس کا مضمون یہ تھا "اس جگہ اپنا ہاتھ رکھ دیا جہاں رجم کی آیت مذکور تھی اور

اس کے لئے پیچھے کی "تین پڑھنے لگا" مگر عبداللہ بن سلام نے ان کی اس عیاری کا راز بھی طشت ازہام کر دیا۔

اگر یہاں یہ اشکال پیدا ہو کہ رجم (سنگسار) کا سزاوار ہونے کے لئے شخص شادی شدہ ہونا شرط ہے اور شخص ہونے کے لئے مسلمان ہونا شرط ہے یعنی سنگسار کی سزا کسی زانی کو دی جاسکتی ہے جو شخص ہو اور شخص کا اطلاق اسی شخص پر ہو سکتا ہے جو مسلمان ہو تو آنحضرت ﷺ نے ان یہودیوں کو جو مسلمان نہیں تھے رجم کا حکم کیوں دیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان یہودیوں کو رجم کا حکم دیا وہ تو رات کے حکم کے تحت تھے اور یہودیوں کے مذہب میں رجم کے سزاوار کے لئے شخص ہونا شرط نہیں تھا پھر یہ کہ آنحضرت ﷺ اس بارے میں پہلے تو رات کے حکم پر عمل کرتے تھے مگر جب قرآن میں اس کا حکم مارل ہوا تو تو رات کا حکم منسوخ ہو گیا۔

اس موقع پر یہ بتادینا بھی ضروری ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک شخص ہونے کے لئے مسلمان ہونا شرط نہیں ہے یعنی ان کے مسلک کے مطابق شخص کا اطلاق اس شادی شدہ دی پر بھی ہو سکتا ہے جو مسلمان نہ ہو نیز حنفیہ میں سے حضرت امام ابو یوسف کا بھی ایک قول یہی ہے۔

ایک اشکال یہ بھی پیدا ہو سکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جس یہودیوں کے کہنے پر ان دونوں کو کیسے سنگسار کر دیا کیونکہ یہودیوں کی گواہی سرے سے معتبری نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کیا ضروری ہے کہ آنحضرت ﷺ نے صرف ان یہودیوں کے کہنے پر ہی حکم نافذ کیا ہو بلکہ بظاہر بھی مفہوم ہوتا ہے کہ یہ تو خود ان دونوں نے زمانا کا اقرار کیا ہوگا یا ان کے زمانا کی چار مسلمانوں نے گواہی دی ہوگی اور کسی پر آنحضرت ﷺ نے ان دونوں کو سنگسار کر دیا ہوگا۔

اس موقع پر مد علی قادری نے بڑی تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے یہاں اس کا

خادم (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح) مکتبہ حقانیہ، مدنی نسخے سے ترجمہ کر کے نقل کیا گیا ہے اہل علم ان کی کتاب "مرقاۃ" سے مراجعت کر سکتے ہیں۔

بد نظری:

بالغ لڑکے اور لڑکی کی جب بروقت شادی نہ ہو تو انہیں غیر لڑکوں اور غیر لڑکیوں کے محسن اور نیکو حصے صنفی پر غلط نگاہ ڈالنے کی مت پرچاتی ہے اس دوران میں بیجانی کیفیت اور اعضائے صنفی میں انتشار پیدا ہو جاتا ہے اسی انتشار و بیجانی و بد نظری کو شریعت میں عشاء کا رونا قرار دیا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہوا ہے

وَالْعَيْنُ رَايَهَا النَّظْرُ وَلَئِنْ رَاَهَا لَاسْتَمَاعُ
وَالْبَسَاسُ رَايَهَا لِحُلَامٍ وَالْيَدُ رَايَهَا الْبَطْشُ
وَلِزُخْلَانٍ رَايَهَا الْخَطَا وَالْقَلْبُ يَبْهَوِي وَيَتَمَنَّى
دَلَّ الْفَرْجُ اَوْ يُكْذِبُ (صحیح مسلم)

"آنکھوں کا زنا دیکھتا ہے کانوں کا زنا سنا ہے زبان کا زنا بات کرتا ہے ہاتھ کا زنا پکڑتا اور پاؤں کا زنا پھنسا ہے اور دل کا کام آرزو و تمنّا کرنا ہے اور شرمگاہ اس کی ممانعت یا تردید کرتی ہے۔"

حافظ ابن قیم تحریر فرماتے ہیں:

نگاہ شہوت کی قاصد و رہبر ہوتی ہے اور نگاہ کی حفاظت دراصل شرمگاہ اور شہوت کی حفاظت ہے جس نے نظر کو آزاد کر دیا اس نے سے ہدایت میں ڈال دیا اور نظری تمام آفتوں کی بنیاد ہے جن میں انسان مبتلا ہوتا ہے کیونکہ نظر کھٹک پیدا کرتی ہے پھر کھٹک غم کو جو بخشش ہے ورنہ شہوت کو بھارتی ہے شہوت ارادہ کو جنم دیتی ہے ارادہ قوی ہو کر عزیمت میں تبدیل ہو جاتا ہے ورنہ عزیمت میں مزید پختگی ہو کر فعل واقع ہوتا ہے جس سے منزل پر پہنچ کر اس وقت کوئی چارہ کار نہیں رہتا جب کوئی منع

حاکم نہ ہو۔

سب سے بڑی چیز جو ایک مرد و عورت کی طرف یا عورت کو مرد کی طرف مائل کرتی ہے وہ نگاہ سے عقلی طور پر تنبیہ کی سے غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ آنکھوں میں یہاں پوشیدہ ہے جو موقع پر کائناتی دس و مانغ میں تیزی سے سرایت کرنے کی سعی جہم رہتا ہے ورنہ جب سرایت کر جاتا ہے تو دس و مانغ کو نافذ کرتا ہے۔ چنانچہ آپ نے دیکھا ورنہ ہوگا کہ اجنبی مرد نے جب کسی خضی عورت کو زبردستی میں دیکھا اور بار بار دیکھا تو اس کی دلی چٹکاری انگارے میں تبدیل ہو گئی نگاہ کی سی تاثیر کے پیش نظر اسلام نے مرد و عورت دونوں کو حکم دیا ہے کہ پیش نظریں پست رکھیں۔

﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوْنَ مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْنَ أَرْوَاحَهُمْ دِثًّ

اَوْسًّی لَّهُمْ اِنَّ مَلَكًا خَبِیْرًا بِمَا یَصْنَعُوْنَ﴾ (النور)

"اے پیغمبر! آپ مسلمان مردوں سے فرما دیجئے اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لئے زیادہ پاکیزگی کی بات ہے اللہ تعالیٰ اس سے خوب باخبر ہے جو یہ لوگ کیا کرتے ہیں۔"

اس کے بعد عورتوں کو خطاب کر کے فرمایا:

﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ یَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ أَرْوَاحَهُنَّ

اَوْسًّی لَّهُمْ اِنَّ مَلَكًا خَبِیْرًا بِمَا یَصْنَعُوْنَ﴾ (النور)

یہی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔"

معاشرے کو جنسی بیجانی و انتشار سے پاک صاف رکھنے کے لئے چہرہ کا پردہ ایک نہ ہری تدبیر ہے جبکہ نگاہ میں پست رکھنے کا حکم باطنی تدبیر ہے۔

اسلام نے ان سوتوں اور سوراخوں کو ہی بند کر ڈالا جہاں سے فتنہ کا چشمہ ابلیس تھا اور معاشرتی اخلاق پر جہاں سے شرب پڑتی تھی کائنات کو فتنہ و فساد سے محفوظ رکھنے

کے لئے جائز حد تک نظر اٹھانے کی اجازت دی اور اس کے بعد پہرہ پہن دیا تاکہ نہ کسی خوبصورت دریا کی ادایہیں اور نہ کوئی مرغ کل کی طرح تڑپتا رہے۔ غور کریں اسلام نے قوانین عفت و عصمت مرتب کر کے دنیا اور اہل دنیا پر کس قدر احسان عظیم کیا ہے۔

نامحرم کو دیکھنا:

((عَبَّ الْحَسْبُ مُرْسَلًا عَنْ بِلْعَسَى ابْنِ رَسْمٍ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَعَنَ اللَّهُ النَّاطِلَ وَالْمُطَوِّرَ لِيَهِيَ (بہمی)
 "حضرت حسن بصری سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت کرے جو اپنی عورت کے بندہ کسی اجنبی عورت کو قصد دیکھنے اسی طرح اللہ تعالیٰ اس عورت پر لعنت کرے جو بد ضرورت اپنا آپ کسی نامحرم کو دکھائے۔"

پاک نظری کی تعلیم

((عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ يَا عَلِيُّ لَا تَتَّبِعِ النَّظْرَةَ لِنَظْرَةٍ فَإِنَّ لَهَا أَوَّلَى وَلَيْسَتْ لَهَا آخِرَةٌ)) (ترمذی، ابوداؤد)

"حضرت بريدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا: اے علی! خیر عورت پر دوسری مرتبہ نظر نہ ڈال، کیونکہ پہلی نظر جو اپنا تک پہنچی ہے وہ تیرے حق میں معاف ہے (دوسری مرتبہ قصد نہ دیکھو) دوسری نظر معاف نہ ہوگی (بلکہ دوسری نظر پہلی قصد ہوگی)۔"

پاک نظری کا ثمرہ:

((عَنْ أَبِي أُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُنْظَرُ فِي مُحَابِسٍ أَمْرَأَةٍ أَوَّلَ مَرَّةٍ ثُمَّ يَفْضُلُ بِضَرْبَةِ الْأَعْيُنِ اللَّهُ لَهُ عِقَابَةٌ يُجْذُ حَلَاوَتُهَا)) (رواہ احمد)

"حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ جس مسلمان کی کسی اجنبی عورت کے جس و جمال پر نظر پڑی اور اس نے محض اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اپنی نظریں نیچی کر دی تو ایسے ایماندار مرد کو اس کے عرصہ ایسی عبادت نصیب ہوگی جس کی عبادت و محاسن وہ اپنے دل میں محسوس کرے گا۔"

اسی طرح ایک حدیث قدسی کا مفہوم ہے کہ

((النَّظَرُ سَهْمٌ مِّنْ سَهَامِ ابْلِيسَ مَنْ تَرَكَهَا مُخَافَتِي أَبْدَلْتُهُ بِهَا إِيْمَانًا يُجْذُ خَلَاوَتُهُ مِنْ قَلْبِهِ)) (بخاری)

"نظر شیطان کے تیروں میں سے ایک تیر ہے جس نے میرے خوف سے نظر بد کو چھوڑ دیا میں اس کے بدلہ میں اسے یا ایمان عطا فرماؤں گا جس کی عبادت و شیرینی اپنے دل میں پائے گا۔"

لحجہ فکر یہ:

ہر مسلم انصاف شخص کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ میری بیوی بلا شرکت غیر سے خاص میری ہی ہو کر رہے اگر خدا نخواستہ آپ کی نظریں اجنبی عورت پر ہوں تو پھر اخذ آپ کی بیوی بھی آپ کی پابند نہیں ہو سکتی اور نہ ہی آپ اس کی آزادی میں خلل انداز ہونے کا کوئی حق رکھتے ہیں جب آپ خالص اس کے نہیں ہیں تو وہ کیسے آپ کے خالص ہو سکتی ہے؟

عریانی و فحاشی

آج جس معاشرے میں نکاح سے فرار اختیار کرتے ہیں یہی شادی کرنے سے اماند کرتے ہیں آپ دیکھئے وہاں جنسی تسکین کے لئے فحاشی کے ڈبے کھلے ہوئے ہیں جنسی تسکین اور لذت حاصل کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں نہ قانون کی رکاوٹ نہ مذہب کی نہ خدق کی رکاوٹ نہ معاشرے کی رکاوٹ ہے۔ مغربی معاشرے میں ایک مرد اور عورت آپس میں ایک دوسرے سے لذت حاصل کرتا چاہیں تو ایک سرے سے دوسرے سرے تک چلے جائیں کوئی رکاوٹ نہیں

اسلام عریانی و فحاشی کو معاشرتی ترقی کے سبب تہہ کن قرار دیتا ہے اس لئے مسلمان نے مرد و عورت و نکاح کے بندھن میں باندھ دیا ورنہ حیوانی زندگی گزارنے سے منع کرتے ہوئے پردہ کا حکم دیا تاکہ مرد و عورت کا آزاد نہ اکتا جائے ہو سکے۔

اختلاط مرد و زن:

کسی مرد و عورت کا تنہائی میں ایک دوسرے سے ملنا جس قدر خطرہ کا باعث ہو سکتا ہے وہ ظاہر ہے۔ عورتوں اور مردوں کا آمیزش ملنا جلتا اور مخلوط نعیم کی بدولت نوجوانوں کا عشق و محبت ایک طرہ امتیاز بن گیا ہے۔ اختلاط مرد و زن (دونوں صنفوں میں آرائش حسن جذبہ نمائش اور جلوہ آرائی جتنی فطری کمزوریوں کو بیدار کرنے کا بہت بڑا محرک ہے) مخلوط مفسوں اور پروگراموں میں پد کشش چہرے نظروں ہی نظروں میں کتنی منزلیں طے کر پیتے ہیں اور پھر چوری چھپے خفیہ ملاقاتوں 'عشق و محبت کے اعدوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے جو گھر سے فرار ان خود ہراسے تاواں 'کورٹ میرج' مقدمہ بازی سے ہوتا ہو نظام اور قتل و غارت تک جا پہنچتا ہے۔ اسلام نے جن ذرائع کو حرام قرار دیا ہے اس میں سے ایک یعنی عورت کے ساتھ خلوت و تنہائی میں رہنا ہے۔

ابمقرضی فرماتے ہیں کہ حیات دوسروں سے اہل و پاک رہنا چاہئے جو عورتوں کے خدو سے مردوں کے دل میں اور مردوں کے خدو سے عورتوں کے دل میں پیدا ہوتے ہیں کسی شخص کے لئے مناسب نہیں کہ وہ خود اعتمادی سے کام لیتے ہوئے کسی ایسی عورت کے ساتھ خلوت میں رہے۔ چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

لَا يَحْلُوَنَّ رَجُلٌ مَعَ رَأْفَةٍ إِلَّا كَلَّ ذَاتُهَا لَشَيْبَتَيْنِ

(مشکوٰۃ کتاب النکاح)

جب کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں ہوتا ہے تو وہاں ان دونوں کے علاوہ تیسرا شیطان بھی ضرور موجود ہوتا ہے۔

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں ذکر ہے:

عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَجْعَلُوا عَلَى الْمُغَيَّبَاتِ مِنَ الشَّيْطَانِ حَرَجِيٍّ مِنْ أَحَدِكُمْ مَحْرَجِيٍّ أَنْتُمْ قُلُوبًا وَمَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللَّهِ قَلْبٌ وَمَنْتَ وَلَكِنَّ لَكَ أَعْيُنِي عَلَيْهِ فَاَسْلُمُ

(ترمذی مشکوٰۃ)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جن عورتوں کے خدو باہر گئے ہوئے ہوں ان کے پاس شیطان کی مست جاؤ کیونکہ شیطان تنہائی رگ رگ میں ایسے دوڑتا ہے جیسے فون دوڑتا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ پر بھی شیطان اثر ہوتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا ہاں وہ داؤد تو مجھ پر بھی چلاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر غلبہ دے دیا ہے میں اس کے شر سے محفوظ رہتا ہوں (وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ

سکتا۔“

ایک اور حدیث پاک میں آتا ہے:

((إِيَّاكُمْ وَالذُّخُولَ عَلَى الْبَسَاءِ فَقَالَ زَجَلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ
أَزَايَتُ الْخَمَوُ قَالَ الْخَمَوُ الْمَوْتُ)) (مشکوٰۃ)

”عورتوں کے پاس آنے سے بچو۔ ایک صحابیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ!
دیور کیسا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: دیور تو موت ہے۔“

یعنی جس طرح ہر کھانے سے موت واقع ہو جاتی ہے اسی طرح دیور جینہ کا بے
تکلف گھر تاجا اور بھائی کے ساتھ تجلیہ میں رہنا ایمان کے لئے ہر قاتل ہے۔

اغرض اسلام ان تمام امور کو ناجائز اور ممنوع قرار دیتا ہے جو سدا میں شرہ
میں عریانی اور فحشی پیدا کرنے کا ذریعہ ہو سکتے ہیں اور جنسی میلان میں بیجانی کیفیت
کی وجہ بن سکتے ہیں۔ انسانی فطرت ہے کہ عمل ستر دیکھنے سے جنسی میدان میں بیجاں
پیدا ہوتا ہے خواہ مرد مرد کا ستر دیکھے یا عورت عورت کا یا مرد عورت کا ستر دیکھے اور
عورت مرد کا اور جب جنسی میلان میں بیجانی کیفیت پیدا ہوتی ہے تو انسان بے چین
ورسے قرار ہو جاتا ہے دل میں ایک غلط جذبہ پروان چڑھنے لگتا ہے جس کے نتیجے میں
کبھی مرد کو مرد سے اور کبھی عورت سے محبت ہو جاتی ہے اور یہی حال عورت کا ہے کبھی
آپس میں ایک دوسرے کی محبت میں شریعت ہو جاتی ہیں اور کبھی کسی مرد سے آنکھیں
دوچار ہو جاتی ہیں بالآخر موقع پا کر گناہ کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں اس لئے شریعت نے
مرد کا مرد سے اور عورت کا عورت سے پردہ ضروری قرار دیا ہے۔

((عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ لَا يَنْطُرُ الرَّجُلُ إِلَى غُورَةِ الرَّجُلِ وَلَا الْمَرْأَةُ إِلَى

غُورَةِ الْمَرْأَةِ وَلَا يُفْصِى الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ فِي ثَوْبٍ

وَجِبٍ وَلَا تُفْصِى الْمَرْأَةُ إِلَى الْمَرْأَةِ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ)

(مسلم)

”حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا:
کوئی مرد کسی مرد کی شرمگاہ کو نہ دیکھے اور کوئی عورت کسی عورت کی شرمگاہ کو نہ
دیکھے اور نہ دو مرد (ننگے ہو کر) ایک کپڑے میں بیٹھیں اور نہ دو عورتیں (ننگی
ہو کر) ایک کپڑے میں بیٹھیں۔“

یعنی جس طرح عورت کا مرد سے پردہ ہے اسی طرح مرد کا مرد سے اور عورت کا
عورت سے بھی پردہ ہے ناف سے لے کر گھٹنوں تک مرد کو مرد کی طرف اور عورت کو
عورت کی طرف دیکھنا اور کھولنا حرام ہے۔

شادی نہ کرنا رہبانیت ہے:

حافظ مشر حسین صاحب اپنی کتاب ہدیۃ العروس میں رقمطراز ہیں۔

بعض لوگ اس غلط فہمی کی بنا پر مجرد (غیر شادی شدہ) رہنے کا فیصلہ کر لیتے ہیں کہ
اس طرح مجرد رہنے سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے اور عبادت خداوندی کا
زیادہ سے زیادہ وقت اور موقع مل جاتا ہے جبکہ شادی کی وجہ سے معاشی و معاشرتی ذمہ
داریاں بڑھ جانے کی وجہ سے عبادت و ریاضت کا زیادہ موقع نہیں مل پاتا اور دوسری
بات یہ ہے کہ ایسے لوگوں کے بقول جسمانی لذت اور نفسانی شہوات کی تسکین سے
حیوانیت و بہیمیت کو تقویت ملتی ہے جبکہ شادی نہ کرنے سے روحانیت کو جلا اور اخلاق کو
پاکیزگی ملتی ہے۔ چنانچہ اس فلسفہ کی بنیاد پر نہ صرف یہ کہ شادی سے گریز کی غیر فطری
کوششیں کی جانے لگیں بلکہ شادی کو نفس و نفس خیال کیا جانے لگا۔

انسانی تاریخ میں اس فلسفہ کی ابتدا عیسائی راہبوں سے ہوئی جنہوں نے
رہبانیت (ترک دنیا) کے لہرہ میں نہ صرف یہ کہ دین صوفی میں تحریف کا ارتکاب کیا

ہونے کی جرات مرحمت فرمائی جائے۔ یہ سن کر آپ خاموش رہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں میں نے دو بار وہی درخواست کی مگر آپ نے خاموشی ہی اختیار فرمائی تیسری مرتبہ پھر یہی گزارش کی تو آپ نے سکوت توڑا اور فرمایا: ابو ہریرہ! جو کچھ ہونے والا ہے وہ (روح محفوظ) میں لکھ چا چکا ہے تم کسی بویا کسی ہونے سے باز رہو۔ یعنی اگر تمہاری شہر میں گن و لکھ ہے تو وہ کسی ہونے کے باوجود تم سے صادر ہو کر رہے گا اور اگر گناہ نہیں لکھ ہو تو پھر کسی نہ ہونے کے باوجود اگر گناہ سے محفوظ رہو گے۔ پھر خواہ مخواہ ایک موبہوم خدشہ کی بناء پر غلط اقدام کی اجازت طلب کرتے ہو؟ اسی بنیاد پر سلام میں اپنے آپ کو فحش کرینا جائز ہے۔

⑤ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یک مرتبہ حضرت عثمان بن مظعونؓ نے آپؐ کے سامنے فحش ہو جانے کا اور دغا بر کیا تا کہ فارغ ابائی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کر سکیں اور رات دن عبادت لینی میں مشغول رہیں مگر آپؐ نے ان کے اس جذبہ کی تردید فرمائی بالآخر حضرت عثمان بن مظعونؓ کو اپنے ارادے سے باز رہنا پڑا۔

⑥ ایک مرتبہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی بیوی خولہ بنت حکیمؓ پرانے بوسیدہ کپڑوں میں بیوس میلی کچکی حاست میں ازواج مطہرات کی خدمت میں گئیں تو ازواج مطہرات نے ان سے دریا فشت فرمایا: ”تم نے اپنی حالت کی بنا رکھی ہے؟“ انہوں نے اپنے خاوند کی شکایت کرتے ہوئے بتلایا کہ وہ رات بھر نمی زیں پڑھتے ہیں دن بھر روزہ رکھتے ہیں۔ ازواج مطہرات نے یہ بات آپؐ تک پہنچائی آپؐ نے حضرت عثمان بن مظعونؓ سے فرمایا:

((يا عثمان ان الربانية لم تكتب عليك افعالك في اسوة

قوالله ان احشاكم واحفظكم لحدودہ لانا))

(طبقات ابن سعد، کنز العمال)

”اے عثمان! ہم پر رہبانیت فرض نہیں کی گئی، کیا تمہارے لئے میری ذات

کامل موت نہیں ہے؟ اللہ کی قسم! میں تم میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے

ڈرنے والا اور حدود و خداوندی کی حفاظت کرتا ہوں۔“

اس سے معلوم ہوا کہ آپؐ سے پہلے کسی کی تعبدی زندگی و ازواجی زندگی کے درمیان اعتدال و توازن قائم رکھنے کا حکم فرماتے حتیٰ کہ یہ اعتدال اور توازن صحابہ کرامؓ کی طبیعت اور فطرتِ ثانیہ میں گئی اگر اس سے زیادہ کوئی عبادت و رہبانیت معشرتی حقوق کی ادائیگی سے کن رہ گئی میں مبالغہ کرتا تو صحابہؓ پہلے ہی کی خدمت اقدس میں اس کا واقعہ ذکر کرتے۔

حضرت سلمان اور ابو درداءؓ کا واقعہ:

جب آپؐ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو آپؐ نے مجاہدین اور انصار کے درمیان مواخات یعنی بھائی چارہ قائم فرمایا اور حضرت سلمان فارسیؓ کو حضرت ابو درداءؓ کا بھائی بنا دیا۔ حضرت سلمان بھی کبھی اپنے بھائی سے ملاقات کر لیا کرتے، ایک مرتبہ ان کی ملاقات کے لئے تشریف لائے تو وہ گھر پر موجود نہیں تھے، ان کو معلوم ہوا کہ ام درداءؓ میلی کچکی رہتی ہیں اور صاف ستھرا کپڑا پہن چھوڑ دیا ہے تو پوچھا آپؐ کا یہ کیا حال ہے؟ انہوں نے جواب دیا آپؐ کے بھائی ابو درداءؓ کو دنیا کی کوئی ضرورت نہیں۔ اتنے میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بھی تشریف لے گئے۔ مہنت کیا اور ان کی تشریف آوری پر اظہار مسرت فرمایا، ان کے لئے کھانا پکوا کر پیش کیا اور فرمایا آپؐ کھائیں میرا تو روزہ ہے۔ حضرت سلمانؓ نے فرمایا بخدا میں کھانا نہیں کھاؤں گا۔ جب تک آپؐ میرے ساتھ نہ کھائیں۔ حضرت ابو درداءؓ نے اپنا

روز و توڑ کر ان کے ساتھ کھانا توں فرمایا۔ جب رات ہو گئی تو حضرت ابو درود اس کے لئے ستر بچا دیا و جو نماز میں مشغول ہو گئے حضرت سمیع نے ان سے فرمایا کہ جب تک آپ آرام نہیں کریں گے میں بھی آرام نہیں کروں گا۔ حضرت ابو درود آرام فرمانے کے لئے لیٹ گئے تھوڑی دیر آرام فرمانے کے بعد کھڑے ہوئے گئے حضرت سمیع نے فرمایا بھی اور آرام کیجئے۔ جب آخری رات ہوئی تو حضرت سلمان نے ان سے فرمایا کہ اب آپ کھڑے ہو جائیے دونوں حضرات نے فرمایا فرمائی پھر حضرت سمیع نے حضرت ابو درود کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا

اِنَّ لِرَبِّكَ عَلَيكَ حَقًّا وَاِنَّ لِنَفْسِكَ عَلَيكَ حَقًّا وَاِنَّ

لِرَوْحِكَ عَلَيكَ حَقًّا فَاَعطَاكَ دِيْنََ حَقِّي حَقًّا (بحاری)

”اب ٹک آپ کے رب کا آپ پر حق ہے وراپ سے ٹکس کا بھی آپ پر حق ہے وراپ کی بیوی کا بھی آپ پر حق ہے لہذا ہر ایک کا حق ادا کیجئے۔ جب اس بات کی خبر آپ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا صدق مسلمان کہ سلمان نے سچ کہا۔“

بہر حال پیغمبر اسلام نے اس شہود کے ساتھ نکاح سے کٹ رہا کٹی کرنے واوں کے جذبہ کی اس سے تردید فرمائی کہ یہ اقدام نہایت عاقل اور اسلام کی روح کے مطابق تھا ایک ایسی نعمت جو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو ودیعت فرمائی ہے یہ کسی طریقہ سے اس کے مناسب نہ تھا اگر خدا غور سے اس بات کی اس وقت تردید نہ کی جاتی تو آج اس کا بڑا خطرناک نوبہ ہوتا روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی کی معاشی حالت نکاح کی دودھ ریاں قبول کرنے کی اجازت نہ دیتی ہو تو اسے روزے رکھ کر جنسی میلان کے زور کو توڑنا چاہئے لیکن اسلام ختمہ اور رہبانیت کی اجازت قطعاً نہیں دیتا۔

رہبانیت فطرت سے متصادم ہے:

یہ رہبانیت (ترک دنیا) جس کی جہانی راہب دعوت دیتے ہیں اور اپنے دین کا شعار اور علامت بتاتے ہیں اس پر فخر کرتے ہیں اسے قرب خداوندی کا دریہ قرار دیتے ہیں اور ترک نکاح کو روحانیت کی ترقی خیال کرتے ہیں۔ انسانی فطرت سے ٹکراتی ہے اور کائنات میں نسل انسانی کی بقاء کے نقشے خداوندی کے بالکل خلاف ہے یہ صرف پادریوں اور راہبوں کی ایجاد اور ایک من مٹھرت بات ہے۔ عرصہ دراز تک یورپ سینٹ پاس کی ایجاد کردہ مسیحیت کے انہن میں رقرار رہے۔ جس سے حضرت عیسیٰ کی اصل تعلیمات میں تحریف کے تجر و ترک نکاح کو انسانی زندگی کا ”نیزیل قرار دیا“ عوام سے قطع نظر خود چرچ اپنی عظمت کے دور عروج میں مثلاً جنسی سے اعتدالیوں کا شمار رہا بڑے بڑے پادری شرافت و خدق کی تمام حدود کو پار سے حق رکھتے ہوئے شہوت پرستی میں ڈوب رہتے تھے۔ صلیب دکانے ایک خاص ذہب کے سفید لباس میں ملبوس مردوں اور عورتوں کو آپ نے دیکھا ہوگا یہ دنیا کے رہبانیت کے راہب اور رہبانیں ہیں جس کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ بدی نجات و خوشیاں حاصل کرنے کے لئے ایسا ہی شہوتیں و لذتیں خود پر حرام ٹھہرا دیتے ہیں۔ ان کو پادری یا قادر کہا جاتا ہے اور کلیساؤں کے اندر پھیلی ہوئی روحانی فضاؤں اور مراقبوں کے بارے میں بھی یہ کہا جاتا ہے کہ ان سے خدا غافل دنیا سے بے رغبتی پیدا ہوتی ہے لیکن واقعتاً روز جب اس کا پردہ اٹھاتے ہیں تو اس معصومیت و پاکیزگی کے پیچھے قحطی خباثت اور بے رحمی چھپی ہوئی ٹھہرتی ہے اس کی دوش میں ملاحظہ فرمائیں۔

پادری کا بچوں کے ساتھ فعل بد

امریکہ کے ایک شہر میں ایک سابق رومن کیتھولک پادری سے عدالت کے رویہ

اس امر کا کھد اقرار کیا ہے کہ اس نے اپنی ملازمت کے دوران تقریباً ۱۰۰ بچوں کے ساتھ بر فعل کیا۔

رابیہ کی بچوں کے ساتھ زیادتی

یہ رابیہ کیتھرائٹ اپنے مقامی چرچ میں بچوں کو مذہبی تعلیم دینے پر مامور تھی تیس سال قبل اس کے پاس کچھ بچے غرض تعلیم آئے جن سے اس نے مذہبی تعلیم کی آڑ میں ناجائز برتھتات استوار کئے جو مسلسل تین سال تک جاری رہے جس سے تین بچے ذہنی امتیاز کا شکار ہو گئے جنہیں والدین نے ماہر نفسیات کو دکھایا تو انہوں نے اس رابیہ کے خلاف عدالتی کارروائی کرنے کو کہا رابیہ نے بھی پولیس تفتیش کے دوران اپنی زیادتی کا اعتراف کر لیا ہے بچے ابھی تک نارمل نہیں ہو سکے۔ (نوائے وقت ۱۱ جولائی ۲۰۱۱ء)

چنانچہ قرآن پاک میں ان کی مذمت اور شکایت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا

﴿وَرَبَّائِنَا الَّذِینَ ابْتَدَعُوْهُمَا مَّا کَتَبْنَا عَلَیْہِمْ اِلَّا اِبْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهُ حَقَّ رِعَاۡیَتِہَا﴾ (الحدید ۲۶)

”اور وہ ربانیت جس کو نصاریٰ نے اپنی طرف سے گمراہ کیا تھا اس کو ان پر ہم نے فرض نہیں کیا تھا مگر انہوں نے اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے (ایسا کیا تھا) پھر انہوں نے اس کی رعایت نہیں کی جیسا کہ رعایت کرنے کا حق تھا۔“

چونکہ ربانیت فطرت سے متصادم ہے اس لئے تاریخ کے کسی دور میں بھی کامیاب نہ ہو سکی بلکہ عیسائیوں میں بھی یہ روان صرف رومن کیتھولک عقیدہ کے لوگوں تک محدود ہے۔

ربانیت کی ابتداء:

ربانیت حضرت مسیح کے قریباً دو سال بعد مروج ہوئی۔ ابتداء میں حضرت مسیح کو اپنے والد سے ملنا تھا۔ وہ دنیاوی معاملات کے متعلق بات چیت کرنے سے قبل عبادات میں درگاہ جوت تھے اس کے بعد آئے۔ وہ عیسائیوں میں ایک اہم مقام پر تھا جس کے لوگ بغیر مال و متاع اور زن و اولاد کے زندگی بسر کرتے تھے وہ مہمور و غیرہ کھا کر گزارہ کرتے تھے پھر وہ لوگ بھی اس گروہ میں شامل ہونے لگے جو رندوں اور دنیا کی مشکلات و صعوبات سے گھبرا کر راہ فرار اختیار کرتے اپنے دل و دماغ سے بارے میں گہن لکھتا ہے کہ وہ شاہ رندگی، فرشتہ بینی سے باطل و متبردار ہوتا ہے۔ وہ نہایت سادہ اندکھات۔ جیسا کہ مالک، حاصل و حاتی و کتب میں بیان ہے۔ وہ گوشت نہیں کھاتے تھے اور نہ شراب پیتے تھے وہ جسم و ہمتیں طریق سے امت پر پہنچاتے محبت، تفتیش آرام اور مسرت کو گناہ تصور کرتے اور تجرد کو تقدس کا درجہ دیتے تھے۔ پھر مذہبی خدمات انجام دینے والوں کے لئے یہ بات نامہ پندیدہ تصور کی جانے لگی کہ وہ شادی کریں۔ جس مورخین کا بیان ہے کہ مسیحی ربانیت کا دیوانہ ”انطولی“ تھا جس نے اپنی دولت اور کنبہ سے کنارہ کشی اختیار کر کے ربانیت کی زندگی بسر کرنے کے لئے صحرا میں چلے گئے۔ یہ غلط تصور و برداشت ہے۔ بعد ہی اس کی تاریخ کی شدت پر اس میں پھیل گئی۔ یہ اردوں لوگوں نے اس کی تقلید میں ربانیت کو اپنا لیا اور انطولی کو اپنا قائد تسلیم کیا اس طرح ربانیت ایک تحریک کی صورت اختیار کر گئی اور اسے زور پکڑنے دیکھ کر کلیسا نے اس کی حمایت کر دی پھر رابوں نے اپنی خفا میں قائم کر لیں اور رفتہ رفتہ سحر الہیہ اور وہابیہ کی نیل میں غاروں خفا میں نظر آئے۔ شاہ نیل میں جو پہلی خانہ قائم ہوئی اس میں چودہ سو

اسب ربایت کی زندگی گزارتے تھے اور قلیل عرصہ میں ان کی تعداد بچس ہزار ہو گئی
ان کے تیار کیے ہوئے ربایات پر پست اور ایسے قہر سے انتساب کا مدعا یہ جاتا
تھا۔ پھر وہ دربار میں بھی خفا میں گذرتے تھے۔ انھیں 'مہرین' کے بارہویں
نفل یا وہی آستان سے بارہویں نفل کے مقبولیت حاصل رہی تو اس کے سبب
مہرین شام میں رہنے لگیں۔ ان کی تعلق سے بڑے پھر ہوسایت جہاں جی ٹی رہا بیت
بھی اس کے ساتھ ساتھ رہی۔ وہ نہیں کاٹیں۔ ان کے فون رمدی نے سہا ب
سے بچنے کے لیے خفا میں رہ پڑے تھے۔ انھیں وہ سب بچی پیدا کر دیں۔
تک آجاتے تو ان کے تعلق سے رہا بیت خیر رہتے تھے تا کہ انہیں
موت کے بعد بھی جنت کا لطف ٹھانے کا موقع مل سکے۔ بتایا جاتا ہے کہ خفا میں
عورتیں اکثر راہوں کی ہوس کاریوں کا شکار ہوتی تھیں۔

جدید تحقیقات کی روشنی میں

شادی نہ کرنے کے نقصانات

جہیزوں کا قتل ہے۔ وہ تو پیدا ہوئے اور بوجہ یہ ہے کہ اس کی طبیعت نرم
اس کا فاضل جس سہارا کے ساتھ رہا تھا۔ وہ ایک عرصہ تک رکھتا رہتا تھا۔ اس کے
رہنے کی یہاں پہنچتی ہیں انہیں وہاں کی یہاں رہتی رہتی سے انہیں ہوس کا مدعا
میں آجاتا ہے اور انہیں مرنے کی یہاں پیدا ہوتی ہے۔ یہاں تو پیدا ہونے کے بعد
پر غور و فکر اور اثر ڈالتا ہے بہت سی بیماریوں سے آدمی محفوظ رہتا ہے وہ نہ رکاوٹ سے ایک
رہتا ہے۔ وہ وہاں جسم میں آجاتا ہے جس سے اس کے جسم ہوتا ہے اور اسی وجہ سے
رہتی ہے۔ وقت نسائی طبیعت اس کے پاس نہ گانے پر مجبور ہوتی ہے۔
مدد طبیعت ملتی ہیں۔ یہاں تو پیدا ہونے کے بعد اس کے پاس نہ گانے سے ترک کر
دیا جائے۔ دور وہ طرف میں زیادہ ہو جائے تو یہ رت طریقی کا گائے گائے کا اور
اسے بچھا دے گا اور لزم ہوگا کہ وہ خود بخود اپنا جانے اور مدد بھی ختم کرے۔ یہاں
تو پیدا جس اور اس کے نقصانات ہیں۔ انہیں جسم میں آجاتا ہے۔ انہیں مفاد پیدا
جاتے ہیں۔

یہ تو یہ رہا اور طبیعت میں بدل جاتا ہے اور یہ نہ رہا اور مادہ دل و دماغ کی
طرف رہا۔ وہی برکت و برکت ان کرتا ہے جو فحش امر کی اور اس طرح کی دوسری بیماریوں
کا سبب بنتا ہے۔

یہ وہی قہر رہتا ہے جس کے مقابرت سے ہا لکل کٹا رہش نہ ہونا چاہئے ورنہ جس

طرح سے کنوئیں کا پانی حرب ہو جاتا ہے جس سے پانی کا انہیں جاتا یہی مشترک پر ہیر کا بھی ہو گا۔

محمد بن زکریا فرماتے ہیں ترک مقاربت سے اعصابی قوتیں کمزور پڑ جاتی ہیں اس کے سوت بند ہو جاتے ہیں اور عضو قاسل سکڑ کر رہ جاتا ہے۔

ایک موقع پر عدد منووی لکھتے ہیں مرد پر ہنسی میاں کا قاضی با اوقات مستوی ہو جاتا ہے اگر اس شخص کی تنگیں میں تانہ ہے وہ میاں سے گا تو اس کا نقصان بدن کو بھی پہنچتا ہے اور دل کو بھی اور مینائی کو بھی۔

ان تمام اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ شادی کرنا ضروری ہے کیونکہ وہ تو مید کا حرائق تھا جس کی شدت کے وقت اگر نہ کیا جاے گا تو صحت بھی گزرتی ہے اور اس کے بعد وہ دینی و دنیاوی نقصانات کا بھی آدمی بننا نہ بن جاتا ہے۔

نکاح

نکاح کی لغوی تشریح:

نکاح لغت میں ضم کرنا (merge) کے معنی میں مستعمل ہے۔ پھر اہل معنی میں نقل یہ کیا گیا۔ اہل نے ضم پر مشتق ہونے کی وجہ سے پھر عقد نکاح کی طرف نقل کر لیا گیا۔ اس سے کہ عقد سبب ضم ہے گویا عقد بجز الجار ہے۔ لفظ نکاح کا طلاق بجا معیت سے اور "عقد" کے معنی پر بھی ہوتا ہے کیونکہ بجا معیت اور عقد دونوں ہی میں "جمع ہونا" اور "من" پایا جاتا ہے لہذا اصول فقہ میں نکاح کے یہی معنی یعنی جمع ہونا بمعنی "بجا معیت" اور "من" دینا چاہئے بشرطیکہ یہ کوئی قرینہ نہ ہو جو اس معنی کے خلاف دلالت کرتا ہو۔

اقسام نکاح:

نکاح شرعی کی تین قسمیں ہیں: سنت، مؤکدہ واجب، مکروہ۔ مہر، نفقہ اور ولگی۔ قدرت کی صورت میں نکاح سنت مؤکدہ ہے۔ عورتوں کی طرف شدت اشتیاق کے وقت واجب ہے۔ جس وقت ظلم کا ظلم گمان ہو اور فرس و دشمن کے ترک کا تو یہی صورت میں نکاح مکروہ ہے۔

فقهی تشریح:

معاہدہ فقہی اصطلاح میں "نکاح" اس خاص عقد و معاہدہ و نسبت میں جو مرد و عورت کے درمیان ہوتا ہے اور جس سے دونوں کے درمیان زوجیت کا دائمی رشتہ استوار ہو جاتا ہے۔

نکاح کی اہمیت۔

نکاح یعنی شادی صرف وہ فرما کا ایک دائمی بندھن ذاتی ضرورت ایک طبعی میلان اور صرف ایک "ذاتی معاملہ" ہی نہیں ہے بلکہ یہ انسانی معاشرے کے وجود و بقا کا ایک بنیادی ستون بھی ہے اور شرعی نقطہ نظر سے ایک خاص حیثیت و فضیلت کا حامل بھی ہے۔ نکاح کی اہمیت و اس کی بیرونی ضرورت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی ایسی شریعت نہیں تیزی ہے جو نکاح سے خالی رہی ہو اسی سے ثابت ہے کہ نبیوں کی ہدایت میں ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک مشروع ہوا اور جنت میں بھی باقی رہے۔ سو ان نکاح و ایمان کے بیچانچہ ہر شریعت میں مرد و عورت کا جتنا ایک خاص معاملہ کے تحت مشروع رہا ہے اور بھی اس معاملہ کے مرد و عورت کا باہمی جتنا کسی بھی شریعت و مذہب کے جواز میں ایسا ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ اس معاملہ کی صورتیں مختلف رہیں ہیں اور اس کے شرائط و احکام میں تغیر و تبدل ہوتا رہا ہے چنانچہ اس بارے میں اسلام کے جو شرعی مقرر کی ہیں جو حکام نافذ کے ہیں اور جو قواعد و ضوابط وضع کئے ہیں اس باب سے ان کی ابتدا ہو رہی ہے۔

نکاح کے فوائد و آفات:

نکاح کا چہل سب سے بڑا عمومی فائدہ نفس انسانی کا بقاء اور باہم توازن و تکامل کا جاری رہنا ہے وہیں اس میں بچہ مخصوص و مددے اور بھی ہیں جن کو تربیت و اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے:

فوائد نکاح ☆

① نکاح کر لینے سے بچان کم ہو جاتا ہے۔ یہ جنسی بچان انسان کی اخلاقی زندگی کا ایک

بلکہ کثرت خیر مرطل ہوتا ہے جو اپنے سکون کی خاطر مذہب و اخلاق ہی کی نہیں شرافت و انسانیت کی بھی ساری پابندیاں توڑ ڈالنے سے گریز نہیں کرتا مگر جب اس کو جائز و راجح سے سکون مل جاتا ہے تو پھر یہ پابندیاں خود بخود اٹھ جاتی ہیں۔ صرف نکاح ہی ہو سکتا ہے۔

②

نکاح سے پناہ ملتا ہے جو اندری آرام دہ ہے مگر بیرون میں سکون و اطمینان کی دوست نصیب ہوتی ہے اور گھر پر زندگی کے اس اطمینان و سکون کے درجہ حیات انسانی کو لگ کر عمل کے ہر موڑ پر سہارا ملتا ہے۔

③

نکاح کے ذریعہ سے کتبہ بڑھتا ہے جس کی وجہ سے انسان اپنے آپ کو مضبوط و برابر است محسوس کرتا ہے اور معاشرہ میں اپنے حقوق و مفادات کے تحفظ کے لئے پناہ و عیب و ادب قائم رکھتا ہے۔

④

نکاح کرنے سے نفس مجاہدہ کا کام آتا ہے کیونکہ گھریا اور مل و عیال کی خبر گیری و نگہداشت اور ان کی پرورش و پرستش کے سلسلہ میں جدوجہد کرنا پڑتی ہے اس مسلسل جدوجہد کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان سب ملکی و بیرونی زندگی سے دور رہتا ہے جو اس کے لئے دنیا کی طور پر بھی نفع بخش ہے اور اس کی وجہ سے وہ اپنی زندگی یعنی عبادات و طاعات میں بھی چاق و چوبند رہتا ہے۔

⑤

نکاح ہی کے ذریعہ صانع و نیک نعت و نواذیبہ ہوتی ہے۔ خطابت کہ کسی شخص کی زندگی کا سب سے گراں ویرانہ اس کی صانع اور نیک اور اسی صافی سے حسن کی وجہ سے وہ نہ صرف دنیا میں سکون و اطمینان اور عزت و نیک نامی کی دولت حاصل کرتا ہے بلکہ اخروی طور پر بھی فلاح و سعادت کا حصہ دار بنتا ہے۔

یہ تو نکاح کے فائدے تھے لیکن ابھی چیزیں ایسی بھی ہیں جو نکاح کی وجہ سے بعض دلوں کے لئے نقص و تکلیف کا باعث بن جاتی ہیں اور جنہیں نکاح کی آفات کہا جاتا ہے چنانچہ ان کو بھی ترہیب و اس طرح بیان کیا گیا ہے

فت نکاح

① حسب طلب سے مہر دونا میں نکاح کرنے کی وجہ سے چونکہ مہر باری صبریت، حق ہو جاتی ہیں اور طرح طرح کے قدر و انگیر۔ سب میں اس لئے مہر پر طلب حد میں اضافہ دیا جاتا ہے۔

② حرام امور میں ریوڑی ہونا۔ یعنی جب شوہر کے جانے اور پال بچوں سے ہو جانے کی وجہ سے زندگی میں مصروفیت بڑھ جاتی ہیں تو یہاں اوقات پڑی زندگی کا جو معیار برقرار رکھنے کے لئے حرام امور کے ارتکاب (شوہر سے) کروانے تک سے گریز نہیں کیا جاتا جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مستہ ہستہ بنی و عمل سے حلال و حرام کی تمیز بھی ٹھہ جاتی ہے اور بلا جھجک حرام چیزوں کو اختیار کیا جاتا ہے۔

③ مردوں کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرنا۔ اسلام سے مردوں کو جو مندرجہ حقوق عطا کئے گئے ہیں ان میں شوہر کے ساتھ پیچھے سوک اور حسن معاشرت کا ایک خاص درجہ ہے۔ لیکن "مسواست انسانی کی" میں "شوہروں کے حقوق کی پامالی اور ان کے ساتھ برے سلوک" ہرگز ناو بھی یکساں ذاتی معاملہ سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ بلکہ یہ چیز ایک انسانی اور معاشرتی بد خدائی ہی نہیں ہے بلکہ شرعی طور پر بڑے گناہ کی حامل ہے اور اس سے دین و دنیا دونوں کا نقصان ہوتا ہے۔

④ شوہر و بچوں کی وجہ سے حقوق اللہ کی ادائیگی سے باز رہنا یعنی ایسی کم ہی خواتین ہوتی ہیں جو اپنی گھریلو زندگی کے استحکام و خوشحالی کے ساتھ حسن معاشرت کے ساتھ ساتھ اپنی دینی زندگی کو پوری طرح برقرار رکھتی ہوں جس کے عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ شوہر و بچوں و گھر بار کے ہنگاموں اور مصروفیتوں میں پڑ کر دینی زندگی متھل دے عمل ہو جاتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ توحید و عبادت و طاعات کا خیال رہتا ہے نہ حقوق اللہ کی ادائیگی پر۔

نکاح کے ان فوائد و آفات کو سامنے رکھ کر اب یہ سمجھنے کے لئے کہ یہ دونوں متقابل ہوں۔ یعنی فوائد و آفات برابر برابر ہوں۔ تو جس چیز سے این کی باتوں میں کیا جاتی ہوئی ہو سے ترجیح دی جائے مثلاً ایک طرف تو نکاح کا یہ فائدہ ہے کہ اس کی وجہ سے نفسی و جسمانی کم ہوتا ہے، اور دوسری طرف نکاح کرنے سے یہ دینی نقصان ہوتا ہے کہ عورت کی دینی پر عمل نہیں ہو سکے گا تو اس صورت میں نکاح کرنے کی کو ترجیح دی جائے۔ کیونکہ اگر نکاح نہیں کرے گا تو زمانہ میں بھٹکا ہو جائے گا اور ظاہر ہے کہ یہ چیز عورت کی دینی پر صبر نہ کرنے سے کہیں زیادہ دینی نقصان کا باعث ہے۔

نکاح کے مستحبات:

جب کوئی شخص نکاح کرنا چاہے خود مرد ہو یا عورت تو چاہے کہ نکاح ۵ چیزوں میں سے پہلے ایک دوسرے کے حالات کی اور عادات و اطوار کی خوب سمجھی جائے تاکہ ایسا نہ ہو کہ بعد میں کوئی ایسی چیز معلوم ہو جو طبیعت و مزاج کے خلاف ہونے کی وجہ سے زوجین کے درمیان ناچاقی و کشیدگی کا باعث بن جائے۔

یہ مستحب ہے کہ عمر عزت، حسب و نسب اور ماں میں بیوی خاوند سے کم ہو اور اخلاق و عادات خوش سلیقگی و آداب، حسن و جمال اور تقویٰ میں خاوند سے زیادہ ہو۔ مرد کے لئے یہ بھی مسنون ہے کہ وہ جس عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے اس کو نکاح سے پہلے دیکھ لے شرطیکہ یہ یقین ہو کہ میں اگر اس کو پیغام دوں گا تو منظور ہو جائے گا۔

مستحب ہے کہ نکاح کا اعلان کیا جائے اور نکاح کی مجلس اعلیٰ طور پر منعقد کی جائے جس میں دونوں طرف سے اعزاء و احباب نے انصاف و صلہ و رحمی کی شریک ہوں۔ کسی طرح یہ بھی مستحب ہے کہ نکاح بڑھانے والا ایک عمت و صالح ہو۔ وہ عادت و پرہیزگار ہوں۔

ایجاب و قبول اور ان کے صحیح ہونے کی شرائط

نکاح ایجاب و قبول کے دو حصے میں تقسیم ہوتا ہے اور یہ ایجاب و قبول دونوں ماضی سے غلط کے ساتھ ہونے چاہئیں (یعنی یہ لفظ استعمال کیا جائے جس سے یہ بات سمجھی جائے کہ نکاح ہو چکا ہے) جیسے کہ میں نے اپنے آپ کو تمہاری زوجیت میں دیا یا عورت کا وہ مرد سے یہ کہہ کر میں نے فلاں عورت کا جس کا نام یہ ہے تمہارے ساتھ نکاح کیا اور اس کے جواب میں مرد یہ کہے کہ میں نے منظور کیا یا ایجاب قبول میں سے کوئی ایک ماضی کے لفظ کے ساتھ جیسے عورت یہ کہے کہ مجھ سے نکاح کرو یا عورت کا وہی مرد سے یہ کہے کہ فلاں عورت سے جس کا نام یہ ہے نکاح کر لو اور اس کے جواب میں مرد یہ کہے کہ میں نے نکاح کر لیا یا اس کا برعکس ہو جیسے مرد یہ کہے کہ میں نے تمہارے ساتھ یہ نکاح کر لیا اور اس کے جواب میں عورت یہ کہے کہ میں منظور کرتی ہوں اور اگر مرد عورت سے یوں کہے کہ "کیا تم نے اپنے آپ کو میری زوجیت میں دیا" یا کہے کہ "کیا تم نے مجھے قبول کیا" اور اس کے جواب میں عورت (ہاں میں نے دیا یا ہاں میں نے قبول کیا کہنے کی بجائے) صرف یہ کہے کہ ہاں دیا۔ یا ہاں قبول کیا (یعنی لفظ "میں" نہ کہے) تو اس صورت میں بھی نکاح ہو جاتا ہے۔ مگر گوہوں کے سامنے صرف یہ کہنے سے کہ "ہم بیوی خاوند ہیں" نکاح نہیں ہوتا۔

جس طرح ایجاب و قبول میں ماضی کا لفظ استعمال کرنا ضروری ہے اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ ایجاب و قبول میں خاص کر نکاح و تزویج کا غلط استعمال کیا جائے مثلاً میں نے کہا جائے کہ میں نے تمہارے ساتھ نکاح کیا یا تمہارے ساتھ تزویج کی یا نکاح و تزویج کے ہم معنی کوئی دوسرا غلط استعمال کیا جائے جو نکاح کا مطلب صراحتاً دیکرنا ہو جیسے "میں نے تمہیں اپنی بیوی بنا لیا یا میں نے کہا کہ میں تمہارا شوہر ہو گیا۔ یا میں نے کہا کہ تم میری ہو گئیں اور نکاح و تزویج یا اس کا ہم معنی لفظ صراحتاً استعمال نہ کیا

جس سے ہندوئی یہ لفظ استعمال کیا جائے جس سے کہ نکاح کا مفہوم سمجھا جاتا ہو تو یہ بھی جائز ہے بشرطیکہ وہ لفظ ایسا ہو جس کے ذریعہ سے کوئی ذات کامل کی ملکیت فی الحال حاصل کی جاتی ہو جیسے یہ لفظ یا صدقہ کا لفظ یا تنہا کا غلط یا بیع و شریک کا غلط جیسے بیوی میں کہے کہ میں نے اپنی زوجیت تمہیں بہ کر دی یا میں نے اپنی ذات تمہیں طور صدقہ کر دی۔ یہ میں نے تمہیں اپنی ذات کا مالک بنایا یا میں نے کہا کہ میں نے تمہیں اس قدر روپیہ کے عوض خرید لیا اور ان سب سے جو ب میں مراد یہ کہے کہ میں نے قبول کیا۔ میں اس کے صحیح ہونے کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ متکلم نے اس لفظ سے نکاح مراد یا ہو اور کوئی قرینہ اس پر دلائل نہ ہو اور اگر کوئی قرینہ نہ ہو تو قبول کرنے والے نے متکلم کی مراد تصدیق کر دی ہو نیز گواہوں نے بھی سمجھ لیا ہو کہ اس لفظ سے مراد نکاح ہے تو وہ انہوں نے کسی قرینہ سے سمجھا دیا ہو یا بتا دینے سے سمجھا ہو۔

ایجاب و قبول کے وقت عاقدین (مرد و عورت) میں سے ہر ایک کے لئے دو گواہوں کا کلام ضروری ہے خواہ وہ بالاصلات (یعنی خود) نہیں خواہ بالکلیہ نہیں (یعنی ان کا کہل نہ ہو) اور خواہ بالولایت نہیں (یعنی ان کا ولی نہ ہو)۔

ایجاب و قبول کے وقت دو گواہوں کی موجودگی نکاح صحیح ہونے کی شرط ہے ورنہ گواہوں کا کلام ضروری ہے یا ایک مرد اور دو عورتیں ہوں گوہوں کا آزاد ہونا ضروری ہے۔ ورنہ یہ تمام گواہوں کی گواہی معتبر نہیں ہوگی اسی طرح گواہوں کا قتل و مسلمان ہونا بھی ضروری ہے۔ مسلمانوں کی گواہی ہر حال میں کافی ہوگی خواہ وہ پرہیزگار ہوں یا فاسق ہوں اور خواہ ان پر حد قدف لگانا چاہی ہو۔ گواہوں کا بیٹا ہونا یا زوجین کا رشتہ دار نہ ہونا شرط نہیں ہے چنانچہ مذکور کی گواہی اور زوجین کے رشتہ داروں کی گواہی معتبر ہوگی خواہ وہ زوجین کے یا ان میں سے کسی ایک کے بیٹے ہی کیوں نہ ہوں۔ گواہوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ دونوں ایجاب و قبول کے الفاظ کو ایک ساتھ سنیں اور من کر یہ سمجھ میں کہ نکاح ہو رہا ہے اور ان الفاظ کے معنی نہ سمجھیں (مثلاً ایجاب و قبول کسی ایسی زبان

میں ہو جتے دو نہ جانتے ہوں) مردوں کو اہلیات و قبول سے اعظ یک ساتھ۔
 نہیں بلکہ الگ الگ نہیں تو نکاح صحیح نہیں ہوگا۔ اگر کسی شخص سے دوسرے شخص سے
 کہ میری فلاں تاباں لڑکی کا نکاح فلاں شخص کے ساتھ کر دو وراں شخص نے اس لڑکی کا
 نکاح اس ماپ اور ایک دوسرے مرد کی موجودگی میں کیا تو یہ جائز ہوگا لیکن اگر باپ
 موجود نہ ہو تو پھر دونوں مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی موجودگی سے بغیر نکاح
 درست نہیں ہوگا۔

غیر کفو (بے جوڑ) شادیوں کا انجام

کفویت کا قرآنی تصور

قرآن پاک نے میاں بیوی کے بارے میں جو تصور دیا ہے یقیناً اس کے ظہار
 کے لئے اس سے زیادہ مناسب اور مطلب خیر کوئی دوسری تعبیر نہیں ہو سکتی۔ قرآن پاک
 میں میاں بیوی کے درمیان استوار رابطہ کو بڑے خوبصورت اور لطیف پیرائے میں بیان
 کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿هُنَّ رِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ﴾ (البقرہ ۱۸۷)

”عورتیں تمہارا لباس ہیں اور تم عورتوں کا لباس ہو۔“

باس سے تشبیہ دینے میں ایک حکمت یہ ہے کہ باس کو انسان کے بدن میں بردست
 اہمیت حاصل ہے یہی لباس انسان کے قد و قامت پر اس طرح چست ہوتا ہے کہ نہ کہیں
 سے جھوٹا ہوتا ہے نہ بڑا ہوتا ہے۔ پھر مرد و عورت ایک دوسرے سے قطعی ہم آہنگ
 ہوتے ہیں حسب ان کا آپس میں ملاپ ہوتا ہے تو دونوں اس طرح یک جاں و دو قالب
 ہوتے ہیں اور یوں آپس میں شیر و شکر ہو جاتے ہیں کہ کچھ پتہ نہیں چلتا کہ کس کی حد
 کہیں و کس کا راویہ کیا ہے؟ اس اعتبار سے باس میں جس قدر مناسبت کا خیال رکھا
 جاتا ہے دیگر ضروریات زندگی اور سیاق و سباق میں شاید ہی اس قدر خیال رکھا جاتا
 ہو جب چند صیغے زیب تن کئے جانے والے لباس میں اس قدر مناسبت کی رعایت
 ملحوظ ہوتی ہے تو جس باس کا رنگی بھر کے لئے انتخاب کیا جائے اس میں بدرجہ اتم
 مناسبت کی رعایت ملحوظ ہونا ضروری ہے اسی مناسبت کی رعایت رکھنے کو فقہی اصطلاح
 میں کفویت و کفو سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

بالعموم دو اشخاص کو یک دوسرے کا کفو کہا جاتا ہے جو آزاد، مال اور خاندان

میں مساوی حیثیت کے مالک ہوں ہمیشہ ہم مذہب اور ہم عمر ہوں۔

فقہی اصطلاح میں کفائت سے مراد مرد و عورت کا آپس میں سداً خاندان آزادی پیشہ سیرت و کردار مال اور عمر میں برابر ہونا ضروری ہے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ:

بعض لوگ کفائت کے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہیں کہ سداً بھی غیر مذہب و طرح ذات پات کی تفریق حسب نسب اور اونچ نیچ کا قائل ہے۔

یاد رکھئے! اسلام نے انسانیت کے سچے اونچ نیچ کی دیوار قطع کفری نہیں کی بلکہ اسدنی نقطہ نظر سے ہر شخص برابر سے خواہ امیر ہو یا غریب تخت شاہی پر بیٹھے وہ سب فٹ پا تھ پر ہیکہ مانگنے والا ہو لہذا انسانی برادری کے مابین کسی بھی بنیاد پر تیز یا تلوار برتری غلط ہے۔ حافظ ابن حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں

(لَمْ يَخْلُقْ فِيهِ اَتْفَالُ الْكَفَاءَةِ بِالنَّسَبِ حَدِيثاً)

”حسب و نسب میں کفائت کے معتبر ہونے سے متعلق کوئی بھی صحیح حدیث نہیں“۔

بلکہ اس کے برخلاف سب احادیث کے ذخیرہ میں ایسی روایات و آثار ملتے ہیں جن سے واضح ہو جاتا ہے کہ عہد نبوی اور عہد صحابہ میں نسبی کفائت کو کسی قسم کی ہیئت نہیں دی جاتی تھی۔

ذیل میں چند آثار و روایات کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

① آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سگی بھوپھی زاد بہن حضرت زینب بنت جحش کا نکاح حضرت زید بن حارثہ سے کیا جو غلام تھے۔

② فاطمہ بنت قیس جو قریش سے تھیں ان کا نکاح حضرت اسامہ بن زید سے ہوا تھا جو غلام ابن غلام تھے۔

③ حضرت عبدالرحمن بن عوف کی بہن ہالہ بنت عوف کا نکاح حضرت ہلال سے ہوا تھا جو حبشی منسل تھے۔

④ حضرت عمرؓ نے اپنی بیٹی حفصہؓ سے عثمان کے ساتھ نکاح کیا جس کی عمر جو فارسی نسل اور غلام رہ چکے تھے۔

حافظ ابن قیم نے اس پر بڑی تفصیل سے لکھا ہے۔ سب میں کفائت معتبر نہیں اور کفائت فی النسب میں شدت اختیار کرنا اسدنی کفائت سے مراد نہیں ہے۔ وہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے مختلف قبائل اور خاندانوں کو دنیا میں انہی قیام کا دایہ بنایا ہے سداً میں اس کا کوئی خاص مقام نہیں ہے۔ اس کی نظر میں عزت و شرف کا معیار تقویٰ ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد الہی ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاهُ ۚ

۱۱۳

”اے لوگو! بلاشبہ ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور ہم نے تمہارے مختلف خاندان اور قبائل بنا دیے تاکہ تم ایک دوسرے کی پہچان کر سکو یقیناً اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ تقیٰ ہے۔“

کفائت کو فقہاء کیوں اہمیت دیتے ہیں۔

اسلام چونکہ دین فطرت ہے جو ہر قوم پر فطرت سلیمہ کی رعایت ملحوظ رکھتا ہے، خصوصاً نکاح جیسے اہم معاملے میں چند عقلی مصالح کے پیش نظر کفائت میں حسب نسب کی رعایت کا حیاں رکھا۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ ماحول انسان پر اثر انداز ہوتا ہے۔

حول کے اختلاف سے عادات و مزاج میں بھی اختلاف پیدا ہوا۔ نئی مری۔ ایک مخصوص ماحول میں پلے بڑھی، مخصوص طرز زندگی گزارنے والی لڑکی جب اپنے سے مختلف ماحول میں بیوہ کی جانے لگی تو اس سے عملی زندگی میں مندرجہ ذیل خرابیاں اور پیچیدگیاں پیدا ہوں گی۔

① مرد کے خاندان میں وہ عورت بے قدر رہتی ہے۔

② اہل برادری اس کو اپنے برابر کا نہیں سمجھیں گے۔

③ اولاد کی شادی میں دشواریاں پیش آتی ہیں۔

④ مرد و عورت کی نظر میں ایک دوسرے کی وقعت نہیں رہتی۔

⑤ غیرت و مصمت کے بھی خلاف ہے۔

اسی مصمت کے پیش نظر شریعت نے مسلم و غیر مسلم کے درمیان نکاح ممنوع قرار دیا ہے۔

غیر مسلم سے رشتہ:

ولا اسلام مومن مرد و عورت کو مشرک مرد و عورت سے شادی بیاہ کرنے کی اجازت نہیں دیتا کیوں کہ جہاں مومن شوہر یا بیوی کے اثر سے مشرک شوہر یا بیوی پر۔ اس کے خاندان اور اس کی نسل پر اسلامی عقائد و مومنانہ طرز حیات کا نقش ثبت ہو سکتا ہے وہاں یہ بھی ممکن غالب ہے کہ مشرک شوہر یا بیوی کے اثر سے مومن شوہر اور بیوی پر اس کے خاندان اور اس کی نسل پر، اہل عقائد مشرکانہ طرز زندگی اور کافرانہ طور طریق چھا جائے۔

چنانچہ سرکار دو عالم ﷺ کی حیات میں مہارت ہی خوب دیدہ و زیب و خوب صورت عناق نامی ایک عورت تھی وہ کسی کے ساتھ نکاح کرنے پر راضی نہ تھی۔ حضرت ابن ابی مرثد غنوی سہمی تھے صرف ان سے وہ نکاح کرنا چاہتی تھی لیکن پھر وہ سہمان

نہ تھی اس سے ابن مرثد نے سرکار دو عالم ﷺ سے عنق کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت طلب کی۔ ان کا اجازت طلب کرنا تھا کہ مندرجہ ذیل آیت نازل ہو گئی

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا وَلَا أُمَّةً مُّؤَمِّنَةً خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَلَا أَنْتُمْ تُكْفِرُوا وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا وَلَعَنَ مُؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَلَوْ عَجِبَكُمْ أُولَئِكَ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَى الْحَنَّةِ وَالْعَفْوَكَ بِإِذْنِهِ (البقرة)

”تم مشرک عورتوں سے نکاح نہیں کر سکتے جب تک کہ وہ ایمان نہ لائیں۔ ایک مومن باندگی مشرک شریف زاد کی سے بہتر ہے اگرچہ وہ تمہیں بھلی معلوم ہوتی ہوں، اس طرح تم اپنی عورتوں کا نکاح مشرک مردوں سے نہیں کر سکتے جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہو جائیں ایک مومن غلام مشرک شریف زادے سے بدتر جہا بہتر ہے اگرچہ وہ مشرک مرد تمہیں بھاتا ہی کیوں نہ ہو مشرک مرد اور مشرک عورتیں یہ سب دوزخ کی طرف لے جانے والے ہیں اور اللہ اپنی مغفرت و رحمت کی طرف بلا رہا ہے۔“

مذکورہ آیت و روایت میں کافر مردوں و عورتوں سے نکاح کر کے کی مصلحت کی گئی ہے کیونکہ زن و شوہر کی رویت کا تحقق اتنا نازک اور لطیف ہو کرتا ہے کہ اگر مومن مرد و عورت کا رشتہ مشرک مرد و عورت کے ہاں جوڑ دیا جائے تو زوجین میں اختلاف و عداوت کی وجہ سے باہم محبت و رافت پیدا نہ ہوگی اور ازدواجی زندگی کا لطف ٹھہ جائے گا اور اگر باہم محبت و رافت پیدا نہ ہوگی تو مشرک شوہر یا بیوی سے کافرانہ رسم و رواج، مراسم اور عادات و رائج کے شرک سے چشم پوشی کرنی پڑے گی اور یہی چشم پوشی مومن مرد و عورت کے دین و ایمان کو تباہ کر ڈالے گی اور آہستہ آہستہ مشرکانہ عقائد و خیالات رسوم و روایات ان کے دہن و دماغ اور رگ و ریشہ میں سرایت

کر جائیں گے اور مشرک۔ عقائد و دیانت اور کافر نہ رو سم و روایت جہنم کی طرف سے جانے کے زبردست سامان ہیں۔

یہی وہ وجہ ہے کہ مسلمان غلام اور مسلمان باندی کو ان کا غیر مسلم مردوں اور عورتوں پر آیت و روایت میں ترجیح دی گئی ہے کہ ان کا غیر مسلم مردوں اور عورتوں سے اچھے تو یہ تمہارے غریب مسلمان غلام اور باندیاں ہیں ان سے نکاح کرلو۔

چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ولدہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے شوہر مالک بن نضر ایمان نہیں لائے اور مذہب کے اختلاف نے مزین و رحمت میں بھی اختلاف پیدا کر دیا۔ مگر مالک بن نضر کسی قیمت پر اپنا بائبل مذہب ترک کرنے کو تیار نہ تھے حضرت ام سلیم ہمیشہ نہیں سمجھتی تھیں اور اسلام سے حق میں اس کی کوشش کرتیں مگر مالک بن نضر ہمیشہ ان کی بات رو کر دیتے اور لڑتے جھگڑتے اس سے کشیدگی حد درجہ بڑھ گئی اور مالک بن نضر ناراض ہو کر مدینہ سے شام چلے گئے اور کچھ عرصہ بعد ان کا وہاں انتقال ہو گیا۔ پھر ایک عرصہ بعد ابو طلحہ انصاریؓ نے حضرت ام سلیم کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا مگر حضرت ام سلیم نے ابو طلحہ سے یوں فرمایا:

”میں رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائی ہوں اور تم مشرک ہو میں تمہارے ساتھ نکاح کس طرح کر سکتی ہوں۔ جو لکڑی زمین سے پیدا ہوتی ہے تم اس لکڑی سے بنے ہوئے بت کو پوجتے ہو جس کو جیٹھی غلام بسولے سے ٹھکراتا رہتا ہے وہ بے جان لکڑی کا بت جو تم کو نہ فلاح پہنچا سکتا ہے ورنہ نقصان، مسموم کہ تم اللہ کو نہیں پوجتے جس کی بادشاہت آسمانوں اور زمینوں پر ہے اور جو حقیقت میں قادر مطلق ہے۔“

حضرت ام سلیم کی ایمان افروز باتیں ابو طلحہ کے دل میں گھر کر گئیں اور وہ مشرف باسلام ہو گئے۔ چنانچہ ابو طلحہ کے اسلام لانے کے بعد حضرت ام سلیم نے ان سے نکاح کر لیا۔

انفرض اسلام مسلمان عورت کو کسی غیر مسلم مرد سے وراثی طرح کی مسلمان مرد کو کسی غیر مسلم عورت سے شادی کرنے کی اجازت نہیں دیتا یہی حق دقت ہو گا جب کہ دونوں مسلمان ہو جائیں۔ جیسا کہ ابھی مذکورہ واقعہ سے بھی معلوم ہو اور انہیں سب وجوہات کی بنا پر مسلمان غلام اور مسلمان باندی کو ان کا غیر مسلم مردوں اور عورتوں پر آیت و روایت میں ترجیح بھی دی گئی کہ ان کا غیر مسلم مردوں اور عورتوں سے اچھے تو یہ تمہارے غریب مسلمان غلام اور باندیاں ہیں۔ ان سے نکاح کر دو۔

مومن اور بدکار مسلمان سے رشتہ:

اسلام صالح مسلمان مردوں کو بدچلن بدکار اور بازاری مسلمان عورتوں سے اور پاک دامن مسلمان عورتوں کو زلیل ذلی الطبع اور بدکار مسلمان مردوں سے بھی رشتہ بنے کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ کیونکہ جہاں صالح مرد اور پاکیزہ عورتیں بدچلن مرد اور بدکار عورتوں پر اپنا اثر ڈال سکتے ہیں وہیں پر بدچلن مرد اور بدکار عورتیں صالح مردوں اور پاکیزہ عورتوں پر اپنا اثر جمانے لگتی ہیں۔

قرآن کہتا ہے:

”بدکار مرد صرف بدکار عورت سے ہی نکاح کر سکتا ہے یا مشرک عورت سے اور یہی زانیہ عورت تو اس سے صرف بدکار مرد ہی نکاح کر سکتا ہے یا مشرک مرد یہ سب کے سب مومنوں پر حرام ہیں۔“ (النور)

خلاصہ

معلوم ہوا کہ قرآن اپنے ان واضح بیانات اور نافع ہدایات کے در بعد کفر اور اسلام خیر اور شر پاکیزگی اور گندگی کی ملی جلی مرکبات سے مسلمانوں کو روک کر صالح مردوں اور پاکیزہ عورتوں سے رشتہ حیات اور بدکار مردوں اور بدچلن عورتوں کے رشتہ ازدواج کے درمیان ایک امتیاز قائم کرتا ہے ہر ایک کو اس کا مناسب درجہ اور مقام بخش

ہے۔ قرآن کا ارشاد ہے:

﴿الْحَبِشَتُ لِنَحِيثٍ وَالْحَبَشُونَ لِلْغَيْبِ وَالطَّيِّبَتُ لِبَطْنٍ
وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَةِ﴾ (الزور)

”بد چھن عورتیں بدکار مردوں کے لئے اور بدکار مرد بد چھن عورتوں کے لئے ہیں اور پاکدامن عورتیں مردوں کے لئے اور صالح مرد پاکدامن عورتوں کے لئے ہیں۔“

اپنی ذات غلط یا اپنے سے اونچی ذات بتانا:

عموماً ہمارے ہاں لوگ اپنے سے اونچی ذات یا بروری میں شادی کرنے کے لئے اپنی ذات اور بروری غلط بتا دیتے ہیں یا جس کے ہاں اپنے لڑکے لڑکی کی شادی کرنا چاہتے ہیں اس کی ذات بتا دیتے ہیں۔ یاد رکھئے! یہ سراسر دھوکا اور گناہ کبیرہ ہے۔

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لَا تَزْنُوا عَنْ آبَائِكُمْ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ أَبِيهِ فَقَدْ كَفَرَ))

(بخاری)

”حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے باپ و دادا کی ذات سے اعراض مت کرو، جو شخص اپنے باپ و دادا کی ذات سے اعراض کرتا ہے وہ کافر ہو جاتا ہے۔“

ایک دوسری حدیث میں یوں آتا ہے:

((عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ ادَّعَى إِلَى عَيْزِ ابْنِهِ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ عَيْزُ
ابْنِهِ فَالْحَبَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ)) (مسلم)

”حضرت سعد بن ابی وقاصؓ حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنی ذات اپنے باپ و دادا کی ذات کے علاوہ بتاتا ہے اس پر جنت حرام ہے۔“

ہم ذیل میں مؤخر الذکر عمر میں مساوات کا تذکرہ کرتے ہیں۔

لڑکی لڑکے میں عمر کا تناسب ایک شرعی چیز ہے:

عمر میں مساوات کی رعایت بہت ضروری ہے، خاص طور پر میاں بیوی میں یہ مطلقاً تو ہے ہی مگر کسی قدر شرعاً بھی مقصود ہے اور شریعت میں بھی قابلِ تہنیت ہے۔ قرآن پاک میں حوروں کے تذکرے میں ہے

﴿فَاصْبِرْ لِّلْظُرْفِ الْأَوَّابِ﴾ (الزمر ۵۲)

”یعنی حوریں نظریں نیچی رکھنے والی ہم عمر ہوں گی۔“

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَجَعَلْنَهُنَّ أَكْثَارًا عَرَبًا أَتْرَابًا﴾ (الواقعة ۳۶ ۳۷)

”ہم نے حوروں کو کنواری بیواؤں کے ہمارے ہم عمر پیدا کیا ہے۔“

تفاوتِ عمر کے اثر سے اجنبیت ہوتی ہے آپ دیکھئے بچہ سے بچہ کو جیسی محبت ہوتی ہے بڑے سے نہیں ہوتی۔

لڑکے اور لڑکی کا ہم عمر ہونا:

((خَطَبَ أَبُو بَكْرٍ وَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَاصْطَمَ فَقَالَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهَا صَغِيرَةٌ فَحَطَبَهَا

غُلِيٌّ فَرَوَّحَهَا مِنْهُ))

”حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے یکے بعد دیگرے حضرت فاطمہؓ سے نکاح

کا پیغام دیا (چونکہ ان دونوں حضرات کو یہ شرف حاصل تھا کہ ان کی صاحبزادیاں حضور ﷺ کے حرم پاک میں داخل تھیں اس لئے انہوں نے سوچا کہ یہ شرف بھی ان ہی کو حاصل ہو جائے کہ آنحضرت ﷺ کے داماد بنیں مگر) آپؐ نے فرمایا کہ وہ کم سن ہے پھر حضرت علیؑ نے حضرت فاطمہؑ سے نکاح کا پیغام دیا تو آپؐ نے حضرت فاطمہؑ کا نکاح حضرت علیؑ سے کر دیا۔

اس حدیث سے معلوم ہو کہ تناسب بین العمر یعنی لڑکے کی عمر میں تناسب ملحوظ رکھنا ضروری ہے اگر لڑکی چھوٹی ہو تو لڑکے کی عمر زیادہ نہ ہونی چاہئے۔

لڑکے اور لڑکی کی عمر میں فرق:

سیدہ فاطمہؑ کا نکاح جب حضرت علیؑ سے ہوا تو اس وقت حضرت فاطمہؑ کی عمر ستر مہینے پندرہ سال اور بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہؑ کی عمر اٹھارہ سال تھی اور حضرت علیؑ کی عمر اکیس برس تھی۔ لڑکی اور لڑکے کی عمر میں تناسب ملحوظ رکھنے کے ساتھ بہتر یہ ہے کہ لڑکا کسی قدر عمر میں لڑکی سے بڑا ہو۔

بے جوڑ نکاح کے مضمرات

تم سن لڑکی کا زیادہ عمر والے لڑکے سے رشتہ کرنے کے نقصانات اگر لڑکی کم سن و درمسن (زیادہ عمر و) ہو تو عاسب یہ ہے کہ وہ بچہ چارہ کی بہت جلد بیوہ ہو جائے گی، لوگ ہم عمری کا قطعی خیال نہیں کرتے، سب ربات کنواری لڑکی یا تیرہ چوبیس برس کی لڑکیوں کو سناٹھ ساٹھ برس کے بوڑھوں کے ساتھ زیادہ سیت ہیں یہاں بھی درج ذیل مفاسد پیش آتے ہیں۔

اگر عورت عقیقہ پاکہ سن و رخو کو پاس رکھنے والی ہوئی تب تو وہ تمام عمر کے قید میں ملکہ ہوئی اور اگر اس صفت سے خالی ہوئی تو بدکاری میں مبتلا ہوئی اور دونوں حالتوں میں میاں بیوی میں ناگوار پنش اورتا اتفاقی ضرر ہوگی۔ دوسری صورت میں روہ کی بے آبروئی بلکہ دونوں کے خاندان کی بھی ساتھ ساتھ رسوائی ہے۔ اور سب سے بڑا مفسدہ یہ ہے کہ کٹر بوڑھا پسے مر جاتا ہے، اور وہ مظلوم اکثر رسم و رواج میں غار ہونے کی وجہ سے بیوہ بٹھی رہتی ہے۔

در بعض اوقات یہ غریب کھانے پینے سے محتاج ہو جاتی ہے اگر عمری ترافٹ ہے تو کسی کی مزدوری نہیں کر سکتی اور اگر مزدوری گوارا کی تو دوسرے کے گھربا اوقات رہنا پڑتا ہے اور چونکہ اس کا کوئی سرپرست نہیں ہوتا اس لئے حیات کے لوگ اس بے چاری کے درپے ہو جاتے ہیں، کبھی لالچ و کبھی ذرا دھمکا کر اور کبھی کسی حید بہانہ سے اس کی آبرو اور دین خراب کر دیتے ہیں بالخصوص جب اس عورت میں بھی نفسانی تعاضد ہو۔

کم عمر لڑکے کی زیادہ عمر والی لڑکی سے رشتہ کرنے کی خرابی

بعض قوموں میں اس کے برعکس یہ عام رواج پایا جاتا ہے کہ لڑکا چھوٹا ہوتا ہے اور

نرکی بڑی اب نرکی تو پہلے جوان ہوگی، ار لڑکا بھی چوں چوں کا بچہ ہے بلکہ کہیں تا
تحدوت ہوتا ہے کہ لڑکا اس کی گود میں کھلانے کے باقی ہوتا ہے ان بے عقلوں نے یہ۔
دیکھا کہ سب تعلقات کی بنیاد زوجین کی یا بھی موافقت ہے جبکہ اس صورت میں خود اس
کی امید نہیں چنانچہ ایسے موقع پر دیکھا گیا ہے کہ نرکی میں جوانی کا تھا ضابطہ اہو گیا اور
نرکا کسی قابل ہی نہیں یا تو وہ کسی اور سے غرب ہوگئی یا گھٹ گھٹ کر تپ دق میں مبتلا ہو
گئی۔

بے جوڑ شادی میں لڑکی کو انکار کر دینا چاہئے:

آج کل س کو بے شری سمجھتے ہیں کہ ماں باپ نکاح کرنا چاہیں اور نرکی انکار کر
دے حالانکہ شادی کی فرمائش کرنا بے شری ہے انکار کرنا بے شری نہیں بلکہ یہ یونین جی
ہے کہ یہہ کے نام کو پسند نہیں کرتی دیکھ لو یہ عقل کی بات ہے یا نہیں تو ایسے موقع پر لڑکیوں
کو ضرور انکار کر دینا چاہئے۔

کم عمر میں شادی کر دینے سے قویٰ ضعیف ہو جاتے ہیں

آج کل قویٰ بہت ضعیف ہیں جس کی زیادہ وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ آج کل شادی
کم عمری میں ہو جاتی ہے اعضاء میں پورا نمو (کمال و پختگی) نہیں ہونے پاتا جلدی
شادی کرنے کی وجہ یہ تو چو چلا پن ہے کہ چھوٹے چھوٹے بچوں کو دوہا دہیں دیکھنے کا
ارمان سے اور کہیں یہ خیال ہوتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ ہم مر جائیں ور بیٹے کی شادی نہ دیکھ
سکیں اور کہیں ماں باپ کا قصور نہیں ہوتا بلکہ خود بچے ہی ماں باپ کے پیٹ سے نکلتے ہی
مستبیل شروع کر دیتے ہیں جس سے ماں باپ کو ان کی شادی کرنے پر مجبور ہونا پڑتا
ہے۔

مجھے زمانے کے لوگ بڑے قویٰ ہوتے تھے س کی وجہ یہ تھی کہ ان کی شادی نو خستہ
ہونے کے بعد ہوتی تھی جیسی جب ان کے بدن میں پوری جوانی (کمال اور پختگی) ہو جاتی

تھی اسی وجہ سے ان کی عمریں زیادہ ہوتی تھیں۔

بچپن میں شادی کر دینے کی خرابیاں:

ایک کوتاہی بعض قوموں میں یہ ہے کہ بہت تھوڑی عمر میں نکاح کر دیتے ہیں جس
وقت نر کے نرکی کو کچھ تیز بھی نہیں ہوتی کہ نکاح کیا چیز ہے اور اس کے یہ حقوق ہوتے
ہیں اس میں بہت کی خرابیاں ہوتی ہیں بعض اوقات لڑکا نا باقی نکلتا ہے جس کو منکوحہ
سیانی ہو کر یا نرکی کے ادبیاہ پسند نہیں کرتے ب فکر ہوتی ہے تعریق کی کوئی مسد پوچھتا
ہے کوئی ب مسد پوچھے ہی دوسری جگہ نکاح کر دیتا ہے ور لڑکا ہے کہ نہ س کے حقوق او
کرتا ہے نہ اس کو طلاق دیتا ہے۔

بعض جگہ کم سنی میں نکاح کرنے سے یہ ہوا کہ نکاح ہونے کے بعد وہ لڑکی س
نر کے کو پسند نہیں وہ اپنے لئے کہیں اور تلاش کر لیتا ہے اور اس کی نہ خبر گیری کرتا ہے نہ
طریق دیتا ہے اور غدر کر دیتا ہے کہ مجھ کو خبر ہی نہیں کہ میرا نکاح سب ہو جنہوں نے کیا
دو ذمہ دار ہیں اور طلاق دینے کو عرفاً عار سمجھتا ہے۔

بعض اوقات دونوں بچپن میں یک جگہ کھیلتے اور لڑتے ہیں جس کا اثر بعض جگہ یہ
ہوتا ہے کہ آپس میں نفرت اور بغض پیدا ہو جاتا ہے اور چونکہ شروع ہی سے دونوں
ساتھ رہے ہیں اس لئے شوہر کو کوئی خاص میدان کیفیت شوقیے سے متھ نہیں ہوتا جیسا
کہ بالغ ہوئے کے بعد ہی بیوی کے ملنے سے ہوتا ہے اور اس کا اثر بھی ہر طرح برائے
برائے کیا ان خرابیوں سے بچنے کی کوشش ضروری نہیں ہے۔

رشتوں کی تلاش میں خود ساختہ رکاوٹیں

پاکستان میں اس وقت تقریباً ہر خاندان دو پریشان کن مسئلوں سے دوچار ہیں۔ پہلا یہ کہ اس کے نوجوان بے روزگار ہیں۔ دوسرا یہ کہ ان کے گھروں میں شادی کے قابل ورجوان بنیاں ہیں جس کے مناسب رشتے نہیں آ رہے۔ یوں مسائل بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ والدین غیبی مسائل کا شکار ہوتے جا رہے ہیں۔ جس صورت حال کا ہمیں آج سامنا ہے ایسی پہلے کبھی نہ تھی۔ جوں جوں وقت گزرتا جا رہا ہے لڑکیوں کے رشتوں کا مسئلہ بھی پیچیدہ ہوتا جا رہا ہے حالانکہ اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے شادی دفتر کی ایک بڑی تعداد بھی مصروف عمل ہے اگرچہ ان کا مقصد اپنا کاروبار چلانا اور پیسہ کمانا ہے۔ یہ بات شے شدہ ہے کہ گھر بچے ہوئے مسائل کے اسباب کی نشان دہی کی جائے تو ان مسائل کو حل کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ ہم ان مختلف وجوہ کو جاننے کی کوشش کرتے ہیں جن کی بنیاد پر رشتے ملتے ہیں تاخیر ہو رہی ہے اور لڑکیوں کی عمریں گزرتی جا رہی ہیں۔ آئیے اب ہم ان مسائل پر غور کریں۔

والدین کی ایک بڑی تعداد یہ مذر کرتی ہے کہ مناسب رشتہ ہی نہیں ملتا تو کیا کسی کو بھی ہاتھ پکڑ دیں؟ یہ مذر اگر حقیقت میں درست ہوتا تو ٹھیک تھا۔ جی جی اُتر مناسب رشتہ نہ آتا تو یہ شخص، تعلق مفذرت تھا لیکن قابل عورت بات یہ ہے کہ جو رشتے ملتے ہیں کیا وہ سب ہی نامناسب ہوتے ہیں؟

اصل بات یہ ہے کہ نامناسب کا مفہوم خود مرنے اپنے ذہن میں بنا رکھا ہے جو ان سخت اور بے جا خواہشات و معادات پر مبنی ہے

✽ حسب و نسب میں حضرت حسین جیسا ہو

✽ اور اخلاق میں جنید بغدادی جیسے ہو

اور علم میں اگر دینی علم ہے تو جو حنفیہ کے برابر ہو اگر دنیاوی علم ہے تو ڈاکٹر عبدالقادر کا ثانی ہو

✽ خُس میں یوسف علیہ السلام کا سم پلہ ہو وہ خُس جس کے آگے قاتی سب چراغ بجھ جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمیں اپنے بیٹوں کی خاطر ایک گھر کے بعد دوسرا گھر تلاش کرتے کرتے اتنا دوازیوں کو دیکھتی ہیں وراں سب دستہ کر دیتی ہیں۔ خبر ہے کہ جہاں مناسب رنگت والی لڑکیں بھی نظر میں نہ آج چکیں تو زرا دے ہوئے رنگت والی کہاں مقام حاصل کر سکتی ہیں۔ رنگت پر اتنا زور تو شاید لڑکے خود بھی نہیں دیتے لیکن لڑکوں کی ماؤں اور بہنوں کو سم نے آسانی کی تلاش میں دنیا چھانٹتے ہوئے خود دیکھا ہے۔

✽ مناسب رشتے نہ ملنے کے سبب لڑکیوں کے والدین اپنی بیٹیوں کو مزید تعلیم کے حصول کے لئے یونیورسٹی وغیرہ بھیج دیتے ہیں لیکن اس سے جہاں لڑکی کو ایم۔ اے اور ایم۔ ایس۔ سی کی ڈگری مل جاتی ہے وہیں عمر و تعلیم ہو جانے کے سبب ان کے ہم پلہ رشتے ملنا بھی دشوار ہو جاتا ہے۔

✽ آج کی دنیا میں لڑکوں کو معیار زندگی بلند کرنے کی بہت فکر رہتی ہے۔ وہ اگر تعلیم حاصل کر رہے ہوں تو مزید تعلیم کی خاطر اور اگر ملازمت کر رہے ہوں تو زیادہ بہتر ملازمت کی خاطر شادی سے گریز کرتے ہیں۔ فی زمانہ زندگی اتنی ہنگامی ہو گئی ہے کہ لڑکوں کی اچھی آمدنی حاصل کرنے تک شادی سے ٹکار بڑی حد تک درست بھی ہے کم آمدنی میں ایک نئے کنبے کا قیام ہر حال بہت سارے مسائل کھڑے کرنے کا باعث بنتا ہے۔ تاہم لڑکوں کی اس تاخیر کی وجہ سے لڑکیوں کی شادی پر بھی اس کا اثر پڑتا ہے اور ان کے رشتے ملنے میں تاخیر ہونے لگتی ہے۔

✽ ایک اور سبب لڑکیوں کے والدین کا اپنی بیٹیوں کے لئے ڈاکٹر و انجینئر کے حصول پر جب جابر رہا بھی ہے۔ ہم نے دیکھا ہے کہ والدین ان پیشوں کے لئے کسی قدر

جنون کا عالم رکھتے ہیں۔ اس بے جا دلچسپی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بیٹیوں کے لئے ان کے والدین کے پاس گرد و گرد اچھے رشتے آتے بھی ہیں تو وہ نہیں مانوسد کرتے ہوئے مسترد کر دیتے ہیں۔ اسی طرح وہ س کی شادی کی عمریں بیت جانے کا خواہش بڑھ سبب بن جاتے ہیں۔

اگرچہ حالات کے جبر کے تحت حسب و نسب اور ذات پات کی شرائط آج بہت کمزور پڑ گئی ہیں تاہم آج بھی والدین کی خاصی تعداد اپنے ہونے والے داماد میں صفات کا پیدیا جانا لازم سمجھتی ہے اور ان کے مقابلے میں کسی دوسری برادری اور ذات کے رشتوں کو قطعی ہیئت نہیں دیتی۔ یہ بھی ہمارے معاشرے کا ایک عجیب طیف ہے کہ صاحبِ ردگانِ یورپ سے کسی عیسائی، یہودی یا مسلم لڑکی کو اپنی بیوی بنا کر گھر لے آتے ہیں لیکن والدین اس کا برا ماننے کی بجائے فخر سے جھومنے لگتے ہیں۔ وطن سے باہر ایک یہودی لڑکی بھی ہماری عزت و وقار میں چار چاند لگانے کا باعث بنتی ہے لیکن وطن کے اندر یک عزت دار برادری کی حسین و جمیل لڑکی بھی حسب و نسب کو خراب کر دیتی ہے۔

اس کا ایک بنیادی سبب لڑکے دونوں کے جھیز کے بھاری بھرکم مطالعہ بھی ہیں۔ یہ مطالعے تو خیر شروع ہی سے ہوتے آئے ہیں لیکن اس میں کاروبار، بیت نئے دور کی ایجاد ہے۔ لڑکے والے تو اب کارپلاٹ، مکان اور بیرون ملک بلاوے وغیرہ کے مضامینات بھی بلا تھجک کرنے لگے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس طرح کے مضامینات پورے کرنا ہر ماں باپ کے بس کی بات نہیں ہوتی چنانچہ لڑکیوں کی عمریں پختہ لگتی ہیں اور رشتے ملنے میں رکاوٹ ہونے لگتی ہے۔

رشتوں میں پیچیدگیوں اس وجہ سے بھی پیدا ہوئے لگی ہیں کہ اب تبدیلی رشتے عام طور پر پسند نہیں کئے جاتے۔ لڑکی کے والدین کے پاس اس قسم کے رشتے آتے تو رہتے ہیں لیکن وہ مسلسل نکار کرتے چلے جاتے ہیں حتیٰ کہ بیٹیوں کے ساتھ ان کے

بیٹوں کی عمریں بھی تیس سے پچیس اور ۳۵ سے ۴۰ سال تک پہنچ جاتی ہیں۔ یہ درست ہے کہ اس طرح کے رشتے عمومی طور سے کامیاب کم ہی ثابت ہوتے ہیں لیکن اسے ایک کلیہ قرار دینا بھی درست نہیں ہے۔

ہرے معاشرے میں بعض پرانی قدریں کئی لحاظ سے اب تک مستحکم ہیں۔ بھائی بہنوں کی خاطر اپنی ذات کی قربانی دیتے رہتے ہیں اور بہنوں کے مناسب رشتے آنے تک خود بھی شادی پر آمادہ نہیں ہوتے۔ ظاہر ہے کہ ایک طرف جہاں پہلے گھر کی لڑکی متاثر ہو رہی ہوتی ہے وہیں بھائی کی شادی نہ کرنے کے باعث دوسرے گھر کی لڑکی بھی متاثر ہوتی ہے۔ رشتوں کی تلاش میں یہ معاملہ بھی رکاوٹ پیدا کرتا ہے۔

دوسرے حصے کے تھکوں میں سے ایک تھک یہ بھی ہے کہ اس نے رشتے داروں میں داروں ذراں دی ہیں۔ ایک بھائی دوسرے بھائی سے اور ایک بہن دوسری بہن سے سخت متفرق ہیں یہاں تک کہ ان کا ایک دوسرے کے گھر میں نا جانا بھی بند ہو چکا ہوتا ہے۔ پہلے خاندانوں میں باہمی شادیاں بہت آسانی سے ہو جاتی تھیں بلکہ انہیں ترجیح دی جاتا کرتی تھی یکس تفرقوں کی وجہ سے رشتے گھر میں موجود ہونے کے باوجود شادیوں کا سلسلہ قائم نہیں ہو پاتا۔

شادی بیاہ کرتے وقت آج کل لڑکے اور عورتوں کا یہ پہلو بھی نظر میں رکھا جاتا ہے کہ ان کا کنبہ بڑا نہ ہوتا کہ بیٹی پر کام کا زیادہ بوجھ نہ ہو سکے۔ نکاحیں بڑھ گئی ہیں اور کنبے مختصر ہونے لگے ہیں اس لئے رشتوں کی تلاش میں چھوٹے خاندان کی تلاش بھی ایک ضروری امر بن گیا ہے۔ بے شک ایسا کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے تاہم اکثر اوقات اس کی وجہ سے بھی رشتوں کے مسائل کھڑے ہو جاتے ہیں۔

مہنگائی نے انسان کے کس بل نکال دیئے ہیں اور محض ایک فرد کی مددنی سے خاندان چلانا کتنی ہو گیا ہے اس لئے آج کل کے لڑکے اکثر اوقات ایسی شریک

حیات تلاش کرتے ہیں جو معاشی بوجھ میں بھی اس کی ہم سفر بن سکے یعنی انہیں ملازمت کرنے والی لڑکیوں کی تلاش رہتی ہے۔ ظاہر ہے کہ ہر خاندان کی لڑکیاں تو ہمارے معاشرے میں ملازمت نہیں کرتی ہیں اس لئے باوجود اچھا لڑکے ہونے کے ملازمت نہ کرنے والی مخصوص غریب لڑکی خواہ مخواہ بیٹھی رہ جاتی ہے۔

آج کل جہاں نوجوانوں میں بہتر تعلیم حاصل کرنے کا جذبہ تیز ہو رہا ہے وہیں فی دی۔ وی سی آر ورکابی کی وجہ سے ملازمت کی جانب سے لپرواہی کا عنصر بھی بڑھ گیا ہے۔ لڑکوں کی ایک بڑی تعداد یا تو ملازمت کا رجحان ہی نہیں رکھتی یا پھر انتہائی غیر ذمہ دار اندروپے کے باعث ایسے لڑکے اپنی ملازمتیں بار بار چھوڑ کر گھروں میں بیٹھ جاتے ہیں وہاں باپ کی آمدنی سے فیض اٹھانے لگتے ہیں۔ اس زمانے میں جب کہ رشتوں کا کال ہے اس طرح کے لڑکے مزید مشکل کا سبب بنتے ہیں اور رشتوں میں تاحیر ہوتی ہے۔ ان میں سے کئی اسباب ایسے ہیں جن کے باعث ہم خود اپنی بیٹیوں کے رشتے نامنظور کر دیتے ہیں۔ خوب سے خوب تر کی تلاش بہت اچھی چیز ہے لیکن اس کی بھی کوئی حد ہونی چاہئے۔ زیادہ مال و دولت خُسن اور مختصر کنبے کی تلاش بہت ساری خرابیاں جنم دینے کا باعث بنتی ہے مناسب تحقیقات کے بعد اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے لڑکے اور لڑکی دونوں کو ابتدا کی عمری میں بیاہ دینا چاہئے اسی میں ہم سب کی بہتری ہے۔

ونہ سٹہ کی شرط

جنس مسکن بروری کے خوب میں جھڑے ہوئے ونہ سٹہ کی شرط بھی لگا دیتے ہیں چنانچہ کتنے ہی عاقوبت میں یہ رواج عام پایا جاتا ہے کہ تمہیں بی بی کی کار شہ دے دو ہم تمہیں اپنی بیٹی یا بیٹی کا رشتہ دے دیں گے اور بسا اوقات وہ بچی بھی پیدا نہیں ہوتی ہوتی۔ یہ کرینا دوسرا نیم چڑھا کے مصداق اس کی متوقع پیدائش کا انتظار کیا جاتا ہے اور لڑکے لڑکیاں یوں نظر میں بوڑھے ہوتے ہیں پھر خدا خدا کر کے اچھا رشتہ ہوا اور شادی کی نوبت آتی جائے تو جوڑے میں علم و عمل اسیرت ہو کر وکالتا قنات ہوتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے جذبات حساسات کو چھٹی طرح سمجھ نہیں پاتے جس سے چھ مذاق تک نوبت آ جاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کی مشروط شادیوں سے منع فرمایا ہے۔

بہو خوبصورت بھی ہونی چاہیے اور ”کما و پوت“ بھی

اچھا رشتہ ہونی چاہتا ہے لیکن مسئلہ یہ ہے کہ ملک کی معاشی حالت اور باہمی حقوق کے روزگاری کی شرح نے خود نوجوان لڑکوں کی سوچ کو بھی متاثر کیا ہے اور ان کے والدین بھی بیٹوں کے لئے ایسے رشتے تلاش کرتے ہیں جو لڑکے کے معاشی حالات کو مددگار ثابت ہوں یعنی یا تو لڑکی اکثر نکچر رہو تاہم گھر کے لئے والدین کا سماجی مقام سفید پوش یا اس سے بھی کم ہو تو پھر تان ٹچ پر آ کر ٹوٹتی ہے۔ بالفرض اگر یہ سب کچھ نہ بھی ہو تو پھر لڑکی کے والدین کا ذات مدد نہ دیا جائے اس ملک کام کرنا بھی لڑکے والوں کے لئے بڑے کشش ہو جاتا ہے کیونکہ ان کے خیال میں لڑکی دے اپنے ہونے والے داماد کو بیرون ملک روزگار فراہم کر دیا جاسکتا ہے اور بات یہی ہو تو کچھ زیادہ بری نہیں اگر آپ لڑکے کی عملی زندگی کو بہتر راستے پر ڈالنے میں مدد دیں گے تو اس

۵۵ ماہہ خود بڑی کو بھی ہوگا لیکن بری بات یہ ہے کہ لڑکیوں کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ نکاح کم عمر ہو۔ کے علاوہ اسی تعلیم یافتہ اور نہایت اچھی شکل و صورت کے ساتھ اسی عہدہ پر بھی نہ ہو یا پھر بڑا کاروبار ہو۔ آپ خود فیصدہ کریں کہ جب یہ سوچیں کہ کس اپنی معیشت کے ساتھ ہم نیک پاکیزہ سماجی و شرعی بندھن کو باندھنے کا تدارک کریں گے تو پھر چھارشتہ کہاں ملے گا؟

یاد رکھئے لڑکے کا برسرِ روزگار نہ ہونا بھی ایک خواہ مخواہ کا بہانہ ہے کتنے ہی لوگ شادی کے بعد بے روزگار ہو جاتے ہیں تو کین کی عورتیں گھر چھوڑ کر نیک چلی آتی ہیں؟ سب دوسرے کے سیرِ عداوت کے پیمانے سے ناپنے والے در بہت زیادہ حسابی ذہنیت رکھنے والے ایسے لوگوں کے موبوم نہیں کو دور کرے۔ لئے قرآن پاک میں فرمایا گیا

﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَكْثَرُ مُجْرِمِينَ﴾

(النور ۱۳۲)

”اور تم میں سے جو مجرم ہیں خواہ مرد ہوں یا عورت ان کے نکاح کر دو“ اسی طرح تمہارے غلام اور باندیوں میں جو حقوق زوجیت کے قابل ہوں ان کا بھی نکاح کر دو اگر وہ تنگ دست ہوں تب بھی نکاح کر دو اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل و کرم سے غنی کر دے گا۔“

اس آیت کی تفسیر میں حضرت صدیق اکبرؓ فرماتے ہیں لوگو! تم اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرو اس کے عوض اللہ تعالیٰ (خوشحالی و فنی اور روزگار مہیا ہونے) کا اپنا وعدہ پورا فرمائیں گے۔

دنیاوی تعلیم کا نہ ختم ہونے والا گورکھ دھندا

ہمارے ہاں علی تعلیم کا حصول بھی شادی میں رکاوٹ اور تاخیر کا ایک بڑا سبب

ہے۔ ہر طور پر ماں باپ پر تعلیم لڑکے لڑکیوں کی تعلیم کے ختم کے بعد معاشی مسئلہ کے مستقل حل تک شادی کو ملتوی رکھتے ہیں دورانِ تعلیم اگر کوئی رشتہ جاتے تو یہ کہہ کر رشتہ سے انکار کر دیا جاتا ہے کہ بھی تو ہمارے بچے پڑھ رہے ہیں اور مزید اسی تعلیم حاصل کرنی ہے۔ بالفرض اگر ماں باپ بچوں کی شادی کرنے پر آمادہ ہوں تو بچے تعلیم کا بہانہ کر کے شادی کے لئے تیار نہیں ہوتے۔

لڑکی جب اسی تعلیم حاصل کر رہی ہے اور نوکری بھی شروع کر دیتی ہے تو پھر وہ زمین پر دین ہی چھوڑ دیتی ہے ہر وقت فسانوی دنیا میں لگن رہتی ہے فسادوں اور خیالاتی ہواؤں میں اڑان بھرتی ہے اور کسی رو مانوی سنواری کی طرح سوچتی ہے کہ کوئی اعلیٰ تعلیم یافتہ شہزادہ اس کی زندگی میں آئے گا اور اسے ڈولی میں سجا کر بہت بڑے محل میں سے جائے گا جہاں وہ رانی بن کر راج کرے گی جو حقیقی دنیا میں رہتے ہوئے تو ناممکن ہے۔

غرض اسی تعلیم کے حصول کے چکر تک لڑکی کی جوانی سچی سے زیادہ مزر پچی ہوتی ہے اگر پھر بھی کوئی رشتہ لئے تو لڑکی اور اس کے ماں باپ یہ کہہ کر ٹھکرا دیتے ہیں ہماری لڑکی ٹھیک تھا کہ پڑھی لکھی اور عہدہ جاب کرتی ہے ہمیں تو اپنی لڑکی کے لئے اپنی لڑکی صاحب اعلیٰ تعلیم یافتہ دیکھئے عہدہ سے پر فائز لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ ادھر لڑکے والے مگن لڑکی والوں سے کم نہیں ہوتے وہ بھی اپنے لڑکے کے لئے اسی تعلیم یافتہ کم عمر لڑکی کے چکر میں نخرے سے مں بڑی عمر کی لڑکی کو ٹھکرا دیتے ہیں اور تقریباً ۹۰ فیصد لڑکیاں حسرت بھری میدان لے لئے ساری زندگی ماں باپ کی دبیز پرگزاردیتی ہیں۔

انتخاب چڑھ لیا ہے اب کچھ کچھ بھی تولوں:

ہمارے ہاں بالخصوص دیہات میں ملازم پیشہ خواتین کو تدارک کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔ پسے زمانے میں خواتین کی ملازمت کو گھر بھر اور رشتہ داروں کے لئے ایک طمانچہ سے کم نہ سمجھا جاتا تھا لڑکیوں کی اعلیٰ تعلیم بھی خاندان کے لئے ایک گالی کی حیثیت

ہوتی، ملازمت کا حق صرف مردوں کو ہوتا تھا، عورت بھارت مجبوری صرف دو جگہ سروس میں ٹیچر لڑکی اور ہسپتال میں رس کی حیثیت سے ملازمت کر سکتی تھی، اس کے علاوہ عورت چارو چاندنی کے تقدس کی خاطر گھر سے باہر قدم نہ رکھ سکتی تھی، اگر عورت کو گھر سے باہر قدم بچھو کر رکھا پڑتا تو ایک بڑی سی چادر میں لپیٹ کر بغیر پردے کے گھر سے لٹکنا عورت کا کردار مشکوک بنا دیتا تھا۔ مردوں سے کچھ مددناہات کرنا تو دور کی بات مردوں سے قریب سے بھی نہ گزرتی تھی۔ مگر آج عورت زندگی کے ہر شعبے میں کام کرنا اپنا پیدائشی حق اور فرض سمجھتی ہے، مردوں کے شانہ بشانہ بلکہ مردوں سے آگے بڑھنے کے چکر میں ضروریات زندگی کے ہر شعبے میں عبور حاصل کرنے کے چکر میں کورسز کرتی ہے۔

مانا کہ دور جدید میں مرد و عورت دونوں طبقے ایک ہی راستے پر گامزن ہیں مگر پھر بھی فیثی اور عربی کے شیوع کے اس دور میں لوگ ملازمت پیشہ عورت کو اپنے عقیدے میں لینا ناپسند کرتے ہیں خواہ وہ کتنی ہی عقیفہ اور پاکدامن کیوں نہ ہوں، اس کی سیرت و کردار کو مشکوک سمجھتے ہیں اس کا رشتہ بیٹا گوارا نہیں کرتے اگر کوئی رشتہ لے بھی لے تو ساری زندگی اسے طعنوں کی بھیشت چڑھائے رکھتا ہے۔ یہ کہاں کا تقدس ہے کہ عورت کے ذمہ دوہری ڈیوٹی سونپی جائے وہ گھر بھی سنبھالے اور ملازمت بھی کرے جبکہ خاوند فارغ رہے یا ایک ڈیوٹی کرے۔ یاد رکھیے ملازمت پیشہ عورت صرف دولت کما سکتی ہے وہ بے سکون زندگی نہیں دے سکتی۔

بڑی گھر بیٹھی ہے تو چھوٹی کو کیونکر بیاہ دیں؟

ہمارے ہاں عموماً یہ رواج ہے پہلے بڑی لڑکی کی شادی کی جاتی ہے بعد میں چھوٹی لڑکی کی باری آتی ہے۔ بڑی لڑکی کی شادی سے قبل چھوٹی لڑکی کا رشتہ کرنا معیوب تصور کیا جاتا ہے حالانکہ یہ بات غلط ہے اگر لڑکے والوں کو چھوٹی لڑکی پسند آگئی اور بظاہر بڑا بھی اچھی شکل و صورت، عمدہ خلاق و اعلیٰ کا مالک ہے تو چھوٹی لڑکی کا رشتہ کر دینے

میں کوئی قباحت نہیں ہوں چھوٹی لڑکی کی جب شادی ہو جائے گی تو اب رشتے کے لئے آنے والے بڑی لڑکی کا رشتہ پسند کر لیں گے۔ یہ عام مشاہدہ ہے کہ دیکھنے بڑی گئے مگر پسند چھوٹی آگئی اگر وہ ایسا نہیں کریں گے تو پھر بڑی لڑکی کے ساتھ ساتھ چھوٹی لڑکی شادی کی عمر سے گزر جاتی ہے اور پھر لڑکیاں ماں باپ کو اس کا دمہ دار ٹھہرتی ہیں۔

(مسئوٹ شادی مرد و عورت کا نہیں بھڑف و خضار)
بندہ کا ذاتی تجربہ ہے کہ بڑی لڑکی کو گھر سے چھوٹی لڑکی کے جوڑ کا خاوند مل جانے کی صورت میں اگر خاوندانہ رشتہ دار اہل محلہ کی باتوں کی پروا نہ کئے بغیر رشتہ کر دیا جائے تو نشا و اللہ خیر و برکت ہوگی اور بڑی لڑکی کے لئے بھی جلد یا بدیر بہت اچھے رشتے کا انتظام ہوگا۔

ہمارا دور خد معیار رشتہ نہ ملنے کی سب سے بڑی وجہ

شعبہ تعلیم میں چائیس کا عرصہ گزارنے کے بعد ہیڈ مسٹریس کے طور پر ریٹائرڈ ہونے والی صفوی خانہ بہتی ہیں اس دور میں اچھے رشتے نہ ملنے کا سب سے بڑا سبب خود ہمارا دور خد معیار ہے۔ اگر ہم اپنے بیٹے کے لئے رشتہ تلاش کرتے ہیں تو لڑکی اور اس کے گھرانے کا ایک بلند معیار ہم اپنے ذہن میں قائم کر لیتے ہیں۔ یہ معیار خود ہمارے اپنے سماجی معیار سے بھی کہیں اونچا ہوتا ہے لیکن جب ہم خود اپنی بیٹی کے لئے آنے والے رشتے کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمارے معیار بالکل بدل جاتے ہیں ہم چاہتے ہیں کہ لڑکے والے خواہ ان کا سماجی و معاشی مقام ہم سے کتنا ہی بلند کیوں نہ ہو صرف ہماری بیٹی کی شرافت، سکھ پڑھنے اور اس کی سیرت کو دیکھ کر رشتہ کر دیں لیکن ذرا آپ خود سوچئے جب ہم بیٹے والے بن کر لڑکی والوں کے گھر جاتے ہیں تب ہم خود یہ سب کچھ کیوں نہیں سوچتے؟ اس وقت شرافت، سلیقہ شعاری اور سیرت کے بجائے ہم ان کے والدین کے سماجی و معاشی قد کاٹھ سے اپنے ذہن میں قائم خود ساختہ معیار کا موازنہ

کیوں کرنے لگتے ہیں۔ میری نظر میں لڑکیوں کی شادی میں تاخیر وراثتیں رشتوں سے نہ مٹنے کا رونا دہی ہوگے روتے ہیں جن کی زندگی کے معیار و دور دراز ہوتے ہیں۔ جو لوگ بدلتی ہوئی سماجی اقدار کے باوجود اس خیال سے متفق ہوتے ہیں کہ رشتے بنائے نہیں جاتے بلکہ یہ سماجوں پر طے ہو جاتے ہیں زمین پر تو صرف ن کا من ہوتا ہے ایسے لوگ کبھی پریشانی کا شکار نہیں ہوتے اور نہ ہی ان کے گھروں کے آئین خوشیوں سے محروم رہتے ہیں لہذا ہمیں چاہئے کہ اگر بیٹی کے لئے کوئی رشتہ تیار ہے تو صرف ان کی خاندانی شرافت اور لڑکے میں کسب کمال کی صداقت کو اپنے مد نظر رکھیں کیونکہ جس شخص میں اپنی محنت سے وہ وقت کی روٹی کی پینے کی صداقت ہو تو وہ دنیا بھر کی سائنس بھی خدا کی مرضی سے وقت آ کر حاصل کر ہی جاتا ہے۔

مسز رفعت حمیدین ۵۰ سالہ خاتون منکر ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ہماری بچی توقعات ہی جیسے رشتے نہ مٹنے کا سبب ہوتی ہیں۔ اس کا کہنا ہے کہ ”جب ۳۲ برس قبل میری شادی ہوئی تو میری عمر صرف اٹھارہ برس تھی اور میں نے ان ہی دنوں ایف اے کا امتحان پاس کیا تھا میرے شوہر قلیل تنخواہ پانے والے ایک پرنسری سکول ٹیچر تھے۔ ہم جو انٹرمیڈیٹ میں رہتے تھے لہذا جیسے ہیے گزارا ہو رہا تھا۔ مکان بھی کرائے کا تھا۔ یہ سب باتیں مجھے پریشان کرتی تھیں میں نے اپنے شوہر سے گرجویشن کرنے کی اجازت مانگی جو انہوں نے دے دی میں نے پرائیویٹ طور پر گرجویشن کیا اور پھر یونیورسٹی سے ایم اے کیا۔ ایم اے کے بعد میں نے اپنے شوہر سے ملازمت کرنے کی اجازت مانگی اور پینک میں مجھے ملازمت مل گئی۔ ہم دونوں نے رازق حلال سے اپنی دو بیٹیوں اور ایک بیٹے کی شادی کی۔ اللہ نے ہمیں اپنا ذاتی مکان بھی دیا اور آج اللہ کے فضل سے ہم نہایت خوش حال زندگی گزار رہے ہیں۔ ہمارے سامنے چونکہ ہماری اپنی زندگی کی مثال تھی لہذا جب ہماری بیٹیوں کے رشتے آئے تو ہم نے صرف یہ دیکھا کہ لڑکا آیا کہ با صداقت ہے یا نہیں اور جب بیٹے کی باری آئی تو ان کے والدین کے سماجی مرتبے کے بجائے

ہم سے لڑکی کی تعلیم اور اس کی ملحقہ شعاری کو اپنا معیار بنایا۔ مجھے والدین سے جو بیٹیوں کے لئے اچھے رشتے نہ مٹنے کی شکایت کرتے ہیں میں بھی کہتا ہے کہ خدا را صرف لڑکے کی صداقت کو دیکھیں اگر لڑکا صداقت ہے تو آنے والے برسوں میں خدا اسے محنت کا پھل ضرور دے گا کیونکہ جو لڑکا آج اپنی عملی زندگی شروع کر رہا ہے اسے منزل پر پہنچنے میں دیر تو لگے گی لیکن منزل ملے گی ضرور۔

رضوان الحق قریشی ملک گیر سطح پر خواتین کے حقوق اور ان کے مسائل پر کام کرنے والی ایک بین الاقوامی وابستہ ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ”شادی کی عمر کو پہنچ جائے والی لڑکیوں کے والدین کی یہ فطری خواہش ہوتی ہے کہ وہ جلد از جلد اپنے گھر بار کی ہو جائیں۔ ہم نے بڑے شہروں سے لے کر دور دراز کے دیہاتوں میں اسی مسئلے کا مشاہدہ کیا ہے لیکن افسوس کہ بات یہ ہے کہ صورت حال دن بدن تشویش ناک ہوتی جا رہی ہے۔ یہ مسئلہ نہایت گہمیر صورت اختیار کر چکا ہے۔ وہ مزید کہتے ہیں کہ چھارہ رشتہ ہر کوئی چاہتا ہے لیکن مسئلہ یہ ہے کہ ملک کی معاشی حالت اور بڑھتی ہوئی بے روزگاری کی شرح نے خود نو جوان لڑکوں کی سوچ کو بھی متاثر کیا ہے اور ان کے والدین بھی بیٹوں کے لئے ایسے رشتے تلاش کرتے ہیں جو لڑکے کے معاشی حالات کو مددگار بننے میں مددگار ثابت ہوں۔ یعنی کہ یا تو لڑکی ڈاکٹر لیکچرار ہوتا ہم اگر لڑکے کے والدین کا ناجی مقام سفید پوش یا اس سے بھی کم ہے تو پھر تنہا پر آ کر ٹوٹی ہے۔ بالفرض اگر یہ سب کچھ ہی نہ ہو تو پھر لڑکی کے والدین کا دولت مند ہونا یا لڑکی کے بھائیوں یا پھر باپ کا بیرون ملک کام کرنا بھی لڑکے والوں کے لئے بہ کشش ہو جاتا ہے کیونکہ ایسے والدین سمجھتے ہیں کہ لڑکی والے ہونے والے داماد کو بیرون ملک روزگار فراہم کر دیتے ہیں۔ اگر بات یہی ہو تو کچھ زیادہ بری نہیں ہوتی۔ اگر آپ لڑکے کی عملی زندگی کو بہتر راستے پر لڑنے میں مدد دیں گے تو اس کا فائدہ خود لڑکی کو بھی ہوگا لیکن بری بات یہ ہے کہ لڑکی والوں کی خواہش ہوتی ہے کہ لڑکا کم عمر کے علاوہ اعلیٰ تعلیم یافتہ اور نہایت اچھی شکل و

صورت کے ساتھ ساتھ اعلیٰ عہدے پر بھی فائز ہو یا پھر بڑا کاروبار ہو۔ سب آپ خود فیصلہ کریں کہ جب یہ سوچیں لے کر ان ذہنی معیارات کے ساتھ ہم ایک پاکیزہ سماجی و شرعی بندھن کو باندھنے کا آغاز کریں گے تو پھر اچھا رشتہ کہاں ملے گا۔

لنقی مقبول ایک اشاعتی ادارے سے وابستہ نوجوان نسل کی نمائندہ ہیں۔ یہ کہتی ہیں کہ "سب کہتے ہیں کہ لڑکیوں کے لئے اچھے رشتے نہیں ملتے" لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اچھے رشتے کا معیار کیا ہے؟ بہو کی تلاش ہو یا داماد کا انتخاب۔ میرے خیال میں ایک اچھا رشتہ وہ ہوتا ہے جو تعلیم یافتہ بزرگوں کی خیال ہو، جس کو قسمت کا لکھا سمجھ کر صابر و شاکر ہونے کے بجائے حارث کوئی بدسنے کا سوچنے دولت ہی صرف مرکز نگاہ نہیں ہونی چاہئے۔" لنقی مقبول مزید کہتی ہیں کہ "نسان کی زندگی تین چیزوں کے حصوں کے گرد گھومتی ہے اور انہی کی مطابقت سے ہم "چھ رشتے" کا تصور قائم کر لیتے ہیں۔ پہلی چیز ہے ضرورت دوسری ہے آسائش اور تیسری ہے تعیش۔ نسان کی سب سے اہم چیز ضرورت ہے جو ضرورت کو آسان کرنے کا حل ڈھونڈ لیتا ہے میرے خیال میں وہ اچھا رشتہ ہوتا ہے۔ یہ کلیہ بہو اور داماد دونوں کے لئے یکساں ہے۔ مثلاً اگر بیوی تعلیم یافتہ سلیقہ شعار اور باشعور ہے تو وہ بخوبی سمجھتی ہے کہ شوہر "ضرورت" تو پوری کر دیتا ہے مگر سب آسائش کے لئے دونوں مل جل کر کام کریں تو بچوں کو پرورش اور سکون، حوصلہ مل سکتا ہے لہذا وہ اپنے شوہر کا ہاتھ بنا کر صرف چند برسوں میں ہی بہت کچھ کر سکتی ہے۔

یہ دونوں اور ان دونوں کے آنے والوں کی زندگی بھی مطمئن ہو جاتی ہے لہذا دامادین کو بہو میں تعلیم سلیقہ اور شعور جب کہ لڑکی والوں کو داماد میں ایک کونٹری ڈھونڈنی چاہئے وہ یہ کہ کیا وہ شخص آنے والی زندگی کے دور کی ضروریات پوری کر سکتا ہے۔ مددگاری سے ہمارے یہاں کچھ اور فی سوج ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ لڑکی سسرال میں آئے تو لڑکے اور اس کے گھر والوں کے لئے آسائش و تہنیتات کے سارے لوازمات جہیز کی شکل میں ساتھ لے کر آئے۔ دوسری جانب لڑکیوں کی سوج ہوتی ہے کہ ہماری بیٹی اپنے گھر

میں جیسی بھی زندگی بسر کرتی رہی وہ انگ سے لیکن سسرال جائے تو اسے تہنیتات کم ہوں۔ بس یہی بنیادی چیز ہے کہ ہم اچھے رشتوں کے بروقت نٹنے کا رونا رو تے رہتے ہیں۔ بڑی کم عمر ہوتی ہے اور زیر تعلیم ہوتی ہے کہ رشتے آنے شروع ہو جاتے ہیں لیکن غریب دامادین اس آس میں کہ بیٹی پڑھ لکھ کر کوئی نوکری کرے پھر جہیز جمع کر کے شادی سے شادی کر دیں گے سوچ کر رشتوں کو انکار کرتے رہتے ہیں اور پھر جب سب کچھ ان کے حسب نشاء ہو جاتا ہے تو پھر لڑکی کے رشتے نہیں آتے اور وہ دامادین کی اہلیز پر ہی بوجھ بنی ہوئی ہوتی ہے۔ مگر ہم شریعت محمدیہ پر چلیں سادگی کو اپنائیں اور مروجہ جہیز کی لغت کو ختم کریں تو آج ہمیں جو سماجی مسئلہ درپیش ہے وہ کبھی کا ختم ہو جائے گا لیکن اس کے لئے پہل خود ہمیں اپنے گھر سے ہی کرنی ہوگی۔ انتظار ہے تو بس یہ کہ پہلا پتھر کون پھینکے۔

مناسب رشتہ نہ ملنے کا فضول عذر:

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں بعض لوگ یہ عذر کرتے ہیں کہ کہیں سے موقع کا رشتہ ہی نہیں آتا تو کیا کسی سے ہاتھ پکڑ دیں؟ یہ عذر اگر واقعی ہوتا تو صحیح تھ یعنی سچ اگر موقع کا رشتہ نہ آتا تو واقعی یہ شخص معذور تھا لیکن خود اسی میں کلام ہے کہ جو رشتے آتے ہیں کیا وہ سب ہی بے موقع ہیں؟ بات یہ ہے کہ بے موقع کا مفہوم خود انہوں نے اپنے ذہن میں تصنیف کر رکھا ہے جس کے اجزاء یہ ہیں (۱) حسب و نسب حضرات حسنین حبیب ہو۔ (۲) اخلاق میں حبیب حبیب ہو۔ (۳) دینی علم ہے تو امام ابو حنیفہ کے برابر ہو اگر دنیوی علم ہے تو علی بن کا مثل ہو۔ (۴) حسن میں یوسف کا مثالی ہو۔ (۵) ثروت و ریاست میں قارون و فرعون کے ہم پل ہو۔ غور کریں مذکورہ سب ایک ہی شخص میں تمام صفات کا مجتمع ہونا شاذ و نادر ہے جن صفات کو جس درجہ میں تم دوسروں میں ڈھونڈتے ہو تم کو جس شخص نے لڑکی دی تھی جس کی بدولت آج اپنی لڑکی

کے باپ بن کر یہ جو نیاں دکھا رہے ہو کیا اس شخص نے تمہارے لئے ایسی ہی تقشیر و تحقیق کی تھی اگر وہ ایمان کرتا تو تم کو عورت حق میسر نہ ہوتی اگر اس سے ایسا نہیں کیا تو تم نے یہ تمہارے باپ نے دوسرے مسلمان بھائی کی بدخواہی کیوں کی؟ باوجود تمہارے اندر اس صفات کے پورے طور سے مجتمع نہ ہونے کے اس کی لڑکی پر نکاح کے در بعد قبضہ کر لیا (جو چیز تم اپنے لئے پسند کرتے ہو وہ دوسروں کے لئے کیوں نہیں پسند کرتے) اس پر عمل کیوں نہیں کیا؟ دوسرے یہ کہ جب تم اپنی لڑکی کے لئے ان صفات کا حامل نہ ہو عداوت کرتے ہو خلاف کرو تم نے جب اپنے لڑکے کے لئے کسی لڑکی کی درخواست کی تھی یا کرنے کا خیال ہے کیا اپنے صاحبزادے میں بھی یہ صفات اسی درجہ کی دیکھ میں یا دیکھنے کا ارادہ ہے؟ تیسرے یہ کہ جس طرح لڑکوں میں بے شمار خوبیوں اضمونڈی جاتی ہیں اگر دوسرا شخص تمہاری لڑکیوں میں اس سے دسواں حصہ خوبیوں و ہنر دیکھنے لگے تو میں یقین کرتا ہوں کہ تمام عمر ایک لڑکی بھی نہ بیاہی جائے گی۔ غرض یہ عذر کہ رشتہ موقع مناسب کا نہیں ملتا اکثر حالتوں میں بے موقع ہوتا ہے۔

رسوم و رواج کی قباحتیں

رسم صرف اس بات کو کہیں کہتے جو نکاح و تقریبات میں کی جاتی ہے بلکہ غیر ضروری چیز کو ضروری سمجھ لینے کا نام رسم ہے خواہ شادی بیاہ کی تقریبات میں ہو یا روزمرہ کے معمولات میں۔ رسم و غیر رسم کا معیار اس میں صرف دو چیزیں دیکھنی ضروری ہیں ایک یہ کہ وہ رسم کسی غیر مسلم قوم کی دیکھا دیکھی تو کسی مسلم عد قے میں رائج نہیں ہوتی؟ دوسرے یہ کہ اس میں کسی شرعی حکم کی خلاف ورزی تو نہیں پائی جاتی؟ اگر مسلمانوں نے کسی بھی عد قائی رواج میں غیر مسلموں کی مناسبت یا شریعت کی خلاف ورزی کا پہلو نہیں ہے تو ایسے رواجوں پر عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جہاں دیگر جب نہ رسم کی نیت ہو اور نہ رسم والوں کے طریقہ پر کریں تو وہ رسم نہیں نہ حقیقتاً نہ صورتاً یہی معیار فرق ہے۔

رسم و رواج بھی گناہ میں داخل ہیں

بہت سے گناہ ایسے ہیں جن کی طرف آج خیال بھی نہیں جاتا بلکہ چھوڑنے سے جی گھبراتا ہے اور یوں تو گناہ سب ہی بڑے میں لکھ لیا ایسے گناہ زیادہ خطرناک ہیں جو عموماً عادت اور رواج میں داخل ہو گئے ہیں کیونکہ طبیعتیں ان سے مانوس ہو گئی ہیں حتیٰ کہ ان کی برائی ذہن سے دور ہو گئی ہے اس کے چھوٹنے کی کیا امید ہو سکتی ہے؟ آدمی چھوڑتا تو اس چیز کو ہے جس کی برائی ذہن میں ہو ورنہ جس چیز کی برائی ذہن سے نکل جاتی ہے پھر اس کو کیوں چھوڑنے لگا؟

یہ وہ حقیقت ہے جس کو موت قبل (اس کی موت) کہتے ہیں اس کے بعد تو بہت بھی کیا امید ہے کیونکہ تو بہ کی حقیقت نہ مت ہے یقیناً پشیمانی اور پشیمانی اس کام سے ہوا کرتی ہے جس کی برائی ذہن میں ہو اور جب گناہوں میں یہ رائج گیا کہ اس پر فخر کرتے

ہیں تو پشیمانی کہیں؟

اس (رسوم) نے یہاں روایا پیا ہے جیسے سائن میں ہندی 'مصر' نمک 'مرچ' کے بغیر سائن بنتا ہی نہیں حتیٰ کہ جو لوگ مرچ زیادہ کھاتے ہیں ان سے کوئی ماہر طبیب بھی کہے کہ مرچ میں یہ نقصان ہے تو کبھی ان کا دل قبول نہ کرے گا اور یہی جواب دینے کے کہ میں طب کو اسے دو تہرا ماغ خرب ہو گیا ہے ساری عمر کھاتے ہوئی کوئی بھی نقصان نہیں ہوا اور یہ مرچ کے حلف ہی کیا؟

یہی طرح مسلمان غیر قوموں کی صحبت سے رسوں کے لیے خورگ ہو گئے ہیں کہ بغیر ان کے کسی تقریب (شرعی) میں حلف ہی نہیں آتا چاہے گھوڑیں ہو جائے لیکن رسمیں نہ قصہ ہوں اصل یہ ہے کہ اعتقاد میں ان کا معصیت اور گنہ ہونا ہی نہیں رہا حتیٰ کہ اگر کوئی رسم ردہ جاتی ہے تو مرتے مرتے وصیت کر جاتے ہیں۔

کیسا حس باطل ہوا ہے؟ آپ کے بے حس ہو جانے سے معصیت طاعت نہیں رہ جاتے گی خدا تعالیٰ کے یہاں دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہوگا یہ حالت بہت ندرت کی چیز ہے کہ معصیت کا برا ہونا بھی ذہن سے اٹھ جائے۔

آج کل کی رسموں کے ممنوع اور ناجائز ہونے کے شرعی دلائل

پہلے یہ سمجھ لیجئے کہ گناہ کیا چیز ہے گناہ کی حقیقت ہے خدا کے احکام کو جاننا۔ آپ نے جو فہرست گناہوں کی بنا کی ہے اس میں بہت سی کوتاہیاں ہیں۔ شریعت کی دی ہوئی فہرست میں اور بھی گناہ ہیں آپ کی نظر چونکہ اپنی فہرست پر ہے اس واسطے رسموں کو گنہ نہیں سمجھتے میں نے بتا دیا کہ شریعت کی فہرست میں ایک گناہ تھا خرب بھی ہے یہ جس عمل میں پایا جائے گا اس کو قاسد کر دیتا ہے۔

(خوب) سمجھ لیجئے کہ شریعت نے جو گنہوں کی فہرست دی ہے اس میں اور بھی گناہ ہیں جو آپ کی رسوم کا جز ہیں یعنی اس میں تکبر اور تفاخر وغیرہ بھی داخل ہیں۔

حق تو فرماتے ہیں

﴿إِنَّ لِلَّهِ لَا يُحِبُّ كُنَّ مُحْتَالٍ فَخُورٍ﴾ (القصص ۱۸)
بے شک اللہ تعالیٰ ایسوں کو پسند نہیں کرتے جو اپنے کو بڑا سمجھتے ہوں شیخی کی باتیں کرتے ہوں۔

اور فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِينَ﴾
"بے شک اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

اور رسوں کے لیے فرماتے ہیں

﴿لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنَ الْكِبْرِ﴾
"جو شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔"

اور دوسری حدیث میں ہے:

﴿مَنْ سَمِعَ سَمْعَ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ (مشکوٰۃ)
"جو شخص شہرت کے واسطے کوئی کام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو شہرت دے گا (اور قیامت کے دن اس کو رسوا کرے گا)۔"

اور ایک حدیث میں ہے:

﴿مَنْ لَبَسَ ثَوْبَ شَهْرَةِ الْبَيْسِ لَمْ يَلْبَسْ ثَوْبَ اللَّهِ لَنْدَلْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾

"جو شخص دکھائے اور شہرت کی غرض سے کوئی کپڑا پہنے گا خدا تعالیٰ اس کو قیامت کے دن دولت کا لباس پہنائے گا۔"

ان آیات اور احادیث سے عجب اور تکبر اور تصنع اور دکھانے کی برائی واضح ہے اب دیکھ لیجئے کہ رسوم کی بناء ان ہی پر ہے یا نہیں ہے۔

ہمارے پاس دلیل موجود ہے جس کی بنا پر ہم ان رسوم کو برکتے ہیں وہ دلیل یہ ہے کہ تکبر و تفاخر اور دکھ دے کو شریعت نے معصیت قرار دیا ہے جس فعل میں یہ معصیت موجود ہوگی وہ بھی معصیت ہوگا۔

اب آپ دیکھ لیجئے کہ آپ کی رسوم کا یہ جز اعظم ہے یا نہیں؟ دیکھئے پڑا پینہ جائز ہے مگر جب تفاخر شامل ہو جائے تو جائز نہیں، کھانا کھانا جائز ہے مگر تفاخر کے ساتھ جائز نہیں، کسی کو بیٹا دینا رشتہ و رس کے ساتھ چھاسلوک کرنا سب سے اچھا مگر تفاخر کے ساتھ جائز نہیں، یہ تفاخر حلال چیزوں کو ایسا گندہ کرتا ہے جیسے نجاست کنویں کو جس کو آپ نے بہت اہل سمجھ رکھا ہے اور اس کا نام ہی اپنی فہرست سے اڑا دیا ہے حالانکہ غور سے دیکھا جائے تو رسوم کی بناء و راصل بھی تفاخر ہے حتیٰ کہ بنی کو جو چیز چیز میں دی جاتی ہے اس کی اصل بھی یہی ہے بنی سخت جگر کھاتی ہے ساری عمر تو اس کے ساتھ یہ برتاؤ رکھا کہ چمپا چمپا کر اس کو کھلاتے تھے دوسرے کو دکھانا پسند نہ تھا شاید نظر لگ جائے نکاح کا نام آتے ہی ایسی کا پٹلی کہ ایک ایک چیز جمع کو دکھائی جاتی ہے برتن اور جوڑے اور صندوق حتیٰ کہ آئینہ کنگھی تک شمار کر کے دکھائے جاتے ہیں اگر آپ غور کریں گے تو اس کی وجہ صرف تفاخر پائیں گے برادری کو دکھانا ہے کہ ہم نے اتنا دیا یہ منظور نہیں ہوتا کہ ہماری بیٹی کے پاس سامان زیادہ ہو جائے اسی واسطے تمام چیزیں ایسا تجویز کیا جاتا ہے کہ ظاہری بناوٹ میں بہت اچلا ہو۔

بیابہ شادی کی رسوم کے ناجائز ہونے کی قوی دلیل:

﴿لَا تَأْكُلْ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي بَئِيتُمْ بِهَا بِالْعَمَلِ وَالْبُيُوتِ فِي الْخَيْرِ
وَالْمَعْسُورِ وَيَصَدِّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ﴾ (المائدہ ۹۱)
”شیطان کی جوئے اور شراب سے یہ غرض ہے کہ آپ میں دشمنی ڈال دے اور ذکر
اللہ اور نماز سے روک دے۔“

حق تعالیٰ نے اس آیت میں جوئے اور شراب کے دو نقصان بتلائے ہیں ایک یہ کہ شیطان ان کے درمیان سے تمہارے آپس میں عداوت ڈال دے۔ دوسرے یہ کہ خدا تعالیٰ کی یاد سے ورنہ نماز سے روک دے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ عداوت اور بغض نماز اور ذکر اللہ سے غافل کرنے کے لئے یہ دونوں چیزیں آتی ہیں اور آتے اور عداوت ایک ہی چیز ہے اسی واسطے اس کی شرح میں جناب رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ ما اصاب من ذلک اللہ فہو میسر یعنی جو چیز تجھ کو ذکر اللہ سے غافل کر دے وہ سب جوڑے۔ حدیث میں جو اس کو جو اکھا گیا ہے وہ عداوت کے اشتراک کی بنا پر ہے اس کی تصریح ہو گئی کہ نبی عن النعمان بن عبد اللہ (یعنی اللہ کے ذکر و نماز سے غفلت کرنا) پایا جائے گا ورنہ سب حکما خمر اور میسر (یعنی شراب اور جو کے حکم میں) ہوگا۔

اب اسی سے اپنی رسوم کا حکم نکال لیجئے۔ حدیث کے لحاظ صاف کہتے ہیں کہ (جو چیز نماز اور ذکر سے غافل کر دے) ان کا حکم بھی جوئے اور شراب کا سا ہے کیونکہ نماز سے غافل ہونے کا سبب ہو گئیں۔

اگر اور دہیوں سے قطع نظر بھی کریں جائے تو یہ دلیل میں نے ایسی پیش کی ہے کہ اس کے سامنے کسی اور دلیل کی حاجت نہیں اور اس کا جواب آپ کچھ بھی نہیں دے سکتے جب چاہے مشاہدہ کر لیجئے کہ جہاں یہ رسمیں ہوتی ہیں وہاں نماز کی (پابندی) نہیں ہوتی۔

جب برادری میں خبر مشہور ہوتی ہے کہ فلاں گھر میں تقریب ہے تو ہر بی بی کو نئے قیمتی جوڑے کی فکر ہوتی ہے کبھی خاوند سے فرمائش ہوتی ہے کبھی خود۔ بزاز (کپڑے بیچنے والے) کو دروازہ پر بل کر اس سے ادھار لیا جاتا ہے یا سودی قرض سے اس سے خرید لیا جاتا ہے۔ شوہر کو اگر وسعت نہیں ہوتی تب بھی اس کا غنہ قبول نہیں ہوتا۔ ظاہر ہے یہ جوڑے محض ریا اور تفاخر کے لئے بنتا ہے اس غرض سے مال خرچ کرنا اسرف ہے۔

خاوند پر اس کی وسعت سے زیادہ بلا ضرورت فرمائش کرنا اس کو ایذا پہنچانا ہے۔ مگر خدا کی نیت ان فرمائشوں سے بگڑ گئی اور حرام آمدنی پر اس کی نظر پڑی کسی کا حق تلف یا رشوت لی اور فرمائش پوری کیں اب سب گناہوں کا باعث یہ بی بی بنی۔ ان رسوم کے پور کرنے میں کتنے مقروض بھی ہوتے ہیں گویا غی فروخت یا گروی ہو جائے، گوسود یا پڑے اس میں التزام، ملازم اور نمائش، شہرت، اسراف، وغیرہ سب خرابیاں موجود ہیں اس لئے یہ بھی منوعات میں داخل ہیں۔ (اصلاح الرسوم)۔

برامت منائیے لیکن! رسوم و رواج کی جز آپ عورتیں ہی ہیں

جتنے سامان بیاہ شادی کے ہیں سب کی بیاہ تقدیر و نمود (شہرت) پر ہے در یہ تقدیر نمود بھی کرتے ہیں مگر اصل جز اس میں عورتیں ہی ہیں یہ س فن کی مام میں اور ایسی شاق اور تجربہ کار ہیں کہ نہایت آسانی سے تعلیم دے سکتی ہیں۔ جو شادی جس فن کا ماہر ہوتا ہے اس کو اس فن کے کلیات خوب معلوم ہوتے ہیں یہ ایک کلیہ (قاعدہ) میں سب کچھ سمجھ دیتی ہیں جب ان سے پوچھا جائے کہ بیاہ شادی میں کیا کرنا چاہئے تو ایک ذرا سا کلیہ چٹکھ سا سمجھ دیتی ہیں کہ زیادہ نہیں اپنی شان کے موافق تو کرلو۔ یہ کلیہ نہیں بلکہ گھبراہٹ اور گھبراہٹ بھی ایسی ہے کہ ہاتھ بھی اس میں سا جائے۔ یہ تو اتنا سہل ہے کہ کراٹھ ہو گئیں کرنے والوں نے جب اس کی شرح پوچھی تو وہ اتنی طویل ہوئی کہ جزووں جزئیات اس میں سے نکل آئیں جن سے دنیا کی بھی بربادی ہوئی اور آخرت کا بھی کوئی گناہ نہیں بچا۔ انہوں نے تو صرف ایک نقطہ یہ کہہ دیا تھا کہ اپنی شان کے موافق کر لو جس کو مردوں نے شرح کرا کر اتنا بڑھا لیا کہ ریاستیں کی ریاستیں عارت ہو گئیں ہزاروں گناہ کبیرہ سرزد ہو گئے۔

عورتوں کے جمع ہونے کے مفاسد اور خرابیاں

مستورات (عورتوں) کے جمع ہونے میں بہت سی خرابیاں اور گناہ ہیں جو عقل مند

دھند رومت مدہ اور غور کرنے سے بے تکلف معلوم ہو سکتے ہیں اس لئے میری رائے یہ ہے کہ ام مفاسد (تمام برائیوں کی جز) یہ عورتوں کا جمع ہونا اس کا اسدا (بندہ بست) سب سے زیادہ ضروری ہے۔ میں رائے دیتا ہوں کہ عورتوں کو آپس میں ملنے نہ دیا کرو خوبزہ سے دوسرا خوبزہ رنگ بدلتا ہے۔

میری رائے بلا شک و شبہ قطعی طور سے یہ ہے کہ ان عورتوں کو ایک جگہ جمع ہی نہ ہونے دیں اور اگر کسی ایسی ضرورت کے لئے جمع ہوں جس کو شارع نے بھی ضرورت قرار دیا ہو تو مفاسد فقہ نہیں مگر اس میں بھی خاوندوں کو چاہئے کہ عورتوں کو اس پر مجبور کریں کہ کپڑے بدل کر مت چاؤ جس طرح اور جس حالت میں باورچی خانہ میں بیٹھی ہو چلی جاؤ۔

تقریبات میں عورتیں چند موقعوں پر جمع ہوتی ہیں اس جنات میں جو خرابیاں ہیں ان کا ذکر نہیں مثال کے طور پر بعض کا بیان ہوتا ہے۔

بیہ شادیوں میں عورتوں کے مفاسد کی تفصیل:

○ نجی عورتوں کی گویا سرشت میں داخل ہے، نئے مینٹ میں بولنے میں اپنے میں کہیں جائیں گی تو بے دھڑک اتر کر گھر میں داخل ہوں گی یہ احتمال نہیں کہ شاید گھر میں کوئی نامحرم مرد پہلے سے ہو اور بارہا یہ اتفاق ہوتا ہے کہ ایسے موقع پر نامحرم کا سامنا ہو جاتا ہے مگر عورتوں کو تمیز ہی نہیں کہ پہلے گھر میں تحقیق کر لیا کریں۔

① اب گھر میں پہنچیں حاضرین کو سلام کیا بعضوں نے بپ کو تکلیف ہی نہیں دی فقط ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا بس سلام ہو گیا جس کی مرامت حدیث میں آئی ہے۔ بعضوں نے فقط سلام کہا تو صرف فقط سلام یہ بھی سنت کے خلاف ہے سلام یکم کہنا چاہئے۔ اب جواب ملاحظہ فرمائیے جتنی رہو۔ ٹھنڈی رہو سہاگن رسوا بھالی جئے بچہ جئے غرض کنبہ بھر کی لہرست شمار کرنا آسان اور ولیم السلام کہنا مشکل جو سب کو

جامع ہے۔

۳) واپس پہنچ کر ایسی جگہ نہیں لگی کہ سب کی نظروں پر پڑے۔ ہاتھ کاں ضرور دکھائیں کہ ہاتھ کسی چیز میں گھڑا ہوا ہو تب بھی کسی بہانہ سے نکالیں گی ورنہ کان گولہ ٹھکے ہو۔ ہوں مگر گرمی کے بہانہ سے یا کسی ضرورت کے بہانہ سے کھوں کہ ضرور دکھائیں گی کہ ہمارے پاس اتنا ریور ہے۔ اگر کسی کی نظر نہ بھی پڑے تو کبھی اٹھ کر کان تو کہہ دیں گی جس سے نہ رہا کہہ پڑے کہ جب تنازعہ ہو ان کے کانوں میں ہے تو میں نامعلوم ستا ہوں گا؟

۴) اب مجھ جی تو شخص اعظم یہ واک نہیں شروع ہوئیں بیٹھتے ہی ہوائے غیبت سے کوئی دوسرا مشفق ہی نہیں جو سخت ممنوع اور قطعی حرام ہے ان عورتوں کو خوشی کے واسطے کہتے ہیں ایک خوشی کا ایک غمی کا انہی دو موقعوں پر اجتماع ہوتا ہے۔

۵) باتوں سے درمیان برلی بی اس کوشش میں ہے کہ میری پوشاک اور ریور پر سب کی نظر پڑ جائے چاہئے ہاتھ سے پاؤں سے زبان سے غرض تمام بدن سے اس کا اظہار ہوتا ہے جو صریح کریم ہے اور جس کا حرام ہونا سب کو معلوم ہے۔

۶) اور جس طرح برلی بی (دوسروں کو پناہ ریور) دکھاتی ہے اسی طرح دوسروں کی مجموعی حالت دیکھنے کی بھی کوشش کرتی ہے چنانچہ اگر کسی کو پے سے کم پایا تو اس کو حقیر و ذلیل سمجھتا ہے اور پے کو بڑا یہ صریح تکبر و غناہ ہے اور اگر دوسری کو اپنے سے بڑھا ہوا پایا تو حسد ناشکری اور حس امتیاز کی یہ قیوں گناہ ہیں۔

۷) کثرت طوافان و سہرہ مشغولی میں نمازیں نہ پڑھتی ہیں ورنہ وقت تو ضرور تنگ ہو جاتا ہے۔

۸) کثرت غریب و اے گھر کے مرد بے احتیاطی و جہد میں بالکل دروازہ میں گھر کے ریور و کھڑے ہو جاتے ہیں (بلکہ گھر کے اندر گھس جاتے ہیں) اور بہتوں پر نگاہ پڑتی ہے ان کو دیکھ کر کسی نے مسہرہ یا کوئی آڑ میں چھٹی کسی نے سر نیچا کر لیا پس

پردہ ہو گیا۔

۹) فرغت کے بعد جب گھر جانے کو ہوتی ہیں تو یا حویلی کی طرح وہ تھوڑے جوتے ہوتا ہے کہ ایک پر دوسری اور دوسری پر تیسری غرض دروازہ پر سب لپٹ جاتی ہیں کہ پہلے میں سوار ہوں۔

۱۰) پھر کسی کی کوئی چیز گم ہو گئی تو بد دلیل کسی کو تہمت لگانا اس پر تشدد کرنا کثرت شادیوں میں پیش آتا ہے۔

لباس زیور میک اپ (زیینت) کا مفہوم:

۱) غضب یہ ہے کہ ایک شادی سے لے کر ایک جوتا ہوا دوسری شادی سے لے کر کافی نہیں۔ اس کے لئے پھر دوسرا جوتا اچا بنے۔ یہ تو پوشاک کی تیار رہی تھی اب زیور کی فکر ہوتی۔ اگر پہنے پاس نہیں ہوتا تو، جگہ جگہ کر یہاں جاتا ہے اور اس کی عاریت (یا ہوا) ہونے کو پوشیدہ رکھا جاتا ہے۔ اس کو اپنی ہی ملکیت نہ ہو کیا جاتا ہے۔ یہ ایک قسم کا جھوٹ ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص پہ تکلف اپنی آسودگی (خوشحالی) ظاہر کرے ایسی چیز سے جو اس کی نہیں ہے اس کی سی مثال ہے جیسے کسی نے دو کپڑے جھوٹ ور قریب کے پہن لئے یعنی سر سے پاؤں تک جھوٹ ہی جھوٹ پیٹ لیا۔

بھرا کثرت زیور پہنا جاتا ہے جس کی جھجکا دور تک جائے تاکہ محض میں جاتے ہی سب کی نگاہیں انہیں کے لئے رہ میں مشغول ہو جائیں بختا زیور پہننا خود ممنوع ہے۔ حدیث میں ہے کہ ہر باجے کے ساتھ ایک شیطان ہوتا ہے۔

۲) بخش عورتیں ایسی بے احتیاط ہوتی ہیں کہ ڈولی (سواری) سے ہر تنگ رہا ہے یا کسی طرف سے پردہ ٹھل رہا ہے یا عطر و پھل اس قدر ملا ہے کہ راستہ میں خوشبو مہکتی جاتی ہے یہ ناخبروں سے رو برداشت ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ جو عورت گھر سے عطر لگا کر نکلے یعنی اس طرح کہ دوسروں کو بھی خوشبو پہنچے تو وہ ایسی دیکھی ہے (یعنی

بدکار نہ اپنے ہے۔

بیوی کن لوگوں کے سامنے خوشبو لگا سکتی ہے:

میں ان صفحات میں آپ کے سامنے حکیم امامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرمودات نقل کر رہا ہوں لیکن سی بیچ میں مناسبت جاننا کہ آپ خوشبو کی بابت کچھ تحریر فرمایا تو یہاں خوشبو کی بابت کچھ تحریر کر دو۔

نبی کریم ﷺ کا رشا و عالی شان ہے

وَعَنْ عُمَرَ بْنِ حُصَيْنٍ أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا أَرَكِبُ الْأَوْجُوانَ وَلَا الْبُسَّ الْمُعَضَّرَ وَلَا الْبُسَّ الْقَمِيضَ الْمُكْفَفَ بِالْحَرِيرِ وَقَالَ الْإِسْنَادُ وَصِيْبُ الرِّجْلِ يَفِخُ لَا لَوْنُ لَهُ وَطَلِبُ الْبَسِّ لَوْنٌ لَا يَفِخُ لَهُ (رواه ابو داود)

احمد المسند۔

”اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا میں ارغوانی یعنی سرخ رنگ کے ازیں پوش پرہیز نہیں ہوتا نہ میں کسم کا رنگ ہوا کپڑا پہنتا ہوں اور نہ میں ایسا چیز بن (کرتا وغیرہ) پہنتا ہوں جس پر ریشمی سجاوٹ (یعنی ریشمی گوشت و تیل وغیرہ) لگی ہوئی ہو اور پھر فرمایا یہ درکھو مرد جو خوشبو لگائیں وہ ایسی ہونی چاہئے جس میں مہک تو ہو رنگ نہ ہو جیسے گلاب اور عطر وغیرہ تاکہ رنگ دار خوشبو لگانے سے کپڑے رنگین نہ ہو جائیں اور عورتیں جو خوشبو لگائیں وہ ایسی ہونی چاہئے جس میں رنگ تو ہو مہک نہ ہو جیسے زعفران و مہندی وغیرہ تاکہ ان کی مہک باہر نکل کر مردوں کے لئے فتنہ و ابتلا کا سبب نہ بن جائے۔“

خوشبو کا مسئلہ

میری تو سمجھ سے باہر ہے کہ چنے کپڑوں وغیرہ کی مانت تو ہوسکتا ہے کہ کبھی شوہر کو حس نہ ہو یا عورت ہی کو ہوسکتا ہے کہ احساس نہ ہو (گرچہ یہ محض میری خوش فہمی ہے) کہ کپڑے ذرا ریک ہیں یہ وہ یہ سوچ کر یقین ہے کہ جو دیر تو پرانہ ہے وغیرہ لیکن خوشبو کا مسئلہ تو سب کو معلوم ہے پھر مرد اس مانت اپنی بیویوں کو باہر سے جاتے وقت کوئی احتیاط کا مانت نہیں کرتے۔

یاد رکھئے!

ایک رندہ حقیقت ہے مرے سینے میں مستور کیا سمجھے گا وہ جس کی رنگوں میں سے ہوسکتا ہے پردہ نہ تعلیم نئی ہو کہ پرانی! نسو نیت زک کا کلبان ہے فقط مرد تڑستہ حدیث میں سرخ کپڑا امر ہے خواہ وہ ریشمی ہو اور یہ غیر ریشمی درگویا یہ ارشاد گرامی ہے مضمون کے اعتبار سے اس حکم کو زیادہ سے زیادہ تاکید کے ساتھ واضح کر رہا ہے کہ مردوں کو سرخ رنگ کا لباس پہننے سے اجتناب کرنا چاہئے جب کہ آپ خواتین کی بابت کوئی ایسی ممانعت نہیں۔

اور نہ میں پہنتا ہوں کا مطلب یہ ہے کہ میں ایسا کرتا یا جبہ وغیرہ نہیں پہنتا جس میں ریشمی سجاوٹ چار انگشت سے زیادہ ہو یہ ارشاد گرامی تھانوی اور احتیاط پر محسوس ہے۔

”جس میں رنگ تو ہو مہک نہ ہو“ کا مطلب یہ ہے کہ عورت کو اپنے گھر سے باہر نکلنے وقت ایسی کوئی چیز استعمال کرنی درست نہیں ہے جس میں مہک اور خوشبو ہو ہاں گھر کے اندر رہتے ہوئے اس کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ حدیث میں خوشبو کے مسئلے میں جو کچھ فرمایا گیا ہے اس کا ظاہری اسلوب بیان ”خبر“ کا ہے لیکن معنی میں امر یعنی حکم کے ہے جس کا مطلب یہ ہے جیسا کہ ترجمہ میں بھی واضح کیا گیا ہے کہ مرد جو خوشبو استعمال کریں اس میں رنگ کی آمیزش نہ ہونی چاہئے۔ اس کو برخلاف عورت

جو خوشبو استعمال کرے اس میں مہک نہ ہونی چاہئے۔ اسی طرح شام ترمذی کی ایک روایت میں یوں ہے کہ مردوں کی خوشبو کی چیز ہونی چاہئے جس سے مہک نہ نکلتی ہو لیکن اس کا رنگ ظاہر نہ ہو اور عورتوں کی خوشبو ایسی چیز ہونی چاہئے جس کا رنگ تو ظاہر ہو لیکن اس سے مہک نہ نکلتی ہو۔ اس روایت کا مطلب بھی وہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا ہے کہ عورت گھر سے باہر نکلتے وقت کوئی ایسی چیز استعمال نہ کرے جس کی مہک پھیلتی ہو کیونکہ اگر یہ مطلب نہیں یہ جائے گا تو عورت کا مفہوم اس لئے غیر واضح ہو جائے گا کہ کوئی بھی "خوشبو" بغیر مہک کے نہیں ہو سکتی اس صورت میں اس کی طرف "مہک" کی نسبت غیر ضروری اور بے فائدہ ہوگی اور اگر یہ کہا جائے کہ کچھ خوشبوئیں ایسی بھی ہوتی ہیں جن میں بالکل مہک نہیں ہوتی اور عورتوں کے لئے ایسی ہی خوشبوؤں کا استعمال جائز کیا گیا ہے تو یہ بات بالکل غیر حقیقی اور غیر صحیح ہوگی۔

عورتوں کو بناؤ سنگھار میں کچھ ایسی چیزوں کی ممانعت جس میں وہ

بہت زیادہ مبتلا ہیں:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

وَعَنْ أَبِي زَنْحَاهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَشْرِ عَنِ الْوَشْرِ وَالْوُثْمِ وَالنَّثْفِ وَعَنْ مُكَامَفَةَ الرَّجُلِ بَغِيرِ شِعَابٍ وَمُكَامَفَةَ الْمَرْأَةِ الْفَرْأَةِ بَغِيرِ شِعَابٍ وَأَنْ يَخْضَلَ الرَّجُلُ أَسْفَلَ ذِيَابِهِ حَرِيرًا مِثْلَ الْأَعَاجِمِ أَوْ يَخْضَلَ عَلَى مَنْكِبَيْهِ حَرِيرًا مِثْلَ الْأَعَاجِمِ وَعَنْ السَّهْبِيِّ وَعَنْ زُكُوبِ الثَّمُورِ وَلُبُوسِ الْحَاتِمِ إِلَّا لَدُنَى

سُلْطَانٍ (رواہ ابو داؤد و الساعی)

احمد المسند۔

"اور حضرت ابو یوسفؒ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دس باتوں سے منع فرمایا ہے دانتوں کو تیز کرنے سے جسم کے کسی حصہ کو گودنے سے بال کھانڈنے سے مرد کو مرد کے ساتھ سونے سے اگر درمیان میں کپڑا احکام نہ ہو اور آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا کہ مرد اپنے کپڑے کے نیچے ریشم (کا اسٹر) لگائے جیسا کہ بچی لوگ لگاتے ہیں یا بچی لوگوں کی طرح موڈھوں پر ریشمی کپڑا لگائے اور آپ ﷺ نے کسی کا مال بونے اور چیتے کی رین پر سونے سے منع فرمایا نیز آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا کہ کوئی شخص مہر والی انگوٹھی پہنے اور یہ کہ صاحب حکومت ہو"۔ (بخاری و مسلم)

عرب میں یہ دستور تھا کہ بوڑھی عورتیں جوان عورتوں کی مث بہت اختیار کرنے کے لئے اپنے دانت کے کناروں کو تیز اور باریک کیا کرتی تھیں لہذا آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا۔ اسی طرح ایک روایت یہ بھی تھی کہ عورتیں اپنے جسم کے بعض حصوں کو سوئی سے گود کر اس میں نیل یا سرمہ بھر دیتی تھیں (جیسا کہ ہمارے یہاں بھی بعض غیر مسلم میں یہ دستور ہے کہ جسم کے کسی حصہ خاص طور سے ہاتھ پر نام وغیرہ گودتے ہیں) آپ ﷺ نے اس سے بھی منع فرمایا۔ بال اکھاڑنے سے منع فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ آرائش و زیبشت کی خاطر داڑھی اور سر کے سفید بال چننا ممنوع ہے یہ کہ عورتوں کا اپنے چہرہ یعنی پیشانی کے بال چننا ممنوع ہے۔ ان چیزوں کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اول تو ان سے اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں تغیر کرنا لازم آتا ہے دوسرے یہ چیزیں آرائش و زیبشت کے لئے بے جا اور برے جسم کے تکلفات کا مرتکب ہونے کا باعث ہیں اگرچہ زیب و زینت اختیار کرنا عورتوں کے لئے جائز ہے مگر اس طرح کے مذموم تکلفات ان کے لئے بھی ممنوع ہیں۔

بن و سنگھار کی بابت دلہنوں کی زبردست غلطی

یہ عجیب بات ہے کہ گھر میں تو بھنگنوں اور ہالوں کی طرح ریں اور اداں (گازی وغیرہ) آتے ہی بس سنو کر بیگم صاحبہ بن جائیں کوئی ان سے پوچھے کہ اچھے کپڑے پہنے کی غرض کیا صرف غیروں کو دکھانا ہے؟ تعجب ہے کہ جس کے واسطے یہ کپڑے بنے اور جس کے واسطے اس کے سامنے کبھی نہ پہنا جائے اور غیروں کے سامنے پہن جائے حیرت ہے کہ خاندان سے کبھی سیدھے منہ بات نہ ہوئیں کبھی اچھا کپڑا اس سے سامنے نہ پہنیں در کپڑے کے چمچے ہونے کے دوسرے ہیں ایک یہ کہ برائے ہو جس سے اپنا دس خوش ہو اور دوسرے کے سامنے ڈھیل نہ ہونا پڑے اس کا کچھ حرج نہیں۔

اور ایک یہ کہ دوسروں سے بڑھ چڑھا ہو کہ اس کی طرف نظریں نہیں یعنی دوسرے کی نظر میں بڑا ہونے کے لئے پہنا جائے یہ برا اور ناجائز ہے۔

رسوم کی پابندی میں بوڑھی عورتوں کی کوتاہی

لغص عورتوں نے مجھ سے مرید ہوا چاہا تو میں نے ان سے شرط لگادی کہ رسمیں چھوڑنا پڑیں گے کہنے لگیں کہ میرے کچھ ہے ہی نہیں نہ ماں نہ بچہ میں کیا رسمیں کروں گی؟ میں نے کہا کرو گی تو نہیں لیکن صلاح (مشورہ تو ضرور) دو گی۔

یہ پرانی بوڑھیوں (رسوموں کے معاملہ میں گویا) شیطان کی خالہ ہوتی ہیں خود اگر نہ کریں تو دوسروں کو بتاتی ہیں۔ چنانچہ دیکھتا ہوں کہ جن عورتوں کے خاندان نہیں وہ خود تو چٹھ نہیں کرتیں لیکن دوسروں کو تعلیم دیتی ہیں۔ کوئی پوچھے تو اس کو کیا شامت سوار ہوئی ہے اس کو تو یہ منہ سب تھا کہ تسبیح۔ کرمصے پر بیٹھ جاتی کچھ فکر تو ہے نہیں اللہ تعالیٰ نے سب فکروں سے خیر رکھا تھا۔ (کاش) وقت کی قدر چاہتیں مگر یہ ہرگز نہ ہوگا جس یہ مشغلہ ہوگا کہ کسی کی غیبت کر رہی ہیں کسی کو رے دے رہی ہیں گویا یہ بڑی ہمتی ہیں۔ بات بات میں دخل دیتی ہیں۔

یہ تصور یہاں وہ بونے سے کچھ عزت نہیں ہوتی عزت اسی عورت کی ہوتی ہے جو خاموش رست کر خاموش ہو کر ایک جگہ بیٹھ کر لنگہ کا نام لے کر (تسبیح پڑھے) تو اس کی بڑی قدر اور وقعت ہوتی ہے مگر باتیں کرنے کی جن کو بات ہو جاتی ہے یہ کیسے چھوٹ گئی ہے خواہ دست و پا ادا ہو کوئی اس کی بات بھی کان لگا کر نہ سنے لیکن ان کو اپنی بات کرنے سے کام ہو نہیں اس کو سن کر کہا کرتی ہیں کہ بیٹو تو جائیں لیکن کون جیسا تو سینے سے اس کہتا ہوں کہ تم اپنے منہ کو جب لگام لگا کر بیٹھو گی (یعنی بالکل خاموش رہو گی تو کیا کسی کا سر پھر نہ (کوئی پائل ہے) جو تم سے مراست (مقابلہ) کرے زیادہ صبر اور زیادہ بولنے سے سوتے ہیں۔

واقعی زیادہ گناہ ہم ڈکوں کے اس زبان ہی کی بدولت ہوتے ہیں۔ اس مضمون کو مرد اور عورتیں سب یاد رکھیں لیکن آج کل مشکل یہ ہے کہ نسو بہا میں گئے آتیں بھر لیں گے ورنہ نہ کہیں گے کہ س جی سہرا کیا ٹھکانا ہے؟

سہرا جو ان باتوں سے کام نہیں چلتا کام تو کرنے ہی سے ہوتا ہے پس کام کرو اور باتیں نہ بھگادو۔

عورتوں کی رسوم میں اصل قصور سر پرستوں کا ٹھہرتا ہے:

جس کی وجہ یہ ہے کہ جس کاموں سے عورتوں کو منع کرتے ہیں اس کاموں میں مرد بھی حصہ (مرہ) آتا ہے اس کا منع کرنا ہرے نام ہوتا ہے حتیٰ کہ عورتیں جب نہیں کرتی ہیں اور مرد اس کو منع کرتے ہیں تو وہ جواب دیتی ہیں کہ مجھے کیا مل جائے گا تمہارے نام کر رہی گی۔ بس اس وقت مرد خاموش ہو جاتے ہیں معصوم ہوا کہ نام کرنے کی نہ مشق نہ خود بھی ہے جب ان ہی کے افعال میں کوتاہی ہے تو اس کے حکموں کے افعال میں کیوں نہ ہوگی؟

سپ یہ نہ کہیں کہ عورتیں راہ پر اتنی ہی نہیں (بات بات ہی نہیں) کیونکہ خدا تعالیٰ

نے آپ کو حکم اور ن کو حکوم بنایا ہے۔

الرجال قوا ملو علی النساء مرد عورتوں پر حکم ہیں حاکم کا حکوم پر بڑا قبضہ ہوتا ہے یہ صرف حیلہ ہے کہ وہ مانتی نہیں اس کو ہر جگہ سمجھیں کہ وہ کھانے میں نمک تیز کر دیں اور آپ دو چار مرتبہ کہنے کے بعد چپکے بیٹھ کر کھالیا کریں مگر دنیا کے کاموں میں یہ کبھی نہیں ہو سکتا ست تو دین ہے کہ اس کو جس طرح چاہیں رکھیں بات درحقیقت یہ ہے کہ عورتوں کو ایک دوبار نصیحت کر کے خاموش ہو جائے کی وجہ یہ ہے کہ ن کا منع کرنا برائے نام ہوتا ہے (ورنہ) ان کاموں میں مردوں کو بھی حظ (حظ) آتا ہے۔

مردوں کے سر کا تاج

مردوں نے دن کاموں میں اماں بھی عورتوں کی کو بنا رکھا ہے خود کچھ بھی نہیں کرتے تقریبات (یہ شادی) کے تمام کام عورتوں سے پوچھ پوچھ کر کرتے ہیں۔ کانپور میں ایک بارات آئی تو سڑکی دوسے سے جبا بنے پوچھ کہ بارات کہاں نظر آئیں؟ س نے کہا اس میں تمہیں کیا دخل ہے مٹی کی اماں سے پوچھ لو اتنی سی بات کے لئے جتنی مٹی کی اماں سے پوچھنے کی ضرورت تھی۔

غرض مردوں نے کسی اپنی مہار (تکیں) عورتوں کے ہاتھوں میں دے دی ہے کہ اتنی اتنی سی بات میں بھی ان کے خلاف نہیں چل سکتے، نکلے کو شریعت سے پوچھ کر کام کرنا چاہئے تھا۔ بت کدہ سے نکل کر مسجد میں آنا چاہئے تھا مگر یہ تو بھرائی صاحب سے پوچھ رہے ہیں کہ دوسرے کعبہ کی طرف جاؤ یا میکدہ کی طرف بھی کسی مرد نے کسی مووی سے جا کر نہ پوچھا کہ شادی میں فلاں فلاں کام کریں یا نہ کریں یہ سب عورتوں ہی سے ہوتے ہیں پھر جیسی دوستی ہیں ایسے ہی لڑے بھی ہوتے ہیں مردوں کو تو بے وقوف بناتی ہیں اور خود تقریبات میں کسی منہمک ہوتی ہیں کہ کچھ بھی ہوش نہیں رہتا۔

رسوم سے منع کرنے والے دو قسم کے لوگ

تعجب ہے کہ اکثر مرد بھی عورتوں کے رسوم میں ان کے تابع ہو جاتے ہیں اور بعض مرد جو اس میں مخالفت کرتے ہیں وہ دو قسم کے ہیں۔ ایک تو بل دین جو دین کی حیثیت سے ن کی مخالفت کرتے ہیں دوسرے انگریزی تعلیم یافتہ جو دینی حیثیت سے ن کی مخالفت نہیں کرتے ہاں عقل کے خلاف سمجھتے ہیں۔ سو پہلے لوگ قابل قدر ہیں۔ باقی دوسروں کی مخالفت اسکی ہے کہ ہر من المطر ووقف تحت المیراب یعنی بارش سے بھاگ کر پناہ کے نیچے کھڑے ہو گئے۔

وجہ یہ ہے کہ عورتیں تو رسوم میں دو تین بار ہی عمر میں خرچ کرتی ہوں گی اس پر ن کو علامت کی جاتی ہے کہ بہت فضول خرچی کرتی ہوا، رخصت رات دن اس سے بڑھ کر فضول میں مبتلا ہیں کہیں فوٹو گراف آرہا ہے کہیں ہارمونیم ہے کہیں دینی فصول چیزوں سے کمرہ سجایا جا رہا ہے چھ جوڑے جوتے رکھے ہیں فیشن کے کپڑے قیمتی قیمتی سلوائے جا رہے ہیں۔ بعض لوگوں کے کپڑے سدس سنے اور دھلتے جاتے ہیں یہ لوگ رات دن اسی قصہ میں مشغول ہیں خود کی تو یہ حالت ہے اور عورتوں کو فضول خرچی بتاتے ہیں۔

یہ حضرات جو عورتوں کو رسوم سے راکت ہیں تو صرف اسلئے کہ دوطرف خرچ نہ ہوں یہ روکنا قابل قدر نہیں ہاں دین کی وجہ سے روکنا امت مطلوب ہے جس میں روکنے والا اپنے نفس کو بھی شریک رکھتا ہے یعنی وہ بھی اس کا مال (اس کے مطابق عمل کرنے والا) ہے۔

مردوں سے شکایت:

عورتوں کی کیا شکایت میں مردوں کو بھی کہتا ہوں کہ شاد و نادر یہ ہوتا ہوگا کہ ایک بات کو کسی کا جی چاہے پھر وہ اتنا سوچے کہ یہ کام امتد و رسوم ملایم کے حکم کے موافق

یہ ہیں جو جس کے جی میں آتا ہے وہ رڑھ رٹا ہے کبھی تو مرد نے کسی مولوی سے کہا نہ پوچھا کہ شادی میں فلاں فلاں کام کریں یا نہ کریں۔

اور اگر اس کام (رسم وغیرہ) میں دیا کی بھی کوئی مصحت ہو تو اس صورت میں یہ خیال آتا تو اس کے یہ کام سہو و سہل میں پڑنے کے خلاف ہے یا نہیں، اگر کوئی یا د بھی ہے کہ یہ کام جائز نہیں تو کبھی نہ سنے اور جو سنے بھی تو کھینچ تان کر اس کو جائز ہی کر کے چھوڑ دینے کرنا تو ایک سی سنا تھا اب یہ جمل مرتب ہو گیا اور اصرار ملی لمصنعت کا مرتبہ اور (گناہ) ہو گیا۔

رسوم و رواج کے ختم کرنے کے طریقے۔

① ان رسوم کو ختم کرنے کے دو طریقے ہیں ایک تو یہ کہ سب برداری و اسے منقوع ہو کر یہ سب تعمیر موقوف کر دیں دیکھ دیکھی دروگ بھی ایسا ہی کریں گے سی طرح چند روز میں یہ طریقہ عام ہو جائے گا اور کرنے کا تو اب اس شخص کو ملے گا اور مرنے کے بعد بھی وہ توبہ لکھا جاتا ہے گا۔

② دیدار کو چاہئے کہ نہ خود ان رسوم کو کرے اور جس تقریب میں یہ رسمیں مومن ہرگز وہاں شریک نہ ہو صاف کارہا ہے بر در کی کنیز کی رضا مندی بتدقیق کی تاراضی کے روبرو کچھ کام نہ آئے گی۔

③ اس بات کا لڑکر لو کہ بد پوچھے و بد سمجھے شخص اپنے نفس کے کہنے سے کوئی کام نہ کرے و تاکہ اس ایمان میں ہو۔ سی کو جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں "لَا يُلَاقِي أَحَدُكُمْ حَتَّى يَتَكَلَّمَ بِهَوَاهُ فَبَعْدَ لِمَا جَنَّتْ بِهِ تَمِ مِنْهُ" سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہش ان احکام کے تابع نہ ہو جائے جن کو میں لایا ہوں۔

(بعض لوگ) کہتے ہیں کہ ہم تو دنیا دار ہیں ہم سے کہیں شریعت بچھ سکتی ہے؟ کیوں

ہم جو اس وقت جنت سامنے کی جائے گی اس وقت یہ کہہ دو گے کہ ہم تو دنیا دار ہیں ہم کیسے اس میں چائیں شریعت کو ایسی ہونا کہ چیر فرض کر رہے ہیں کہ جو دنیا داروں کے بس کی نہیں۔ (حاکم) شریعت میں بہت وسعت ہے۔

رسوم و رواج کو ختم کرنے کا شرعی طریقہ:

رسوم و رواج میں عمل کی تبدیلی بھی ضروری ہے (کیونکہ) سید سے حرج (اور زوم) نکلتا نہیں مگر عمل کو یک مدت تک بدل دینے سے اسی سے آخر حرج (یعنی دل سے اس کی برائی ختم کرنے کے لئے) یہ کرنے سے ضرور عند اللہ جبر ہوگا۔ اس کی نظیر میں حدیث شریف موجود ہیں۔

رسوم اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ بعض روغنی برتنوں میں نبیذ بنانا سے منع فرمادیا تھا پھر فرماتے ہیں ((كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنِ اللَّبَاءِ وَالْمَحْنَمِ فَأَيُّدُوا فِيهَا فَإِنَّ لَطْفًا لَا يُعْلَى شَيْئًا وَلَا يُخَوِّمُ)) یعنی پہلے میں نے روغنی برتنوں میں نبیذ بنانے سے منع کر دیا تھا اب اس میں نبیذ بنایا کرو و رعیت رشد بیان فرماتے ہیں کہ برتن نہ کسی چیز کو حرام کرتا ہے اور نہ حلال کرتا ہے پھر اس کے باوجود منع فرمادیا تھا وجہ صرف یہ تھی کہ لوگ شراب کے عادی میں تھوڑے سے نشہ کو محسوس نہ کر سکیں گے و ان برتنوں میں پہلے شراب بنائی جاتی تھی اس لئے شراب (شراب) سے پورا احتیاب نہ کر سکیں گے اور گنہگار رہوں گے پس بارے بشارت (بچے) کا طریقہ یہی ہے کہ ان برتنوں میں نبیذ بنانے سے مطلقاً روک دیا جائے جب طبیعتیں شراب سے بالکل متنفر ہو جائیں اور ذرا سے نشہ کو پیچھے نہ لگیں تو پھر اجازت دے دی جائے۔

اسی طرح ان رسوم کی حالت ہے کہ خدا ہر ہی اباحت کو دیکھ کر لوگ اس کو اختیار کرتے ہیں اور ان منکرات کو نہیں پہچانتے جو ان کے ضمن میں پائے جاتے ہیں تو اس سے اس صراحہ کوئی طریقہ نہیں ہو سکتا سو سنے اس کے کہ چند روز تک اصل عمل ہی کو

ترک کر دیں اور یہ بات کہ اصل عمل باقی رہے اور منکرات عام طور سے دور ہو جائیں۔ ہمارے امکانات سے تو باہر ہے جب رسول اللہ ﷺ نے یہ طریقہ اختیار فرمایا تھا تو نہ کیا کریں کہ اس کے سوا تدبیریں اختیار کرتے پھریں جب ایک تدبیر عقلاً بھی مفید معلوم ہوتی ہے اور عقلاً بھی ثابت ہو چکی تو ضرورت ہی کیا ہے کہ اس سے عدول کیا جائے؟

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی رسموں کی بابت ایک صاحب رائے:

ایک شخص نے شادی کی رسموں کے متعلق مجھ سے کہا تھا کہ ایک دم سے سب رسموں کو منع نہ کیا کرو ایک ایک کر کے منع کر دو میں نے کہا سام ہے جب میں ایک کو منع کروں گا ایک کو منع نہ کروں گا تو مجھ سے بدگمان ہوں گے کہ رسوم ہونے میں تو دونوں برابر ہیں پھر ایک کو کیوں منع کیا اور ایک کو کیوں منع نہ کیا؟ پھر بار بار منع کرنے سے قلب میں تنگی پیدا ہوگی کہ یہ تو روز ایک بات کو منع ہی کرتے رہتے ہیں خدا جانے کہاں تک قید کریں گے اس سے منع تو سب کو کروں گا مگر مجبور نہیں کرتا کہ سب کو ایک دم سے چھوڑ دو تم چھوڑنے میں ایک ایک کر کے چھوڑ دو۔

بہر حال اگر کسی میں بہت سے عیوب ہوں تو بتاؤ دے سب کو مگر پہلے ایک کو چھڑا دے پھر دوسرے کو چھڑا دے پھر تیسرے کو چھڑا دے۔

رسوم کے خلاف ڈٹ جانے والا اللہ کا مقبول بندہ:

بعض لوگ طعن و تشنیع کے خوف سے رسوم پر عمل کر لیتے ہیں مگر جس شخص میں احکام کی تعمیل کا مادہ ہوگا وہ رسوم کو ترک کرنے میں کسی کی طعن و تشنیع کا کبھی خیال نہ کرے گا اور گویا باہمت مسلمان سے یہ کچھ بعید نہیں لیکن آج کل غفلت و سستی کی وجہ سے ایسا شخص قابل تعریف ہے ایسا شخص آج کل ولی و خدا کا مقبول بندہ ہے۔

رسوم کے پابند موجب لعنت:

حضرت ابن تیمیہؒ نے ارشاد فرمایا چھ شخصوں پر میں اور حق تعالیٰ اور فرشتے عنت کرتے ہیں مجملہ ان کے ایک وہ شخص ہے جو رسم جاہلیت کو تازہ کرے۔

(ایک حدیث میں) رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب سے زیادہ بغض اللہ تعالیٰ کو تین شخصوں کے ساتھ ہے ان میں سے ایک یہ بھی فرمایا جو شخص اسلام میں آ کر جاہلیت کا کام برتنا چاہے۔ مضافین مذکورہ کی بہت سی احادیث موجود ہیں۔

اس بارے میں تم لوگ شریعت کا مقابلہ کر رہے ہو خدا کے لئے ن کفار کی رسوم کو چھوڑ دو۔

ہر مسلمان مرد و عورت پر لازم ہے کہ اس سب بیہودہ رسموں کو مٹانے پر بہت ہمت دے اور دل و جان سے کوشش کرے کہ ایک رسم بھی باقی نہ رہے اور جس طرح حضرت محمد ﷺ کے مبارک زمانہ میں سادگی سے سیدھے سادھے طور پر کام ہوا کرتے تھے اس کے موافق اب پھر ہونے چاہئیں جو مرد و عورت یہ کوشش کریں گے ان کو بڑا ثواب ملے گا۔ حدیث شریف میں آیا ہے:

((مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِيْ عِنْدَ فُسَادِ اُمَمِيْ فَلَهُ اُجْرُ مَائَةِ شَهِيْدٍ))

(بخاری)

”جو شخص میری امت کے پگاز کے وقت میری سنت پر ہمارے گا اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملتا ہے۔“

بہنوں اور بیٹیوں سے ایک دردمندانہ درخواست:

میں عورتوں سے درخواست کرتا ہوں کہ ان کو چاہئے کہ جائیوز مردوں کو رسوم



سے روکیں نہ کارو کنا بہت موثر ہے ایک تو اس وجہ سے کہ ان رسم درواج کی رسمیں
وہی ہیں جب یہ خود رکھیں گی ورمردوں کو روکیں گی تو کوئی بھی قصہ نہ ہوگا۔ اس سے
حدود ان کا سب دلچسپ و رکلام بے حد موثر ہوتا ہے ان کا کتنا دل میں گھس پاتا ہے
اس لئے عورتیں چاہیں تو بہت حد مردوں کو روک سکتی ہیں ورمردوں کے رسم و رواج
ختم ہو جائیں۔

(اسلامی ٹاڈ)



موجودہ دور میں شادی بیاہ کی مروجہ رسومات

۱) مائیوں بٹھانے کی رسم:

شادی سے چند دن قبل گھر کی خواتین جمع ہو کر بچا کی دھن تو لگ کرے میں
محبوس رویتی ہیں۔ یہ خاص ہندو اندر رسم ہے اور چند خرافات سے مرکب ہے (۱) دھن
کو الگ کرے میں بٹھانے کو ضروری سمجھا خواہ گرمی ہو یا جس مگر یہ رسم قصہ نہ ہو۔
(۲) گھر کے ایک کونے میں بند کر دینا سارے گھر والوں سے بچوں چاہا بات چیت بند
کر دینا اپنی ضروریات میں دوسروں کی محتاج ہونا حتیٰ کہ پیشاب پانا نہ وغیرہ۔
نئے خود نہ جا سکتا اور وضو کے لئے اپنے منہ سے پانی نہ مانگ سکتا۔ (۳) غضب پانے
غضب یہ ہے کہ حیا و بے حیائی کا امتحان لینے کے سے گدگدی کرنا اگر وہ نہیں پڑے تو
بے حیا اور نہ ہنسے تو با حیا۔

دین سے قطع نظر یہ بات عقل کے بھی خلاف ہے کہ اس کو انساں سے حیوت بدہ
بندوت (پتھر) بنا دیا جائے اس نے ان منکرات کے ہوتے ہوئے اسلام میں اس رسم
کی گنجائش نہیں ہے۔

۲) رسم دھنا:

شادی سے دو تین روز پیشتر پہلے دو لہا والوں کی طرف سے خواتین ہمس کے سے
مہندی سے کر جاتی ہیں پھر دھن والوں کی طرف سے خواتین دوہا کے لئے مہندی سے کر
آتی ہیں۔

مہندی کی رسم بھی چند منکرات سے مرکب ہے۔ (۱) رسم مہندی کی یہ تقریب
بڑے لاؤ لشکر اور بہت بڑے جیس کی شکل میں انجام دی جاتی ہے۔ خصوصاً عورتوں کا

اس قدر بن سنور کا شریک ہونا جیسے وہ زرق برق لباسوں کی نمائشوں یا حسن کے مقابلے میں جا رہی ہوں۔ (۲) مردوں اور عورتوں کا آزادانہ اختلاط ہوتا ہے۔ (۳) ناچ گانے اور ڈسکوس باجے کا بھرپور ہتھم کیا جاتا ہے کس قدر افسوس اور حیرت کا مقام ہے کہ حضور ﷺ تو فرما نہیں مجھے میرے رب نے حکم دیا ہے کہ تم دنیا سے راگ نہ بجاؤ دوں اور ہم حضور ﷺ کے امتی ہونے اور آپ سے محبت کا دعویٰ کرنے کے باوجود ناچ گانے اور راگ باجے کی محسوس میں شریک ہوں۔ (۴) اگرچہ دلہن کو مہندی لگانا جائز ہی نہیں بلکہ مستحب ہے مگر دلہن کو مہندی لگانا جائز نہیں ہاں بس صرف سرور و دھم کے بالوں میں مہندی لگا سکتا ہے (بطور زینت) حدیث پاک میں آتا ہے

(الطَّبِيبُ الرَّجَالِ مَا خَفِيَ لَوْنُهُ وَطَهَرَ رَنُخُهُ وَجَلْبَبُ النِّسَاءِ.

ما صبر رَنُخُهُ وَخَفِيَ لَوْنُهُ)

"مردوں کی خوشبودہ ہے جس کا رنگ پوشیدہ ہو اور خوشبودہ ہو اور عورتوں کی خوشبودہ ہے جس کا رنگ واضح ہو اور خوشبودہ پوشیدہ ہو۔"

(۵) اس پر طرہ یہ کہ وید یو فلم بنائی جاتی ہے۔ (۶) بے حیائی اور بے پردگی کا ایک طوفان برپا ہوتا ہے پردے کا یا شرم و حیا کا کوئی تصور نہیں ہوتا۔ (۷) عداوت اور نفوس خرابی کا بھی خوب مظاہرہ ہوتا ہے۔

۳۱ سہرا باندی:

شادی کے دن رات کی رواجی سے پہلے دلہن عروسی لباس زیب تن کر کے سر پر سہرا سوجھ کر بیٹھ کر براہمن ہوتا ہے۔

۳۲ ہار پہنانا:

دلہن کو سہرے کے ساتھ نوٹوں کے ہار پہنائے جاتے ہیں اس مقصد کے لئے پہلے سے طے شدہ نظام کے تحت وسیع و عریض میدان میں شامیے لگا کر نیچے بچا دیا جاتا

نے اور ہارتوں نے سے کرسیاں بٹا دی جاتی ہیں ہاں "دارائی حرب سست مت" اور "اس سے اس سے ریل، بھلی قیمتی دلوں، مشتیں ہار دودھا و پہنا تا بہتتی کہ دوست اور رشتہ دار و رپائی ادب کو اس قدر مار پھینکتے ہیں کہ وہ ہار اس کے بوجھ سے رستہ سے گری ہو یا سر کی وہ ہار ہر حال ہار پہننا ضروری سمجھا جاتا ہے۔

۳۳ گھوڑی چڑھانا

شادی کے دن میں دوپہر کو گھوڑی پر چڑھانا یا قد رتی اور مستولی پھوٹوں سے بھٹی جاتی ہے ہاں پر سورسوں کی لڑائی حصہ سمجھا جاتا ہے اس کے بعد ہار ستی روٹگی کو بٹی شات نے خلاف سمجھا جاتا ہے ہاں گھر منظر کا رنگینا ہاں تو اس کی بھی ضرورت نہیں یہ سارے احوال و رقص و حرکی کے درجہ ہیں۔ نیز اس میں مقابلہ بازی، فخریہ اور تلہ، عروہ کا جذبہ بھی ماحزن ہوتا ہے اس سے اس سے بھی حق، مکان سریزی بختہ ہے۔

۳۴ آتش بازی چراغوں

دوپہر کے بعد سے رات کی رواجی و رواجی کے بعد تک چمپے کے دوران اور چہرے کی بات اناڑ پناٹنے اور آتش بازی کا مظاہرہ دیکھی بڑے جوش و خروش سے کیا جاتا ہے یہ پٹی جوں اور مال کے ساتھ ساتھ دوسرے دھم سے بھی نقصان کا باعث ہے۔

یہ تو صاف ظاہر ہے کہ آتش بازی اپنا مال اپنے ہاتھوں نذر آتش کر دینے کے مترادف ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ ﴿۹۰﴾ (الاعراف)

اور فضول خرچی مت کرو اب تک حد تک نفوس خرچی کرنے والوں و بے حد نہیں فرماتا۔

دوسری جگہ ارشاد پاک ہے

«وَلَا تَبْذِرُوهُ تَبْذِيرًا إِنَّ الْمُبْذِرِينَ كَانُوا الْخَوَانَ الشَّيْطَانِيَّةَ»

(بنی اسرائیل۔ ۲۶ ۲۷)

”اور فضول خرچی مت کرو یہ شک فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔“

وہ یہ اوقات۔ کشمیری سے کوئی نہ کوئی شخص مذرا تش ہو جاتا ہے ورنہ ہاتھ پاؤں کے جھنکے کا اندیشہ یا مکان میں گنگ بگ جانے کا خوف ہوتا ہے اور اپنی جان اور مال کو ایسی ہلاکت اور خطرے میں ڈالنا خود شریعت میں برا ہے نیز یہ واضح طور پر ہندوؤں کی رسم دیولی سے مشابہت رکھتی ہے۔ اس سے مدد وہ یہ آتش پرستوں کی غل سے کیونکہ خوش کے موقع پر چرخاں کرنا ہندوؤں کا شعار ہے۔ یہ رسم ہندوستان کے بہت پرستوں نے کشمیر پرستوں سے لے کر ہندوؤں کی ایک دیکھی مسکن بھی اختیار کرنے لگے اس سے جتنا بضروری ہے۔

﴿پیسے مٹانا﴾

شادی کے موقع پر پیسے نہ رہنے ضروری۔ کہ جذبہ توسکس دینا بھی ایک بڑی مہربانی ہے نیز دوسرے سر پر پیسے گھم کر مرثیوں بھندوں کو اپنا نیک شگون حیا کیا جاتا ہے۔ انکے اس سے نیک شگون دینا حقیقت سے بالاتر ہے کاش ایسی رقم غریب و مسکین کو تقسیم کر دی جاتی یا مسجد و مدرسہ میں صدقہ و خیرات کر دی جاتی۔

شگون کی حقیقت

آئیے یہاں آپ خواتین کو شکوک (ایکھے یا برے) کی بہت کچھ تحریر کر دوں۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ قَالَ الْجَنَازَةُ شَرْكَ قَالَهُ ثَلَاثًا وَمَا مِمَّا إِلَّا وَلَكِنَّ اللَّهَ

يُذَيِّبُهُ بِالتَّوَكُّلِ (رواہ ابو داود و الترمذی وقال سمعت محمد

بن اسمعيل يقول كان سليمان بن حرب يقول في هذا

الحدث) وَمَا وَدَّ إِلَّا وَلَكِنَّ اللَّهَ يُذَيِّبُهُ بِالتَّوَكُّلِ بِذَا عِنْدِي

قَوْلُ ابْنِ مَسْعُودٍ ابْنِ دَاوُدَ وَ التَّرْمِذِي

ابن داود کتاب العقب باب فی الطہرہ ح ۳۹۱۰۔

”حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ رسول اللہ ﷺ

سے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: طیرہ شرک ہے۔ آپ نے یہ

بات تیس دفعہ کہی۔ (مہاند کے طور پر تا کہ لوگ اس فعل سے بچیں) ورم

میں سے جو بھی شخص ایسا ہوتا کہ (جس کے دل میں تردد و غلیظ پیدا ہوتا

ہے) تو اللہ تعالیٰ اس کو س پر پھر دے واپس دہا کرنے سے روک دیتا ہے۔ مگر

یہ ایمان کا تقاضا ہے کہ کسی کام و سفر کے قصد و ارادہ کے وقت کوئی ایسی چیز

ظاہر ہو جائے جس سے تقاضا نہ ہو بیت و دماغ میں کوئی رسم و ترد

پیدا ہو تو اس وہم و ترد پر قطعاً بھروسہ و اعتماد نہ کیا جائے بلکہ اللہ تعالیٰ پر

توکل و یقین رکھتے ہوئے اس کام کو کیا جائے یا اس سفر پر چل جائے۔

شگون بد لینا شرک ہے اور یہ شرکوں کی رکیں ہیں اور موجب شرک خفی ہیں اگر

یوں شگون لیا جائے اور پورے وثوق سے کہا جائے یوں ہی ہوگا تو کفر ہے۔

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَدٌ بَدِ

مَجْذُومٍ وَفَوْضَعَهَا مَعَهُ فِي الْقَضْعَةِ وَقَالَ كُلُّ ثَقَةٍ بِاللَّهِ

وَتَوَكَّلَا عَلَيْهِ (رواہ ابن ماجہ)

ابن ماجہ کتاب العقب باب العلام ح ۳۵۴۲۔

”اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن رسول کریم ﷺ نے ایک جذامی کا ہاتھ پکڑ کر اس کو کھانے کے پیالے میں اپنے ساتھ شریک کیا اور فرمایا کھاؤ میرا ہاتھ پر غناؤ اور جبرائیلؑ ہے وہ میں کی ذست پر توکل کرتا ہوں۔“

اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ توکل و یقین کا مرتبہ حاصل ہو جانے کے بعد جذامی سے بھاگنا اور اس سے دور رہنا ضروری نہیں۔

وَعَنْ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا بَهْ وَلَا عَدْرِي وَلَا طَيْرَةٌ وَلَا تَكُنِ الطَّيْرَةُ فِي شَيْءٍ فَقِي الدَّارَ وَالْفَرَسَ وَالْمَوْتَ (رواه ابو داود)

ابو داود کتاب الطب باب فی الطیرة ج ۳۹۶۱۔

”حضرت سعید بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا نہ بھاگنا کوئی چیرے اور نہ ایک سے دوسرے کو بھاری کا لگنا کوئی حقیقت رکھتا ہے نہ بدشگون کی کوئی اصل ہے اگر کسی چیرے میں شگوں بد ہوتا تو گھر میں گھوڑے اور عورت میں ہوتا۔“

بدشگون کی کوئی چیز نہیں:

سعید بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تحقیق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بدمردی و دشمنی بد حقیقت میں طیرہ کے متعلق مختلف احادیث منقول ہیں۔ جن احادیث سے طیرہ کے اثرات کی نفی اور اس اعتبار و اعتقاد کی ممانعت آئی ہے ان کی قدر زیادہ ہے جس حدیث سے عورت گھوڑے اور گھر میں طیرہ کا ثبوت یقینی ہے۔ رَسْنَا الشَّوْمَ فِي نَفْسِ الْفَرَسِ وَالْمَرْوَةِ وَالْأَرِيحِيِّ اس میں کوئی شک نہیں کہ تعین چیزوں میں نحوست ہے گھر گھوڑا اور عورت میں۔ ایک دوسری روایت میں وہ تینوں

چیزیں میں خادما و گھوڑا بیٹائی ہیں۔ ساتھ لفظ شرط سے آیا جیسا کہ اس حدیث میں اور اس جیسی دوسری احادیث سے ثابت ہیں کہ اگر بدشگون کی درخواست کوئی چیز ہوتی تو اس چیزوں میں پانی پاتی۔ جیسا کہ حدیث ابن ابی معیہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیا ہے کہ اس چیزوں میں نحوست پاک جانے کا اعتقاد زمانہ جاہلیت کے خیالات میں۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے روایت ہے۔ بدشگون کی درخواست نے متعلق اس کا وہ وقت و مقام یہ ہے کہ ظہیر اور کی چیر کو شگوں سمجھنا بالکل بے حقیقت ہے۔ باغرض یہ یقین کر لیا جائے کہ چیزوں میں نحوست ہے تو اس کا تعلق موقع و محل قرار دیا جاسکتا ہے۔ یہ ایسی ہی بات ہے جیسا کہ اس روایت میں کہا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا لو کان شیء سابق الفدر لسبعة العین شیء مروی چیز تقدیر پر بوقت آنے والی ہوتی تو وہ نظر نہ ہوتی۔“

یہ اس طرح کا کلام ہے۔ قاضی نے کہا کہ حدیث میں پسے تو طیرہ کا تکرار نہ اور اس کے بعد یہ شرط یہ ہند کہ گھر شگوں بد ہوتا تو وہ گھر گھوڑے اور عورت میں ہوتا۔ اس کا بھی وجود ثابت نہیں ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں اثرات چیزوں میں نحوست مفہوم ہوتا تو ایسی عورت جس کا بچہ نہ ہوتا ہو یا وہ اپنے شوہر کی نافرمانی کرتی ہو یا وہ مردہ مدھنکل ہو یا اس اعتبار سے اس کو شگوں کہا جاتا ہے۔ گھر میں نحوست ہو۔ کا مفہوم و مطلب یہ ہے کہ اس کے ہمسائے برے ہوں۔

گھوڑے کی نحوست اس کی سرکشی، کسم پاشی اور ست رفتار کی ہے یعنی وہ اپنے مقاصد پورے نہ کرتا ہو۔

خادم کی نحوست یہ ہے کہ وہ بھی اپنے مقاصد پر پورے نہ آتا ہو بعض چیزوں میں نحوست کا ہونا مفہوم کے اعتبار سے ہوتا ہے درخواست سے مراد ان چیزوں کا طبعی طور پر یا کسی شرعی قباحت کی بناء پر غیر پسندیدہ ہونا ہے۔

آنحضرت ﷺ نیک فاضلین کے لئے اچھے ناموں کا نسخہ فرماتے تھے۔

اس پر بات سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے بیان کی گئی تو انہوں نے سخت ناراضی کا اظہار کیا اور کہا کہ تم نے عورت کو اپنے ساتھ لایا اور اس کی وجہ سے علماء اس حدیث پر کلام کرتے ہیں کہ اگر یہ بات نبی کریم ﷺ سے ثابت ہوتی تو سیدہ رضی اللہ عنہا ایسی بات بگڑا رہا نہ فرماتیں۔

وعن انس ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يبعثه ارا
خروج لحاجة ف يسمع يار شذبه مجيباً

(رواه الترمذی)

الترمذی کتاب السیر باب ما جاء فی الطہرۃ ح ۱۶۱۶۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ بہت سی کام کے سے باہر نکلتے تو آپ کو یہ اچھا معلوم ہوتا کہ آپ کی رہنمائی سے یہ سب یا سب شذہب کی اٹنی سی کام کے سے بہت اگت اس طرح سے نام و الفاظ سننا نیک قال ہے۔

وعن بريدة ان النبي صلى الله عليه وسلم كان لا يسلط
من شئ. فاذ بعث عاملاً سأل عن اسمه فادا اعجبه
انفسه فرح به وزوى بمنزله فادى وجهه وادى دخل
قرية سأل عن انفسها فادا اعجبه انفسها فرح به
وزوى بمنزله فادى وجهه وان كره انفسها زوى كراية
دليل في وجهه (رواه ابو داود)

ابو داود کتاب الطب باب فی الطہرۃ ح ۳۹۲۰۔

اور حضرت بريدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کسی چیز سے شگون نہ دیتے تھے اور جب آپ کسی عامل کو روانہ کرنے لگتے تو اس

کا نام دریافت کرتے مگر اس کا نام بھی جوتا تو آپ اس سے خوش ہوتے اور آپ کی خوشی آپ کے چہرہ مبارک سے عام ہوتی اور اس کا نام معلوم ہوتا تو اس سے آپ سوتیلے کی ناگواری آپ کے چہرہ مبارک سے ظاہر ہوتی اور ان میں آپ کی ہمتی میں داخل ہوتے تو اس ہمتی کا نام پوچھتے اور آپ کو اس کا نام اچھا معلوم ہوتا تو اس سے خوش ہوتے اور آپ کی خوشی آپ کے چہرہ مبارک سے ظاہر ہوتی اور اگر اس کا نام برا معلوم ہوتا تو آپ کی ناگواری آپ کے چہرہ مبارک سے ظاہر ہوتی۔

طبیع پر اسما کا اثر

اسی پر نام ہون کر ناگواری ہونا تاثیر نہیں طبیعت میں ہوتا ہے۔ آپ پر نام کو اس پر آپ کا نام یہ ہے مثلاً ترک راستی۔ جیسا کہ شہنشاہ دہلی صورت میں ہوتا ہے تاہم کسی شخص یا آبادی کا برا جہا نام نہ کرنا آپ کے چہرہ مبارک سے ناگواری کے اثرات نمایاں ہوتا ہے کیونکہ طبیعت کا اچھائی و برائی سے متاثر ہونا اور اس کے نتیجے میں خوشی یا ناخوشی کا ظاہر ہونا عدل و ظلم سے قطع نظر ایک فطری بات ہے۔

اس ملک بہتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنی اولاد یا اپنے خادم کے لئے اچھے نام اختیار کرنا سنت ہے کیونکہ بعض اوقات برے نام تقدیر کے موافق ہو جاتے ہیں اور اس سے نتائج دور رس اثرات کے حامل ہوتے ہیں۔

مثال کے طور پر اگر کوئی شخص اپنے بیٹے کا نام مسر رکھے تو ہو سکتا ہے کہ کسی موقع پر حدود شخص یا اس کا نام میں تقدیر الہی خسارہ میں مبتلا ہو جائے اور اس کے نتیجے میں لوگ یہ سمجھ گئے کہ اس کا نام میں مبتلا ہونا نام کی وجہ سے ہے اور اس کے بعد تک پہنچے کہ لوگ اس کو خوش جانے لگیں اور اس کی صحبت و ہم نشینی تک سے اجتناب کرنے لگیں۔

ایسی ہی ایک واقعہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے یہ خاتون مسند پر چھنے نہ

ہوئی تو اس نے اپنا نام معصومہ بتایا تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنا نام بدل۔
تیرے معصومہ ہونے یا نہ ہونے کا توفیق اللہ ہی کو ملے ہے۔

و عن انس عن رضى رسول الله انا كنا غي - اركثر فيها
عدونا واموالنا نحولنا لى دار قل عسما عندنا وامولنا
فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ذروها ذميمة
(۲۰۰-۲۰۱)

۲۰۰-۲۰۱ کتاب حب باب فی حب رسول ۳۹۲۶

”اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن ہمارا گھر راست میں
ایک آدمی آیا اور اس نے کہا کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں ہم ایک مکان میں
رہتے تھے جس میں ہمارے افراد کی تعداد بھی زیادہ تھی اور ہمارے
پانچ ماں بھی بہت تھیں پھر ہم ایک دوسرے کے مکان میں منتقل ہو گئے تو اس میں
ہمارے آدمیوں کی تعداد بھی کم ہو گئی اور ہمارا اس بھی کمزور ہو گیا آپ نے
فرمایا اس مکان کو چھوڑ دو جو برا ہے۔“

بدشگونی کا کبیرہ کر شہر کو ”ناجائز“ طور پر اس کے ولیدین سے الگ نہ کیجئے۔

آنحضرت ﷺ نے اس کا مکان کو چھوڑ دینے کا حکم اس مکان کو انھوں نے سمجھنے کی بنا پر نہیں تھا۔ بلکہ اس مکان کی آب و ہوا اور اس کی سہولت چونکہ یکسو گورنمنٹ میں آئی
اس لئے آپ نے بہتر یہی سمجھا کہ وہ اس مکان کو چھوڑ دیں۔

خطابی کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں کو مکان چھوڑ دینے کا حکم اس
مصلحت کے پیش نظر دیا ان کے دلوں میں یہ بات بیٹھ گئی تھی کہ سرے سے تمہاری دوسرا
چیزیں مکان میں سب اگر ہم اس مکان میں نہ رہتے تو نہ ہمارے آدمیوں میں کمی آتی اور
نہ ہمارے مال و اسباب کا نقصان ہوتا۔ لہذا آپ نے ان کو مکان چھوڑ دینے کا حکم دینا

مناسب سمجھا تاکہ ان کے اس غلط خیال و رواہم کی جڑی کٹ جائے اور یہ اثر نہ
کے روپ میں نہ بچھنیں۔

وعن یحیی بن عبد الله بن زبیر قال اخبرني من سمع
عروه بن مسيلب يقول قلت يا رسول الله عندنا ارض
يقال لها اسن وهي ارض ريفنا وعيرنا وان وبأ با
شديد فقل دعها عتب فان من يعرف التلف

یوحنا کتاب نصب اباب فی حب رسول ۳۹۲۶

”اور حضرت یحیی بن عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے رسول
ﷺ نے بیان کیا کہ جس نے حضرت فروہ بن مسیب سے یہ روایت کی کہ
انہوں نے جتنی فروہ نے کہا کہ میں سے عرض کیا ہوا اس سے کہہ دو ہمارے
پاس ایک زمین ہے جس کو انہیں کہا جاتا ہے اور وہ ہمارے ذرعت و غلہ کی
زمین ہے لیکن اس زمین کی وبا سخت ہے۔ جس آب و ہوا نے کہا اس کو چھوڑ
دو جس بے شک وبا کا قرب ہلاکت اور اختلاف کا باعث ہوتا ہے۔

زمین کا چھوڑنا فقط آب و ہوا کے ناموافق آنے کی وجہ سے ہونا چاہیے

یہی کہتے ہیں کہ اس زمین کو چھوڑنے کا حکم مدوی یعنی چھوٹے کے نقطہ نظر سے
نہیں تھا بلکہ اصول طب اور حفظ صحت کے پیش نظر تھا یہاں کہ آب و ہوا کا چھو
اصناف و موافق ہونا حفظ صحت کی بنیاد و رکن و بدن کی تندرستی و سہولت کے لئے
ضروری اسباب میں سے ہے اس کے برعکس آب و ہوا کا اثر ہونا موافق ہونا صحت و
تندرستی کیلئے انتہائی مضر اور بیماری و ہلاکت کا سبب ہوتا ہے۔

لہذا یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ مابقی جگہ سے
بھاگ جانا چاہئے وہ شاید اس مضمون حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ ان حضرات

”اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو لبو الحمد یت یعنی فضول پاتیں خریدتے ہیں تاکہ لوگوں کو بغیر علم اللہ کے راستے سے ہٹا دیں اور اسے فسیق بنائیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے رسوا گن عذاب ہے۔“

اس آیت میں لبو الحمد یت سے مراد ہر ایسی بات اور ہر ایسا کام ہے جو انسان اپنے اندر مشغول کر کے دوسری چیزوں سے غافل کر دے۔

عام طور پر مفسرین اس آیت کے شان نزول کے بارے میں نصر بن حارث و قد قل فرماتے ہیں کہ اس نے ناچ گانے دان بانیاں اس مقصد کے پیش نظر خریدی تھیں تاکہ اسد کی طرف بکس بونے وے لوگوں کو اس طرف بکا کر سد سے ہٹانے کی کوشش کرے چنانچہ وہ راگ رنگ کی محفیں بھاتا تاکہ لوگوں کی توجہ قرآن سے ہٹ جائے اور ان فضولیات میں لگے رہیں۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے جب یہ حدیث کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے تین مرتبہ قسم کھا کر رشاد فرمایا ”هُوَ وَالْبَهَائِيَّةُ“ لہٰذا کہ قسم اس سے مراد گانا ہے۔

یہ حدیث کو دیکھے گانے بجانے کے متعلق حدیث میں کیا کہا گیا ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((المرئى رنبى بمخق المعارف والمراير والافون والصُّلْبِ وَأَمْرِ الْخَابِلِيَّةِ)) (مشکوٰۃ)

”مجھے میرے رب نے حکم دیا ہے کہ گانے بجانے کا سامان مٹا دوں، بتوں اور صیب کو توڑ دوں اور جاہلیت کی تمام رسومات کو ختم کر دوں۔“

دوسری حدیث میں سخت وعید وارد ہوئی ہے ارشاد گرامی ہے:

((يُمْسَخُ قَوْمٌ مِّنْ بَنِي الْاُمَّةِ فِىْ اَجْرِ الزُّمَانِ قَرْدَةً

وَحَتَاوِرَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ يُمْسَخُونَ اِلَّا اِلَهِ الْاَلَلَّةِ وَنَ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ يَصُوْمُوْنَ وَيُحْجُّوْنَ وَنُصَلُّوْنَ قِيْلَ فَمَا بَالُهُمْ قَالَ اتَّخَذُوا الْمَعَافِرَ وَلَقِيْنَا

آٹھ غصور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خیر زمانے میں اس امت کے کچھ لوگوں کی سہارا میں سورہہ بقرہ میں بتائی جا رہی ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ! کیا وہ لوگ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتے ہیں گے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ارے وہ لوگ حج کرتے ہیں گے روزے رکھتے ہیں گے نماز پڑھتے ہیں گے کہا گیا پھر ان کی حالت یہی کیوں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس لئے کہ ان لوگوں نے گانے بجانے کی چیز میں بھی اختیار کر لی ہوں گی۔“

مغنیہ کی آواز سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا عمل۔

حضرات صحابہ کرام، بھائی گانوں باجوں کے شغل کے اس سب چیزوں سے اس حد درجہ محتاط تھے کہ خدا نخواستہ کبھی باجے وغیرہ کی آواز کاؤں میں پڑتی تو فوراً اپنے کانوں میں انگلیاں ڈال دیتے اور اس راستے کو چھوڑ کر دوسرے راستہ اختیار کر دیتے اور جب تک حتم رہتا کانوں میں انگلیاں ڈالے رہتے چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہیں چاہے تھے گانے کی آواز سننے میں آئی تو فوراً انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں ڈال لیں اور اس راستے کو چھوڑ کر دوسرے راستے کو اختیار کر لیا اور پھر اپنے تمام حشرات مانع سے بچھا کہ سب بھی وہ آوازیں آ رہی ہیں یا نہیں؟ چنانچہ جب آواز آتا بند ہوگئی جب انگلیاں نکالیں پھر خود ہی فرمایا کہ میں نے اس طرح اس لئے کیا کہ ایک دفعہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا اچانک بانسری کی آواز

سائی کی تو آپ نے نور کان مبارک میں اپنی برکت انگلیں ڈال لیں۔ سرہ
عمر علی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

«الغناء یُسبِّحُ لِمَعْقِلِ عِی الْقَسْبِ کَمَا یُسْبِّحُ الْمَاءُ الزُّرْعَ»

راگ اور گانا دل میں نغمہ اس طرح پیدا کرتا ہے جس طرح پانی کھیتی کو
اگاتا ہے۔

اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے ارشاد فرمایا گانا بجاؤ اور رقص کرو یہ دونوں نغمہ کو اس طرح گاتے ہیں جس
طرح پانی بہتی ہے گاتا ہے اور قسم ہے کہ جس نے قفسہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حمد
ہے سب شک قرآن اور ذکر ایمان کو اس طرح گاتے ہیں جس طرح پانی سڑ
کواگاتا ہے۔ (دلیس)

انفوس ہے کہ مدعیان اسلام ان چیزوں سے اپنی شادیوں کو سجاتے ہیں جن
چیزوں کے منانے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیعت کے مقصد میں شان
فرمایا اور مصیبت پالائے نصیبت یہ ہے کہ مسجدوں میں نمازیں ہوتی رہتی ہیں
ماہیت سے گاتے نہ ہوتے رہتے ہیں اور پورے محلے میں گانوں کی ایک مصیبت
کھڑی ہو جاتی ہے گانے کے شور شرابے میں مریض بھی عاقبت سے آرام نہیں کر سکتا
ایک زمانہ تھا جب مسلمان بندوؤں سے بھڑپاتے تھے در مسجد کے سامنے باجا بجاتے
پر جان دینے اور سینے سے لئے تیار ہو جاتے تھے آن مسلمان خود ہی مسجد کے سامنے
باجا در موسیقی بجاتا ہے اور عین مز کے وقت گانے کی آوازیں نمازیوں کے کانوں
میں ٹھونکتا ہے۔

دور کی لئے رجحان

زبانوں کی برکت کے وقت یہ بھاری ہر مسداق یہ ایک نہیں ہے
جانتے ہیں جو کہ انہی کے مہوسات زیور ت اور کھینچاں (نیک سپ) کے ساتھ پہ
مستقل وقات۔ جسے بعد میں سب باتوں کے ساتھ انہی ایک ایک چیز کا معیار
اور یہ جانتا ہے۔ یہ واضح طور پر فخر وریہ، رسم میں آتا ہے۔ جہاں یہ سامان
اسی یا اس کے خیر اور پسند نہ آئے تو بین رسموں میں سے کسی کا سبب بھی میں جاتی
ہے اس لئے اس سے بھی احتراز ضروری ہے۔

نیوتہ

شادی بیاہ میں دھوکہ طعام کے موقع پر ایک شخص رجسٹرے میں جی بچا پانی پر
برہمن ہو جاتا ہے جو کھانے میں شرکت کرنے والوں سے کہا ہے ہاں ہاں ہاں کہتا
تے "نیوتہ" یا "نیوندر" نام سے تعبیر یا جاتا ہے۔ یہ بروقی اور سنگی کی اجنبی
سے کسی کو دعوت پر بلا کر اس سے کہا ہے کہ قسمت وصول کی ہے۔ یہ رسم اس قدر اپنی
جزایں مضبوط کر گئی ہے کہ پیسے نہ دینے والے وہ جس کا مستحق سمجھا جاتا ہے بعض
اوقات پیسے نہ دینے والوں کے ساتھ جھگڑا طویل اختیار ہو جاتا ہے اور یہ دوری
سے بھڑکی کا پروانہ عطا کر دیا جاتا ہے۔

بعض لوگ اس رسم کے جواز پر یہ استدلال کرتے ہیں کہ یہ "سبب" ہے کہ
ماہر قانون کی ایک صورت ہے یہ سبب حیدر دلی سے درج نہیں اس سے یہ قانون
دل کی خوشی کے ساتھ یا جاتا ہے قانون کے سبب میں کسی پر جبر وادارنا یہ جان کا
قانون ہے "یہ قانون کرتے ہوئے یہ نہ یہ مد نظر نہیں لیتا کہ کسی موقع پر جس سے
"سبب" میں کروانے پر مجبور ہیں کہ جبکہ یہ میں یہ نہ یہ اور سو فی فی ہوتی ہے اس
لئے اسے قانون کا نام دینا خواہوا ایک حکم ہے۔ اگر یہ قانون و بھرونی ہو تو رسول

اللہ تعالیٰ نے اس پر یہ نازل فرمایا کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے واسطے ہیں۔
 یہاں تو سب مومن تھے قرآن نہ سوتا۔ جیسے اگر میں کہہ دوں کہ مٹا دے۔
 دلوں نے پھر وہ پکار کر یہ فرمایا یہ ہے عزتی سے یہ نہیں کہہ سکتا۔
 دلوں کی جگہ "کوئی نہ" سے "ایک" اپنی طرف سے ان کے لئے "تو بھی یہ"
 آپ کے سر سے یہ نصیحت آئی کہ نہ سوتے رہیں اتنے دلوں کو سوتے رہیں
 سے ان کی عورت کی جگہ اللہ تعالیٰ نے تو جہالت کے طاق اور انجیریں کاٹ دیں
 تھیں آپ کے وہ رہے ہیں البتہ ان کوئی شخص اپنی خوشی سے ان کی تضحیک کر دے تو یہ
 براست سے خالی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اس میں کسی بیٹے کی بیعت اور فریق تانی
 ن طرف سے چھ دھوؤں کے پیراہنگ کا اظہار کا فرما دے۔

دولہہ کے ساتھ غیر اخلاقی حرکات کرنا۔

شادی کے موقع پر دولہا کے ساتھ بڑی اید و دلیری کے ساتھ غیر اخلاقی حرکات کی
 جاتی ہیں مثلاً دولہا کوئی بولی چار پائی یا سڑی پر بٹھا کر اس کی ہوش کرنا مثلاً سڑی
 ملا کر پٹا اور دوسرے قہقہہ لگانا اس کے ساتھ ایسی مذاق اور چھیڑ چھاؤں کرنا اس کی
 خوشی پر مار چرہ کی کامیابی کے حصول کے لئے وہیں نہ کرنا یہ سب نامناسب ہی نہیں بلکہ
 کبھی کوئی بے حیاں یہ رویہ دست نہیں کرتے، مٹا کر م ہے۔

"خو کون سا طریقہ ہے" اول تو یہ دینی دوسرے سینہ دوری قدم قدم پر رقم بنو رہے
 ہے حرب اور شادی یا اس کا نام پر پھیل رہی ہے۔

دروازے کی چوکھٹ پر چااول:

دولہن سسرال کے گھر میں اپنا پہلا قدم رکھتی ہے تو اس کے قدموں میں کسی

برتن کے اندر چااول یا دیگر غذائی اجناس ڈال کر رکھی جاتی ہیں اس برتن کو دلہن پاؤں
 سے دھکیل کر اس میں موجود چنے وغیرہ لیتی ہے۔ (یعنی دولت) اس سے ایک گٹھون لیا جاتا
 ہے کہ اس طرح کرنے سے اس گھر میں رزق کی اس قدر فراوانی ہوگی کہ پہاڑیوں
 چلنے کا یہاں بہت دھڑاٹا ہے یہ رسم نہیں تو ہم پرست ہندو سے ورثے میں ملی
 ہے۔ قابل غور بات یہ ہے کہ قرآن تو کہتا ہے "یہیں شکرت لادیں" وہیں کھرتم
 ان عداسی لشعبہ (برہم ۷) "اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں زیادہ عطا کروں گا
 اور اگر ناکردی و ناشکری کرو گے تو میرا عذاب بہت سخت ہے۔" اس آیت کو سامنے
 رکھتے ہوئے غور سے دیکھا جائے تو یہ بات ابھی طرح معلوم ہوتی ہے کہ یہ رزق کی
 فراوانی کا سبب ہے یا کمی کا؟ افسوس قرآن تو کہتا ہے کہ نعمت کی قدر دانی پر مرید بنتیں
 حاصل ہوں گی مگر ہم قرآن کے حکم کو پس پشت ڈالتے ہوئے ہندوؤں کی رسم و رواج پر
 یقین کئے بیٹھے ہیں کہ رزق کے ساتھ اس طرح تو بین آمیز رویہ اختیار کرنے پر فراوانی
 حاصل ہوگی۔ اس تفصیل میں تیل ڈالنے کی رسم بھی شامل ہے۔

ویڈیو فلم بنوانا یا تصاویر اتروانا۔

شادی کے موقع پر دولہا دلہن اور حاضرین کی تصویریں بناتے ہیں یہی طرح گھر
 کے بعض حصوں میں تصویریں "دیراں کرتے ہیں یہ تصویر والے کپڑوں سے سجاتے ہیں
 یہ فعل شریعت کے خلاف ہے۔ مجسم، غیر مجسم، شمع، غیر شمع، دسی، سیرہ والی ہر طرح کی
 تصاویر بنانے کی اسلام نے مخالفت کی اور تصاویر بنانے والوں کے لئے سخت وعید
 فرمائی۔

اس ضمن میں تصاویر بنانے کے قصاصات پر تحقیق پیش کرتے ہیں۔
 جو خواتین اخبار یا رسالہ میں اپنی تصاویر شائع کرتی ہیں ان کے لئے شریعت

کی کھلی خلاف ورزی کے باعث انتہائی محسوسے اور گھمبیر مسئلہ پیدا ہو سکتے ہیں اور ان کی زندگی خیریں بن سکتی ہے۔

شریعت پر سہ حیاتی اور فنی کو فروغ دینے والے عناصر نے کیسٹرنیکٹ لوجی سے ذریعے انتہائی مہارت سے شریف گھروں کی لڑکیوں کی عریں تصاویر شائع کرنا شروع کر دی ہیں جس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ کسی لڑکی کی عامی تصویر حاصل کرتے ہیں اور پھر پیپوز کے ذریعے اس کے چہرے کے ساتھ کسی عریں عورت کا جسم جوڑ کر اسے انڈیمٹ پر جاری کر دیتے ہیں یوں شریعت کی خلاف ورزی کرنے والی عورتیں پوری دنیا میں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہتیں۔ یہ صورت حال عورتوں کے علاوہ مردوں کے ساتھ بھی پیش آ سکتی ہے چہرہ کسی کا اور جسم کسی کا پھر یہ بھی کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہتا۔

بارات ایک بدعت

بارات ہندوؤں کی ایجاد اور ان کی رسم ہے

اصل میں یہ بارات وغیرہ ہندوؤں کی ایجاد ہے کہ پچھلے زمانہ میں امن نہ تھا اکثر راہزنوں، ورتوں (ڈاکوؤں) سے دوچار ہونا پڑتا تھا اس سے دوہا دوہن اور اسباب زیور وغیرہ کی حفاظت کے لئے ایک جماعت کی ضرورت تھی اور حفاظت کی مصیبت سے بارات سے جا کے کی رسم پیدا ہوئی اور اسی حد سے فی حریک آئی یا جاتا تھا کہ اگر تھاق سے کوئی بات پیش آئے تو یک گھر میں ایک ہی ہندو ہوا اور اب تو اس کا زمانہ سے اب اس جماعت کی یہ ضرورت ہے اب حفاظت وغیرہ تو کچھ مقصود نہیں صرف رسم کا پورا کرنا اور نام آوری مد نظر ہوتی ہے۔ (مغل، لاجپور)

بارات کی قطعاً ضرورت نہیں:

صاحبوا ان رسوں نے مسلمانوں کو تباہ کر ڈالا ہے اس لئے میں نے منسل کا نام قیامت صغریٰ اور شادی (بارات) کا نام قیامت بھری رکھا ہے۔
اب تو بارات بھی شادی کا رکن اعظم سمجھا جاتا ہے (اور اس کے بغیر شادی ہی نہیں ہوتی) اس کے لئے کبھی دوہا والے اور کبھی دھن والے بڑے بڑے اصرار اور تکرار کرتے ہیں اور اس سے غرض ناموری (شہرت) ورتا کر ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؑ کا رشتہ کیا اور رشتہ (بٹے کرنے) کے وقت تو حضرت علی رضی اللہ عنہ موجود تھے لیکن نکاح کے وقت تو حضرت علی رضی اللہ عنہ خود بھی موجود نہ تھے۔ بلکہ معصوم نکاح ہوا تھا کہ ان دھن علی علی رضی اللہ عنہ رضامندی ظاہر کریں چنانچہ جب وہ حاضر ہوئے تو انہوں نے کہہ دیا اب نکاح تمام ہوا۔

بارات کے چند مفاسد

بارات نا اتفاقی اور ذلت کا سبب ہے

اس بات کے سنے کسی دوہا والے بھی دہن و سے بڑے بڑے صرار و تکرار کرتے ہیں اور اس سے مقصود صرف ناموری و رتھ خربے اکثر اس میں ایسا بھی کرتے ہیں کہ جانے پچس در جا پیچے سواں تو بین بلائے اس طرح کسی کے گھر جانا حرام ہے۔

(ومن دخل علی غیر دعوة دخل سارقا وخرج مغيثا)

(ابوداؤد)

حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص بن دے کسی کے گھر چلا جائے وہ گیا تو چور ہو کر اور نکل لیرا ہو کر یعنی ایسا گناہ ہوتا ہے جیسے چوری و لوٹ مار کر لیا۔ پھر دوسرے شخص کی اس میں ہے آبروئی بھی ہو جاتی ہے کسی کو رسوا کرنا یہ دوسرا گناہ ہوا۔

پھر ناموس کی وجہ سے اکثر جاہلیں میں ایسی ضد اخندی اور بے طفی (کدورت بلکہ بے ادقات و رنجش) ہوتی ہے کہ عمر بھر قلوب میں اس کا شر باقی رہتا ہے چونکہ نا اتفاقی حرام ہے اس لئے اس کے سبب بھی حرام ہوں گے اس لئے یہ فتنوں رسم ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ (مداح رسو)

اب تو ان رسموں کی مدت بجائے محبت و اہلّت کے جو کہ میل ملاپ سے اصلی مقصود ہے اکثر رنج و تکرار اور شکایت (کی نوبت آ جاتی ہے) پر اے کیوں کا تازہ کرنا اور صاحب تقریب کی عیب جوئی اور تذلیل کے درپے ہونا اور ای طرح کی دوسری

میر یہ مطلب نہیں کہ اس قصہ کو سن کر وہ جا بھگ جا دے شاید بعض لوگ یہ سمجھ سکتے بھی ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ بات و غیرہ کے تکلف کی ضرورت نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نوشتہ ہونے کی ضرورت نہیں سمجھی پھر بات کا ہونا کیوں ضروری سمجھا جائے؟

خوابیں دیکھی جاتی ہیں۔ اور چونکہ ایسا بیادینا کھانا کھانا عرفانِ دوم ہو گیا ہے اس سے کچھ لذت و مسرت بھی نہیں ہوتی نہ دینے والے کو کہ وہ ایک بے گارسی اتارتا ہے نہ لینے والے کو کہ وہ پناہ نہ دے یا معاذِ خدا سمجھتا ہے۔ پھر اصف (و محبت) کہیں اس لئے تمام خرافات کا حذف کرنا واجب ہے۔

بارات اور قہر بل فکر بات

ذرا غور کیا جائے کہ جس طرح اپنی زندگی یا اپنے گھر کی کسی شے کی پوتی یا توانی بھٹی یا بھٹی کی شادی میں جب اپنی حیثیت پتی و محبت اور اپنے اقتدار اور بلد سے زیادہ لوگوں کی بارات جاتی ہے تو خود ضرورت سے زیادہ پریشانیں نکلتے لگتی ہیں۔ باراتیوں کی خاص و مدارات، ضیافت و تواضع اپنی عزت و ناموس کو بچانے کی خاطر باراتیوں کی پاسداری و رواداری کی حد درجہ فکر لاحق ہوتی ہے ورنہ اس میں ہر وقت متفکر رہا کرتا ہے کہ کس طرح عزت اور سہولت سے سارا کام منسلک جائے۔

اسی طرح یہ بھی سوچنا چاہئے کہ اپنی ہی طرح ہر شخص اپنی پس مندیوں بھٹیوں اور نواسیوں کی شادیوں میں حیران و سرگرداں اور پریشان نہ رہتا ہوگا۔ ہمارا بارات میں جانا آخر کس طرح درست ہوگا؟

اور اس بات پر بھی توجہ دیں کہ جس کے دربار پر آپ پتی یا اپنے بھٹی کی شادی پر اپنے بڑے یا اپنے پوتے سے جا کر اس کے سر کا بوجھ بٹا رہے ہیں وہ خود ہی کل سے ہونے والے آپ کا عزیز رشتہ دار کہہ لے گا اور اس کی بیٹی یا بہن پوتی یا نواسی آپ ہی کی چھٹی بیوی یا بہو کہلائے گی۔

تو کیا آپ اس ہونے والے بیوی یا بہو کے گھر والوں و رشتہ داروں کو مشقت و پریشانیوں میں ڈالنا ان کی ضرورتوں میں اضافہ کرنا خدائی حیثیت سے گوارا کریں گے؟

قیام و طعام اور باراتیوں کا طرزِ عمل

معشرہ میں بارات کا مقصد فقط خوشی کی عظمت اس کی شان و شوکت اس کے وقار و اس کی خوشی کو بڑھا کر مانتے ہوئے باراتیوں کا مدد سے خاص عمدہ کھانا و سونے کے لئے بہتر بچھونا اور شان و بان سے گریہ چیزیں ایسی خوش اسلوبی و در وقت سے شائستگی و تعریف اور مدحت سرائی کے جس قدر رشتہ دار چاہیں ان سے من سے جائیں۔

یہاں اگر برعکس ہو کھانے پیے میں کوئی قصیدہ آگیا یا قیام و طعام سے حسن میں کوئی فرق آگیا یا کوئی کمی ہو گئی ہو یہ حسبِ مشاک کھانا و مدد و اعین و معین سب و شتم و اخلاق سے گریہ ہوئے ناشائستہ الفاظ سننے جائیں۔

حالانکہ اس کا یہ رعب ان کا غصہ اس کا تعقیب اور ان کی فتنہ زنی اور منہ بسور مائی ان کی بد اخلاقی کا حد درجہ ثبوت ہے اس سے کہ ان کا جانا ہی اس خط ہو اور اس سے گئے بھی تو زرا اسی باتوں پر طعن و زب ہو تا قیام و طعام میں چہ میگوئیں و در عیوب و نقائص پر انگلیں اٹھاتا رہا نہ کھانا و رایہ یہ کہنا آدمیت اور انسانی رواداری نہیں ہے بلکہ حساست قلب فرومانگی اور بد اخلاقی کا بدترین مظہر ہے۔

اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمْ عَلَى أَخِيهِ الْمُسْلِمِ فَلْيَأْكُلْ مِنْ طَعَامِهِ

وَلَا يَسْأَلُ وَيَشْرَبُ مِنْ شَرَابِهِ وَلَا يَسْأَلُ (ابنِ قیام)

”تم میں سے جب کوئی اپنے مسلمان بھائی کے پاس آئے تو جو کچھ وہ کھائے کھائے چہ میگوئیں نہ کرے اور جو کچھ پئے پئے چہ چہ نہ کرے۔“

باراتی کھانا۔

احادیث میں لڑکے کی طرف سے نکاح کے بعد طور و بہ طور کھانے کا ثبوت ملتا ہے جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی کیا اور اس سے کرے کا حکم بھی دیا ہے۔ اس کے علاوہ اور کسی طرح سے کھانے کا حکم شادیوں کے سلسلے میں نہیں ملتا۔ بارات کا تو نام نشن بھی نہیں چڑھا جیکہ لڑکی و لڑکے کی طرف سے کھانے کا ذکر ملے۔

چنانچہ علماء نے بارات کا کھانا جو، گرچہ مباح ہے خلاف سنت قرار دیا ہے اور حق خلاف سنت ہی نہیں بلکہ لڑکی والوں پر عظیم عظیم بھگتا ہے۔ چنانچہ متقی و پرہیزگار لوگ، بارات میں جاتے ہی نہیں، اگر گئے بھی تو بارات کے کھانے میں شریک نہیں ہوتے تاکہ لڑکی والوں کے ہاں کھانے کی رسم ٹوٹ جائے۔

باراتی کھانے کا جواز آخر کس طرح؟

شرعی اور خلاقی حیثیت سے باراتی کھانے کا ثبوت اور اس کا جواز کیسے مل سکتا ہے اور اس قدر نقد میں لوگوں کو ایک ایسے شخص کے گھر جا کر کھانے کی اجازت کیسے دی جا سکتی ہے جس کے دروازے سے بچپن کی پروردہ لڑکی اس کے آنکھوں سے اوجھل نئے لوگ، حول ورنے گھرانے میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے منتقل ہو رہی ہے خدا جانے اس کے ساتھ کس قسم کا برتاؤ کیا جائے گا یا اس کو گھر کی وندگی یا دور چاہلیت کی طرح گائے بھیئس کی مانند استعمال کرنے کا جو نور سمجھا جائے گا اس کی زندگی کے شب و روز سکون وطمینیت اور آرام و زینت کے شاداب پھولوں کی طرح گزریں گے یہ دکھ درد اور رنج و مصیبت کی خطرناک جھاڑیوں میں بسر ہوں گے؟

چنانچہ اسی بیم ورج کے گرداب میں چھننے والی کی کشمکش حیات کے فرج و غم اور اس کے اسباب رخصتی کے انتظام میں اس کے گھر و اسے خود ہی شفقہ حال پریشان اور سراسیمہ رہتے ہیں وہ کیا بچار سے باراتیوں کی خاطر تو واضح ان کی قدر و منزلت اور ن

کی عزت اور اس کا، حتر صحیح معنوں میں کر سکیں گے؟ پھر بھی گمراہ رہتے ہیں تو بوجہ عزت و غیرت۔

آپ ہی بتائیں کہ بچپن سے گود میں پٹی بون لڑکی کے جانے کا ایک غم تو اس پر خود لائق ہے عزیز سیکڑوں کی تقد و میں پیچ کر دوسرا غم، سنا اور دوسرا غم، دوسرے انتظامی امور میں افراتفری کرنا ہٹ دھرمی اور زبیل پن نہیں تو اور کیا ہے؟ کیا بچی نسبت ہے؟

ماہِ غسل (ہنی مون):

دولہا دوہن شادی کے بعد نئی زندگی کے خوشگوار لمحات کو انجوائے کرنے کے لیے کچھ وقت علیحدہ گزارنا چاہیے یا ان دنوں کو یادگار بنانے کے لیے کسی خوبصورت مقام پر سیاحت پر نکل جانا چاہیے تو اس میں کچھ خرچ نہیں خصوصاً شادی کے ابتدائی ایام میں مشترکہ خاندانی نظام کی بھیڑ سے بچنے کے پیش نظر ایسے حائل کے نئی شادی شدہ جوڑوں کے لیے مناسب ہے کہ کچھ وقت لگ، محل میں گزاریں تاکہ میاں بیوی یہ دوسرے کے مزاج سے اچھی طرح واقف ہو سکیں اور ایک دوسرے کو بھرپور عطا میں سے لیں۔ نیز ایک دوسرے سے کھل کھلا کر ظہار محبت کر سکیں۔

یوں بھی قرآن پاک میں جب بجا عبرت و نصیحت کے نقطہ نظر سے سیاحت کا حکم ملتا ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے

﴿قُلْ يَسِّرُوا فِي الدِّنِّ ثُمَّ انظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكْسِبِينَ﴾

(الانعام ۱۱)

”اے پیغمبر! آپ فرمادیجئے (لوگو!) زمین میں چلو پھرو پھرو، دیکھو جہنم سے واپس کا انجام کیسے ہوا؟“

دوسری آیت میں ہے

﴿قُلْ يَسِّرُوا فِي الدِّنِّ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ﴾

(النمل ۶۹)

”اے پیغمبر! آپ فرمادیجئے زمین میں سیاحت کرو، دیکھو مجرموں کا انجام کیسے ہوا؟“

پھر کیا بعید ہے کہ یہ شادی شدہ جوڑا اپنی سیاحت میں جنسی تسکین سے طغ

اندوز ہونے کے ساتھ عبرت و نصیحت کے پاکیزہ جذبات کو شامل نہ کر سکے۔ مگر ایک مسلمان شادی شدہ جوڑے سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ جنسیات کے پیچھے دیو نہ وار پڑ کر نہ رہے۔ عورتوں کو اگر اذکار اور دیگر شرعی ذمہ داریوں میں کوتاہی برتے اس لئے مناسب ہے کہ ماہِ غسل کا، کثر حصہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں دین سیکھنے اور پھیلانے میں لگائیں تاکہ نئی زندگی کی ابتداء ہی نیک اعمال کی پابندی سے ہو اگر کچھ وقت بچے تو پھر اسی جگہ کے قدرتی مناظر سے طغ انداز ہونے میں گرا کر چاہیں تو خوشی سے مگراریں۔ اگر محبت ہو تو ہنی مون منانے کی بجائے عمرہ کرنے چلے جائیں تاکہ ان مقدس مقامات میں اپنے لئے ہونے والے اولاد کے لئے درپوری امت کے لئے خوب دعا، قائل۔

لیکن اگر محض یہود و نصاریٰ کی رسم اور کرنا ہو تو پھر ماہِ غسل ہنی مون مننا منع ہے۔

مناسب شوہر کا انتخاب

شوہر کے نکاح کے بارے میں اس بات کا کافی غور ضروری ہے کہ شوہر کے کی دینداری و دیکھ بھال کے کیونکہ بغیر دینداری کے حقوق کی ادائیگی نہیں ہوتی جیسا کہ عام طور پر دیکھنے میں آتا ہے کہ جو لوگ دیندار نہیں وہ حقوق کی ادائیگی کی بالکل پرواہ نہیں کرتے اس سے اگر لڑکا بچہ این سو تو اس کے ساتھ شوہر کی شادی ہرگز نہ کریں خواہ وہ دنیاوی طور پر کیسا ہی صاحب کمان ہو۔ جب تک آدمی دین کا پابند نہ ہو تو اس کی کسی بات کا اعتبار نہیں کیونکہ اس کا کوئی کام حدود کے اندر نہیں ہوگا۔ گرد و ستی و محبت ہوگی تو وہ بھی حد سے بڑھی ہوئی ہوگی ورنہ کسی سے دشمنی اور نفرت ہوگی تو وہ بھی حد سے بڑھی ہوئی ہوگی۔

دینداری کی تعریف

دینداری کو آج کل ہم نے صرف نماز روزے کے اندر منحصر کر رکھا ہے لیکن یہ درست نہیں ہے بلکہ دن کے اصولی اجزاء پانچ ہیں

نمبر ۱: عقائد۔ نمبر ۲: عبادات۔ نمبر ۳: معاملات۔ نمبر ۴: معاشرت۔ نمبر ۵: تہذیب اخلاق۔

جو شخص ان تمام امور کا خیال رکھے وہ صحیح طور پر دیندار کہلائے گا مستحق ہے۔ فقہاء کرام کی عبارات سے بھی ہمیں ایسی ہی تعینات ملتی ہیں۔ رد المحتار میں ہے
والمرأة تحتار الزوج الدين الحسن والحلق الدوسعة
ولا تتزوج فاسقا

عورت ایسے مرد کو اپنا شوہر بنائے جو دیندار بااخلاق اور وسیع الطرف ہو عورت اس مرد کو شوہر نہ بنائے جو دین سے بے گانہ ہو۔

سی طرح کرنا پڑے گی شوہر کی شادی کے بارے میں ضروری باتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے روائے کو یاد رکھنا اور دلچسپی باپ بچہ اپنی محنت جگہ کے لئے شوہر کا انتخاب کرنا ہے تو اس کی نگاہ دولت پر ہوتی ہے۔ عمر و صلاحیت اور ذاتی شرافت پر نہیں دیتی۔ اس رواج سے بھی تنقید ہونا اور ریزہ ریزہ نسائی فریضہ ہے۔ فقہاء کرام کہتے ہیں

ولا يزوح ابنته الشابة شيخا كبيراً ولا رجلاً ذميماً
(رد المحتار ایضاً)

باپ اپنی جوان لڑکی کو کسی بڑھے اور بد صورت مرد سے نہ دیا ہے۔

ہم عمری کا لحاظ

شوہر کی شادی میں شوہر کے ہم عمر ہونے کا یہ بھی وزن کا اخذاتی اور نہ ہی فریضہ ہے۔ مرد و کائنات نے اپنی جگہ گوشت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی میں ہم عمری کا غلط رکھا تھا۔ نسائی نے ایک باب الگ باندھا ہے:

تزوج المرأة مثلها في السن

یعنی عورت کی شادی اس کے ہم عمر سے کرنا۔ اور اس باب کے تحت میں حضرت بکر بن عبد ربیع سے یہ روایت منقول ہے:

خطب ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما فاطمة فقال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انها صغيرة فخطبها
علیٰ فزوجها منه (نسائی ج ۲ ص ۲۹)

حضرت ابو بکر اور عمرؓ نے حضرت فاطمہؓ سے شادی کا پیغام بھیجا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ (فاطمہ) کم سن ہے۔ پھر حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ سے نکاح کر کے پیغام دیا تو آپؐ نے ان سے حضرت فاطمہؓ

کی شادی کر دی۔

محدثین نے اس حدیث سے صحن میں لکھا ہے کہ ہم عمری کا حفظ بڑی حد تک ضروری ہے ورنہ بڑے فائدہ پر مشتمل ہے۔ گویا یہ بات مستقیم ہے کہ "تخصرت" حضرت عائشہؓ نے ان کی کمسنی میں شادی کی مگر یہاں جو مقصد پیش نظر تھا وہ سب سے بہتر تھا۔ دنیا کو اس کا علم ہے کہ حضرت عائشہؓ کے ذریعہ دین کا ست بڑا حصہ پیدا اور سلام کی کتنی عظیم شہادت خدمت میں مسند سے انجام پذیر ہوئی۔

حدیث یہ بتاتا ہے کہ جس مرد سے شادی ہو رہی ہے وہ ہر اعتبار سے مناسب و مہر و سواہی ناط سے بھی ورنہ یوں پہلو سے بھی تاکہ باہم موافقت اور انس و محبت قائم رہے۔ شرعی تعلیمات کی روشنی میں مردوں میں جن خوبیوں کا ہونا سمجھ میں آتا ہے ان کا اتصال پانچ سے

مرد و یدار اور نیک طبیعت ہوا اسلامی عقائد میں شک و شبہ نہ ہو یہ تسخیر، مستزاد، پیش نہ آئے۔

خوشی اور غم میں شریک ہونے والا اور نرم مزاج ہو اور اپنے متعلقین کے حقوق کرنے کی اس سے توقع ہو۔

پاک و آکن آمانت دار مہذب اور شاکر و صابر ہو۔

صالح و باعزت خاندان کا رکن و رخنہ بھی تعلیم یافتہ ہو۔ نیک صفتوں کا مالک اور عیوب سے پاک ہو۔ طبیعت میں صداقت ہو کہ اہل علم و برہمنوں کا ادب کرتا ہو۔

بقدر ضرورت نان و نفقہ پر اس کا قادر ہونا ضروری ہے۔

نیک باقوں کا دیکھنا اور لحاظ کرنا بہت ضروری ہے۔

(۱)۔ قیمت اکتساب (یعنی ہنر یا مستقل کمائی کا ذریعہ رکھتا ہو)

(۲)۔ کفالت (برابری) میں زیادہ تقادد نہ ہو

۱۔ یداری

اس بات کو دیکھنے کے بعد زیادہ چھان بین چھوڑ دے ورنہ اصل بات پیش آئے گی جس کا ذکر حدیث میں آیا ہے کہ جب خدق اور این کے ساتھ سنا بہت ہو تو نکاح کر دیا کرو ورنہ زمین میں بہت بڑا فساد پھیل جائے گا۔

نکاح میں لڑکی کی رضا مندی

حد یوں تک پہنچنے کے بعد عاقل لڑکا اور لڑکی جس طرح دنیا کے دوسرے معاملات میں بڑی حد تک آزاد ہوتے ہیں اسی طرح اسلام نے ان کی شادی کرے میں بھی حدود اللہ کے اندر رہتے ہوئے آزادی بخشی ہے۔ والدین اور دوسرے قرب اس شعبہ زندگی میں اپنے تجربات کی روشنی میں معتد مشورے ضرور دے سکتے ہیں اور یہ کو مشورہ دینا بھی چاہئے مگر یہ دیا اور بھر نہیں ڈال سکتے۔ شادی کرنے والے جوڑے اپنے بچے کے اپنے بزرگوں کے مشوروں کو قبول کریں کہ ان کی رائے پختہ ہوتی ہے اور محبت اور شفقت میں ڈوبی ہوئی۔ پس ہم یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ ان کو ان مشوروں کو قبول کرنے پر اسام لے مجبور نہیں کیا ہے۔

عورتوں کو شوہر کے انتخاب میں اختیار:

عورتیں جن وہم ہمدستان کے ماحول میں مجبور محض سمجھتے ہیں، اسلام نے ان کو اتنا مجبور ہرگز نہیں کیا جتنا سمجھا جاتا ہے۔ باغ لڑکوں کی طرح بالغ لڑکیوں کو بھی اس معاملے میں بڑی حد تک آزادی ہے۔ نکاح کے معاملے میں باغ لڑکیوں کی رضا مندی اور جائز ہر حالت میں ضروری قرار دی گئی ہے۔

”نکح صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

لا تنکح الایم حتی تنکح البکر حتی تستأذن

(بیہاری، باب لا ینکح الاب وعیرہ البکر والشیب الا برضاہ)

یہ وہ کی شادی اس وقت تک نہ کی جائے جب تک اس کا حکم نہ لے لیا جائے اور کنواری عورت کا نکاح بھی اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک اس کی

اجازت حاصل نہ کر لی جائے۔

دوسری حدیث اس سے بھی واضح ہے۔ رشا نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے

الایمة احق بنفسها من ولیہا والبکر يستأذن فی

نفسہا واذنہا صما تہا

یہ وہ عورت خود اپنی ریت کی ولی سے زیادہ حق دار ہے اور کنواری کے نکاح

کے وقت اس سے اجازت لے لی جائے اور اس کی اجازت اس کا حاشوش

رہنا ہے۔

تیسری حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

وہ عورت جو شیبہ ہے بذات خود اس سے زیادہ حق دار ہے اور کنواری سے

اس کا باپ اجازت حاصل کرنے اور اس کی اجازت اس کا چپ رہنا

ہے۔

ان حدیثوں میں جو بوجہ اختیار کیا گیا ہے وہ جو باتیں بیان کی گئی ہیں ان پر

تنبہ کی ضرورت نہیں اور پھر فیصلہ کریں کہ بغیر اسلام کا منہ کیا ہے؟ عورتوں کو شادی

کے معاملے میں مختار بنایا گیا ہے یا ان کے اختیار کو سب کر لیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے جن کو ذرا بھی فہم و عقل عطا کی وہ یہ فیصلہ دینے پر مجبور ہوں گے کہ

اسلام نے عورتوں کی شادی کرنے کے سلسلہ میں مجبور محض نہیں بنایا ہے بلکہ ان کی

منظوری کو ضروری قرار دیا ہے۔ بغیر عورت کی رضا حاصل کئے ہوئے اس کی شادی کسی

مرد سے نہیں کی جاسکتی۔

ولی کی ذمہ داری:

ولی کا فریضہ ہے کہ پہلے بالغ سے رضا حاصل کرے پھر وہ کسی مرد سے اس کی

شرعی کی بات چیت طے کرے۔ حد یہ کہ باپ جو لڑکی سے حق میں سراپا رحیم و شفیق ہوتا

ہے اس کو بھی پیغمبر اسلامؐ حکم دے رہے ہیں کہ لڑکی کی رائے معلوم کرے ورنہ اس کی اجازت حاصل کرے پھر اس کی شادی پسند کے مطابق کرے۔

مگر اسلام نے جہاں لڑکی کی رضا اور اجازت کو ضروری قرار دیا ہے وہاں لڑکی کی حیاء اور شرم کو بھی مجروح نہیں ہونے دیا بلکہ لڑکی کے سکوت کو بھی اجازت کا دھجہ ہے اگر وہ کنواری ہے۔ ہاں اگر شیبہ ہے تو اس کی صراحتاً اجازت کی ضرورت ہے۔

عورت کی عدم رضا سے نکاح کا رد عہد نبویؐ میں

حدیث میں ایک صحابیہ حضرت خنساء بنت حزام کا واقعہ مذکور ہے کہ ان کے باپ نے کسی شخص سے نکاح کی شادی کر دی۔ حضرت خنساء کو یہ رشتہ پسند نہ آیا۔ دربار نبویؐ میں حاضر ہوئیں اور درخواست کی۔ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خنساء کی درخواست قبول فرمائی اور ان کے باپ کے کہے ہوئے نکاح کو رد فرما دیا۔

دوسرا واقعہ عبداللہ بن عباسؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک باکرہ عورت رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں آئی اور یہاں کیا کہ میرے باپ نے جس سے میری شادی کر دی ہے وہ مجھے پسند نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو اختیار دے دیا حتیٰ چاہے رکھو حتیٰ چاہے رد کر دو۔

باپ کو بھی جبر کا اختیار نہیں:

ایک واقعہ یہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نوجوان عورت دربار نبویؐ میں حاضر ہوئی اور یہاں کیا کہ میرے والد محترم نے میری شادی میرے پیچھا راہی سے کر دی ہے جو مجھے پسند نہیں ہے۔ اس عورت کی اس رشتہ سے ناگواری سن کر آپؐ نے معاذ عورت کے ہاتھ میں دے دیا کہ تم کو اس نکاح کے رکھنے نہ رکھنے کا اختیار ہے۔ عورت نے یہ سن کر اطمینان کی سانس لی اور بولی کہ میرے باپ نے جو کچھ کیا اس کی اجازت دے چکی ہے لیکن اس وقت سواں کرنے درحضورؐ سے جو ب حاصل کرے کا مقصد یہ تھا کہ

عورتوں کو سبق دے کہ باپ کے ہاتھ میں یہ نہیں ہے کہ باغ لڑکی کی رضا حاصل کے بغیر شادی کرے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

ولكن اردت ان تعلم الفساد ان ليس الى الاياء من الامر
شئ

(ابن ماجہ: باب من زوج ابنته وهي كارهة)

عبدالرحمن بن یزید اور مجمع بن یزید ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص سے جو خدام کے نام سے مشہور تھے انہوں نے اپنی لڑکی کی شادی کی۔ ان کی لڑکی کو یہ رشتہ پسند نہ آیا چنانچہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا چنانچہ آپؐ نے اس کے باپ کے کہے ہوئے نکاح کو باطل قرار دے دیا اور پھر اس عورت نے ابولبابہ بن عبدالمہدیؓ سے شادی کی۔

ان حدیثوں کو پڑھنے کے بعد اس کے سوا کیا کہا جاسکتا ہے کہ بالغ عورت کی شادی میں اس کو مجبور نہیں کیا جاسکتا بلکہ اس کو شوہر کے انتخاب میں پورا اختیار ہے اور اس ساری کدوکاوش اور اختیارات کا مقصد یہ ہے کہ عفت و عظمت، محبت و مودت اور بقا و نسل انسانی جو نکاح کے بنیادی مقاصد ہیں وہ بحسن و خوبی انجام پذیر ہو۔

اجازت لینے کا طریقہ اور چند ضروری مسائل:

① اگر عورت خود وہاں (مجلس نکاح) میں موجود ہو اور اشارہ کر کے یوں کہہ دے کہ میں نے اس کا نکاح تمہارے ساتھ کیا وہ کہے کہ میں نے قبول کیا تب بھی نکاح ہو گیا نام لینے کی ضرورت نہیں۔

② اور اگر وہ وہاں موجود نہ ہو تو اس کا بھی نام لے لے اور اس کے باپ کا بھی نام لے اتنے زور سے کہ گواہ بنیں اور اگر باپ کو بھی لوگ جانتے نہ ہوں تو دادا کا نام لینا بھی ضروری ہے۔ غرض یہ کہ ایسا پتہ ہونا چاہئے کہ سننے والے سمجھ لیں کہ قدرتی

(لڑکی) کا نکاح ہوتا ہے۔

④ چونکہ لڑکی ترکہ سے ولی نے آکر کہا کہ میں تمہارا نکاح خدا نے (لڑکے) کے ساتھ کئے دیتا ہوں۔ کہ پرچہ ہی یا مسکر دی یا رونے لگی تو بس یہی اجازت ہے۔ اب وہ دونوں نکاح کر دے تو یہ نکاح صحیح ہو جائے گا یہ نہیں کہ جب زبان سے کہے تب ہی اجازت سمجھی جائے۔ جو لوگ زبردستی کر کے زبان سے قبول کراتے ہیں وہ بہت برا کرتے ہیں۔

⑤ (البتہ اگر) ولی نے اجازت لیتے وقت شوہر کا نام نہیں بیان کیا تو چھپے سے معلوم ہوا تو یہ وقت چھپ رہے سے رضامندی ثابت نہ ہوگی اور اجازت نہ سمجھیں گے بلکہ نام و نشان بنا نا ضروری ہے جس سے لڑکی کو سمجھ جائے کہ یہ فلاں شخص ہے۔ اسی طرح گھر میں نہیں بتلایا اور مہر مثل سے بہت کم پر نکاح پڑھا دیا تو عورت کی اجازت کے بغیر نکاح نہ ہوگا اس نے قاعدہ کے موافق پھر اجازت سنی چاہئے۔

⑥ نکاح (صحیح) ہونے کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ کم سے کم دو مردوں کے یا ایک مرد اور دو عورتوں کے سامنے کیا جائے ورنہ لوگ اپنے گاہوں سے نکاح ہوتے ہوئے وہ دونوں لفظ کہتے نہیں تب نکاح ہوگا (بہشتی زیور)۔

پیغام دینے کا پسندیدہ طریقہ

سو نیت کے احترام فطری حیاء اور صنفی نزاکت کا اصل تقاضا یہ ہے کہ نکاح کی پیشکش عورت کی یا اس کے سرپرستوں کی طرف سے نہ ہو بلکہ مرد کی جانب سے ہو تاکہ وہ صلب اور پیشکش کرنے والا بنے اور عورت مطہر ہے۔ اس لئے مناسب یہ ہے کہ پیغام مرد کی طرف سے جائے اور وہ بھی براہ راست عورت کے پاس نہیں جائے۔ اس لئے (اگر سرپرست موجود ہیں تو) سرپرستوں کے پاس جائے اور یہ ذرا سی بے یاری اور عزت نفس کا مظاہرہ کریں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے افضل، نبیاء اور سیدہ بشر ہونے کے باوجود متعدد زوان مثلاً حضرت عائشہ ام سلمہ ام حبیبہ وغیرہ خود پیغام بھیجا تھا۔ مگر بعض مخصوص موقعوں و رضامندی پر عورت یا اس کے سرپرستوں کی طرف سے بھی پیغام بھیجا جاسکتا ہے۔ اس کی نظیریں بھی حدیث میں ملتی ہیں۔

مشہور محدث امام بخاری نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "صحیح بخاری" میں باب عرض الانساب ابنتہ واختہ عسی اہل الخیر کا عنوان لیکر بتائے کہ عی قائم کیا اور اس کے تحت حضرت عمرؓ کا یہ واقعہ نقل کیا کہ جب اس کی صاحبزادی حضرت حفصہؓ یہ وہ ہو گئیں اور اس کے نکاح کی فکر ہوئی تو پہلے انہوں نے ارحمہ حضرت عثمانؓ سے شادی کی پیشکش کی۔ حضرت عثمانؓ نے چند روز کے بعد معذرت کر دی۔ پھر حضرت ابو بکر صدیقؓ سے کہا کہ تم پسند کرو تو حفصہ کو اپنی زوجیت میں قبول کرو۔ وہ بھی خاموش رہے کیونکہ نبی اکرمؐ کے ارادہ نکاح کا اسیں علم ہو چکا تھا۔

اس عنوان اور واقعہ سے معلوم ہوا کہ بہتر اور مناسب موقع کے لئے عورت یا

کے لیے یہ خود بھی پیشکش کر سکتے ہیں اور پیغام دے سکتے ہیں اگرچہ اس زمانہ میں بھی عورت کی طرف سے پیغام دینا حیا کے خلاف سمجھا جاتا تھا چنانچہ حضرت عائشہؓ نے یہ سن کر کہ ایک خاتون نے رسول اللہؐ سے نکاح کی خواہش ظاہر کی ہے فرمایا تھا اما تستحي المرأة ان تحصب نفسها للرجل۔

شادی سے پہلے عورت کو دیکھنا

اسلام نے عفت و عصمت کے تحفظ کے لیے اس کی بھی اجازت دی ہے کہ ممکن ہو تو جیسے کسی خاص اہتمام سے عورت کو شادی سے پہلے دیکھا بھی جاسکتا ہے اور خواتین کو بھی چاہیے کہ اس کو اپنی انا کا مسئلہ نہ بنائیں جیسا کہ آج کل تو یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہم کوئی بھیڑ بکریاں تھوڑی ہیں کہ کوئی دیکھے اور پسند کرے۔

ارے بچو!

کیوں خود ہی احساس کمتری کا شکار ہو کر ارازاری بات پر Complex کا شکار ہوئی جاتی ہو۔ آپ کو تو اسلام نے وہ مقام عطا کیا جس سے بڑے کرشتوں میں کوئی مقدمہ ہی نہیں۔ اس دیکھنے کی بابت حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا

اذا خطب احدکم المرأة فان استطاع ان ينظر الی ما

یدعوه الی نکاحها فلیفعل

(رواہ ابو داؤد: مشکوٰۃ، کتاب النکاح)

تم میں سے جب کوئی عورت کو پیام نکاح دے اور وہ اس چیز سے دیکھنے پر قدرت رکھتا ہو جو اس عورت کے نکاح کی طرف داعی ہو تو اس کو ایسا کرنا چاہئے۔

معلوم ہوا نکاح سے پہلے مہذب اور شرعی طریقہ پر عورت کو دیکھا جاسکتا ہے تو دیکھو تاکہ تہذیب جاتا رہے اور شادی کرنے میں عورت کی طرف سے جو شکوک و شبہات ہیں دور ہو جائیں۔ سہندہ کے لئے یہ بھی فائدہ ہوگا کہ عورت کے متعلق کوئی ایسی بات

جبکہ موقع نہ رہے گا جس سے عورت کی بلی ہو اور اس طرح مقاصد نکاح بخوبی برآمد
کارتائیں گے گو یہ ضروری نہیں کہ وہ کسی دیکھے کوئی دوسرے دیکھے سے اور اس کے بیان
پر اعتماد ہو تو یہی کیا جائے۔ مزید اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ عورت کے متعلق
جو مصومات حاصل کرنا چاہے کر سکتا ہے۔ دین بھائی خاندان خوشحالی اور اس طرح
کی دوسری باتیں تاکہ اطمینان حاصل کیا جاسکے۔

دیکھنے کے لئے مشورۃ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت مغیرہ بن شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی
شادی کا تذکرہ کیا۔ آپ نے فرمایا: "تو نے دیکھا ہے؟" حضرت مغیرہ کہتے ہیں کہ میں
نے کہا نہیں یا رسول اللہ۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا:

فاطر الیہا عدۃ احرى ان یودم بینکما (ترمذی، باب ما

جاء فی النظر الی لمخطوبہ)

اس عورت کو جو لوگوں سے کہہ دے کہ یہ باہمی حقیقت کی استوری کے لئے مناسب ہے۔

یہ فرمان نبویؐ کھلا ثبوت ہے کہ جس عورت سے شادی ہونے والی ہے اس کو دیکھ
لینا، دیکھ کر مستحب ضرور ہے۔ تردید سے بھی ملتا ہے کہ جس اہل علم اس حدیث کی
طرف متوجہ ہیں اور انہوں نے کہا ہے کہ عورت کو دیکھ لینے میں کوئی مضائقہ نہیں شادی
سے پہلے شادی کے وہ حصہ نہ دیکھ جائے جس کا دیکھنا حرام ہے اور یہی مذہب امام
احمدؒ اور حنابل کے ہے۔ پھر امام ترمذی فرماتے ہیں:

ومعنى ان یودم بینکما قل احرى ان تودم المؤدة بینکما

(ترمذی)

ان تو دہم بینکما کے معنی ہیں کہ تم میں پائیدار محبت رہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص جس

نے ایک عورت سے شادی کرنے کا ارادہ کیا تھا پوچھا انظر الیہا (کیا تو نے اسے
دیکھ لیا ہے؟) اس نے نفی میں جواب دیا۔ حضورؐ کو جب معلوم ہوا کہ اس نے دیکھا نہیں
ہے اور شادی کرنا چاہتا ہے تو آپ نے فرمایا:

اذهب فانظر الیہا فان فی اعین الانصار شئیًا.

(مسلم: باب من اراد امرأۃ الی ال یعطر قبل یحضنها: ح ۱ ص ۴۵۶)

امام نوویؒ کی شرح۔

امام نوویؒ اس حدیث کے ضمن میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اس عورت کو دیکھ کر اس سے شادی کرنے کا ارادہ کیا
جائے مستحب ہے۔ مزید تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جمہور ائمہ کا مذہب یہ ہے
کہ اس دیکھنے میں عورت کی رضا شرط نہیں ہے بلکہ بغیر طلاع عورت کی غفلت یا کر بھی
اس کو دیکھ جاسکتا ہے۔ عورت سے طلب اذن کی بھی شرط نہیں ہے عورت سے بغیر
اجازت حاصل کئے اسے دیکھا جاسکتا ہے۔ اجازت کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے اور
اس طرح کے معاملہ میں عورت کو اجازت دینے میں حیاء بھی دامن گیر ہو کرتی ہے اور
معاملہ دھوکا کا ہے یقینی نہیں کیونکہ عموماً یہاں ہوتا ہے کہ عورت کو دیکھا جاتا ہے اور وہ
پسند نہیں آتی جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دیکھنے والا شادی نہیں کرتا ہے تو اگر اجازت کے
حصوں کے بعد دیکھ جائے تو شادی نہ کی جائے تو اس کو اس سے اذیت اور تکلیف
ہوگی اور اگر بغیر طلاع دیکھ لی گئی اور اس سے شادی نہ کی گئی تو یہ فعل اس سے
موجب اذیت نہ ہوگا کیونکہ اس کو علم ہی نہیں ہے اور اسی وجہ سے سارے اصحاب
(شافعی) کہتے ہیں کہ مستحب یہ ہے کہ شادی کا پیغام بھیجے سے پہلے ہی دیکھ لیا جائے
تاکہ اگر پسند نہ آئے تو بغیر کسی تکلیف دینے ہوئے معاملہ ختم ہو جائے گا بخلاف اس
صورت کے کہ پیغام نکاح کے بعد دیکھی جائے اور پسند نہ آنے پر چھوڑ دی جائے۔

ہمارے اصحاب (شوافع) کا قول ہے کہ اگر خود دیکھ نہ ہو تو کسی ایسی عورت دیکھنے کے لئے بھیجا جائے جس پر اعتماد اور وثوق ہو تاکہ وہ آکر صحیح صحیح خبر دے اور یہ سب نکاح کی بات چیت کرنے سے پہلے ہونا چاہئے۔
محمد بن مسلمہ فرماتے ہیں کہ رحمت اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اذالقى الله في قلب امرء خطبة امرأ فلا باس ان ينظر اليها

(ابن ماجہ: باب النظر الى المرأة الخ)

اللہ تعالیٰ جب کسی شخص کے دل میں کسی عورت سے نکاح کرنے کی خواہش ڈال دے تو اس کے لئے اس عورت کو دیکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

دیکھنے میں اخلاص و اعتماد:

ان تمام حدیثوں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ شادی سے پہلے عورت کو دیکھنا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں اچھا ہے۔ خواہ خود اپنی آنکھوں سے ہو یا کسی معتد عورت کے ذریعہ سے ہو۔ اس سے بڑی حد تک اطمینان قلب ہوتا ہے اور شادی کرنے میں شکوک و شبہات اور شیطانی وساوس پیدا نہیں ہوتے پھر اس سلسلہ کے ابتدائی فقہ سر نہیں اٹھاتے۔ البتہ لازمی شرط یہ ہے کہ اہل علم ہو دیکھنے سے غشائے فتنہ پیدا نہ ہو۔ فقہاء بھی دیکھنے کو جائز قرار دیتے ہیں۔ مولانا نور محمد کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

قالوا يجوز النظر الى المخطوبة كيلا ينجر الامر الى العساد وقالوا يحلص النية عند ابتداء النظر ثم يفوض الامر الى الله

(العرف الشذی: باب النظر الى المخطوبة - ص ۳۹۰)

فقہاء نے کہا ہے کہ جس سے شادی کرنا چاہتا ہے اس کو دیکھنا جائز ہے تاکہ معاملہ فوری پتہ کرے اور یہ بھی کہا ہے کہ دیکھتے وقت نیت میں خلوص ہو پھر معاملہ اللہ کے سپرد کر دے۔

شادی سے پہلے دیکھنا مستحب ہے:

اب یہ سوال کہ شادی سے پہلے عورت کو دیکھ کیسا ہے؟ اس باب میں عمومًا مستحب کے قائل ہیں جسے وہ نذیب کے لفظ سے ظاہر کرتے ہیں 'مصرف مولانا ثناء اللہ پانی پتی نے سنت کے غلط سے تعبیر کیا ہے مگر مقصد ایک ہی ہے چنانچہ ن کے الفاظ یہ ہیں

سن للخاطب ان ينظر الى وجه المخطوبة وكيفية قبل

النكاح اجماعًا (تفسير مظہری سورة النساء - ص ۶)

شادی کرنے والے کے لئے مسنون طریقہ یہ ہے کہ نکاح سے پہلے (عورت) منظور کو دیکھ لے۔ منظور کا چہرہ اور ہتھیلی دیکھنا باہر تعلق جائز ہے۔ فقہ کی کتابوں میں عام طور پر نذیب ہی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے:

يندب اعلانه والنظر قبله

(در مختار - ج ۲ ص ۱)

نکاح کا اعلان اور نکاح سے پہلے دیکھنا مستحب ہے۔

ويندب نظر الزوج الى زوجته قبل العقد وان خاف الشهوة

(الكواكب المشرقه - ص ۳)

عقد سے پہلے شوہر کا بیوی کو دیکھنا مستحب ہے گو شہوت کا خوف ہو۔

حدیثیں جو نقل کی جا چکی ہیں وہی بنیاد ہیں۔ صحابہ کرم کا بھی اس پر عمل تھا اور بھی شادی سے پہلے عورت کو دیکھ لیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت جابر کا خود بیان ہے کہ میں نے ایک عورت کو شادی کا بیغام دیا وہ میں نے چھپ کر سے دیکھنے کی کوشش کی اور اس میں کامیاب ہو گیا اور دیکھنے کے بعد اس میں کچھ سی باتیں دیکھیں کہ میں نے اس سے شادی کر لی۔

حضرت محمد بن مسدد فرماتے ہیں کہ میری نسبت ایک عورت سے ظہری میں سے چھپ کر اس کو دیکھنے کی سعی کی۔ بالآخر میں نے ایک دن اس کو اپنے ماغ میں دیکھ لیا۔ اس کی اس حرمت پر بہت لوگوں نے اعتراض کیا کہ رسول اللہ کے صحابی ہو کر، یہ کرتے ہو۔ محمد بن مسدد کہتے ہیں میں نے خود سو فیصد علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ دیکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

حضرت عمرؓ کے متعلق نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے حضرت علیؓ کو کہہ بھیجا کہ آپ کی بڑی ام کلثوم سے شادی کا ارادہ رکھتا ہوں اور اس روایت کے اخیر میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے پہلے ان کو دیکھ لیا تھا۔

دیکھنے کا شرعی طریقہ

مگر یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ ہمارے یہاں دیکھنے کی اجازت تو ضرور ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس سلسلہ میں وہ روح بھی ہمارے یہاں جائز ہے جو غیہ قوموں میں سے کہ شادی سے پہلے ہونے والے میاں بیوی ایک مدت تک باہمی کے ساتھ ملی ہی زندگی گزارتے ہیں اور حلق و رحبت کی ودی طے کرنے کی مناسبت پر پہنچتے ہیں۔ یہ طریقہ اسلام میں بالکل جائز نہیں ہے۔ انہی حضرات جابر کے دیکھنے کا واقعہ نقل کیا گیا اس سے اندازہ لگاسکتے ہیں کہ اسلام میں دیکھنے کی کیا ذمیت تھی۔ پھر یہ بات بھی واضح رہے کہ اسلام میں شریف عورت کا سر کسمتہ سے سوانے چہرہ اور ہتھیلی یا زیادہ سے زیادہ قدمین (یعنی پاؤں) بھی اس تین (چہرہ - ہتھیلی - قدمین) کے سوا دوسرے حصہ جسم کا عورت کے لئے کھونا حرام دئے گئے ہیں جیسا کہ تفصیل کے ساتھ آئندہ معلوم ہو گا تو اس ہمارے یہاں ہی حد تک دلچسپی چاہئے۔ دیکھنے میں شخص چائے نہ نہیں۔ یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ عورت اطمینان ہو کہ مجھے دیکھا جا رہا ہے۔ مرد کو منظر کے متعلق یقین کے ساتھ کسی طرح ضروری مسکرات ہو چاہئے ہے۔ اما سونووی فرماتے ہیں کہ صرف چہرہ اور ہتھیلی دیکھنا چاہئے چنانچہ لکھتے ہیں

ثم انما يباج له النظر الى وجهها وكفيها فقط لانهم ليسوا

بعورة ولانه ليس بدل بالوجه على الجمال وبالكفين على

خصوصية البدن او عنهما (شرح مسلم: جلد ثمر - صفحہ نمبر ۳۵۶)

مرد کے لئے جائز ہے کہ منظر ہو (جس سے شادی کرنا ہے) کا چہرہ اور ہتھیلی دیکھ سکے کہ یہ دونوں ستر میں نہیں ہیں اور اس لئے کہ چہرہ سے خوبصورتی معلوم ہو جائے گی اور ہتھیلی سے بدن کی تروتارگی کا اندازہ مل جائے گا۔ یہ بالکل درست ہے کہ چہرہ دیکھ کر

دلی عورت کی ترش خروش کا بڑی حد تک اندازہ لگا سکتا ہے۔ خوبصورتی اور بدصورتی چہرہ سے عیاں ہو جاتی ہے بلکہ آدمی ذرا ذہین ہو تو صرف چہرہ سے اس کی زندگی کے متعلق بہت کچھ معلومات حاصل کر سکتا ہے۔ قدرت نے چہرہ کو طہری مدح کا قصب بنا دیا ہے اور اگر اسے آلہ باطن نہ کہا جائے تو غلط نہیں۔

اس سلسلہ میں مولانا شاہ اند پالی جی کا قول پہلے نقل کیا جا چکا ہے وہ بھی کہتے ہیں کہ کان سے پہلے منظر کا چہرہ دوسرے کی ہتھیلی دیکھی جائے حدیث سے بھی اس کا تائید ہوتی ہے۔ باقی قد میں اس کا تقاضا نے جنس شرعی پیدا فرمادیا ہے۔ گو اس باب میں علماء کا اختلاف ہے کہ منظر کا کونسا اور کتنا حصہ دیکھا جائے۔ چہرہ ہتھیلی پر تو اجماع ہے اس میں کسی کا بھی اور امام دینی کہتے ہیں کہ واضح کم کو دیکھنا جائز ہے اور وہ دیکھنا ہی فرماتے ہیں کہ غلط حصوں کے ساتھ تمام بدن دیکھنا جائز ہے۔ آپ آگے پڑھیں گے کہ شریعت اسلام میں پہلی نگاہ جو پڑھ جائے اس کی بابت سے ہوتی پھر دوبارہ نہ دیکھا جائے اس کی قطعاً جارت نہیں ہے کہ کوئی مرد اپنے عورت سے تسلی میں ملے اور بات چیت کرے۔ بوقت ضرورت لوگوں کے سامنے البتہ مل سکتا ہے۔ یہ دوسری طرح کی بہت ساری ہدایت آپ وہاں پڑھیں گے۔ ان کو پیش نظر رکھ کر فیصلہ کرنا پڑتا ہے کہ ہمارے یہاں دیکھنے کی اجازت ہے مگر ضرورت کی حد تک اور اعتدال کے ساتھ۔ اس سے آگے بڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔ عورت کو اس کے گھر میں اس کے دن رات کے لباس میں دیکھ لے اور بس۔ پھر شرط یہ ہے کہ نگاہ پاکیزہ ہو اور دل میں کوئی روک نہ ہو۔

قالوا یخلص النیۃ عند ابتداء النظر ثم یفوض الامر الی

اللہ (العرف الشذی ص ۳۹)

شروع میں دیکھتے وقت نیت قلع ہو پھر معاملہ اللہ کے سپرد ہو۔

اس تو میں سے اس قدر کافی ہے کہ شادی میں ان تمام ضروری امور کا غلط رکھا

جس کی وجہ سے آئندہ ملی جلی زندگی میں کوئی بدمرئی پیدا نہ ہونے لگے اور مقاصد نکاح اس رشتہ سے پوری طرح ادا ہوں۔

تمام احادیث و روایات سے پتہ چلتا ہے کہ شریعت میں بڑے بڑی پرشادی سے قبل ایک اور سے کو دیکھنے میں کوئی پابندی نہیں لڑا کر ٹکی ایک دوسرے کے ظاہری بد و خصلت عورت اور مرد سے متعلق صحیح طرح اندازہ کریں اور جس شادی ہونے لگے تو دونوں اپنی رضا مندی سے ایک دوسرے کو قبول کریں۔ مناسب یہ ہے کہ وہ دین اپنی موجودگی میں چاہے یا کھائے کی میز پر ٹکی بڑے کی ملاقات ہو۔ میں غرض واضح رہے کہ یہ فیصلہ شادی کے مقصد سے ہونا چاہئے ورنہ منگیتر کا مذمت و ثبوت اور گناہ جبری نکاح سے دیکھنا جائز ہے۔

مغربی فرماتے ہیں پھر رہنے کے لوگ دھوکہ سے بچنے کے لئے اپنی بیویوں کا نکاح علیہ کر لیا کرتے تھے۔ وہ فرماتے ہیں دھوکہ خوبصورتی کے بارے میں بھی ہو سکتا ہے اور حقائق اور دار کے بارے میں بھی ہو سکتا ہے اس سے مناسب ہے کہ ایک نفر ایسا خوبصورتی سے متعلق دھوکا کھانے سے بچ جائے اور صحیح تحقیق و تحقیق کر کے خدائی سے متعلق دھوکہ میں پڑنے سے بچا جائے۔ مگر انہی افسوس کی بات ہے کہ آج کل کے مسلمان علماء و علما کی تعلیمات و ہدایت سے کتنی دور دورہ اور فاسد و تحریف کا شکار ہیں۔ شریف گھرنوں کے لوگ زیادہ تر قدر بختے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو نظر انداز کر دیتے ہیں عموماً وہ اپنی ٹکی کو کھانے کی جی اجازت نہیں دیتے مگر کوئی لڑکا شادی سے قبل اپنی منگیتر کو دیکھنا چاہے تو اسے حیا باخہ اور مغرب وہ سمجھ جاتا ہے۔ جبکہ بعض مسلمان اہل مغرب کی تقلید میں آگے نکل چکے ہیں کہ وہ اسے اور ٹکی کو منگیتر سے قبل ورنہ خدائی کے حد خلوت و تنہائی و اندازہ ہائے چاہے کی عام اجازت دے دیتے ہیں جس سے بڑے نتائج سب سے سامنے ہیں اور بسا اوقات اس کا انجام انتہائی خطرناک نکلتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مغربی ممالک میں زیادہ تر عورتیں خدائی سے جتنی میں

لیکن ایک اسلامی معاشرے کے حالات اس کے باطل برعکس ہیں۔ اسلام ہمیں جدید اصولوں سے ہم آہنگ ہونے سے منع نہیں کرتا لیکن ہمیں جدت کے نام پر تاریکیوں کے ان غاروں میں بھی ترے کی جانت نہیں دیتا جہاں فقط جنسی بدعتی کو پہنچے ہوئے نہان ماں بہن اور بیٹی کے رشتے کو بھوسہ جاسے۔ جہاں ذینک ورمینک جیسے گھناؤنے اصول رواج پا چکے ہیں۔ آئیے اس کے بارے میں ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ یہ کیا خرافات ہیں؟

ایک نئی وباء:

نوجوان لڑکے لڑکیاں شادی سے قبل آپس میں بہت جھجک مٹتے جلتے ہیں۔ سیر و تفریح کرتے ہیں تاکہ شادی سے قبل وہ ایک دوسرے کو بخوبی سمجھ سکیں۔ پہلی ملاقات کی جھجک وقتی ہوتی ہے جو بعد ہی ہنایت میں بدل جاتی ہے اسی وقت ہمیں چاہنا ہوتا ہے کہ اس کی پسند کیسی ہے۔ ملاقات کیسے ہوئی؟ لڑکی کے بارے میں اس کا نظریہ کیا ہے؟ دوسرے قدم آگے بڑھتے ہوئے وہ جسمانی دوری کو ختم کر دیتے ہیں ایک دوسرے سے پہنچنا چومنا اس سلسلہ میں عام سی بات ہوتی ہے اس طرح کے عام جنسی کھیل کے ذریعہ وہ ایک دوسرے کو زیادہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں تیسرا قدم ایک دوسرے کو ٹٹولنے کا ہوتا ہے جس کے تحت وہ ایک دوسرے کے مخصوص جسمانی اعضاء کو چھونے اور ان کے ساتھ کھیلنے کے لئے آراہ ہوتے ہیں۔ اس سے بعد انہیں فیصلہ کرنا ہوتا ہے کہ کیا وہ ایک کامیاب میاں بیوی بن سکیں گے؟ فیصلہ اگر ہاں میں ہو تو وہ شادی کر لیتے ہیں اور اگر اتنا سہا اتنا آزادانہ جنسی کھیل کھینے کے بعد وہ محسوس کریں کہ ان کا مزاج اور عادات آپس میں نہیں ملتے تو کسی دوسرے جوان لڑکے یا لڑکی کے ساتھ یہی سلسلہ دوسری تیسری بار یا بہت بار چلتا رہتا ہے۔ (جنسی تعلقات)

ضروری گزارش

ماں باپ کی رضا مندی

لڑکے لڑکی کو شریک حیات کا انتخاب والدین اور سرپرستوں کی اجازت و مشورہ کے بغیر کر لینا درست نہیں ہے بلکہ اپنی پسند کے ساتھ ساتھ والدین اور ولی کی اجازت بھی ضروری ہے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے والدین و سرپرستوں کی اجازت و رضا کے بغیر انجام پانے والے نکاح کو رد فرما دیا ہے۔

ذرا غور کریں تو معلوم ہوگا کہ واقعتاً آج کے دور میں بعض نوجوان لڑکے لڑکیاں اپنے والدین کی رضا اور انہیں گوش گزار کئے بغیر اپنا شریک حیات منتخب کر کے رشتہ ازدواج قائم کر لیتے ہیں اور بعد میں نا تجربہ کاری کی وجہ سے ازدواجی کشمکش اور تناؤ میں پھنس کر خون کے آنسو روتے ہیں پھر انہیں ماں باپ کی رضا اور رائے کا ضروری ہونا سمجھ میں آتا ہے لہذا سخت ضرورت ہے کہ لڑکے لڑکیاں اپنی پسند کے ساتھ ساتھ اپنے بزرگوں کی بھی رضا مندی اور خوشنودی کو مد نظر رکھیں اور چھپ چھپ کر نکاح کا عہد و پیمان کرتے ہوئے نا تجربہ کاری کا ثبوت دے کر روزِ روز کی کھٹ پٹ میں پھنس کر آئے دن کا رونا نہ روئیں۔

لڑکے لڑکی کی رضا مندی

اسی طرح ماں باپ اور ذمہ دار حضرات کو بھی چاہئے کہ محض اپنی صوابدید پر لڑکے لڑکی کے لئے شریک حیات کا انتخاب نہ کریں بلکہ رشتہ ازدواج میں غفلت ہونے والے لڑکے لڑکی کی پسند نا پسند کو مد نظر رکھنا ضروری ہے۔

یاد رکھئے! اسلام ایک حقیقت پسند ترقی یافتہ اور ترقی پسند مذہب ہے! اسلام اس

قد رنگ نظر نہیں کہ لڑکے اور لڑکی کو ان کے مستقبل سے متعلق پسند ناپسند میں سب کشتی کا موقع نہ دے اسد میں باپ کو اولاد کی مرضی معلوم کئے بغیر ایسی جگہ رحمت از دواج میں جھونک دینے کی اجازت نہیں ایتا کہ لڑکے در لڑکی کو اپ شریب حیات کی شکل و صورت اور عادات و اخلاق کا ذرہ برابر علم نہ ہو۔

اسلام لڑکے کی طرح لڑکی کو بھی اپنا رفیق زندگی منتخب کرنے کی اجازت دیتا ہے لیکن ہمارے ہاں یہ رواج ہے کہ لڑکے کی پسند ناپسند کو بہت ہیست دی جاتی ہے بعض اوقات لڑکے خود بھی ضد کر کے یا کسی نہ کسی طرح اپنے رد عمل کا اظہار کر کے اپنی بات منوا دیتے ہیں لیکن اس کے مقابلے میں لڑکیوں کی پسند ناپسند کو قصہ کوئی سمیت نہیں دی جاتی کچھ تو لڑکیوں میں قدرتی مذکور کی نسبت جھجک زیادہ ہوتی ہے درہہ پنی پسند یا پسند کا ظہار نہیں کر پاتیں کچھ مشرقی رسم و رواج ایسا ہے کہ اس معاملے میں لڑکی کا ظہار خیال سے شرمی سمجھ جاتا ہے درو لدین لڑکیوں سے توقع رکھتے ہیں کہ جہاں کہیں وہ ان کے رشتے طے کر دیں انہیں رہن بند کر کے درں چلا جانا چاہئے شرمایہ طر عمل درست نہیں گو لڑکی کو چاہئے کہ ماں باپ کے منتخب کردہ جو لڑے پر خوش رہے دران کی رضا پنی رضا سمجھے تاہم لڑکی کی مرضی کے بغیر کئے گئے نکاح کے معاملے میں آپ نے لڑکی کو پورا اختیار دیا ہے کہ وہ چاہے تو نکاح باقی رکھے در چاہے تو ختم کر دے لہذا نکاح سے قبل لڑکیوں کی طرح لڑکیوں کو بھی اپنی پسند ناپسند کے ظہار کا پورا موقع دینا چاہئے۔

گرو دین لڑکی کے انتخاب کو کسی وجہ سے مدد سمجھتے ہوں تو سے زندگی کے شیب و فراز سے آگاہ کر کے تاتا کر سکتے ہیں کہ ان کی پسند کو بدل دیں مگر یہ نہیں کر سکتے کہ ان کی مرضی کے بغیر زبردستی کسی جگہ اس کا نکاح کر دیں یہ طر عمل نہ صرف یہ کہ شرمناک و ناپسند ہے بلکہ دنیاوی اعتبار سے بھی اس سے سائن تکلیف دہ اور پریشان کن بن سکتے ہیں۔

لڑکے لڑکی کی رائے معلوم کرنے کا طریقہ:

چھ طریقہ یہ ہے کہ جس سے وہ بے تکلف ہوں جیسے ہم عمر دوست اور سہیلیاں ان کے ذریعہ ان کے مافی صمیم (دل نہ بات) کو معلوم کر لیا جائے اور تجربہ کی بات سے کہ اس طریقہ سے ضرور ان کے خیالات معلوم ہو جاتے ہیں اور بعض دفعہ تو بے دریافت کئے ہوئے وہ خود ہی ایسے بے تکلف راستوں سے پنی پسندیدگی یا ناپسندیدگی ظاہر کر دیتے ہیں اور اولیہ تک وہ خبریں پہنچ جاتی ہیں۔

لڑکے لڑکی کی مرضی کے بغیر شادی کر دینے کا انجام:

ایک کو تابی یہ ہے کہ اکثر موقع میں لڑکے لڑکی کی مرضی حاصل نہیں کی جاتی جب ہے کہ نکاح جو عمر بھر کے لئے دو شخصوں کا اتفاق ہے جس سے ساتھ ہزاروں معاملات وابستہ ہیں وہ اتفاق تو ہو سکی اور کا اور رابہ ہو دوسرے کی گواہی دونوں کے مصالح کے خلاف ہو اور گودہ پنی ناخوشی ظاہر کرتے ہوں مگر ان سے ذرہ بھی نہ پوچھا جائے اور زبردستی نکاح کر دیا جائے۔ بعض دفعہ عین وقت تک ان میں سے ایک برابر نکاح کرتا رہتا ہے مگر اس کو جبر کر کے خاموش کر دیا جاتا ہے اور عمر بھر کی مصیبت میں اس کو جوت دی جاتا ہے کیا اس میں ہزاروں تریاویں کا مشاہدہ نہیں کیا جاتا؟

کیسا ظلم و ستم ہے کہ بعض مہمن مصطفیٰ کو پیش نظر رکھ کر ان کے خیال کی پروا نہیں کی جاتی اور ان کو گھونٹ داب کر اس بلا میں پھنسا دیا جاتا ہے۔

بہت سے مقامات ایسے ہیں کہ ناپسندیدگی کی حالت میں نکاح کر دیا گیا پھر شرم نے عمر بھر بیوی کی خبر نہیں لی اور سمجھنے پر صاف جواب دے دیا کہ میں نے تو پنی رائے ظاہر کر دی تھی مہمنوں نے یہ عقد کیا ہے ہی اس سے دمہ رہیں۔ اب اتنا ایسے اس کا کیا علاج ہے؟ ہزاروں کی تو مصلحت سونی در غریب مہمن عورت قید میں برقرار

ہوئی کہاں ہیں یہ فرمودہ عقل والے؟ اب آنیں اور اس مظلومہ کی مدد کریں مگر مذکور
کرتے اس وقت تک مر کھپ بھی گئے ورنہ بھی رو گئے تو یہ بات کہہ کر الگ ہو جاتے
میں کہ صاحب! کوئی کسی کی قسمت میں تو کھس نہیں گیا ہم کیا کریں اس کی قسمت ہاں
غضب کیا غضب کا جواب ہے۔

کچھ منگنی کی بابت

شاہی سے پہلے شاہی کی بات چیت طے کرنا اور شاہی کے لئے ملنے اور ملنے
کے سر پرستوں کا ایک دوسرے کے سامنے اظہارِ رضا مندی کرنا منگنی کہلاتا ہے۔ نکاح و
رجعتی سے پہلے نکاح کی پختہ بات کر لینا یا دوسرے غفلتوں میں منگنی کر لینا جائز ہے۔ لیکن
درحقیقت منگنی صرف وعدہ ہے جو صرف ریت سے ہوا کرتا ہے۔ اس موقع پر شاہی کا س
سناں پیدا کرنا اور فضول خرچی کرنا انتہائی نامناسب ہے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے مروی ہے کہ نبیوں نے ایب عورت سے منگنی (نکاح کی
بات) کی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا

انظر اليها فانها احزى ان يؤدم بينكم

اس عورت کو دیکھ لو کیونکہ یہ تمہارے درمیان محبت قائم کرنے میں زیادہ مناسب ہوگا۔

یہ بات بھی محض خاطر رہے کہ شاہی سے پہلے منگنی کرنا محض جواز کی حد تک ہے
ورنہ یہ بولی شاہی کا ضروری حصہ نہیں۔ پہلے منگنی ہی کی جائے پھر ایک عرصہ کے بعد
نکاح و رجعتی کی جائے۔ عہد رسالت میں منگنی کے بجائے نکاح کا رواج زیادہ تھا اور خود
نبی اکرمؐ نے بھی سیدھا نکاح کا راستہ اختیار کیا اب آج آپ کے بعض نکاحوں میں ارواح
مطہرات کی رخصتی نورانی ہوگئی جبکہ بعض کی رخصتی قدرے تاخیر سے ہوئی۔ ہاں اب آج اگر
کسی کوڑے یا لڑکی یا اس کے خاندان کی طرف سے کوئی خدشہ یا خطرہ ہو تو وہ تحفظات
کے پیش نظر منگنی کی رخصت سے فائدہ اٹھا سکتا ہے بعد اسی صورت میں پہلے منگنی کرنا ہی
مناسب رہتا ہے تاکہ منگنی کے بعد دونوں خاندانوں کے سنے ایک دوسرے کو دیکھنے
جانیچنے اور پرکھنے کا موقع مل جائے۔

بارات کی ایک جائز صورت

شادی کے موقع پر لڑکے والے حسب ضرورت چند ایک متعلقہ دھرم و سنی رواج کی دھرم کے گھر جاتے ہیں مگر سینکڑوں کی تعداد میں اور نزدیک سے تمام رشتہ داروں، دوستوں، بچوں، عورتوں پر مشتمل بسوں اور گاڑیوں کا قافلہ گزرتی دھرم کے ہاں جانا اس دھرم کی سادہ و سادہ و پاکیزہ اہمیت کے یکسر منافی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ یہ بھی بد و نامہ رسم ہے۔ مٹی رہا چند دھرموں کی شادی کے موقع پر جمع ہونا تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

نکاح کی مجلسیں

(مصور نے جب حضرت دھرم کا عقد نکاح فرمایا) تو رشتہ داروں کے اس افسانہ جادو اور ابوبکر و عمر و عثمان و طلحہ و زبیر اور انصار کی ایک جماعت کو بلال دے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نکاح کی مجلس میں اپنے خاص لوگوں کو مدعو کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں اور حکمت اس میں یہ ہے کہ نکاح میں اشتہار و اعلان ہو جائے جو کہ مطلوب ہے مگر اس اجتماع میں غلو و مبالغہ نہ ہو۔ وقت پر بلا تکلف دو چار آدمی قریب و نزدیک کے جمع ہو جائیں (وہ کافی ہیں)۔ (اصلاح رسوم)

نکاح کون پڑھائے

- (حضرت دھرم کی شادی میں) حضور کے ایک بیٹے خطبہ پڑھا کر اہم و قبول کر دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ باپ کا چھپے چھپے پلہ یا خد فہ سنت ہے۔ بدلتا یہ ہے کہ خود باپ ہی دھرم کا نکاح پڑھا دے کیونکہ یہ ولی ہے (اور اکیلے) دھرم کو بہر حال اکیلے ترجیح ہوتی ہے نیز حضور کی سنت بھی یہی ہے (اصلاح رسوم)۔
- اس کا بہت سہارا ہونا چاہئے کہ نکاح پڑھنے والا خود دھرم ہو یا کسی عالم کے خوب تحقیق سے نکاح پڑھوے۔ اکثر جگہ قاضی صاحبوں کا نکاح کے مسائل اور اس سے متعلقات سے محض نادانگہ ہوتے ہیں حتیٰ کہ بعض واقع پر یقیناً نکاح بھی درست نہیں ہوتا، تمام مہر بدکاری ہوا کرتی ہے اور بعض ایسے طرح (دھرمی) سوتے ہیں کہ ایسی میں سب جس طرح کی فرمائش کی جائے کہہ کر رستے ہیں خود نکاح ہو یا نہ ہو۔ (اصلاح رسوم)

نکاح کا مسنون طریقہ

شریعت مطہرہ کے نکاح کو ست آسان اور سادہ رکھتا ہے۔ ضروری کام تو صرف ایجاب و قبول ہے۔ نکاح میں طریقہ یہ ہے کہ شروع میں خطبہ پڑھا جائے جس میں خاص طور پر دونوں کو نصیحتیں (بہتر زندگی گزارنے کا طریقہ) اور خدا کے خوف کا مضمون ہونا چاہیے کیونکہ زوجین فالحق خوف خدا کے بغیر صحیح طور پر قائم رکھنا بہت مشکل ہے۔ یہاں تک اس میں ایک فریق (عورت) فطرتاً کرور ہوتا ہے اور کرور کا حق دینا خوف خدا کے بغیر کسی اور وجہ سے عموماً مشکل ہی ہوتا ہے۔ پھر زوجین کے اکثر معاملات ایسے ہوتے ہیں جن کا قریبی دوستوں اور عزیزوں کے بھی سامنے نہ آتا۔ سنا سب خیاں کیا جا تا ہے چہ جائیکہ مدت میں لے جایا جاتا۔ شاید ہی وجہ سے خطبہ مسنونہ میں جو نکاحی باتیں پڑھی جاتی ہیں اس سب میں تقویٰ کا مضمون ہے۔ اس میں پہلی آیت کے اندر (سورۃ النساء کی) یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ زوجین میں سے کسی بھی ایک شخص کو انسان ہونے کے لحاظ سے برتری حاصل نہیں ہے کیونکہ دونوں ایک ہی دھاب (آدم) کی ولاد ہیں اس لئے شوہر بیوی کو حقیر نہ سمجھے۔

حق مہر

مہر کے متعلق نبی کریم کی احادیث طیبہ واضح ہیں۔ مثلاً

عن امی سلمة قالت سألت عائشة کم کان صداق النبی قالت: کان صداقه لازواجه اثنتی عشرة أوقیة ونش، قالت اتدوی ما انش؟ قلت: لا قالت نصف أوقیة فقلت خمسمائة درهم (رواه مسلم - مشکوٰۃ ص ۲۷۷)

حضرت ابوسلمہ کہتے ہیں کہ میں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ سے دریافت کیا کہ آنحضرت کا مہر اپنی ازواج کے لئے کتنے تھا؟ فرمایا ساڑھے بارہ اوقیہ اور یہ پانچ سو درہم ہوتے ہیں (صحیح مسلم مشکوٰۃ)

عن عمر ابن الخطاب قال "الا لا تغالوا صدقة النساء فانها لو كانت مكرمة في الدنيا وتقوى عند الله لكان اولكم بها نبي الله - ما علمت رسول الله شيئاً من سائه ولا انكح شيئاً من بھاته على اكثر من اثنتی عشرة أوقیة (رواه احمد والترمذی وابوداؤد والنسائی وابن ماجه والدارمی - مشکوٰۃ: ص ۲۷۷)

حضرت عمر ابن خطاب سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا دیکھو! عورتوں کے مہر زیادہ نہ بڑھایا کرو کیونکہ اگر یہ دنیا میں عزت کا موجب اور اللہ کے نزدیک تقویٰ کی چیز ہوتی تو نبی کریم تم سے زیادہ اس چیز کے مستحق تھے۔

مجھے علم نہیں کہ آنحضرتؐ نے اپنی ارواحِ مطہرات میں سے کسی سے بارہ اوقیہ سے زیادہ مہر پر نکاح کیا ہو یا اپنی صاحبِ زادیوں میں سے کسی کا نکاح اس سے زیادہ مہر پر کیا ہو (مشکوٰۃ شریف)۔

بیویوں کے حقوق میں سب سے پہلا حق مہر ہے جو شوہر کے ذمہ لازم ہوتا ہے۔ ہمارے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مہر کی کم سے کم مقدار دس درہم (تقریباً دو توہ سائے سات، ماشے چاندی) ہے اور زیادہ مہر کی کوئی مقدار مقرر نہیں حسب حیثیت جتن مہر چاہیں رکھ سکتے ہیں۔ یوں تو کوئی نکاح بغیر مہر کے نہیں ہوتا لیکن اس بارے میں بہت کوتاہیاں اور بے احتیاطیاں سامنے آ رہی ہیں۔

① ایک کوتاہی بڑی کے والدین اور اس کے عزیز واقارب کی جانب سے یہ ہوتی ہے کہ مہر مقرر کرتے وقت بڑے کی حیثیت کا لحاظ نہیں رکھتے بلکہ زیادہ سے زیادہ مقدار مقرر کر کے کی کوشش کرتے ہیں اور بسا اوقات اس میں تاجار اور چمکڑے کی شکل بھی پیدا ہو جاتی ہے بلکہ اس سے بڑھ کر بعض موقعوں پر یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ اسی چمکڑے میں شادی رک جاتی ہے۔ لوگ زیادہ مہر مقرر کرنے کو فخر کی چیز سمجھتے ہیں لیکن یہ جاہلیت کا فخر ہے جس کی جتنی خدمت کی جائے کم ہے ورنہ اگر مہر کا زیادہ ہونا شرف و سیادت کی بات ہوتی تو آنحضرتؐ کی زوجہ مطہرات اور آپؐ کی صاحبِ زادیوں کا مہر زیادہ ہونا حالانکہ آنحضرتؐ نے اپنی کسی بیوی کا ورنہ صاحبِ زادی کا مہر بچ سو درہم سے زیادہ مقرر نہیں کیا۔ پانچ سو درہم ایک سواکتیس تو لے تیس، ماشے (۱۳۱) چاندی تھی ہے۔ اسی کو "مہر فاطمی" کہا جاتا ہے۔ بعض اکابر کا معمول رہا ہے کہ ان سے نکاح پڑھانے کی فرمائش کی جاتی تو فرماتے کہ اگر "مہر فاطمی" رکھو تو نکاح پڑھائیں گے ورنہ کسی اور سے پڑھو۔ ان اعتراض مسلمانوں کے لئے آنحضرتؐ کا اسوہ حسنہ ہی لائقِ فخر ہونا چاہئے اور مہر کی مقدار اتنی رکھنی چاہئے جتنی آنحضرتؐ نے یہ مقدس ازواج اور پیاری صاحبِ زادیوں

کے لئے رکھی۔ آپؐ سے بڑھ کر کس کی عزت ہے؟ گو اس سے زیادہ مہر رکھنے میں بھی کوئی حرج نہیں لیکن زیادتی کو فخر کی چیز سمجھنا اس پر چمکڑے کھڑے کرنا اور بھی رخصت کی بنیاد، جالیہ جاہلیت کے خراشیم میں جس سے مسلمانوں کو بچنا چاہئے۔

② ایک کوتاہی بعض دیہاتی حلقوں میں ہوتی ہے کہ سو تیس روپے مہر کو "شرع محمدی" سمجھتے ہیں حالانکہ یہ مقدار آج کل مہر کی کم سے کم مقدار بھی نہیں بنتی مگر لوگ اسی مقدار کو "شرع محمدی" سمجھتے ہیں جو بالکل غلط ہے۔ خدا جانے یہ غلطی کہاں سے چلی ہے لیکن انہوں نے کہ "میاں جی" صاحبان بھی لوگوں کو مسئلہ آگاہ نہیں کرتے جیسے کہ پہلے عرض کیا کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مہر کی کم سے کم مقدار دس درہم یعنی دو تولے، ماشے چاندی ہے اس سے کم مہر مقرر کرنا صحیح نہیں اور اگر کسی نے اس سے کم مقرر کر لیا تو دس درہم کی مالیت مہر واجب ہوگا۔

③ ایک زبردست کوتاہی یہ ہوتی ہے کہ مہر ادا کرنے کی سہ دلت نہیں سمجھی جاتی بلکہ رواج یہی بن گیا ہے کہ بیویاں حق مہر معاف کر دیا کرتی ہیں۔ یہ مسئلہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ بیوی کا مہر بھی شوہر کے ذمہ اسی طرح کا قرض ہے جس طرح دوسرے قرض واجب ادا ہوتے ہیں۔ یوں تو اگر بیوی کل مہر یا اس کا کچھ حصہ شوہر کو معاف کر دے تو صحیح ہے لیکن شروع ہی سے اس کو وہ جب الادا نہ سمجھنا بڑی غلطی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص نکاح کرے اور مہر ادا کرنے کی نیت نہ رکھتا ہو وہ زانی ہے۔

④ ہمارے معاشرے میں جو اور بہت سی خرابیاں پیدا ہوئی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ عورتوں کے لئے مہر لینا بھی عیب سمجھا جاتا ہے اور میراث کا حصہ لینا بھی معیوب سمجھا جاتا ہے اس لئے وہ چاروں معاظف کر دینا ہی ضروری سمجھتی ہیں اگر نہ کریں تو معاشرے میں "کنو" سمجھی جاتی ہیں۔ دیندار طبقے کا فرض ہے کہ اس معشرتی برائی کو مٹائیں اور لڑکیوں کو مہر بھی دلوائیں اور میراث کا حصہ بھی

دوا میں۔ اگر وہ معاف کرنا چاہیں تو اس سے کہہ دیا جائے کہ وہ اپنا حق و صواب لیں اور کچھ عرصہ تک اپنے تصرف میں رکھنے کے بعد اگر چاہیں تو واپس واپس اس سلسلے میں ان پر قطعاً جبر نہ کیا جائے۔

⑤ مہر کے بارے میں ایک کوتاہی یہ ہوتی ہے کہ اگر بیوی مر جائے اور اس کا مہر دانہ کی ہو تو اس کو ہضم کر جاتے ہیں حالانکہ شرعی مسئلہ یہ ہے کہ خاندانی سے اور میاں بیوی کی کھٹی سے پہلے بیوی کا انتقال ہو جائے تو نصف مہر و جب ارادہ ہوگا اور اگر میاں بیوی کی خلوت (صحیحہ) کے بعد اس کا انتقال ہوا ہو تو پورا مہر اور کرنا واجب ہوگا اور یہ مہر بھی اس کے ترکہ میں شامل ہو کر اس کے جائز وراثہ میں تقسیم ہوگا۔ اس کا مسئلہ علماء سے دریافت کر لینا چاہئے۔

ہمارے یہاں یہ ہوتا ہے کہ اگر لڑکی کا انتقال سسرال میں ہوا ہو تو اس کا سارا اثاثہ ان کے قبضہ میں آ جاتا ہے اور وہ لڑکی کے وارثوں کو کچھ نہیں دیتے اور اگر اس کا انتقال میکے میں ہو تو وہ قابض ہو کر بیٹھ جاتے ہیں اور شوہر کا حق دینے کی ضرورت نہیں سمجھتے حالانکہ مردے کے مال پر ناجائز قبضہ کر لینا بڑی گری ہوئی بات بھی ہے اور ناجائز مال ہمیشہ نحوست اور بے برکتی کا سبب بنتا ہے بلکہ بعض اوقات دوسرے مال کو بھی ساتھ لے ڈالتا ہے۔ اللہ تعالیٰ عقل و ایمان نصیب فرمائے اور جاہلیت کے غلط رسوم و رواج سے محفوظ رکھے۔

مشائے ذلہن کے اوصاف

دنیا کے سب سے بڑے معلم و ہادی کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے نیک بیوی کی چار خوبیاں بہت ہی مختصر اور جامع جملوں میں بیان فرمائیں اور پانچویں خوبی دوسری حدیث میں بیان کی گئی ہے۔ اس کے پڑھنے سے پہلے آپ یہ نیت کریں اور احادیث میں کہ سے رحیم و کریم آقاؐ یہ پانچ خوبیاں میرے نذر اور میری تمام مسلمان بہنوں میں پیدا فرما۔ آمین

ان امرها لصاعقة وان نصير اليها سمرقة وان اقسيم عليها ابرقة
وان غاب عنها نضخفة في نفسيها فضالہ

(ابن ماجہ ۱۳۵ باب العمل النساء)

اگر شوہر کوئی حکم کرے (جو خلاف شرع نہ ہو) تو اس کی بات ماننے اور اگر شوہر اس کی طرف دیکھے تو شوہر کو خوش کر دے اور اگر شوہر کسی کام پر قسم کھا بیٹھے کہ ضرورتاً یہ کرو گی (اور وہ کام شرعاً جائز ہو) تو اس کی قسم چلی کر دے اور شوہر اگر کہیں چلا جائے (اور اس کے پیچھے گھر میں رہ جائے) تو اپنی جان اور اس کے مال کے بارے میں اس کی خیر خواہی کرے (یعنی خیانت نہ کرے)۔

اب ہم آپ کے سامنے اس کی تفصیل ذکر کرتے ہیں

پہلی صفت:

مسلمان بیوی کو اس کے دوسرے جہاں کے سب سے بڑے ورت خرمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حوسب کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں پس ہن حق یہ دیتے

جس کے مرتبہ راشو۔ کوئی علم نہ رہے تو اس کی حالت کروہر طیکہ اس چہرہ کو مدد ملی۔
 اس وقت نہ یا سو۔ سہوں نے منع کیا ہے (جیسے نا محرم مردوں سے من جہنا کر۔ اور
 ان محلوں میں جانا، فیہ) تو اس میں شہ کی اطاعت کرنا چاہئیں۔ جو بیوی پہن رہی
 تھی اس کے سے اپنے شوہر کی ہر چاہ بات مان لے اور اس کی چاہت سے
 موافق چلنے کو شش کرے۔ تو شوہر کے دل میں اس کی محبت ضرور پیدا ہوگی اور شوہر اس
 کا سچا دوست اور اس پر جان فدا کرنے والا بن جائے گا۔ ایسی یہاں وقت ہوگا جب یوں
 اپنے آپ کو شہ کی حالت میں فدا کر دے۔ لہذا بیوی شہر کی حالت میں پناہ نہیں
 کرے۔ سب چھوڑ دے۔ طاعت میں حقیقی دقتیں ہیں انہیں عین عزت میں سمجھنے کا توں ہ
 ہرگز اس کو پھولوں کی بیج خیال کرے۔ اگر ہر فی دہن اس صفت کو اپنے سے اور اس
 کے عہد خود سے ہی عرصہ تک اس پر جم جائے پھر دیکھے کہ میاں بیوی میں کیسی محبت ہوتی
 ہے۔ یہ بیوی دو قابضوں کے ایک دماغ دو جسموں کے ایک باطن والی ہوتی ہے۔
 مزاج اور امیں ایک بیکاری دو مزاج چاہئے وہ ایک پریشان و دو دماغ والے وہ ایک
 عموماً مستعد۔ ایک خوشی دو پہنے والے ایک فکر و سوچنے والے ہوں گے لہذا شہ
 کی طاعت و فراہم و رہی کے درپے اس کی خوشی کے حاصل کرنے میں دن رات لگی
 رہے۔ کرڈر بھی شوہر کے چہرہ پر رنج و غم و پریشانی کے آثار نظر آئیں تو فوراً بے چہر
 ہو جائے اور اس کے غم کے ساتھ فکس ہو جائے اس کے خوش رہنے کے ساتھ خوش رہ
 جائے اس کے ہنسنے کے ساتھ ہنسے اس کے رونے کے ساتھ رونا سیکھے۔ خوش رہے نہ
 اسی پہننے جو کہ وہی چاہیے جس طرح ہے ویسے سمجھئے جب کہ تب سمجھئے۔ اس میں
 اس وقت کی معصومہ لڑکی و خور۔ عرصہ میں بن جائے وہ کسی کی بیوی کسی
 بہو بکات کے و بول بولنے کے بعد زندگی کا نیا دور شروع ہوگا جس ایک کے گوشہ چشم
 پر بیوی میں نہ رہتا۔ گا۔ اب تک بے فکری کے ساتھ زندگی گزار رہی لیکن کل سے فی پابندی

ہوگی اس سے شریف بچیوں کو پسند سبق اس عت کا ملتا ہے خدمت گزار کی کامتا ہے اپنے
 دل کو ہر کر دوسرے کا جی خوش کرنے کا ملتا ہے۔ کیونکہ اب تک اپنے اپنے کھلے کل سے
 دوسرے کی خدمت کے لئے وقف ہوگی۔ اب نہ اپنے لئے کھانا۔ اپنے لئے پہنتا نہ
 اپنے وقت پر سونا نہ اپنے وقت پر جائے۔ لہذا کی شان اب تک جو دوسروں کی آنکھوں
 کی پتلیوں میں رز ووں اور اداؤں کے گہروں میں پٹی اور بڑھی کل سے وہ خود
 شوہر کی خدمت گزار کی کے لئے وقف ہوگی۔ اچھی بری جو کچھ بھی ہوگی سب اسی دل
 سے ہوتی ہے۔ بے شک پہننے کی اور اوزہ کی مگر اس سے کہ شوہر کو اچھی لگے۔ اپنے کو
 سنوارے گی نکھارے گی مگر اس سے کہ شوہر کی نظر میں نیچے اور جب ماں سے گی تو
 و مادے آرام کی خاطر راتوں پر راتیں جا گئے گی اور نسل نہیں کر کا نے گی اس لئے کہ فی
 نسل کی ذمہ داری اٹھانی ہے۔

پس اے مسلمان بیوی! اپنے "قارحۃ ملعۃ بین صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نصیحت کو
 ہمیشہ یاد رکھنا کہ "إِنَّ أَحْرَهَا أَطَاعَتَهُ کہ شوہر جو حکم کرے اس کی فرمانبرداری کرنا۔
 منزل بے شک کڑی اور ذمہ داریاں سخت لیکن مسلمان لڑکی یہ سن لے کہ انعامات بھی
 کیسے کیسے اور بشارتیں بھی کیا کیا ہیں؟

زندگی کے سر میں جہاں میاں بیوی ساتھ زندگی بسر کر رہے ہیں اس میں لہذا فی
 نے شوہر کو میرا اور نگران بنایا ہے۔ اس امارت کے علاوہ اور جتنی مارتیں میں وہ سب
 وقتی اور ماضی ہیں۔ کل ایک آدمی امیر بنا ہوا تھا اور آج وہ جیل خانے میں ہے۔ کل
 تک بادشاہ بنا ہوا تھا اور آج اسے کوئی پوچھنے کو تیار نہیں۔ لہذا یہ امارتیں اور حکومتیں فانی
 جاتی چیزیں ہیں۔ آج ہیں کل نہیں لیکن میاں بیوی کا تعلق زندگی بھر کا تعلق ہے دم دم کا
 ساتھ ہے ایک ایک لمحہ کی رفاقت ہے لہذا اس تعلق کے نتیجے میں شوہر کو جو امارت حاصل
 ہوتی ہے وہ مرتے دم تک برقرار رہتی ہے یا جب تک کاح کا رشتہ برقرار رہے اس لئے

یہ امارت عام امارتوں سے مختلف ہے۔ دوسری امارتوں میں حکم کا محکوم کے ساتھ میر کا رعایا کے ساتھ صرف ایک ضابطہ کا قانونی تعلق ہوتا ہے۔ لیکن میاں بیوی کا تعلق محض ضابطہ قانون اور محض خانہ پوری کا تعلق نہیں ہے بلکہ یہ دونوں کا جوڑ ہے۔ یہ دونوں کا تعلق ہے جس کے اثرات ساری زندگی پر پھیلے ہوئے ہیں۔

اِنْ تَحْلَنْ اِلَيْهَا مَدْرَتَا

اگر شوہر اس کی طرف دیکھے تو اسے خوش کر دے یعنی پتی چال احوال بطریق شرع شوہر کی مرضی کے مطابق رکھے کہ جب بیوی پر نظر پڑے تو اسے دیکھ کر اس کا دل خوش ہو۔ حضرت اقدس تھانوی فرماتے ہیں کہ یہ عجیب بات ہے کہ گھر میں تو بھٹیوں ماسیوں (نوکرانیوں) کی طرح رہتی ہیں اور جہاں کہیں جا رہا ہو تو بن سوار کر بیگم صاحبہ بن جائیں گی۔ کوئی ن سے پوچھے کہ اچھے کپڑے پہننے کی وجہ کیا ہے؟ کیا صرف غیروں کو دکھانا ہے؟ تعجب ہے کہ جس شوہر کے پیسوں سے یہ کپڑے بنے اس کے سامنے کبھی نہ پہنا جائے اور غیروں کے سامنے پہنا جائے۔ حیرت ہے کہ خاندان سے کبھی سیدھے منہ بات نہ کریں کبھی چچا کپڑا اس کے سامنے نہ پہنیں اور دوسروں کے گھروں میں جائیں تو شیریں (میٹھی) زبان وان بن جائیں اور کپڑے بھی ایک سے ایک اچھے سے اچھے پہن کر جائیں۔ کام آئیں غیروں کے در دام لگیں خاوند کے (یعنی خرچہ و حقوق مانگیں شوہر سے) کیا یہ انصاف ہے اور اس بناوٹ کی کوئی حد ہے۔

(التبلیغ دواء الجمع بہ بقول صفحہ ۹۱)

مگر میں سب سے میرے کچلے پھٹے پرانے کپڑے پہنتا جیسے سادگی بہت پسند ہے اور شوہر نے اور ساس نے جتنے نئے کپڑے سلوا دیئے ہیں وہ نہ پہنتا اور بالکل گندے کپڑے درگندی حالت میں شوہر کے سامنے رہنا یہ بہت بری بات ہے اس لئے حدیث پاک میں عورت کی یہ صفت بیان کی گئی کہ

شوہر کے سامنے اس طرح رہے کہ جب شوہر دیکھے تو دیکھ کر خوش ہو جائے اور اس کو اپنی بیوی دنیا کی تمام عورتوں سے زیادہ خوبصورت معلوم ہو۔ مگر عورت اپنے شوہر کے سامنے اچھے لباس میں صاف ستھری ہو کر رہے یا بوس میں تیل آنکھوں میں کاجل کا اہتمام رکھے وغیرہ وغیرہ تو شوہر کی نگاہ میں یہ سب سے زیادہ حسین ہو جائے۔ بقول کسی کے ”کہن خرقہ خویش میرا ستن“۔

اور پہلے لوگ اپنی بیویوں کو خاص طور سے ان باتوں کی نصیحت کیا کرتے تھے۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی کو حسب ذیل نصیحت کرتے ہوئے فرمایا غیرت جتنی رشک و تکبر و غرور سے بچنا کیونکہ یہ طلاق کی چابی ہے۔ زیادہ ڈانٹ ڈپٹ سے پرہیز کرنا کیونکہ اس سے بغض و حسد پیدا ہوتا ہے۔ سرمہ ضرور استعمال کرنا کیونکہ یہ سب سے بہتر زینت ہے اور سب سے بہتر خوشبو پانی ہے۔ اسی طرح فراحصہ بن احوں نے اپنی بیٹی نائلہ کا نکاح میرا سوشین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے کیا۔ جب ان کی رخصتی کا وقت قریب آیا تو انہوں نے نصیحت کرتے ہوئے کہا:

میری بیٹی تو قریش کی عورتوں کے پاس جاری ہے جنہیں بہ نسبت تیرے خوشبو زیادہ میسر ہے اس لئے او باتیں اختیار کرنے کی کوشش کرنا، سرمہ کا استعمال کرنا اور پانی کی خوشبو لگانا (یعنی خوب غسل کرنا) کہ تیری خوشبو مشکیزہ کی جہک کی طرح ہو جس پر بارش کا پانی پڑا ہو۔

(۱) قاتی والی اللرج الاصلہانی تھنہ عروس۔ صفحہ ۱۲۲)

ایوال سود نے اپنی بیٹی کو نصیحت کرتے ہوئے کہا:

زیب و زینت کا خیال رکھنا اور سب سے بہتر زینت سرمہ ہے۔ و شبوک استعمال کرنا اور بہترین خوشبو اچھی طرح دھو کرنا ہے۔ (تھنہ عروس ص ۱۲۳)

یورپ کی حسین و جمیل خاتون نے اپنے دور کی ترکیوں کو دیکھ کر بھروسہ نہیں کیا۔
 ٹھنڈے پانی سے چہرہ دھونے کی تاکید کی تھی۔ معلوم ہوا کہ وضو میں کتنی حکمتیں پوشیدہ
 ہیں۔ آپ نے دیکھا اسلام میں شوہر کے لئے زینت کا اہتمام کیا گیا ہے۔ لیکن سادگی
 کیسکی؟ ہر غریب سے غریب عورت چاہے سفر میں چاہے گھر میں ہونچی ہے بیمار ہونچی ہے
 تندرست ہونچی کسی منزل پر بھی ہونچی ہے جو تہذیب و تمدن کا خیال ضرور
 رکھے کہ اگر گرمی ہو تو دن میں دو مرتبہ ورنہ ایک مرتبہ تو غسل کر ہی لے (اگر غسل صحت
 کے لئے نقصان دہ نہ ہو) اور وضو چونکہ پانچ مرتبہ فرض نماز کے لئے کرے گی اس کے
 علاوہ بھی گھر کے کاموں سے جب فارغ ہو تو ہاتھ منہ ضرور دھو لے۔

اسی طرح سرمہ کا بھی ضرور اہتمام کرے اور یہ ایک سادہ چیزیں ہیں کہ ان کے
 لئے بہت پیسہ خرچ کرنے کی ضرورت ہے نہ اس میں شوہر کا مال برباد ہو گا نہ کافروں
 کے ملک کی بی ہونی خوشبو کی اور میک اپ کا سامان لینے کی ضرورت نہ اس میں ہنا
 قیمتی وقت برباد کرنے کی ضرورت ہوگی نہ ایسی زینت ہوگی جس سے وضو اور
 غسل بھی نہیں ہوتا۔

اس لئے اسلام کا اصلی جوہر سادگی ہے۔ کاش اگر عورتیں یہ فیصلہ کریں کہ ہم
 سادگی اپنا کریں گی تو آج مسلمانوں کا مال جو تباہ و برباد ہو رہا ہے وہ نہ ہو۔ بوالقرع
 اور صفا ہائی نے لکھا ہے

خوبصورت عورت بھی اپنے شوہر کی نظر میں اس وقت اپنا مقام بنا پاتی ہے جب وہ
 زیب و زینت اختیار کرے اور صاف ستھری رہنے کی پابند ہو۔ اپنے حسن کو مزید دلکش
 بنانے کے لئے چٹوٹوں کے بناؤ سنگھار طرح طرح کے کپڑے، اور آرائش کے ایسے
 طریقوں پر کاربند ہو جنہیں شوہر پسند کرتا ہو اور اگر اس نے ان چیزوں میں کوتاہی برتی
 تو اس کا نقصان خود اٹھائے گی کیونکہ اس کا قوی اندیشہ ہے کہ شوہر اس کی سستی اور

۱۔ پرانی عورتوں کے کسی در کی طرف مائل ہو جائے گا (تختہ عروس - ۲۴) لہذا
 عورتوں کو چاہئے کہ اپنے کپڑے صاف ستھرے رکھیں۔ اگر کپڑے پر کوئی دھبہ لگ
 جائے تو فوراً صاف کر دیں ایک دھبہ بھی اپنے جسم پر یا کپڑوں پر نہ لگا رہے دیں۔ اسی
 طرح خوشبو کا نامہ صاف کرنا غلام کرنا نہیں چکیں کہ خود کو پچھلے رکھ کر بدبالیوں
 کی صفائی کرنا اور ناحق ترشائی سب بیوی کے لئے ضروری چیزیں ہیں لہذا ان میں
 غفلت نہ کرنا چاہئے۔

بیوٹی پارلر

یاد رکھئے شوہر کے دل میں محبت و گھر میں سکون اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے سے ملے گا۔ دل تو اللہ ہی کے قبضہ میں ہے لہذا مرد جب بیوٹی پارلر جہاں اللہ تعالیٰ کے بے شمار حکامات توڑے جاتے ہیں وہاں سے میک اپ کروا کر شوہر کے پاس گئیں تو یہ ناجائز حرکت شوہر کے دل میں بغض و نفرت آج نہیں تو کل ضرور بندھ دے گی۔

لہذا بیوٹی پارلر میں نہ خود چائیں نہ دوسروں کو بھیجیں بلکہ یہ یقین رکھیں کہ دل میں محبت ڈالنے والے اللہ تعالیٰ ہیں وہی دوس کے مالک ہیں اس کی دو انگلیوں کے درمیان انسانوں کے دل میں وہ جس طرف چاہیں اس کو پھیر دیتے ہیں۔ جو سادہ زینت گھر میں ہو سکے وہ کریں۔ اللہ تعالیٰ کی زینت و میک اپ کے ذریعے شوہر کے دل میں نہ منفیہ اور نہ محبت بندھ دیں گے اور یہی رات ہی سے میاں بیوی میں ایک روح و جسم دار تعلق ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ تمام انہوں کو ہر قسم کے ناجائز و حرام کاموں سے بچنے کی اور جن کاموں کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ان پر عمل کرنے کی اور جن کاموں سے منع کیا ہے ان سے بچنے کی توفیق اور بہت عطا فرمائے (آمین)۔

دیکھیں زیب و زینت عورت کا فطری حق ہے بر عورت چاہتی ہے کہ وہ خوبصورت نظر آئے۔ سلام اس فطری خواہش کا مخالف نہیں البتہ یہ ضرور چاہتا ہے کہ اس کا منظر برہ صرف ایک مرد کے سامنے ہی کہ جائے وہی مرد جو اس کا شریک حیات اور زندگی کا ہم سفر ہے لہذا ہر قسم کی زینت اور ہر قسم کی خوشبو صرف شوہر ہی کے لئے استعمال کی جائے اس لئے کہ حدیث کا مفہوم ہے کہ جو عورت عطر لگا کر باہر نکلے اور اس کا گزر ایسے لوگوں پر ہو جو

اس کی خوشبو محسوس کریں تو عورت زانیہ (بدکار - جیسی گناہ گار) ہوگی۔

(الترغیب والترہیب - جلد ۳ صفحہ ۴۰)

عورت مگر رستے میں خوشبو لگا کر چلے جو کہ پیام کا نہایت لطیف ذریعہ ہے اور اس سے لوگ مگن ہوں میں مبتلا ہوتے ہیں اس لئے اسلام کسی مسلمان عورت کو اس کی اپارٹ ہرگز نہیں دیتا کہ راستوں اور باغیچوں مردوں کی محفوض کے پاس خوشبو میں اچھی طرح رچ بس کر اس کا گزر ہو کیونکہ حسن و جمال چھپ سکتا ہے لیکن خوشبو کو کون روک سکتا ہے؟ خوشبو نفاذ میں تھیل ہو کر آگے بڑھے گی اور اس سے مردوں کے جذبات ضرور خراب ہوں گے۔

ان باتوں سے غفلت نے صد ہا جھگڑے لڑائیاں اور میاں بیوی کے درمیان کشیدگی پیدا کر رکھی ہے اس لئے جس قدر احتیاط ہو سکے احتیاط کی جائے۔ زیب و زینت ضرور کیجئے لیکن اس میں حد سے آگے نہ بڑھئے کہ اپنے بجٹ کا بھی خیال نہ ہو یا نئے سے نئے فیشن کے کپڑے اور مہنگے مہنگے زیورات کم از کم ایسے حالات میں تو استعمال نہ کریں جب کہ بہت سے لوگ سوکھی روٹی کے لئے ترس رہے ہیں۔

بلکہ دلش میں ہر سال ایک صاحب سادھیاں مفت تقسیم کرتے ہیں۔ ایک ماں عورتوں کا، تاجوم ہوا کہ ۹ عورتیں اس جہوم میں کچل کر مر گئیں۔ ان کو کیا پتہ تھا کہ ہمیں سادھیاں ملیں گی یا ہمیں آخن پہنایا جائے گا (خود حقوق المسکین - شیخ اسم شیخ پوری) لہذا آپ کی بہنوں کا تو غربت کی وجہ سے یہ حال ہو اور وہ دنیا کے کسی کونے میں اس حال میں زندگی گزار رہی ہوں اور آپ مٹی میں مٹنے والے بدن کے لئے مہنگے مہنگے کپڑے زیورات کی تیاری میں لگی ہوئی ہوں یہ ہرگز مناسب نہیں۔

بیوٹی پارلروں میں جانے کا دوسرا نقص جو ڈاکٹر عبدالمصمم، استاذ و صدر شعبہ امراض طیبہ کالج قاہرہ - رسالہ "تہرا لخصوصی معالج" سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں

اس طرح بیوی پارہ جا کر بالوں کی سینک اور کٹکٹ کرانا یورپ کے فیشن کی طرف سے اسے رٹنا بالوں کو جھڑنے اور ان کے اندر خم دینے کے لئے مختلف غیر فطری طریقے استعمال کرنا جس سے بال جلدی گر جائیں اور ان کی جڑیں کمزور ہو جائیں یا سینک مشین استعمال کرنے اور یہ وہی وہ وہ کے ذریعہ جن میں ایسے مادے شامل ہوتے ہیں جو بالوں کے لئے سخت نقصان دہ ہوتے ہیں۔ ہذا کسی بھی مسکن عورت کے سے مناسب نہیں کہ وہ ایسی زیب و زینت اختیار کرے۔

بہت ساری عورتوں کو یہ معلوم نہیں کہ بالوں کو کھینچنا کر رکھنے کے کیا نقصانات ہیں اس لئے کہ ایک رات کے لئے بالوں کو کھینچ کر رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کی جڑوں پر زور ڈالنا جائے اور وہ خون کی مخصوص مقدار کو بالوں کی جڑوں میں پہنچنے نہ دیا جائے جس سے ماحول کی جڑیں کمزور ہو جائیں درودہ جلدی گر جائیں جس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ بیوی پارہوں میں فیٹل ہیئر کٹنگ، تھریڈنگ، ویسٹ پیچنگ، کرا کر اور تانی پروڈ اور اپرپس ہوا کر بن ٹھن کر رکھنے والے چندوں تک نظر بہت اچھی بھی لگے گی لیکن اس کے بعد ہوں جوں اس کا اثر ختم ہوتا ہے پھر ۲۵ سارہ لڑکی اگر بچہ جس سال کی نہیں تو چھپس کی ضرورت لگتی ہے۔ نیز بیوی پارہ میں کام کرنے والی جو عورتیں ہوتی ہیں وہ اکثر بے نمازی اور بے پردہ اور آراذخیاں اللہ تعالیٰ ورس کے رسول کو ناراض کرے وہ ہوتی ہیں جن میں سے بعض کا ہر عورتیں بھی ہوتی ہیں جس کے شوہر خود ہی ان سے بیزار ہیں درودہ خود اپنے شوہروں سے بیزار ہو کر ان کا ہوں میں لگ گئیں تو وہ کیا دوسری نئی دہن کو ایسا تیار کریں گی جس سے وہ شوہر کو اچھی لگے۔ کبھی نہیں۔

لہذا نئی نوئی دہن کو ایسی عورت کو اپنے جسم پر ہاتھ بھی نہیں لگانے دینا چاہئے اور اگر (خداوند نہ دکھائے) بیوی پارہ میں کام کرنے والے مرد ہوں یا ان کا آنا جائے تو اس کے حرام ہونے میں اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی میں کیا شبہ باقی رہ جائے گا۔ اس

میں نے نیک اور سادہ عورت گھر سے ہی جو کچھ ہو سکے اس سے اپنے آپ کو راسخ و پیرستہ کروئے اس لئے کہ نیک عورتوں کی صحبت ضرور اپنا اچھا اثر دکھلاتی ہے اور یہ نیک عورتیں شوہر کی چاہت حاصل کرنے کا اصل گر بھی بنتی ہیں۔

اس لئے ہم کچھ اشعار جن کو شیخ بشیر افغانی نے فارسی سے عربی میں ترجمہ کیا ہے اور شیخ علی قمری نے اپنی کتاب "ترویجہ البسات" میں ذکر کیا ہے۔ یہ اشعار اس قائل ہیں کہ ہر مسلمان لڑکی کو یاد ہونے چاہئیں اور ہری سہیلیوں اور فضول خراج عورتوں کی صحبت سے بچنا چاہئے۔ ملک شام میں ایک خاص قسم کی مٹی کے ساتھ گلاب مایا جاتا ہے اور اسی مٹی کو غسل کر کے بعد سر پر لگایا جاتا ہے جس سے دیر تک خوشبو آتی رہتی ہے۔ تو شاعر کہتا ہے:

فَقُلْتُ لَهُ لَمَسْتُكَ أَمْ عَنْهُ
لَقَدْ صَبَّرْتُكَ بِالْحَبِّ مَعْرُومُ
أَجَابَ الْطَّيْفُ إِنِّي كُنْتُ تَوْبًا
صَبَّيْتُ الْوَدَّ صَبَّرْتُ مَكْرُمُ
أَلَفْتُ كَلَامًا وَكَزَنْتُ عِصْمًا
كُنَّا مِنْ عَاشَرِ الْعُلَمَاءِ يَكْرُمُ

میں نے اس مٹی سے پوچھا کہ تمہاری خوشبو نے مجھے تمہارا شوق جادو کیا ہے۔ تم مجھے یہ تو بتاؤ تمہارا کیا نام ہے؟ تم سبک ہو یا غبر ہو۔

اس مٹی نے جواب دیا میں تو ایک نرم مٹی کا رہے کچھڑ کی طرح تھی لیکن گلاب کی صحبت میں رہ کر مجھ سے بھی خوشبو آنے لگی۔

جو کچھ تم مجھے آج دیکھتے ہو یہ گلاب کا کرم ہے۔ اس نے مجھے معزز بنا دیا ورنہ میں تو پاؤں میں روندنے کے قائل تھی۔

میں نے محبت کی اپنے پاؤں سے جس سے میرے علم میں اضافہ ہو اسی طرح علماء

کی محبت سے آدمی شرافت والا ہو جاتا ہے۔ غور کیجئے۔

جو عورت آپ کو بیوی پلدر میں جانے کے لئے مجبور کر رہی ہے وہ دراصل آپ کے والد کی محنت کی کھائی ہوئی حلال روزی کو ایک ہی رات کے غرضاً کھ کر دیتی ہے وہ کیسے دوستی کے قابل ہے؟ کیا آپ کے دوسرے چھوٹے بھائی بہن نہیں ہیں جن پر والد کو خرچ کرنا ہے اور دنیا میں جہاں بھی کوئی مرد عورت رتے میں وہ بھی آخر آپ کے دینی بھائی بہن ہیں۔ بھی پیچھے ہٹیں جنک خیار میں آیا تھا کہ ماہور میں ایک بڑے (اقبال) نے اس لئے خودکشی کر لی کہ اس کے پاس عید کا زائیں تھے۔ اپنے والد کی مسلسل تنگدستی کو وہ دیکھ نہ سکا اور دنیا سے چل گیا۔ آپ بھی غور کر لیں۔

ہمارے بچوں کے اسکول کا پیرامنگ 'گھر کے کپڑے الگ' عورت کے کپڑے الگ' کھیل کے لگ رات سونے کے لئے لگ۔ اسی ملک میں ایسے کئی اقبال ہیں جو کھانے پینے اور عید کے جوڑے کے محتاج ہیں۔ کئی ایسے گھر ہیں جہاں کے والد کی تنخواہ ۱۵ دن بعد ختم ہو جاتی ہے۔ ان کو تنخواہ صرف ۳۰۰ روپے ملتی ہے اس پر ان کا گزارہ بہت مشکل سے ہوتا ہے۔ بچوں کی سکول فیس دینے کے لئے پیسے نہیں ہیں اور وہ مشکل سے گزارہ کر رہے ہیں۔ سوچنے اور پھر ٹھنڈے دل سے سوچنے جس غریب کا پورا گھرانہ چھ ماہ اتنے پیسوں میں گزارہ کر لیتا ہے وہ آپ ایک رات کی نفرت کر دیں۔ پھر آپ یہ بھی خیال کریں کہ میں اچھا کام کر رہی ہوں۔ میں عائدہ و خد بچہ رضی اللہ عنہما کی تابعدار ہوں میں فاطمہ و نسب رضی اللہ عنہما کی باندی ہوں میں اپنی گود میں صداح امین ایوبی کی خواہشمند ہوں میں زبیدہ ہارون کی بہن ہوں میں فاطمہ بنت عبد الملک کی بیٹی کی طرح ہوں۔ یہ آپ خوش فہمی میں جتلیں۔

اس لئے اسے نئی نئی ذلہں تو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف — اپنے آپ کو — متوجہ نہ کرنا اللہ ہی کی بن جا۔ اسی سے مانگ اس کی مان تو اللہ ہو سکتا ہے کہ کوئی ہونہار بچہ تیرے جگر کا ٹکڑا اس کو اسلام کے لئے اور سارے انسانوں کے لئے خوشیوں

بکھیرے گا۔ ہو جس میں اشرف علی تھانوی کی مہک ہو۔ الیاس کا نہ صوفی کی تڑپ ہو۔ عبد اللہ بن مبارک کا ذوق ہے۔ ابن قیم جوزی کی نظر ہو۔ اسماعیل شہید کا اثر ہو۔ ابن حجر عسقلانی کا حافظہ ہو۔ عتسیر کی سیاست ہو۔ محمد بن قاسم کی قائدانہ صلاحیت ہو۔ یا اللہ! اپنے فضل و کرم سے ہماری مسلمان عورتوں کو پورے پورے دین پر چھنے اور اس کو دنیا گھر میں پھیلانے والا بنا دے ان کی اولاد کو نیک بنا دے ان کو پناہ بنا لے اور آپ ان کے ہو جائیے۔ ان کی شادی دینی جینا اور مرنا سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق بنا دے (آمین)۔

یہ فرمایا کہ اگر شوہر کسی ایسی بات پر قسم کھا لے جس کا انجام دنیاوی سے متعلق ہو مثلاً یہ کہ آج تو ضروری میری والدہ کے پاس چلوگی یا فلاں بچے کو نہلاؤ دھلاؤ گی یا مثلاً تنہا نہ چھوگی تو اس کی بیوی قسم میں اس کو سچا کر کھائے جی وہ عمل کرے جس پر شوہر نے قسم کھائی ہے (بشرطیکہ وہ عمل شرعاً درست ہو)۔

یہ قسم کھا لینا کہ تم ضروری یہ کام کرو گی بہت ریاہ و محبت والعت اور ناز کی وجہ سے ہوتا ہے۔ جس سے تحقق ہوتا ہے اور جس پر نار ہوتا ہے ہی سے کہا جاتا ہے کہ ایسا کرو۔ یہ تیسری صفت میں جو صالح نیک بیوی کی تعریف میں ذکر کی گئی ہے اسی خاص اہمیت اور چاد کا ذکر فرمایا ہے جو شوہر اور بیوی کے درمیان ہونا چاہئے (تحفہ حواتین - صفحہ نمبر ۵۲۷)۔

یہ فرمایا کہ اگر شوہر کہیں چل جائے اور بیوی کو گھر پر چھوڑ جائے جیسا کہ کثرت ہوتا ہے تو بیوی کا فریضہ ہے کہ اپنی جان اور شوہر کے بارے میں وہی رویہ اختیار کرے جو اس کے سامنے رکھتی تھی۔ غیرت مند شوہر یہ پسند نہیں کرتا کہ اس کی بیوی کسی غم مرد کی طرف دیکھے یا میر مرد کے سامنے آئے یا اس سے آنکھ ملے یا دل ملے جس طرح جب شوہر گھر میں ہوتا ہے تو عورت صرف ہی کی بن کر رہتی ہے۔ جب کسی سے نکاح ہو گیا تو عورت و آدمی کی حفاظت اسی مرد سے وابستہ ہوتی چاہئے۔ اب اپنی

جذبات کی تسکین کا مرکز پریشانیوں کی تسلی کا مرکز پریشانیوں کی تسلی کا محور صرف اسی کو ماناے رکھے۔ کسی طرح شوہر کے پیچھے یعنی اس کی غیر موجودگی میں اس کے مال کی بھی حفاظت کرے، ایسا نہ کرے کہ چنچھ پیچھے اس کا مال مٹا دے اور بے جا خرچ کر ڈالے یا اپنے سینکے پہنچا دے یا شوہر کی جارت کے بغیر اپنے عزیزوں کو دے دے۔ شوہر کے پیچھے اپنی جان اور اس کے مال میں اس ن مرضی کے خلاف کچھ کیا تو یہ خیانت ہوگی۔ لہذا عورتوں کو چاہئے کہ مرد کے مالوں کو بے جا خرچ کر کے ضائع نہ کریں۔ جس چیز کی اسکی ضرورت ہو کہ اس کے بغیر نقصان ہو تو وہ خریدیں ورنہ نہ خریدیں مثلاً ہماری اماریوں میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں جیسے جو سرمشین، نگار، پائیس، حن کی سہا سہاں میں کبھی ضرورت پڑتی ہے یا کسی کے گھر میں دیکھ کر شوکیں بھرا ہو ہے تو خود کو بھی شوق ہوا کہ ہمارے گھر میں بھی ایسا ہونا چاہئے اور اب سرمیں درد شروع ہو گیا ور شوہر کے سرمیں بھی درد کروا دیا کہ جیسا فلانی کے گھر میں شوکیں ہے ایسا ہمارے گھر میں بھی ہونا چاہئے جیسا فلانی کے گھر میں فرنیچر ہے ویسا ہمارے گھر میں بھی ہونا چاہئے جیسے لدانی کے گھر میں دیواروں کا رنگ ہے ویسا ہی ہمارے گھر میں بھی ہونا چاہئے۔ اب شوہر کو مجبور کرنا کہ یہ وہ وہی ل دو یہ سب فضول غیبات ہیں ور شوہر کے مال کو برباد کرنا ہے۔

لقد تعالیٰ یک عورتوں کی صفات میں یک صفت یہ بیان فرماتا ہیں

مَا جَعَلْتُ لِنَفْسٍ بِمَا حَفِظَ اللَّهُ (النساء۔ ۳۴)

یعنی مردوں کے پیچھے پیچھے بھی بحفاظت لہی (اس کی برادری کی) بدست کرتی ہیں۔ (معارف القرآن۔ جلد ۲ صفحہ ۳۹۲)۔

یہ اللہ تعالیٰ سے عورت کا لازمی وصف قرار دیا ہے ورنہ اس کے ذمہ یہ فریضہ نہ کیا کہ جب شوہر گھر میں موجود نہ ہو تو اس وقت وہ اس کے گھر کی حفاظت کرے۔ گھر کی حفاظت کا مطلب یہ ہے کہ وہ خود اپنی حفاظت کرے کہ کسی گناہ میں مبتلا نہ ہو پھر شوہر کا جو مال وغیرہ ہے اس کی حفاظت کرے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے

الْفَرَاءَةُ رَابِعَةٌ هِيَ نِفْتُ رَفِجِهَا

(الترغیب والترہیب۔ جلد ۲ صفحہ ۳۱)

عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگہبان ہے۔

حضرت تھ نوئی نے فرمایا ہے کہ عورت کے فرائض میں یہ بھی داخل ہے کہ اس کے دل میں شوہر کے پیسے کا درد ہو۔ شوہر کا پیسہ جگہ پر اور کہیں بھی بجا خرچ نہ ہو ورنہ فاضول خرچی میں اس کا پیسہ ضائع نہ ہو یہ نہ ہو کہ شوہر کا پیسہ دل کھول کر خرچ کیا جا رہا ہے۔ یا گھر کو نوکرائیوں پر چھوڑ دیا گیا ہے کہ وہ جس طرح بھی چاہ رہی ہیں کر رہی ہیں۔ اگر کوئی عورت ایسا کرتی ہے تو یہ قانونی فرائض کے خلاف کر رہی ہے۔ اگر کسی کا مکان کینز ادیکہ کر اپنے دل میں بھی خیال آئے کہ میرے پاس بھی ایسا ہی ہو تو وہ چیزوں کو سوچیں

① موت کو سوچیں کہ میں آج دنیا سے چلی گئی تو سب کچھ بیس رہ جائے گا اور جتنی بلکی جاؤں گی جتنی جتنا کم سامان ہو گا اتنا ہی کم حساب دینا پڑے گا کیونکہ حساب بھی جلد ہو جائے گا نیز موت ہمارے لئے محبوب بن جائے گی ہم موت کو خوشی سے قبول کر لیں گے اور ملک الموت کو کہیں گے کہ مبارک ہو اتم آئے تمہارا ہی انتظار تھا۔

مرے کا وقت ہے اے موت! اس دم آ تو بہتر ہے

کہ دل میں میرے دلیر اور نظر تیری منتظر ہے

② سادگی کی سنت کو اپنائیں اور یہ عمل بہت اجر دلانے والا ہے مثلاً حدیث شریف میں آیا ہے کہ سنت طریق مٹ جانے کے بعد جو کوئی اس سنت طریقہ کو زندہ کر دیتا ہے اس کو مشہدوں کا ثواب ملتا ہے (مشکوٰۃ۔ جلد ۱ صفحہ ۳۰)

لہذا جس طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں سادگی سے کام ہوا کرتے تھے اس کے مطابق اب پھر ہونے لگیں لہذا جو عورتیں اس کی کوشش کریں گی اور اس کو وجود میں لائیں گی ان کو بڑا ثواب ملے گا۔

اگر عورتیں اس سنت پر عمل کرنا شروع کر دیں اور اس بات کا فیصلہ کر لیں کہ ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم والی سادگی اور سادگی کو اپنے اور تمام مسلمان عورتوں کے گھروں میں پیدا کرنے کی کوشش کریں گی تو یہ سنت پوری دنیا میں وجود میں آ سکتی ہے اور جتنی ہماری زندگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے مشابہ ہوگی اتنی ہی خیر برکات اور محبتیں ہماری زندگی میں پیدا ہوں گی اور رحمتیں برسیں گی۔

اگر ہماری عورتیں خصوصاً تین کاموں میں اس سنت کو زندہ کر لیں پھر دیکھیں کہ کیسے اِنْ شَاءَ اللہ تعالیٰ گھر کے تمام افراد میں محبت اور امن کی فضا قائم ہوتی ہے۔
 ① مکان بنانے میں بالکل سادگی کا اہتمام کریں، ایب مکان بنائیں جو بالکل سادہ ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم ان کے مکانات کے متعلق سوچیں کہ ان کے مکانات کیسے تھے؟

محبت، تجدد کے چوں کی مٹی و گارے سے بنی ہوئی دیواریں تھیں۔ نہ قاصین تھے نہ بے شمار برتن تھے۔۔۔ نے کے عی شان پلنگ کرسیاں نہ میزائیاں لیکن سکون تھا، محبتیں تھیں، ہمدردی، غم خواری تھی سب سے، ہم بات شرف و انس بیت تھی۔ مسلمان کو کافر سے درکار کو مسلمان سے خوف نہیں تھا۔ ہم رات دن دیکھتے ہیں کہ جس سے محبت ہوتی ہے اس کی ہر دہا ہر طریقہ اس کی نگاہ میں دنیا کی ہر چیز سے زیادہ پسندیدہ ہو جاتا ہے۔ لہٰذا کرے کہ ہمارے دلوں میں بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جتنی محبت اتر جائے اور آپ علیہ السلام کی مبارک زندگی کو پنانے والے بن جائیں (آمین)۔

② مکان سادہ بنانے کے بعد اب مکان میں چیزیں بھی جو بہت ہی ضروری ہوں اور ضرورت کا معنی ایسی چیز جس کے نہ ہونے سے ضرر یعنی نقصان ہو مثلاً اگر سردی کے لئے قاصین ہیں ہی ہے تو بالکل سادہ قاصین لیں، مہمان خانہ میں صرف گاؤنگی رکھیں۔

اگر بہت ہی زیادہ ضرورت ہو تو سادی کرسیاں رکھ لیں۔ اسی طرح گرگھر کی ہر چیز جی سادہ بنائیں کہ کم از کم شوہر کی حواس مدنی پر گزارہ ہو جائے اور باقی جو مال بچے وہ اللہ کے بندوں پر لگائیں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے مال اسی لئے دیا ہے کہ ہم اپنی ضرورت پر کم سے کم لگا کر باقی دوسروں پر لگائیں تاکہ آحرت میں ہمیں اس کا اجر مل سکے اور دوسرے فائدہ اس سادگی کا یہ ہوگا کہ گھر میں جو بھی لے گا اس سادگی کو دیکھ کر اسے بھی اپنے گھر میں سادہ زندگی گزارنے کا شوق پیدا ہوگا۔ اللہ کرے کہ ہماری عورتیں سادگی پر آ جائیں اور یہ نہ سوچیں کہ عورتیں کیا کہیں گی؟ معشرہ کیا کہے گا؟ بیٹی کی ساس کیا کہے گی؟ بیٹے کی ساس کیا کہے گی؟ فطانی کیا کہے گی؟ برادری میں ناک کت چائے گی بلکہ یہ سوچیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے کیسے خوش ہوں گے؟ اس دنیا سے ہم کیا لے کر جائیں گے؟ ہم تو یہاں چند دنوں کے مہمان ہیں۔

③ اسی طرح شادی میں سادگی کا اہتمام کریں۔ اگر آپ کسی کی بہن ہیں تو بھائی کو سادگی سے شادی کرنے پر آمادہ کریں۔ بھائی سے اور بھائی کے سسرال واپس سے کسی چیز کا مطالبہ نہ کریں بلکہ ان کو بھی کہیے کہ کھانے کی دعوت آپ لوگ نہ کریں کہ صرف دولہا کی طرف سے ولیمہ مسنون ہے اور وہ ہم بہت مختصر کریں گے اور جینز سادہ دیں جس سے دکھلاؤ نہ ہو۔ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو دعوت دی ہے تو بجائے جینز کے بیٹی کے نام کوئی جائیداد کرویں یا کوئی مکان اسے دلوادیں جو بیٹی کو عمر بھر کام آئے گا۔

صی پ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اگر ہمیں معصوم ہو جائے کہ کون سامان بہتر ہے جسے ہم حاصل کرتے تو اچھا ہو۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

اَفْضَلُ لِبْسَانٍ ذَاكِرٌ وَقَلْبٌ مُّشَاكِرٌ وَزَوْجَةٌ مُّؤْمِنَةٌ نُّعَيْنَةٌ

علی ایمانیہ (ترغیب - جلد ۳ صفحہ ۲۸)

یعنی سب سے بہتر مال ذکر کرنے والی زبان اور شکر کرنے والی ہے اور وہ مؤمن ہوئی ہے جو شکر کی مدد کرے اس کے ایمان پر۔

جس سے کام لکے اور ضرورت پوری ہو وہ مال ہے۔ لوگ سونا چاندی درہم و دینار روپیہ و پیسہ اور مکان و دکان موسیقی وغیرہ ہی کو مال سمجھتے ہیں حالانکہ حدیث شریف کی رو سے بہترین مال وہ چیزیں ہیں جو ابھی اوپر بیان ہوئیں۔ ان سے بہت زیادہ نفع حاصل ہوتا ہے۔ ذکر کرنے والی زبان اور شکر کرنے والی اور ایسی بیوی جو شوہر کی مدد کرے اس کے ایمان پر۔ مدد کرنے کی تشریح کرتے ہوئے ملا علی قاریؒ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے جس کا مفہوم یہ ہے:

شوہر کی دینداری کی فکر کرے اور اوقات مقررہ میں اسے نماز روزہ یاد دلاتی ہو اور دیگر عبادت پر آمادہ کرتی ہو اور رتا سے اور ہر قسم کے گناہوں سے باز رکھتی ہو۔

(مرقاۃ - جلد ۳ صفحہ ۱۳۰)

در حقیقت ہمارے بدلتے ہوئے ماحول اور بگڑتے ہوئے معاشرہ کو ایسی خواتین کی بہت ضرورت ہے جو خود بھی دین کے احکام پر عمل کرنے والی ہوں اور شوہر اور اولاد کو بھی دیندار بنانے کی فکر رکھتی ہوں۔ لیکن اس کے برخلاف اب تو معاشرے کا یہ حال بنا ہوا ہے کہ کوئی مرد نماز روزہ اور دینداری کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو جہاں دوسرے لوگ آنے آنے کی کوشش کرتے ہیں وہ دین پر چھنے سے روکتے ہیں وہاں بیوی بھی دیندار ہونے سے روکتی ہے طرح طرح کے فقرے کہتی ہے نکلا ہونے کا طعنہ دیتی ہے ڈانسی رکھنے سے منع کرتی ہے کہ باپا جامہ پہنے تو بدلا بتاتی ہے اور رشوت سے بچتا ہے تو امی سیدی باتیں سناتی ہے۔ اے اللہ! ہمیں مومن بیویوں کی اشد ضرورت ہے مرد و عورت سب کے اندر ایمان کے جذبات پیدا فرما۔ آمین (تحفہ خواتین صفحہ ۳۳۳)

دوسری چیز جو اس حدیث میں سب سے بہتر بتائی گئی ہے وہ ہے قلب شاکر یعنی شکر

مال ہے جس کے لئے اللہ کریم نے فرمایا کہ اگر عورتیں اپنے دلوں و شہرے پر ایسی باتیں کہیں ہیں یا نعمتیں گاہے گھرے بہت سے جھگڑے ختم ہو جائیں گے۔ شکر بہت بری نعمت ہے۔

۱۔ وہ کہنا ہے کہ بد بختوں کی بری عادتوں میں سے کوئی عادت بھی ناشکری نہیں (یعنی برائیوں میں سے سب سے بری چیز نعمتوں کی ناشکری رہا ہے اور بد بختوں کے اوصاف حیدو میں سے شکر نعمت میں سے چھٹی نیکی کوئی نہیں یعنی نیکیوں میں سب سے اچھی نیکی شکر نعمت ہے) (خزانة اعدق - صفحہ ۲۹۴)۔

شکر کرنے کی وجہ سے بدعتوں و عادتوں کو دور بڑھاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

ہیں

لَا يَذُوقْ لَذَّةَ عَمَلِهِ (مومنیم ۱۷)

(وہ وقت یا روزہ کہ مہارے رب سے تم کو اطاع فرمائی کہ اگر تم

شکر کرو گے تو تم کو زیادہ نعمت دیں گا)۔

بدعتوں کا کید کے ساتھ کہتے ہیں (کیا اس میں ممانعہ ہے دوسروں کا کید

ہے) یعنی ضرور باغض و رجم نعمتوں کو بڑھائیں گے۔

معمولی باتوں سے خاوند کی خوشنودی حاصل کرنا

ممد بنوی میں ور عہد سی پہ کر میں عورتیں اپنے شوہروں کو خوش رکھنے کی بہ انتہاء سعی کرتی تھیں۔ شوہر کی ذرا سی ماراٹنگی نہ کہے سوہان رو بہن جاتی تھی۔ شوہر کی بے رخی پر بھی وہ اپنا طرز عمل نہیں چھوڑتی تھیں۔

خود حضرت عائشہ صدیقہؓ کا واقعہ ہے کہ ایک دن یہ اپنے ہاتھوں میں چاندی کے چھلے پیٹے ہوئے تھیں۔ نبی کریمؐ نے ان چھلوں کو ان کے ہاتھوں میں دیکھ کر فرمایا عائشہ! یہ کیا؟ بولیں یہ آپ کی خوشنودی ہی حاصل کرنے کے لئے پہنے گئے ہیں۔

حضرت خولہؓ ایک دن حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور بیان کیا کہ میں بہت بائیں اوزھ کراؤ آ رہی ہوں کہ لوہہ اللہ نے اپنے شوہر کے لئے رہن بن جاتی ہوں اور ان کے پاس سوتی ہوں مگر پھر بھی وہ توجہ نہیں کرتے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے یہ واقعہ خدمت نبویؐ میں عرض کیا۔ آپؐ نے سن کر فرمایا کہ ان سے کہہ دو کہ اپنے شوہر کی اطاعت کرتی رہیں۔

ازواج مطہرات کی نبی ﷺ سے محبت

اس طرز معاش کا نتیجہ یہ تھا کہ میں نبویؐ میں بے حد محبت ہوا کرتی تھی ایک دوسرے پر جان دیا کرتے تھے۔ خواہ ازواج مطہرات کی زندگی ملاحظہ فرمائیے کہ ان کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کس قدر وہابانہ محبت تھی۔ آپؐ جانتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک مہدار عورت تھیں مگر جب ان کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی ہو گئی تو انہوں نے اپنی کل دولت سرکارِ کائنات پر شمار کر دی۔ آپؐ کو کوئی اردو غم پیش آیا تو حضرت خدیجہؓ ترپ انھیں اور آپؐ کو تسلی کی۔

عائشہ صدیقہؓ کی محبت بھی سرکارِ دو عالم کے ساتھ مشہور ہے۔ آپؐ پر وہ اپنی جان چھڑکتی تھیں۔ حضرت عائشہؓ کی محبت کا یہ عالم تھا کہ آپؐ کا کپڑا خود اپنے ہاتھوں سے دھویا کرتی تھیں آپؐ کو خوشبو دیا کرتیں آپؐ کی مسوک چھایا کرتیں اس کو حفاظت سے اٹھ کر رکھتیں۔ حد یہ ہے کہ قرآنی کے جانور کے لئے خود اپنے ہاتھ سے "سرت" عائشہؓ قدرہ کے لئے رسی بنتی تھیں۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبیل اوزھ کر مسجد میں تشریف لے گئے۔ مہی بہ کرام کے توجہ لانے سے معلوم ہوا کہ کبیل پر دھبہ ہے۔ آپؐ نے اسے اتار کر اندر بھیج دیا۔ حضرت عائشہؓ خود برتن میں پانی لے کر بیٹھ گئیں اور اپنے ہاتھوں سے اسے دھویا پھر خشک کر کے خدمتِ اقدس میں بھیجا۔

صحابیات کی اپنے شوہروں سے محبت

صحابیات بھی سنی رنگ میں اہل ہوئی تھیں۔ اپنے شوہر کی خوشنودی پر جان دیتی تھیں۔ حضرت زینبؓ کو سرکاری اندھیہ و سلم کی لڑائی میں تھیں اس کی شادی ابوالعاص سے ہوئی تھی۔ ابوالعاص ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے کہ غزوہ بدر کا واقعہ پیش آ گیا۔ اس وقت واپس کی جنگ میں ابوالعاص کا فوج کی طرف سے قتل ہو گیا۔ لہذا ان کے بعد ان کے بھائی کو جب فتح عطا کی اور قریش کی ایک بڑی تعداد ان سے ہاتھوں رفق رہی تو اس میں ابوالعاص بھی تھے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جب فدیہ پر رہائی کا بیان ہوا تو ابوالعاص کی بیوی حضرت زینبؓ نے اس کی رہائی کے لئے اپنے گلے کا قیمتی ہار بھیج دیا۔ یہ ہار حضرت زینبؓ کے پاس کی ماں حضرت خدیجہ کلبہؓ کی یادگار کی حیثیت سے تھا۔

حضرت حمزہؓ بنت جحشؓ کے شوہر جہا میں گئے اور اللہ کے دین کی بندی کے لئے جہاد شہادت نوش فرمادیا۔ حضرت حمزہؓ کو جب یہ خبر پہنچی کہ ان کے شوہر غزوہ میں شہید ہو گئے ہیں تو ضبط نہ کر سکیں اور فرط محبت سے چیخ مچیں۔ حضرت عمرؓ کی بیوی روئے کے دنوں میں فرط محبت سے اپنے لڑکے شوہر کے سر کا بوسہ دیا کرتیں۔

حضرت حسنؓ کی بیوی کو طلاق کے بعد حضرت حسنؓ کے شوہر کی طرف سے جب مہر ملے تو وہ روپے لے کر اپنے شوہر کے گھر گئیں۔ جدا ہونے کے محبوب کے مقابلہ میں یہ رقم بالکل حقیر ہے۔

ان حقائق کو غور سے پڑھا جائے اور پھر اندازہ لگایا جائے کہ اسلام نے زن و شوکی زندگی کو کس بنیاد پر قائم رکھنا چاہا ہے۔ کیا یہ حیثیت میں ہے کہ بغیر محبت و اخلاص و رشتہ

نکاح بے روح جسد ہے۔

شوہر کا خیر مقدم خندہ روئی سے۔

جو کچھ مزرچکا ہے اس کی روشنی میں یہ ماہر پڑے گا کہ عورت کا فریضہ یہ بھی ہے کہ شوہر جب گھر میں داخل ہوتا ہو تو بیوی شوہر کا خندہ پیشانی سے خیر مقدم کرے کیونکہ قدرت نے عورت کی مسکراہٹ میں عظیم شان قوت عسارت کی ہے کہ شوہر بیوی کی مسکراہٹ دیکھ کر تھوڑی دیر کے لئے سارے غم بھول جاتا ہے اور اگر مرد تھکان سے نڈھال ہو رہا تھا تو پھر بیوی کی تبسم میز مینگو و روحانی سے تازہ دم ہو جاتا ہے اور اس کی قوت عود کراتی ہے۔

جو عورتیں اپنے شوہر کے سامنے منہ ہسرتی ہیں وہ گھر کو قصد جہنم بنانا چاہتی ہیں اور شوہر کی زندگی کو گھٹن گاتی ہیں اس حدیث میں اسی طرف اشارہ مزرچکا ہے جس میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین عورت کی تعریف میں فرمایا

التي تنسره اذا نظر (مشکوۃ)

شوہر کی نگاہ جب بیوی پر پڑے تو بیوی اس کو خوش کر دے۔

یہ اس طرح کے موقع پر بیوی شوہر کے سامنے آئے تو بن سنور کر اور صاف ستھرے لباس میں آئے۔ گھر بستر اور دوسرے سامان کو شوہر کے سامنے صفائی کے ساتھ پیش کرے۔

شوہر اور گھر کی خدمت:

ضرورت کے وقت شوہر کی خدمت سے محبت نہ چاہئے کہ زوان مطہرات کی یہی زندگی تھی۔ خود سرکار کائنات کی یہ بی بی حضرت عائشہؓ رضی اللہ عنہا کا بھی یہی دستور تھا۔ گھر کا کام کاج اپنے ہاتھ سے کر لیا کرتیں۔

بخاری نے اپنی جامع میں ایک باب باندھا ہے عمل المراقفی بیتھا۔

عورت کا اپنے شوہر کے گھر میں کام کاج کرنا اور اس ضمن میں حضرت فاطمہ کے
س و قدح کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ بچکی چلاتے چلاتے گھٹنے پڑ گئے تھے۔

محدثین نے س و قدح کو سامنے رکھ کر فرمایا ہے کہ عورتوں کو چاہئے کہ گھر کے معمولی
کام کاج خود کر لیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جب بچکی چلا سکتی ہیں تو کیا یہ جید
ہے کہ آپ آٹا بھی گوندھتی ہوں روٹی بھی پکاتی ہوں۔

امام مائتہ تو اس حد تک فرماتے ہیں کہ بیوی پر اس وقت گھر کی خدمت لازم ہے
جبکہ اس کا شوہر قادر نہیں ہے خواہ بیوی بڑے سے بڑے گھر کی ہی چشم و چراغ کیوں
نہ ہو۔

غزوہ تبوک میں جو تین برادر شریک نہ ہو سکے تھے وہ جن کا سرکار کائنات کے
حکم سے بایکات کیا گیا تھا ان میں ہمارے امیر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ کچھ دنوں بعد
حضور کا یہ فرمان جاری ہوا کہ ان کی بیویاں بھی اس وقت تک ان سے ترک تعلق کر لیں
جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی فیصلہ نہ آ جائے۔ اس فرمان کے فوراً بعد ہی بدل
ہاں میرے کی بیوی خدمت نبویؐ میں حاضر ہوئیں اور درخواست کی کہ میرے شوہر بوڑھے
آدمی ہیں کوئی خادم نہیں ہے جو ان کی خدمت انجام دے سکے لہذا حضورؐ اجازت
مرحمت فرمائیں تو میں ان کی خدمت کیا کروں۔ آنحضرتؐ نے زوجہ ہلاں کو اس کی
اجازت دے دی۔

حافظ ابن قیم نے اس سلسلہ میں حضرت زبیرؓ کی بیوی حضرت اسماءؓ کی خدمت کا
تفصیلی و قدح کیا ہے کہ وہ ایسے شوہر کے گھر کی کس قدر خدمت انجام دیا کرتی تھیں۔

ضد اور ہٹ سے پرہیز:

عورتوں کا ایک بڑا عیب ضد اور ہٹ ہے۔ اس سے عورتوں کو بالکل جہنم کر
چاہئے کیونکہ دیکھ گیا ہے کہ جہاں کوئی ایک بات بھی ان کی طبیعت کے خلاف پڑی

کے لیے ہوئیں۔ اسے نہ چپ شروع کرے۔ اس سے آپس کے تعلقات خراب ہو
جاتے ہیں اور شہ بیوی سے بدان ہو جاتا ہے۔

نرونی معقول بات سو تو شوہر کو سمجھنے کی سعی کرے منہ بھدنا اور زنا بڑی بات
ہے۔ شوہر کو نرم دیکھئے تو خود نرم ہو اور اپنی گرمی کا اظہار ضروری ہی سمجھے اور جی نہ دے تو
گرمی نکالے مگر تعلقات پر ان باتوں کا کوئی اثر نہ آنے دے۔

مر کی ریائی بددعاؤں سے معاملہ بڑھے تو ہوش و خرد سے کام لے عجلت نہ
کرے۔ کچھ دبا کر ہی سہی صلح کر لے۔ عورت کے لئے مفید ہے۔
قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے:

۞ وَاِنْ اَمْرًا خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا وَاَعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ

عَلَيْهِمَا اِنْ يَصْلَحَا بَيْنَهُمَا صَلَاحًا وَاَصْلَاحًا خَيْرٌ

(النساء ۹)

"اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر سے غالب احتمال بددعاؤں یا بے پرواہی کا ہو تو دونوں
کوئی عذر دہیں کہ دونوں باہم ایک خاص طور پر صلح کر لیں اور یہ صلح بہتر ہے۔"

بیوی کے ذمہ خاوند کے فرائض و حقوق

احادیث کی روشنی میں

”قرآن پاک کے احاطہ میں شرمغیوم بیان کردوں تو آپ کے جو فرائض ہیں جو کچھ لوگ بیان ہوں گے کہ اس سے نیک سیرت و پاکہ عادات اور بلند کردار عورتوں کی کچھ خاص عادات و صفات کا نقشہ کھینچے کہ نیک سیرت عورتیں وہ ہیں جو شوہر کی حاکمیت و فضیلت کو بہرہ چشم تسلیم کر کے ان کی طاعت شعار ہوتی ہیں اور جوئی سے ان کی فرمانبرداری کرتی ہیں اور مرد کی عدم موجودگی میں بھی بحفاظت توفیق الہی پے نفس و آہر و داران کے سوال کی نگہداشت کرتی ہیں۔“

ائمہ کے نزدیک عورت کے فرائض:

بیوی کے فرائض کے سلسلے میں یہ بات ملحوظ خاطر ہے کہ عورت مثل خیر ہے اور نکاح ایک طرف کی غلامی ہے۔ ایجاب و قبول کی تکمیل کا مطلب ہی یہ ہے کہ عورت نے اپنے آپ کو مکمل طور پر اپنے شوہر کے سپرد کر دیا ہے۔ یہ عورت کا فرض یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے خاوند کے ایسے حکم کی تعمیل کرے جس میں خدا تعالیٰ کی نافرمانی نہ ہو کیونکہ شوہر کی طاعت سے زیادہ اہم و درمقدمہ اپنے خالق و رازق کی طاعت ہے۔ اگر کسی عورت کا شوہر خدا کی معصیت کا ختمہ ہے یعنی گناہیں جس قوت میں پائے سینہ دیکھنے اور غیر محرم مردوں کے ساتھ بات اور دوا بیات باتیں بکئے وغیرہ و غیرہ گندمی حرکتیں اور معصیت کا حکم، یا خدا کے احکام کی طرف سے کسی فرض سے روک رکھنے کی کوشش کرے یا

دار ہے کے لئے کہے جیسا کہ نذر روز دہیہ و تو اس کی اطاعت و تعمیل سے انکار کرنا مسلم عورت کا فرض ہے اور باعث ثواب ہے اگرچہ وہ کتنا ہی دس پسند اور محبوب شوہر و۔ اس صورت میں اگر عورت شوہر کی بات ماننے لگی یا اس کی طاعت کرے گی تو عورت سخت تہکار ہوگی بخلاف اس کے کہ اگر شوہر اپنی روئے کو طعن نہ یا فعل رورہ ترک کرنے کے لئے حکم دے تو لازم ہے کہ وہ اس کی طاعت کرے اس صورت میں اگر وہ فعل جہزاد کرے گی تو مقبول نہ ہوں گے۔

(جو تفسیر روح المعانی تفسیر - جلد ۳ ص ۳۴۹ پ ۵)

ابو عز و صل سے ارشاد فرمایا

﴿فَالصَّحَّةُ قَانَتَاتِ حَفَظَاتِ لِنَفْسِ بِمَا حَفَظَ اللَّهُ﴾

(سورة النساء پ ۵)

”ہیں جو عورتیں نیک صالحہ ہوتی ہیں (وہی شوہر کی) اطاعت شعار ہوتی ہیں اور مرد کی عدم موجودگی میں بحفاظت الہی (ان کے حقوق کی) نگہداشت کرتی ہیں۔“

اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی عصمت و عفت اور صاحب مکان کے مانتی حفاظت جو امور خاندانی میں سب سے اہم اور مقدم کام ہیں ان کے بجالانے میں اس کے سے مردوں کے سامنے اور پیچھے کے عادات سب برابر ہیں۔ یہ نہیں کہ اس کے سامنے تو اس کا اہتمام کریں اور خوب خاطر و تواضع کریں اور خوب حمایت اور ہمدردی رکھیں اور خوب محبت و شفقت کا دم بھریں اور حسن کی نظروں سے غائب ہوں تو ان چیزوں میں اپنا اسی برہمن و شوہر کی برائی و عیب ہونی میں مبتلا ہو جائیں اور تحسین اور سرائی گانے میں لگ جائیں اور طوطا چاشنی کے ساتھ اس کے سارے حسن و برکت پر پان پھیر لیں۔ یہ نہ کوئی مسلم عورتوں کی شان ہے نہ نہ مہذب اور باہر عورت و

رہا کرتا ہے۔ واضح ہو کہ خواتین کی آمد وریں بھی اپنی عصمت و رخصت اور شوہر کے نام اور ذات کی حفاظت کے واسطے کوئی آسان کام نہیں جس سے بندہ پاک سے بہت سے فرائض میں یہ فریاد کیا کہ بعد حفظ اللہ جس کا مطلب یہ ہے کہ اس حفاظت کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ خود عورت کی مدد فرماتے ہیں اس بے نیاز ذات کی مدد اور نصرت اور توفیق و عنایت سے وہ ان ذمہ داریوں سے عہدہ برہنہ ہوتی ہیں اور نہ نفس کی ہمت اور شیطن کی شرارت بعد وقت انسان مرد و عورت کو بھی سے ہوتے ہیں اور عورتیں بانسوس پنی بھی عملی قوتوں میں بہت مرد کے ضعیف بھی ہیں جس سے باوجود اس ذمہ داریوں میں مرد سے زیادہ عورتیں مستحکم، مضبوط نظر آتی ہیں۔ یہ سب خاص اللہ کی مدد اور نصرت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حیاتی گناہوں اور شرمنک حرکتوں میں بہت مردوں کے عورتیں کم ملاحظہ ہوتی ہیں۔ حضرت امام غزالی نے فرمایا ہے کہ شریعت کی نسر میں نیک و بدیدار اور عمدہ و بدست و بدکردار عورت وہ ہے جو اپنے گھر کی تعمیر اور اپنے مال کی حفاظت اور اپنے نفس و دوا کی اصلاح میں مصروف رہے نماز روزے کی پابندی کرے۔ شوہر کی عدم موجودگی میں شوہر کا کوئی دوست یا جانے والا آئے تو شرم و حیا اور غیرت کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے کوئی کلام نہ کرے اگر زیادہ ضروری بات ہو تو اراکین کرے یا غلط کرے یعنی اپنا طرز کلام جاذب انداز اور مٹھاس کا نہ رکھے۔ شوہر کی حلاوت آمدنی پر اگر چہ کسی کیوں نہ ہو نفاقت کرے اور شوہر کی حرمانی سے بہرہ منن بقتاب کرے۔ پسے رہنے کی نیک عورتیں باتوں کا بہت دھیان رکھتی تھیں چنانچہ جب کوئی شخص (شوہر) امانت کے لئے گھر سے جاتا تو اس کی بیوی اسے یہ نصیحت کرتی کہ دیکھ ذرا حرام کئی سے بچنا اور یقین دلاتی تھیں کہ ہم بھوک پر مہر نہیں مٹے تنگ دستی سے ہمیں کوئی خوف نہیں ہے لیکن دوزخ کی آگ ہمارے لئے ناقابل برداشت ہوگی۔ ایک خدا پرست شخص نے کہیں جانے کے لئے سالان سفر باندھا تو صرف المیہ کے علاوہ

تمام گھوس نے اس کے سر کی محافظت کی۔ بیوی کے رویے پر اظہار حیرت کرتے ہوئے کہوں گے کہ تم اس سفر کے لئے کس طرح رضا مند ہو گئی ہو؟ وہ تمہارے اخراجات کے لئے کچھ بھی نہیں چھوڑ کر جا رہا ہے۔ اس پر بلیہ نے جو سبق آموز بات کہی وہ یہ کہ "میرا شوہر کمانے والا ہے نہ کہ رازق" میرا رب رازق ہے۔ کمانے والا جا رہا ہے کھانے والا رازق پہلے بھی موجود تھا اور آج بھی موجود ہے۔

(بحوالہ حیدر۔ حدیث قطب اصغری ۱۳۷)
بیوی کے دامن میں یہ بات بھی رانی بازی ہے کہ شوہر کا حق خدا اس کے شخصی حقوق اور اس کے تمام اعزاء و اقرباء کے حقوق پر مقدم ہے جس کی بہترین تفسیر حضرت محمد کی احادیث سے ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
خَيْرُ نِسَائِكُمُ الْبَتَى اِذَا نَظَرَ اِلَيْهَا وَوَجَّهَ سِرِّحَہَا وَانْ اَمْرَہَا
اطاعته وَاِذَا غَابَ عَنْہَا حَفَظَہُ فِی نَفْسِہَا وَمَالِہَا
یعنی تمہاری بہترین عورت وہ ہے کہ جب تم اس کی طرف دیکھو تو وہ تمہیں خوشی بخشنے اور جب تم اس کو کسی بات کا علم دو تو وہ اس کی تعمیل کرے اور جب تم اس سے غائب ہو (یعنی گھر میں نہ ہو) تو وہ تمہارے پیچھے تمہارے مال کی اور اپنے نفس کی (ہر ممکن) حفاظت کرے۔

(بحوالہ نسائی و مشکوٰۃ)
حدیث حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
لِيَتَّحِدَ أَحَدُكُمْ قَلْبًا شَاكِرًا وَسَمَانًا دَاكِرًا أَوْ رُوْحَةً مُؤْمِنَةً
تَعْبِيْنَهُ عَلَى آخِرَتِہ
یعنی تم میں سے ہر شخص کو چاہئے کہ وہ شکر کرنے والا دل ذکر کرنے والی

زبان بنائے اور ایسی بیوی حاصل کرے (یعنی ایسی خاتون سے شادی کرے) جو مؤمنہ ہو اور آخرت پر اس کی مدد کرنے والی ہو۔

(بخاری ترمذی و ابن ماجہ)

نوٹ یہاں پر یہ بات غور کرنے کی ہے کہ آنحضرتؐ نے شکر اور ذکر جیسی اہم عبادتوں کے ساتھ ہی نیک اور صاحب ایمان بیوی کا تذکرہ کیا۔ اس حدیث کی روشنی سے وہ عورت جو نیک سیرت اور حسن خلق و ن ہو اور گھر کا نظم باقی رکھے میں ماہرین دین و شریعت کی معین و مددگار بنو جس نے اپنے شوہر کے قیمتی اوقات کو علم و عمل کے لئے فارغ کر دیا ہو اور آخرت کے عمل کے لئے موقع فراہم کرنے کی سہولت پیدا کرتی رہتی ہو تو وہ ہی اسی کا مصداق ہو سکتی ہے۔

حدیث حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جو عورت پانچوں وقت کی نماز پڑھتی رہے اور ہر رمضان کے پورے روزے رکھتی ہو اور اپنی شہرگاہ کو محفوظ رکھے اور اپنے شوہر کی اطاعت (نیک کاموں میں) کرتی رہے تو وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے (اس کے لئے کوئی قید نہیں)۔

(بخاری ترمذی و مشکوٰۃ شریف جلد ۱ صفحہ ۲۸۶، ابن کثیر - صفحہ ۲۱۵)

اس حدیث میں آنحضرتؐ سے سلام کے بنیادی ارکان نماز روزہ وغیرہ کے ساتھ شوہر کی اطاعت کا ذکر فرما کر خدمت شہر کی ہمیت کو ثابت کر دیا اور طاعت شعار عورتوں کی فضیلت بھی بتادی۔

حدیث حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول خداؐ اور کائنات نے ارشاد فرمایا کہ دنیا میں چار چیزیں ایسی ہیں جس کو یہ چیزیں مل گئیں تو سمجھ لو دین و دنیا کی بھلائی (راحت) مل گئی (۱) شکر گزاروں - (۲) ذکر کرمان (۳) صابرین - (۴) نیک بیوی جو اپنے نفس اور شوہر کے مال میں کوئی کمی نہیں کرتی (بخاری و ابن ماجہ)۔

حدیث حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: خوف خدا کے بعد

نہ ن ہے۔ سب سے اس نیک عورت سے زیادہ کوئی چیز افضل و بہتر نہیں ہے کہ جو اپنے شوہر کے حکم کی تعمیل کرے اور مرد کو دیکھ کر مسرور ہو کر مرد گھر میں موجود نہ ہو تو اس کے پیچھے مرد کی خیر خواہی کرے۔ اس کی عزت آبرو اور مال کی حفاظت رکھے۔

(ترمذی مشکوٰۃ شریف - جلد ۱ صفحہ ۲۶۳)

حدیث حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور دوسرے کو عہدہ چاہتا ہو تو اس میں عورت کو حکم دیتے کہ وہ اپنے شوہر کو چھو کرے۔ اس کے بعد فرمایا: اس وقت کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جب تک عورت اپنے شوہر کی اطاعت نہیں کرے گی اپنے رب کی فرمانبرداری نہیں ہو سکتی۔ اگر مرد اپنی زوجہ سے یہ کہے کہ اس سرخ پہاڑ سے سیاہ پہاڑ تک اور سیاہ پہاڑ سے سرخ پہاڑ تک دوڑ لگاؤ تو عورت پر اس کی تعمیل ضروری ہے (اس حدیث میں آنحضرتؐ نے شوہر کی قدر و قیمت اور شرف و عظمت کی اہمیت کو روشن کیا ہے)۔

(ترمذی ابن ماجہ شریف - جلد ۱ صفحہ ۲۶۹)

حدیث حضرت رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ اگر عورت آخرت کی نجات اور بہشت چاہتی ہے تو حق تعالیٰ کی خوشنودی طلب کرے اور حق تعالیٰ کی خوشنودی نہیں حاصل ہوتی جب تک کہ اس کا خاوند اس سے (دین کے کام میں) خوش نہ ہو (بخاری و ابن ماجہ)۔

حدیث حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہؐ کی خدمت قدس میں ایک حسین و شیرہ حاضر ہوں اور کہا کہ اب اللہ کے رسولؐ میں جوان ہوں لوگ مجھ سے شادی کے بیانات بھیجتے ہیں لیکن مجھے شادی پسند نہیں۔ اب آپؐ یہ بتا دیجئے کہ میں شادی کروں یا نہیں؟ فرمایا: ضرور کرو شادی کرنے ہی میں تمہاری خیر ہے۔ اس کے بعد اس دو شیرہ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ آپ مجھے یہ بتا دیجئے کہ عورت پر شوہر کا کیا حق ہے؟ فرمایا کہ تم اس کے حقوق و بہت سے ہیں۔ اس کے حقوق کا اندازہ تم اس طرح سمجھ لو کہ اگر شوہر کا جسم روتا ہے قدم پیپ سے سڑ رہا ہو اور بیوی اپنی زبان سے سے چاٹنے تب بھی اس کا

حق ادا نہیں ہو سکتا (یہ روایت حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی ہے)۔

(بکوریہ احیاء - جلد ۱ قسط ۱ ص ۱۴۵)

حدیث، آنحضرتؐ نے فرمایا: ”المودة والصاحۃ خیر من الف رجل غیر عمل صالحہ“ یعنی نیک عودت، ہزار مرد غیر صالح سے بہتر ہے۔ اور فرمایا پارسا عورت اپنے شوہر کے لئے دین کا ستون ہے (بحوالہ طبرانی)۔

بزرگانِ دین نے کہا ہے کہ اگر عورت دیندار ہو اور خوش احقاق ہو اور شہر کو ٹوٹ کر چاہتی ہو تو بصورتِ ہوس کے گیسویہ اور زہوں اس کی نکمیں روشن کشادہ اور سیاہ ہوں اس کا رجحان سفید ہو تو وہ دنیا میں جنت کی حوروں کا نمونہ ہے۔ اللہ پاک نے جنت کی حوروں کے یہی اوصاف قرآن پاک میں بیان فرمائے ہیں۔ ملاحظہ ہو

﴿خَيْرَاتُ جَنَاسٍ﴾ (سورة رَحْمٰن آیت ۱۳ - پ ۲۷)

﴿قاصرات الطرف﴾ (سورة رحمن آیت ۲۷ - پ ۲۷)

﴿حُودُ عَيْنٍ﴾ (سورة الواقعة آیت ۲۲ - پ ۲۷)

﴿مُحَمَّدًا﴾ (سورة الواقعة. آیت ۳۷ - پ ۲۷)

قرآن پاک کی ان آیات میں خیرات سے مراد خوش اخلاق میں 'حسان' سے مراد خوبصورت عورتیں ہیں 'قاصرات الطرف' سے مراد وہ عورتیں ہیں جو صرف شوہر کو مرکز بنائیں۔ عرب جمع عروبہ کی ہے ان سے مراد وہ عورتیں ہیں جو اپنے شوہروں کی عاشق ہوں اور ان سے ہمبستری کی خواہش مند ہوں۔ جو اس عورت کو کہتے ہیں جس کی آنکھ میں سفیدی بھی زیادہ ہو یا یہی بھی زیادہ ہو اور عین اس عورت کو کہتے ہیں جس کی آنکھیں بڑی بڑی ہوں۔ صحیح معنی میں عورت میں وہ صفات و عادات ہونی چاہئیں جن کی نشاندہی سرکارِ دو عالمؐ نے مذکورہ احادیث میں فرمائی ہیں۔

(بحوالہ احیاء - جلد ۲ تفسیر عباسی و یکمیا نے سعادت)

عودت کے لئے اس کے شوہر کی ذات اتنی اہم اور قابل قدر ہے کہ سرورِ دو عالم کا ارشاد ہے

حدیث حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا

ایما امرءة ماتت وزوجها عنها راض دخلت الجنة
یعنی جو عورت (بیوی) اس حال میں مرتے کہ اس کا شوہر اس کی نیش اور بھلائی سے
خوش ہو وہ جنت میں داخل ہوگی (بحوالہ ترمذی وابن ماجہ و مشکوٰۃ۔ ص ۳۸)۔
حدیث، حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا

أنا خرجت المرأة من بيتها وزوجها كارهة لعنها كل ملك

في السماء وكل شيء مرت عليه غير الجن والانس حتى

توجع

یعنی بچ عورت گھرت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر نکلتی ہے تو اس پر آسمان کا ہر فرشتہ لعنت بھیجتا ہے اور جن وانسان کے مدد ہر وہ چیز جس پر سے وہ (عورت) گزرتی ہے چنکارو لعنت بھیجتی ہے تاوقتیکہ وہ واپس نہ ہو (الحمد للہ کشف الغمہ)۔

حدیث حضرت انس روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص مغرب میں آیا تو چھتہ وقت پہنچا، وہی امیر سے کہہ آیا کہ میری واپسی تک مکان کی بارائی منزل سے نیچے نہ آنا۔ اس عورت نے والدین نیچے مکان میں رہتے تھے۔ اتفاق سے ایسا ہوا کہ شوہر کی واپسی سے پہلے ہی والد بیمار ہو گئے۔ اس عورت نے سرکارِ دو عالمؐ کے پاس کسی شخص کو بھیج کر دریاقت فرمایا کہ میں باپ کی عیادت کے لئے نیچے اتروں یا شوہر کے حکم کی تعمیل میں اوپر ہی رہوں؟ آپ نے اس عورت کو اپنے خاوند کی اطاعت کا حکم فرمایا۔ اور بیماری جان بوجھتا بہت مہینے گزرے عورت شوہر کی جدایت پر غلجی رہی، یہ سچے کس تری لیکن اس عورت کو یہ قصہ اسے فطرت و بشریتِ دل میں بہت ملاں ہوا۔ اور سرکارِ دو عالمؐ نے کسی شخص کی معرفت

اسے یہ خبر کی ساری کہ شوہر کی طاعت سے یہ جرم کہ اس کے مرحوم باپ کی مغفرت ہوئی تھی۔ (بحوالہ طبری - اوسط وجہ - جلد ۱ ص ۱۳۳)

حدیث ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جو عورت کہ از کم سات شب در خلوص اس سے اپنے شوہر کی نیک کاموں میں کرتی رہے اور اس کو خوش رکھے تو اس سے موت تمام (شرمگاہ) پر دوزخ کی گنج حرام ہو جاتی ہے اور سات سو برس کی عبادت کا ثواب اس کے نامہ اعمال میں لکھا جاتا ہے (بحوالہ طبری)۔

حدیث حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ جو عورت اپنے خاوند کی آرائشی اور ہدائی کے لئے کوئی چیز ہلاتی یا رکھتی ہے اسے اس کے عوض میں ایک نیکی کا ثواب ملتا ہے اور ایک گناہ معاف ہو جاتا ہے اور ایک درجہ بلند کیا جاتا ہے۔ اور جو عورت اپنے شوہر کو خوش رکھتی ہے اور حاملہ ہوتی ہے اسے اتنا اجر دیا جاتا ہے جتنا رات دوسو سال کرنے والے اور دل کو درد رکھنے والے اور اللہ کی راہ میں ہمارے دے کو ملتا ہے اور جس سے درجہ در حق ہوتا ہے تو ہر درد کے بدلہ میں ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے اور جب بچہ ماں کے پستان چوستا ہے تو ہر دفعہ کے عوض میں بھی عورت کو ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے (بحوالہ غنیۃ الطالبین - ص ۳۳)۔

حدیث حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا میری امت کی عورتوں میں سے سب سے افضل ترین وہ عورت ہے جو اپنے شوہر کے ساتھ جس شوہر کے ساتھ پیش آئے اور اپنے شوہر کی خوشی کے مطابق فرمانبرداری کرتی رہے۔ ان کاموں کے جو گناہ کے کام میں ایسی عورت کو رات اور دن میں ایسے نذر شہید کا ثواب ملتا ہے جو خدا کی راہ میں جبر کے ساتھ شہید ہوتے ہیں اور اس کے اجر کی توقع خدا سے رکھتے ہیں۔ (بحوالہ غنیۃ الطالبین - ص ۱۳۳)

حدیث حضرت ثمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہؐ نے فرمایا عورت پر شوہر کا حق ایسے ہی ہے جیسے تم پر میرا حق۔ میرے حق کو ضائع کرنے والا گویا اللہ کے

حق کو ضائع کرنے والا ہے۔ وہ غضب الہی اور قہر خداوندی کا مستحق ہے ورنہ دوزخ میں ڈالا جائے گا (بحوالہ غنیۃ الطالبین - ص ۳۳۶)۔

حدیث ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جو عورت اپنے شوہر کی مطیع اور فرمانبردار ہو تو یہ درکھو اس کے لئے مستغفر اور دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ پرندے ہو میں 'مچھلیوں پانی میں' درندے جنگلوں میں در فرشتے آسمان میں (بحوالہ کتاب بحر محیط)۔

حدیث حضرت حذاف بن علی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا اگر کسی عورت کا شوہر اس کو اپنی حاجت روائی کے واسطے جائے تو اس وقت اگر وہ تور پر چڑھی ہو در روئی کے جانے کا خوف ہو تب بھی اس کو فوراً حاضر ہو چاہا ہے (بحوالہ مشکوٰۃ - ص ۴۸)۔

حدیث حضرت اسمعی کا بیان ہے کہ میں نے ایک عورت کو دیکھا کہ اس کے بدن پر ریشمی لباس ہے اس کے ہاتھوں میں مہندی رچی ہوئی ہے اور ایک چائے نماز پر بیٹھ کر تسبیح پڑھ رہی ہے۔ میں نے اس عورت سے حیرت کے ساتھ پوچھا کہ عبادت کے ساتھ اس ریب و زینت کا کیا جوڑ ہے؟ یہ سن کر وہ عورت کہنے لگی عبادت اللہ کے لئے اور یہ ریب و زینت شہر کے لئے۔ دونوں کا حق اور کرنا مجھ پر فرض ہے۔ اس بات سے میں یہ سمجھا کہ یہ ایک نیک عورت ہے (بحوالہ انبیاء - جلد ۲ قسط ۱ - باب النکاح)۔

حدیث ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جو عورت اپنے خاوند کے لئے بنی سنوری رہے گی تو دوسو برس کی عبادت کا ثواب پائے گی بشرطیکہ خلوص اور نیک نیتی کے ساتھ ہو (بحوالہ بیہقی)۔

حدیث حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جو کوئی مرد (شوہر) اپنی اہلیہ کو اپنے بستر کی طرف بلاتا ہو اور وہ آنے سے انکار کر دیتی ہے جس سے شوہر ناراض ہو جاتا ہے اور اسی حال میں شب گزارتا ہے تو اس کی حالت میں تمام رات اس عورت پر فرشتے لعنت کرتے رہتے ہیں۔ ایک دوسری روایت میں یہ آیا ہے کہ اگر مرد اونٹ پر

سوار ہوا اور صحبت کرنا چاہے تو تمہارے لئے انکار کرنا جائز نہیں جیسا کہ مطلق ہو کر رہو کہ اس کو کسی وقت بھی تکلیف نہ دو بلکہ ناجائز کاموں میں اطاعت ضروری نہیں (بحوالہ صحیح بخاری - جلد ۲ ص ۲۲۹ حدیث نمبر ۳۱۹۱ و ابن کثیر - جلد ۱ ص ۵۲۲)

اگر عورت خوبصورت ہے اور حسن و جمال کے زیور سے آراستہ ہے تو شوہر کے سامنے اپنی خوبصورتی پر نازاں نہ ہو ورنہ شوہر کو اس کی بد صورتی اور تنگدستی کی وجہ سے حقیر سمجھے اور نہ کسی سبب سے اپنے شوہر پر فخر کرے کیونکہ یہ سب قدرتی چیز ہے نہ کہ اپنی ذاتی۔

حدیث ایک بد صورت شخص رسول اللہ کی خدمت میں آیا۔ اس کی بیوی نہایت خوبصورت تھی اس کے حسن و جمال پر دنیا تعجب کرتی تھی۔ آنحضرت نے پوچھا تیری عورت تیرے ساتھ کیا برتاؤ کرتی ہے اور تجھے کس نظر سے دیکھتی ہے؟ اس شخص نے عرض کیا کہ میری بہت قدر کرتی ہے اور میری اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہیں جاتی در سے اپنے حسن و جمال کا کوئی خاص نہیں بلکہ میری خدمت کی طرف دھیانت ہے۔ یہ سن کر آپ نے ارشاد فرمایا جا اس سے کہہ دے کہ وہ جتنی عورتوں میں سے ہے کیونکہ باوجود حسن و جمال کے اپنے شوہر کی تابعداری کرتی ہے اس کی بد صورتی پر نہیں جاتی۔

(بحوالہ طبری و تہذیب اللہ)

اصمعی کہتے ہیں کہ میں ایک گاؤں میں گیا۔ مجھے یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ ایک حسین ترین عورت ایک ایسے مرد کی شریک زندگی تھی جو انتہائی بد صورت و رنگ دست تھا۔ میں نے اس عورت کے سامنے بھی اظہار حیرت کیا اور پوچھا کہ کیا تم اس جیسے شخص کی بیوی بننے پر خوش ہو؟ اس نیک عورت نے مجھے ڈانٹ کر خاموش کر دیا اور کہنے لگی تم غلطی پر ہو میں تو یہ سمجھتی ہو کہ اس شخص سے کوئی نیک کام کیا تھا جس کا صلہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کی بیوی ہونے کی توفیق سے دیا ہے اور اللہ نے مجھ پر یہ بہت بڑا کرم فرمایا ورنہ یہ کہ ہماری رفعت میں اللہ کی مرضی شامل ہے۔ بھلا جو چیز اللہ نے میرے لئے

پسند فرمائی ہے میں اس پر راضی کیوں نہ رہوں۔ (حیاء - جلد ۲ قسط علیہ السلام)

عورت کے لئے یہ بات کسی طرح بھی جائز نہیں کہ اگر اس کا شوہر فقیر اور محتاج ہو تو اس کو حقارت کی نظر سے دیکھے ورنہ اخلاقی اور ترش روئی سے پیش آئے۔ حدیث پاک میں اس سلسلے میں بڑی خدمت اور وعیدیں آئی ہیں

حدیث حضرت رسول اللہ نے فرمایا کہ جو عورت اپنے محتاج شوہر کو حقارت کی نظر سے دیکھتی ہے ورنہ اخلاقی و بدعکاسی سے پیش آتی ہے تو اس کو جنت تو کیا جنت کی بوٹک نصیب نہ ہوگی اور ہمیشہ خدا کی پھٹکار پڑتی رہے گی۔ (بحوالہ طبری اوسط)

لہذا اگر شوہر بے کس و مجبور ہو تو عورت کو چاہئے کہ گھر پر کمائی کا ذریعہ بنائے یعنی کپڑا سازی، آٹا پائی، نیائی وغیرہ کام کر کے شوہر کی خدمت کرے۔ حدیث شریف میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے۔

حدیث حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا جو عورت اپنی کمائی سے اپنے محتاج شوہر کی خدمت میں ایک درہم خرچ کرتی ہے تو یہ ایک درہم اس سے بہتر ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں سات سو پہ درہم صدقہ کرے۔

(الحدیث - اکسیر ہدایت - امام غزالی)

حدیث حضرت معاذ بن جبل کا بیان ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: یعنی جب کوئی عورت دنیا میں اپنے شوہر کو تکلیف پہنچاتی ہے تو جنت کی حوروں میں سے دھواور جو اس کو جنت میں لے گی وہ یہ کہتی ہے کہ اے عورت خدا حیر استیاس کرے اور ہلاک کرے تو اسے کیوں ستاتی ہے۔ یہ تو تیرے پاس چند روز کے لئے مہمان ہے یہ بہت جلد جدا ہو کر ہمارے پاس چلا آئے گا

(بحوالہ ابن ماجہ جلد نمبر ۱ حدیث ۲۰۳۷ ص ۲۹۶ ترمذی و احیاء جلد ۲)

عورت کو چاہئے کہ اپنے شوہر کی پیٹھ پیچھے اس کی بدگوئی نہ کرے اور اپنے جاندار کی

غیبت سے اپنے نفس کو بچا کر رکھے اور اس کا عیب دوسروں سے بیان نہ کرے۔ آج کل کٹر عورتوں کے نزدیک یہ عیب عیب ہی نہیں بلکہ ہنر بن گیا ہے۔ یہ کتنی غضب کی بات ہے جبکہ حدیث میں بڑی سخت وعیدیں آئی ہیں۔ جو عورت آخرت کی کامیابی اور خوشحالی کی امید رکھے اور عذاب الہی سے بجات چاہے تو اس کو اس ناپاک حرکت سے باز آنا چاہئے۔

حدیث آنحضرتؐ نے فرمایا جو عورت خداوند کے عیب کو بیان کرے وہ دوزخ کی آگ اپنے اوپر تیز کر لے اور اپنے ٹھکانہ دوزخ میں کرے (بخاری طبرانی وعلیہ السلام)۔ حضرت فضیل بن عیاضؒ نے فرمایا کہ دنیا میں تین عمل ایسے ہیں جو انسان کے تمام اعمال صالحہ کو برباد کر دیتے ہیں اور وضو دے کا وضو نہ دے کی نماز اور روزہ دے کا روزہ نہ دے کا روزہ خراب کر دیتے ہیں (۱) غیبت۔ (۲) چغل خوری۔ (۳) محبوت (بخاری تفسیر معارف القرآن۔ جلد ۸ ص ۸۳۱)۔

حدیث حضرت فضیلؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ تین قسم کے آدمی جنت میں داخل نہ ہوں گے (۱) ناحق خون بہانے والا۔ (۲) غیبت و چغل خوری کرنے والا۔ (۳) سود کا کاروبار کرنے والا (جو انسان یقیناً اللہ سے ڈرتا ہے صرف وہی انسان عیوب سے اپنے آپ کو پاک رکھے گا)۔ (الحدیث قرطبی)۔

حضرت قتادہؒ نے فرمایا کہ عذاب قبر کی تین قسمیں ہیں (۱) ایک قسم غیبت کرنے سے (۲) ایک قسم چغل کرنے سے (۳) در ایک قسم کپڑے کو پیشاب سے پاک نہ رکھنے سے (بخاری اکسیر ہدایت۔ ص ۳۱۳)۔

حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جو شخص دنیا میں کسی شخص پر عیب لگانے کے لئے ایسی بات کہے گا جس سے وہ بری ہے تو اللہ پر واجب ہے کہ قیامت کے دن اسے دوزخ کی آگ میں پکھلائے۔

حدیث ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ مومن ہمیشہ اپنے بھائی پر غرر ڈھونڈتا ہے ورنہ منافق ہمیشہ اپنے بھائی کے لئے عیب تلاش کرتا ہے (بخاری و نسائی)۔ حدیث حضرت معاذ بن انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ جو شخص منافق کی غیبت سے صرف اللہ کے لئے مومن کو بچائے گا اللہ تعالیٰ اس کے واسطے جہنم کی آگ سے حفاظت کر لئے ایک فرشتہ مقرر فرمائے گا تا کہ اس کو جہنم کی بو تک نہ لگے۔

(مشکوٰۃ المصابیح۔ جلد ۲ ص ۶۱)

حدیث حضرت جابر کا بیان ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ تین شخص ایسے ہیں جن کی مدعا قبول ہوتی ہے اور نہ ان کا کوئی نیک عمل آسمان کی طرف جاتا ہے (۱) ذل بھگا ہوا غلام جب تک وہ اپنے آقا کے پاس واپس نہ آ جائے اور اپنے ہاتھ اس کے ہاتھ میں نہ دے دے (۲) دوسرے وہ عورت جس سے اس کا شوہر کسی حق بات پر ناراض ہو جب تک کہ اس کی عطا نہ کرے (۳) تیسرے وہ شخص جو کسی نشہ کی وجہ سے مدہوش ہو جب تک اسے ہوش نہ آ جائے (مشکوٰۃ المصابیح۔ جلد ۱ ص ۸۸۹)۔

شریعت اسلام مرد و عورت کسی کو اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ آپس کی رزکی باتیں غیر سے بیان کرے اور اپنے پوشیدہ ازدواجی معاملات کا حال کسی دوسرے سے بیان کرے کیونکہ یہ سراسر بے وقوفی اور جہالت ہے اور شرع و عقل دونوں کے خلاف ہے اور عورت شوہر کی ندی ہوئی چیز کو سوکن کے پاس بیان کرے۔ شریعت میں یہ چیز نہیں ہے کیونکہ اس سے دل شکنی ہوگی۔

حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے ایک جیسے میں مردوں کو حق طبع کر کے پوچھا کہ تم میں سے کوئی ایسا شخص بھی ہے جو اپنی بیوی کے راز کی باتیں پوشیدہ رکھتا ہے؟ لوگوں نے جواب دیا ہاں یا رسول اللہ! ایسے لوگ بھی ہیں۔ جب آنحضرتؐ نے پوچھا کیا تم میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو اس فعل کو لوگوں کے سامنے بیان کرتا پھرتا ہے کہ میں نے اپنی بیوی سے ایسا کیا ویسا کیا؟ یہ سن کر لوگ خاموش

رہے۔ اس کے بعد آنحضرتؐ نے عورتوں سے محبت ہو کر پوچھ کیا تم میں سے کوئی ایسی عورت ہے جو اپنے شوہر کی خواہش یا تمیں دوسری عورتوں کو بیاں کرتی ہو؟ یہ سن کر عورتیں بھی خاموش رہیں۔ کچھ دیر بعد ایک جوان عورت کھڑی ہوئی اور اپنے زانو کے بل کھڑی ہوئی اور آگے بڑھ کر عرض کرنے لگی کہ یا رسول اللہ! ایسی باتیں عورتیں بھی کرتی ہیں۔ ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شیطان ایک شیطانہ سے کوچہ بازار میں صحبت کرتا ہے اور اپنی حاجت پوری کر کے چل دیتا ہے حالانکہ وہ ان کو دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ اے لوگو! یاد رکھو کہ ایسی حرکتیں کسی مؤمن و مؤمنہ کی شان نہیں (قیامت کے میدان میں اس بات کی بھی پکڑ ہوگی)۔ (بوداؤ شریف - جلد ۳۹ - غنیۃ الطالبین - ص ۱۳۸)۔

حدیث حضرت اسماءؓ سے روایت ہے کہ یک عورت نے رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میری سوکن ہے۔ اگر میں اس کے سامنے اپنے خاندن کی طرف سے کسی ایک چیز کا اظہار کروں جو اس سے مجھ کو نہ دی ہو تو کیا اس میں کوئی گناہ ہے؟ یہ سن کر حضورؐ نے فرمایا نہ دی ہوئی چیز کا اظہار کرنے وار جھوٹ سے پکڑے پہننے والے کی طرح ہے (یعنی ڈبل جھوٹ بولنے والا ہے)۔ (صحیح ترمذی بخاری شریف - جلد ۳۳۵)۔

حدیث حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لا تباشر المرأة المرأة حتی تصفها لزوجها کأنه یطهر

الیہا

یعنی عورت عورت سے خلا مانہ کرے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ اس کی کیفیت اپنے شوہر سے اس طرح بیان کرے گویا وہ خود اس کو دیکھ رہا ہے۔ یہ بہت ہی ذلیل حرکت ہے اور باعث گناہ بھی (ترمذی شریف)۔

حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

المرأة رابعة علی بیت زوجها وہی مشؤلة

یعنی عورت اپنے شوہر کے گھر کی حکمران ہے اور وہی اپنی حکومت کے دائرہ میں اپنے عمل کے لئے جواب دہ ہے (بخاری بخاری شریف)۔

عورت پر شوہر کا ایک حق یہ بھی ہے کہ شوہر کے گھر کی کوئی چیز اس کی اجازت کے بغیر نہ دے، نہ کرے گی تو گنہگار ہوگی لیکن شوہر کو ثواب ملے گا اور شوہر کا مال انصاف خرچ نہ کرے بلکہ کم سے کم خرچ کرے اور اس کے مال کی حفاظت کرے ورنہ قیامت کے روز اس بات کی پکڑ ہوگی۔

حدیث حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لا یحل لها ان تطعم من بیته الا باذنہ الا الرطب من الطعام

ولا تعطی من بیته شئنا الا باذنہ فان فعلت ذالک کان لہ

لاجر وعلیہا الوزر

یعنی عورت کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے شوہر کا مال اس کی اجازت کے بغیر کھائے یا دے یا ترکھانا کھائے کی اجازت ہے (یعنی جو چیز زائد بیچ جائے یا سڑنے کا ڈر ہے وغیرہ اس کا مال اجازت دینا مضائقہ نہیں ہے) ورنہ عورت کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ شوہر کے گھر سے بد جا رت کوئی چیز کسی کو دے، نہ کرے گی تو شوہر کو اس کا اجر ملے گا اور خود گنہگار ہوگی۔

(بوداؤ شریف - جلد ۳۳۵)

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے فرمایا کہ شوہر جو مال دولت پتی زوجہ کے پاس گھر کے خرچ کے واسطے دے یا جمع رکھنے کے لئے دے تو اس مال میں سے بد اجازت صرف کرنا ہرگز جائز نہیں حتیٰ کہ سائل کو بھی دینا جائز نہیں۔

(بخاری بخاری شریف - جلد ۳۳۵)

عورت کو چاہئے کہ شوہر کے گھر کا کام خود اپنے ہاتھ سے کرے اور شوہر کو زحمت نہ دے بلکہ جہاں تک ہو سکے شوہر کی خدمت کرے خدا کا قرب حاصل کرے۔
حدیث حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اقرب ما تكون المرأة من وجه ربها اذا كانت في خدمة زوجها

یعنی عورت اپنے رب کے زیادہ قریب اس وقت ہوتی ہے جب وہ اپنے شوہر کی خدمت میں رہے (اور نیک کاموں میں اس کی اطاعت کرے)۔

(بحوالہ ابوداؤد شریف)

حدیث ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جو عورت اپنے شوہر کے گھر میں جھڑو دیتی ہے وہ گویا خانہ کعبہ میں جھڑو دیتی ہے یعنی اس کو اتنا ثواب ملے گا جتنا ثواب خانہ کعبہ میں جھڑو لگانے پر ملتا ہے (اکسیر ہدایت) اور عورت کو چاہئے کہ اپنے شوہر کے کپڑے وغیرہ دھویا کرے اور کبھی کبھی چکی بھی پیس کرے کہ ازواج مطہرات کی سنت ہے۔

حدیث حضرت ابوبکر صدیقؓ کی صاحبزادی حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ جب میری شادی حضرت زبیر سے ہوئی تو ان کے پاس نہ زمین و جانید تھی نہ ماں و دوست و نہ باندی نہ غلام صرف ایک گھوڑا تھا اور ایک اونٹ تھا جو پانی لانے کے کام میں استعمال ہوتا تھا۔ میں خود گھوڑے کو گھاس داندہ دیتی تھی پانی پلاتی تھی اس کا جسم ملتی اور اپنے شوہر کے ہر متعلقہ خدمت انجام دیتی تھی۔ اونٹ کے لئے کھجور کی گٹھلیں کوٹتی اور اسے کھلاتی ڈول سیتی پانی بھر کر لاتی آتا گوشت حتیٰ روٹی پکاتی میوں کی مسوت۔ طے کرتی گٹھلیاں سر پر ڈال کر لاتی۔ میری یہ حالت دیکھ کر حضورؐ نے فرمایا تم بہت مبارک بنی ہو درجہ رہی

آخرت بہت کامیاب رہے گی اور رسول اللہؐ نے میرے لئے دعائیں دیں۔

(بحوالہ ابن ماجہ تحفۃ الطالبین و احیاء)

حدیث حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جو عورت اللہ پر درود و قیامت پر ایمان رکھتی ہے اس پر لازم ہے کہ خاوند کے سامنے اپنے حسن و جمال پر فخر نہ کرے اور خاوند کی برائی نہ کرے اور عیب نہ لگائے اور خاوند کی ناشکری نہ کرے اور ہر وقت خرید و فروخت کا سوال نہ کرے اور اپنے شوہر سے کسی چیز کا سوال نہ کرے جس میں وہ عاجز ہو بلکہ تھوڑا بہت جو کچھ خدا نے اسے دیا ہے اسی پر قناعت کرے اور یہ بھی نہ کہے کہ تو نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا ہے اور مجھے کیا دیا ہے کیونکہ یہ بے وفا اور بے مروت عورتوں کی عادت ہے درجاء ضرورت شدید پڑوسی کے گھر نہ جائے اور ہمسایوں سے باتیں بہت کم کرے۔ یہ سب باتیں کسی مؤمن عورت کو زیب نہیں دیتیں۔ باجیہ کو اپنی عصمت و عفت کا خیال رکھ چاہئے۔ اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر قدم نہ رکھے۔ اگر وہ جائے کی اجازت دے تو معمولی اور سادہ لباس میں پردے کے تمام تقاضوں کی تکمیل کے بعد جائے اور ہر کام میں شوہر کی خوشی کو اصل مقصد قرار دے اور نماز روزہ اور تسبیح وغیرہ کی پابندی کرے (غرض عورت پر واجب ہے کہ گھر سے متعلق ہر ممکن خدمت انجام دے۔ گھر کے نظم و نسق کا دار و مدار عورت پر ہے اسے کسی بھی ایسے کام سے گریز نہ کرنا چاہئے جو اس کے بس میں ہو۔ ان تمام باتوں کا بہترین نمونہ حدیث اول حضرت ابوبکرؓ کی صاحبزادی اسماءؓ کا واقعہ ہے جس کا ذکر اس سے پہلے حدیث میں ہے۔ یہی در بہت سے واقعات ہیں عبرت کے لئے یہ کچھ کم نہیں۔

بیوی پر شوہر کے حقوق

"دیکھئے میں نے عورت ہونے کا بلند ترین مقام آپ پر آشکارا کر دیا۔ آپ کو اس جیسی سچ سے بھی سچات دینی کہ ماں بننا کوئی گھانا کام سدا ہے۔ آپ پر ظاہر کر دیا کہ یہی وہ عہدہ جلیلہ "ماں" ہے جس کی بناء پر آپ دنیا کے تمام رشتوں پر فوقیت حاصل کر جاتی ہیں۔ آپ کو نبی کریم ﷺ کی ازواج کے حالات آپ کے حقوق کی مابت آگاہی دمانے کی کوشش کی آئیے اب کچھ ان ذمہ داریوں کا ذکر کروں جو اللہ عزوجل نے آپ کے کندھوں پر شوہر کی مابت عائد کر دی۔"

کچھ ایسے معاملات جن میں شوہر کو انکار کرنا جائز نہیں

وَعَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَعَى الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ إِلَى فِرَاشِهِ فَأَبَتْ فَمَاتَ غَضَبٌ لِعَنْتِهَا الْمَلَائِكَةُ حَتَّى تُصْبِحَ مُتَعَفِّقٌ عَلَيْهِ وَفِي رُؤْيَا لَهْفٍ قَالَ وَلَئِذَا بَغَى نَفْسِي بَيْدَهُ مَا مِنْ رَجُلٍ يَدْعُو امْرَأَتَهُ إِلَى فِرَاشِهِ فَتَأْبِي عَلَيْهِ الْأَكْبَرُ الَّذِي فِي السَّمَاءِ سِوَا جُطَا عَلَيْهَا حَتَّى يَرْضَى عَنْهَا

صحیح بخاری، کتاب بدو الحق، باب اذا قال احدکم امی، ح ۲۳۳۷۔
"اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اگر کوئی مرد اپنی عورت کو ہم بستر ہونے کے لئے بلائے اور وہ عورت انکار کر دے اور پھر شوہر (اس کے انکار کی وجہ سے) رات بھر غصہ

کی حالت میں رہے تو فرشتے اس عورت پر صبح تک لعنت بھیجتے رہتے ہیں (بخاری و مسلم) اور مسلم کی ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں (نبی جس کے قبضہ تصرف میں) میری جان ہے جو شخص اپنی عورت کو اپنے بستر پر بلائے درود انکار کر دے تو وہ جو آسمان میں ہے اس سے اس وقت تک ناراض رہتا ہے جب تک اس کا شوہر اس سے راضی نہ ہو۔"

شوہر کی خواہش پر بیوی کو ہم بستر ہونے سے انکار نہ کرنا چاہئے:

یہ وعید اس صورت میں سے جب کہ بیوی کوئی شرعی عذر نہ ہونے کے باوجود شوہر کے بستر پر آنے سے انکار کر دے۔ بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ جنس ایذا دہ نہیں ہے جس کی موجودگی میں بیوی کو شوہر کے بستر پر آنے سے انکار کر دینے کا حق پہنچتا ہو کیونکہ جمہور علماء کے نزدیک شوہر کو اس صورت میں بھی کپڑوں کے اوپر سے جنسی حلف حاصل کرنا (یعنی بدن سے بدن ملانا اور بوسہ وغیرہ لینا) جائز ہے در بعض علماء کے نزدیک شرم گاہ کے علاوہ جسم کے بقیہ حصوں سے احلف مذکور کی جائز ہے۔

"صبح تک" غائب کے اعتبار سے فرمایا گیا ہے یعنی اکثر یہ صورت حال چونکہ رات میں پیش آتی ہے اس لئے "صبح تک" کا ذکر کیا گیا ورنہ اگر شوہر کی طرف سے خواہش اور بیوی کی طرف سے انکار کی یہ صورت حال دن میں پیش آئے اور اس کی وجہ سے شوہر دن بھر ناراض رہے تو فرشتے اسی طرح شام تک اس عورت پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔

"وہ جو آسمان میں ہے" کا مطلب یہ ہے کہ وہ ذات جس کا حکم آسمانوں میں جاری ہے یا وہ ذات جس کی آسمانوں میں عبادت کی جاتی ہے ورنہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے تو اللہ تعالیٰ میں کی ساری مخلوقات کا بھی معبود اور آسمان اور آسمان کی ساری مخلوقات کا بھی معبود ہے۔ صیبا کہ خود اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے

وَبُؤَالَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلَهُ وَفِي الْأَرْضِ إِلَهُ

”اور وہ (اللہ تعالیٰ) ایسا ہے کہ جو آسمانوں میں بھی معبود ہے اور زمین میں بھی معبود ہے۔“

لیکن حدیث میں صرف آسمان کا معبود اس لئے کہا گیا ہے زمین کی بہ نسبت آسمان زیادہ شرف رکھتا ہے اور صرف آسمان کا ذکر اظہار مقصد کے لئے کافی ہے تاہم یہ بھی احتمال ہے کہ ”وہ جو آسمان میں ہے“ سے فرشتے مراد ہوں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خاوند کی ناراضگی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہے اور جب جنسی جذبات کی تسکین کے بارے میں خاوند کی ناراضگی کی یہ اہمیت ہے تو کسی دشمنی معاملہ میں خاوند کی ناراضگی کتنی اہمیت ہوگی۔

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
الْمَرْأَةُ إِذَا صَلَّتْ خَفَسَتْهَا وَصَامَتْ شَهْرَهَا وَأَخَصَصَتْ
فَرْجَهَا وَأَطَاعَتْ بَغْلَهَا قَلَّتْ دُخُلُ مِنْ أَيْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ
شَاءَتْ -

رواہ ابو نعیم فی الحلیہ۔

”اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس عورت نے (اپنی پاک کے دنوں میں پابندی کے ساتھ) پانچوں وقت کی نماز پڑھی رمضان کے (ادا اور قضاء) روزے رکھے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی (یعنی فواحش اور بری باتوں سے اپنے نفس کو محفوظ رکھا) اور اپنے خاوند کی (ان چیزوں میں) فرمانبرداری کی (جن میں فرمانبرداری کرنا اس کے لئے ضروری ہے) تو (اس عورت کے لئے) یہ بشارت ہے کہ وہ جس دروازہ سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔“ اس روایت

کو ابو نعیم نے حلیہ الابرار میں نقل کیا ہے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كُنْتُ أَمْرًا أَخَذًا لَأَتَى بِسُجْدَةٍ لَا أَحَدٌ لَا مَرُثَ الْمَرْأَةِ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا -

جامع الترمذی کتاب النکاح باب ما جاء فی حق الزوج ح ۱۱۵۹۔
”اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر میں کسی کو یہ حکم کر سکتا کہ وہ کسی (غیر اللہ) کو سجدہ کرتے تو میں یقیناً عورت کو حکم کرتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔“ (ترمذی)

اگر غیر اللہ کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو خاوند کو بیوی کا مسجد قرار دیا جاتا۔

مطلب یہ ہے کہ رب معبود کے علاوہ اور کسی کو سجدہ کرنا درست نہیں ہے اگر کسی غیر اللہ کو سجدہ کرنا درست ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے کیونکہ بیوی پر اس کے خاوند کے بہت زیادہ حقوق ہیں جن کی ادائیگی شکر سے وہ عاجز ہے گویا اس ارشاد گرامی میں اس بات کی اہمیت و تاکید کو بیان کیا گیا ہے کہ بیوی پر اپنے شوہر کی اطاعت و فرمانبرداری واجب ہے۔

وَعَنْ أَنَسٍ سَلَّمَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّمَا امْرَأَةٍ مَا تَتَّ وَزَوْجُهَا غَنَاهَا رَاحِلٌ دَخِلَتْ الْجَنَّةَ - (رواہ الترمذی)

جامع الترمذی کتاب الرضاغ باب ما جاء فی حق الزوج ح ۱۱۶۱۔
”اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”جو عورت اس حال میں مرے کہ اس کا شوہر اس سے راضی و خوش ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگی۔“ (ترمذی)

شوہر کی خوشنودی کی اہمیت:

جو شوہر علم و تقی ہو اس کی رضا مندی اور خوشنودی کا یہ اجر بیان کیا گیا ہے تقی۔
حال شوہر کی رضا مندی و خوشنودی کا کوئی عتبہ نہیں ہوگا۔

وَعَنْ طَلْقِ بْنِ عَطِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ إِذَا الرَّجُلُ دَعَا زَوْجَتَهُ لِحَاجَتِهِ فَلَنَاتِهِ وَإِنْ كَانَتْ
عَلَى التَّوْبَةِ

جامع الترمذی، کتاب الرضا، باب ما جاء في حق الزوج، ح ۱۱۶۰۔
”اور حضرت طلق بن عتی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد
فرمایا جب کوئی شخص اپنی بیوی کو اپنی حاجت پوری کرنے کے لئے (یعنی
جماع کے لئے) بلائے تو بیوی کو شوہر کے پاس پہنچ جانا چاہئے اگرچہ وہ
چولہے کے پاس ہو۔“ (ترمذی)

شوہر کی اطاعت کرو:

”اگرچہ وہ چولہے کے پاس ہو“ کا مطلب یہ ہے کہ اگر بیوی کسی ضروری کام میں
مشغول ہو ورنہ کسی چیز کے نقصان کا احتمال بھی ہو تب بھی شوہر کی طاعت کی جائے اور
اس کے بلائے پر فوراً اس کے پاس پہنچ جانا چاہئے مثلاً بیوی چولہے کے پاس ہو اور روٹی
تو بے پروا رہی ہو اور اسی حالت میں شوہر جماع کے لئے بلائے تو اس بات کی پرواہ
کئے بغیر کہ آنے روٹی کا نقصان ہو جائے گا شوہر کے حکم کی فرمانبرداری کرتے ہوئے
اس کے پاس پہنچ جائے۔

وَعَنْ مُغَابِدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَوَدِّي
أُمَّرَأَةً زَوَّجَهَا فِي الدُّنْيَا إِلَّا قَالَتْ زَوْجَتُهُ مِنَ الْخَوَرِ الْعَيْنِ

لَا تَوَدِّيهِ قَاتِلَتْ أُنثَى فَوَسْمًا هُوَ عِنْدَ خَيْرٍ يَوْمَ شَبَابٍ

يُكَرِّهُهَا

(رواہ الترمذی و ابن ماجہ و مال الترمذی حدیث عربی)

”اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی کریم ﷺ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”جب کوئی عورت دنیا میں اپنے شوہر کو تکلیف
پہنچاتی ہے تو اس کی (جنت والی) بیوی یعنی بڑی آنکھوں والی حور کبھی ہے
کہ تجھ پر اللہ کی مار پڑے (جی اللہ تجھے جنت اور اپنی رحمت سے دور
رکھے) بے شوہر کو تکلیف نہ پہنچا کیونکہ وہ (دنیا میں) تیرا مہمان ہے جو
جلدی تجھ سے جدا ہو کر ہمارے پاس (جنت میں) آئے گا۔“ (ترمذی)
امام ترمذی نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔“

شوہر کو تکلیف مت پہنچاؤ:

ایک دوسری روایت میں یوں فرمایا گیا ہے کہ بعض الملائکۃ معاصیہ اللہ وجہہ فیہ
فرشتے اس عورت پر لعنت بھیجتے ہیں جو اپنے شوہر کی نافرمانی کرتی ہے اس دنوں
روایتوں سے جہاں شوہر کی نافرمانی کرنے یا اس کو تکلیف پہنچانے کی سخت برائی ثابت
ہو رہی ہے وہیں یہ بھی واضح ہوا کہ اس دنیا میں انسان جو کچھ کرتا ہے وہ بلا اعلیٰ یعنی
آسمان کے رہنے والوں کے علم میں آ جاتا ہے۔

وَعَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُسْتَلْ
لِلرَّجُلِ فِيمَا صَرَبَ امْرَأَتُهُ عَلَيْهِ

سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب فی ضرب النساء، ح ۲۱۴۷۔

”اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ
نے ارشاد فرمایا ”اگر مرد اپنی عورت کو اس (معتول) چیز پر مارے تو قاتل

مواخذہ نہیں ہوتا۔ (ابو داؤد ابن ماجہ)

نافرمان بیوی کو مارنے پر مواخذہ نہیں ہوگا:

”قابل مواخذہ نہیں ہوتا“ کا مطلب یہ ہے کہ اپنی بیوی کو مارنے سے کوئی گنہہ لازم نہیں ہوتا کہ جس پر اس سے دنیا اور آخرت میں باز پرس ہو بشرطیکہ بیوی کو مارنے کی جو قیود و شرائط ہیں ان کو ٹوٹا رکھا جائے اور حد سے تجاوز نہ کیا جائے۔

لفظ علیہ کی ضمیر مجرد و حرف کی طرف راجع ہے اور ما سے مراد نشوز (نافرمانی) ہے جو اس آیت وَاللّٰہِی تَخَافُوْنَ شَوْہَہُمْ میں مذکور ہے لہذا اس جملہ ”اس چیز پر مارنے“ کا حاصل یہ ہوگا جو مرد اپنی بیوی کو اس کی نافرمانی پر مارے تو وہ گنہگار نہیں ہوگا۔

لیکن یہاں پر یہ حدیث درج کرنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ شوہر اس حدیث کو پڑھ کر عورتوں کی ہر بات کو نافرمانی قرار دے دے مارنے پر ڈٹ جائے۔ ورنہ انہیں نبی کریم ﷺ کی عملی زندگی پر بھی نظر رکھنی چاہیے کہ کیا اس میں کبھی ایسی نوبت آئی۔

قطعاً نہیں! حادثہ ازدواج مطہرات سے کئی مواقع پہ ایسی غلطیاں بھی سرزد ہوئیں جو آج کل کی بیویوں سے ہوتیں تو شوہر نے کیا کر جاتے لیکن نبی کریم ﷺ نے کبھی اونچی آواز سے بھی نہیں ڈانٹا۔ میں نے فقط یہ حدیث عورتوں کی اصلاح کی خاطر تحریر کی تاکہ وہ شوہروں کی حدود کو سمجھیں اور حتی الوسع شوہروں کی چھوٹی سوائی ”گڑبڑوں“ پر اللہ کے حضور اپنی شکایت درج کرائے اور اس کی اصلاح کے لئے کسی اچھے موقع کی تلاش میں رہیں۔ ان شاء اللہ ایک دفعہ عقلمندی سے عمل کرنے سے اچھا شوہر دوہرا ہو ایسی حرکت کرتے ہوئے ہزار بار سوچے گا۔

وَعَنِ ابْنِ سَعْدٍ قَالَ جَاءَتْ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَخُفُّ عَنْهُ فَقَالَتْ زَوْجِيْ ضَفْوَانٌ يُؤْذِيْ

الْمَعْضِلُ يَصْرَبُنِيْ اِذَا صَلَّيْتُ وَيَعْصِرُنِيْ اِذَا ضَمُتْ وَلَا يُصَلِّيْ الْفَجْرَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ قَالَ وَصَفْوَانُ عَسَدُ قَدْ قَسَمَ لِيْ عَمَّ قَدَلْتُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِمَّا قَوْلُكَ يَصْرَبُنِيْ اِذَا صَلَّيْتُ فَذَاتُهَا تَهْرَأُ بِسُورَتَيْنِ وَقَدْ يَهْتَبُ قُلُوبُ لِسَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كُنْتَ سُورَةً وَاجِدَةً لَحَبَّبَ النَّاسُ قُلُوبًا وَقَوْلُهَا يَعْصِرُنِيْ اِذَا ضَمُتْ فَذَاتُهَا تَصُومُ وَبَارِحُلُ شَبَابٌ فَلَا اَصْبِرُ فَعَلِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَصُومُ امْرَأَةٌ اِلَّا بِرِيسٍ زَوْجِهَا وَاِمَّا قَوْلُهَا اِنِّيْ لَا اُصَلِّيْ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَابْغُلُ بَيْتَ هَذَا غَرَفٍ لِيْ لَا يَكُنْ سَتِيْقُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ قَدْ قَسَمَ لِيْ سَتِيْقُضْتُ يَا صَفْوَانُ فَصَلِّ

مس ابن داؤد: کتاب الصوم، باب للمرأة الصوم بعد اداء روجہ، ج ۲ ص ۵۹

”اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک دن) ہم رسول کریم ﷺ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک عورت بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میرا شوہر صفوان بن معطل جب میں نماز پڑھتی ہوں تو مجھے مارتا ہے اور جب میں روزہ رکھتی ہوں تو میرا روزہ توڑ دیتا ہے اور وہ خود فجر کی نماز اس وقت پڑھتا ہے جب کہ سورج (یا تو نکلنے کے قریب ہوتا ہے یا) نکل چکا ہوتا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ (جس وقت صفوان کی بیوی یہ شکایت کر رہی تھی اس وقت) صفوان رضی اللہ عنہ

”نخستین سنیہم کے پاس ہی موجود تھے! راوی کا بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ نے صفوان رضی اللہ عنہ سے ان کی بیوی کی ذکر کردہ باتوں کے بارے میں پوچھا تو صفوان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ”یا رسول اللہ! میری بیوی کا کہنا کہ جب میں نماز پڑھتی ہوں تو مجھ کو مارتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ نماز (کی ایک ہی رکعت میں یا دو رکعتوں) میں دو (لمبی لمبی) سورتیں پڑھتی ہے حالانکہ میں نے اس کو (لمبی لمبی سورتیں پڑھنے) سے منع کیا ہے۔“ راوی کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے صفوان کی تعذیب کے لئے فرمایا: ”(سورۃ فاتحہ کے بعد) ایک سورۃ پڑھنا لوگوں کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔“ پھر صفوان نے کہا کہ اور اس کا کہنا کہ جب میں روزہ رکھتی ہوں تو میرا روزہ تڑا دیتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ روزے رکھے چلی جاتی ہے (یعنی ہمیشہ نقلی روزے رکھتی رہتی ہے) اور میں ایک جون آدمی ہوں اور چونکہ رات میں مجھے مہرثرت کا موقع نہیں ملتا اس لئے گرہن میں مجھے جماع کی خواہش ہوتی ہے تو) میں صبر نہیں کر سکتا۔“ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”کوئی عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر (نفل) روزہ نہ رکھے۔“ (پھر صفوان نے کہا کہ) اور اس کا یہ کہنا کہ میں سورج نکلنے کے وقت نماز پڑھتا ہوں اس کا سبب یہ ہے کہ ہم کام کاج والے لوگ ہیں (زیادہ رات گئے تک اپنے کھیتوں اور باغوں میں پانی دیتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے رات میں سونا میسر نہیں ہوتا) اور ہم لوگوں کی یہ عادت ہو گئی ہے کہ (جب ہم رات کے آخری حصہ میں سوتے ہیں تو) اس وقت جاگتے ہیں جب سورج (یا تو نکلنے کے قریب ہوتا ہے یا) نکل چکا ہوتا ہے۔“ آپ ﷺ نے (یہ عذر سن کر) فرمایا کہ ”صفوان! جس وقت آنکھ

کھلے نماز پڑھاؤ۔“ روزہ دن

بیوی شوہر کی اجازت کے بغیر نفل روزہ نہ رکھے۔

صفوان رضی اللہ عنہ زراعت پیشہ آدمی تھے وہ بہت رات گئے تک اپنے کھیتوں اور باغوں میں پانی دیتے تھے اور پھر وہیں پڑ سوجاتے تھے اور چونکہ وہاں چگائے اور کوئی نہیں ہوتا تھا اس لئے ان کی آنکھ دیر سے کھلتی تھی اس اعتبار سے وہ گویا معذور تھے لہذا آپ ﷺ نے اس کے عذر کی بناء پر اس کو حکم دیا کہ اگر تمہاری آنکھ وقت پر نہ کھل سکے تو جب بھی جاگو پہلے نماز پڑھو اس کے بعد کسی اور کام میں لگو۔

وَعَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي نَفَرٍ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ فَجَاءَ بِغَيْرِ عَسْجَدٍ فَقَالَ أَصْحَابُهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ تَسْجُدُ لِلَّهِ الْبَهَائِمُ وَالشَّجَرُ مَسْجُودٌ أَحَقُّ أَنْ تَسْجُدَ لَكَ فَقَالَ اْعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَاتَّقُوا مَا كُنْتُمْ وَلَوْ كُنْتُمْ أُمَّرَأَ حَذَا أَنْ تَسْجُدَ لِأَحَدٍ لِأَمْرَتِ الْمَرْأَةِ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا وَلَوْ أَمَرَهَا أَنْ تَنْقُلَ مِنْ جَبَلٍ أَصْفَرَ إِلَى جَبَلٍ أَسْوَدَ وَمِنْ جَبَلٍ أَسْوَدَ إِلَى جَبَلٍ أَبْيَضَ كَمَا يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تَفْعَلَهُ۔ (رواہ احمد)

سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب حق المرأة على الزوج، ج ۱، ص ۱۸۵۲۔
”اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ (ایک دن) رسول اللہ ﷺ مہاجرین و انصار کے ایک جماعت کے درمیان تشریف فرما تھے کہ ایک اونٹ آیا اور آپ ﷺ کے سامنے مجرہ ریز ہو گیا (یہ دیکھ کر)

آپ ﷺ کے صحابہؓ نے عرض کیا کہ ”یا رسول اللہ! (جب) چوپایہ (جانور) اور درخت آپ ﷺ کو عہدہ کرتے ہیں (جو ناسمجھ ہیں اور آپ ﷺ کی تعظیم و احترام کے مکلف بھی نہیں ہیں) تو ہم (ان سے) زیادہ اس لائق ہیں کہ آپ ﷺ کو عہدہ کریں۔“ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اپنے رب کی عبادت کرو اور اپنے بھائی کی (یعنی میری) تعظیم کرو“ اگر میں کسی کو کسی (غیر بندہ) کا عہدہ دے گا حکم دے سکتا تو یقیناً عورت کو یہ قسم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو عہدہ کرے۔ اگر اس کا شوہر اس کو یہ حکم دے کہ وہ مرد و رگ کے پہاڑ سے پتھر اٹھ کر یہاں پر لے جائے اور یہ پہاڑ سے پتھر اٹھ کر سفید پہاڑ پر لے جائے تو اس عورت کے لئے یہی مانتی ہے کہ وہ اپنے شوہر کا یہ حکم بجالائے۔“ (مر)

سخت سے سخت میں بھی شوہر کی اطاعت کرو

”میں نے پروردگار کی عبادت کرو“ کا مطلب یہ ہے کہ عہدہ دراصل عبادت ہے اور عبادت کا مستحق صرف پروردگار ہے اللہ کے عہدہ کوئی بھی دلت حوا و نبی ہی کیوں نہ ہو کسی کا معبود نہیں بن سکتی تو مجھے پناہ سمجھو، بنا کر گویا مجھے خدا کی بندگی میں شریک کرنا چاہتے ہو حالانکہ خدا نے مجھے نبی بنا کر تمہارے درمیان میں لے نہیں بھیجا ہے کہ میں تم سے اپنی عبادت کو آخر تمہیں شرک کی آتش میں مبتلا کروں بلکہ میں تو اس دنیا میں اس لئے آیا ہوں۔ تمہیں شرک کی ظلمت سے نکال کر خدا کے وحی کی بندگی کے راستہ پر گاؤں و درجہ میں یہ تعلیم دوں کہ تمہاری اس مقدس پیشانی کو صرف خدا کے سامنے جھکنا چاہئے چنانچہ آپ ﷺ نے اس ارشاد کے ذریعہ گویا قرآن کریم کی اس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

يُؤْتِيهِ اللّٰهُ لِكِتَابٍ وَالْحُكْمِ وَالنُّوَّةِ ثُمَّ يَقُولُ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِّىْ مِنْ ذٰلِكِ وَلَكِن كُوْنُوا رَبَّانِيْنَ ﴿۷۹﴾ (ال عمران ۷۹)

”کسی آدمی کو شایاں نہیں کہ خدا تو اسے کتاب، حکم و نور اللہ و لکن کونوا ربانین“ (اس کو کہنا چاہئے کہ اے لوگو! تم اللہ والے بن جاؤ۔“

جہاں تک آپ ﷺ کو اونٹ کے عہدہ کرے کا سول ہے تو اس میں کوئی غصہ نہیں ہونا چاہئے کیونکہ اونٹ کا عہدہ کرنا حرقِ عادت (یعنی عادت اور قانون قدرت کے خلاف ایک انوکھی بات ہونے) کے طور پر تھا جو اونٹ کو تقدسِ حق کے سحر کر دینے کے سبب واقع ہو تھا اور خدا ہر سے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم و فعل میں آنحضرت ﷺ کا کوئی دخل نہیں تھا پھر یہ کہ اونٹ معدوم و مخص تھا یونکہ جس طرح تقدس تعالیٰ نے فرشتوں کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کو عہدہ کریں اور فرشتوں کا حضرت آدم علیہ السلام کو عہدہ کرنا اس وجہ سے محال نکال نہیں ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی پابندی پر مجبور تھے اسی طرح اونٹ کو بھی حق تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ آپ ﷺ کو عہدہ کرے اور وہ اس حکم کی تعمیل پر مجبور تھا۔

”اور اپنے بھائی کی یعنی میری تعظیم کرو“ کا مطلب یہ ہے کہ میری ذات و میرے منصب کے تین تمہاری عقیدت و محبت کا پس انداز قضا ہونا چاہئے کہ تمہارے دل میں میری محبت رکھو اور غلطی و باطن میں میری اطاعت کرو۔

پہاڑوں کے رگت کا مقصد ان پہاڑوں کے درمیان و جد کی مسافت و دوری کو زیادہ سے زیادہ بیان کرنا ہے کیونکہ اس طرح کے پہاڑ ایک دوسرے کے قریب نہیں

پائے جاتے ہند جس جملہ کا مطلب یہ ہو کہ اگر دو پہاڑ ایک دوسرے سے بہت دور واقع ہوں اور خداوند اپنی بیوی کو یہ حکم دے کہ ایک پہاڑ سے پتھر اٹھ کر دوسرے پہاڑ پر جا دو تو بیوی کو اس سخت حکم کی تعمیل کرنی چاہئے۔ حاصل یہ ہے کہ اگر خداوند اپنی بیوی کو سخت سخت ترین حکم بھی دے تو بیوی کے لئے جی بکلی ہے کہ وہ اس حکم کو بجا لائے۔

و عن جابر قال قال رسولُ الله صلى الله عليه وسلم
ثَلَاثَةٌ لَا تُقْبَلُ لَهُمْ صَلَاةٌ وَلَا تُصْعَدُ لَهُمْ حَسَنَةُ الْعِبَادَةِ
الْأَبِي خَتْنِي يَرْجِعُ إِلَى مَوْلَاهُ فَيَصُحُّ يَدُهُ فِي أَيْدِيهِمْ
وَالْمَزَاةُ السَّامِيَةُ خَطُّ عِلْنِهَا زَوْجُهَا وَالشُّكْرَانُ حَتَّى
يَضْمَحُوا

رواہ البیہقی فی شعب الایمان

”اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایسے تین شخص میں جن کی نماز (پوری طرح) قبول نہیں ہوتی اور نہ اس کی کوئی نیکی و پر (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف) جاتی ہے ایک تو بھگا ہو خدام جب تک کہ وہ اپنے مالکوں کے پاس واپس آ کر ان کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ نہ رکھ دے (یعنی جب تک واپس آ کر اپنے آپ کو اپنے مالکوں کے حوالے نہ کر دے اور ان کی اطاعت نہ کرنے لگے۔ اس کی نماز پوری طرح قبول نہیں ہوتی) دوسری وہ عورت جس کا خداوند اس سے ناراض ہو اور تیسرا نشہ باز جب تک ہوش میں نہ آئے۔ (اس روایت کو بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے۔“

جس عورت کا خداوند ناراض ہو اس کی نماز پوری طرح قبول نہیں ہوتی۔
”مالکوں، یعنی بیع کے صفیے میں گویا۔ مالک اور اس کی اولاد کی طرف اشارہ ہے کہ خداوند صرف اپنے مالک ہی نہیں بلکہ اس کی اولاد کی بھی وفاداری کرنی چاہئے۔“

ایک در روایت میں لفظ زوجہ کے بعد ختنہ یوحیٰ عہدہ کے الفاظ بھی ملتے ہیں یہی جس عورت کا خداوند اس سے ناراض ہو اس کی نماز اس وقت تک پوری طرح قبول نہیں ہوتی اور اس کی کوئی نیکی اور پر نہیں چڑھتی جب تک کہ اس کا خداوند اس سے خوش نہ ہو جائے اس روایت میں اس الفاظ کو اس لئے نقل نہیں کیا کہ یہ مشہور و معروف و واضح ہے اور مراد یہ ہے کہ یہ تو اس کا خداوند اس سے خوش نہ ہو جائے یا اس کو طلاق دے۔

نیک بیوی کون ہے؟

عن ابی امامۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه یقول ما استفاد المؤمن بعد تقوی اللہ خیرا لہ من زوجہ صالحۃ ان امرأ اطاعته وان نظر الیہا سمرتہ وان اقسم علیہا ابرتہ وان غاب علیہا نصحتہ فی نفسہا ومالہ (ابن ماجہ ص ۱۳۳ - مشکوٰۃ ص ۲۶۸)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے رشتہ دہن پر مومن مرد سے فقہی کی حمت کے بعد کوئی بھی بھلائی حاصل نہیں کی جو نیک و صالحہ بیوی سے بڑھ کر ہو (وہ یہ ہے) اگر شوہر کوئی بات کہے تو اسے پورا کرے اگر شوہر اس کی طرف دیکھے تو اسے خوش کرے اگر شوہر کسی کام کے واسطے اس کو دے تو اسے پورا کرے اگر وہ کہیں باہر جائے تو اپنی جان اور اس کے مال کے بارے میں خیر کا معاملہ کرے۔

فوائد

۱۔ حدیث پاک میں تقویٰ کی نعمت کے بعد مرد کے لئے نیک و صالح بیوی کو بیان کیا ہے۔ واقعہ متقی و پرہیزگار کو نیک بیوی مل چاہئے تو وہ عسی سورہ رعد کی حمت نظیر ہو جائے گی۔ نیک بیوی کی چند علامتیں بیان کی گئی ہیں

① شوہر دیکھے تو خوش کر دے۔ نیک بیوی کی بہت ہی اہم علامت ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ اپنا رنگ اٹھک صفائی ستھرائی شوہر کی مرضی کے مطابق رکھے کہ دیکھے تو اس کا دل خوش ہو جائے۔ جتنی پیشانی پر کی مسکراہٹ ہے اس کے ساتھ پیش

آئے یہ نہیں کہ گھر میں مرد آیا کہ میں منہ چھٹا کر دیکھ کر یہ تکلیف کا اظہار کرے اس کو پریشان کر دیا۔ نہ ایسا کہ پہلی ٹہنی گندی چھری سے شوہر سے دیکھ کر اس کا دل کڑھ گیا۔ اچھے عمدہ کپڑے نکالتے اور چھائی کے سامنے رکھتے ہیں مگر پھر بھی گندی کو شوہر دیکھے تو مت پیچھے کہ ایسی لگ رہی ہے۔ باہر دوسری عورتوں پر جب اس کی نظر پڑتی ہے تو یہ بھی سہتا ہے کہ ہمارے گھر میں بھی سہائی اور بہت کا خیال رہے۔ ہاں جب باہر جائیں گی شادی یہ وہ میں جائیں گی رشتہ داروں میں جائیں گی تو خوب بن سنوڑ کر عمدہ سے عمدہ کپڑے پہن کر ان کو دوسروں کو دکھانے کے لئے "من جئے اشیء سے قبل بناؤ سنگھار زیب و زینت درست سین" ہاں شادی کے بعد درست ہے اور یہ جاؤ سنگھار شوہر سے ملنے کے لئے کہ اجنبی و غریب محرموں کے لئے یہ عمدہ کا کام ہے۔ ایسی عورتوں کو ایک حدیث میں زانیہ کہا گیا ہے۔ یہ لوگوں کو کم زکم نکھ و ردی کے ران کی دعوت دیتی ہیں لوگوں کو بی جا مال کرتی ہیں۔ کم از کم یہ تو سوچتی ہی ہیں کہ کوئی عورت یہ کوئی مرد دیکھے تو حیرت اور تعجب میں پڑ جائے اور تعریف کرے۔ کبھی بری بات ہے؟ عفت حیاء و شرافت کے خلاف ہے۔ نہ زیب و زینت سے شوہر کو خوش کر دے۔

②

قسم پوری کرنے کا مطلب یہ ہے کہ شوہر بیوی پر حتم کر دے تو اسے قسم نہ لے۔

مثلاً یہ کہے کہ قسم تم ایسا ضرور کرنا۔ تو شوہر کی خوشی کے پیش نظر ضرور پوری کر دیتی ہے خواہ مشقت اور مزاج کے خلاف ہی کیوں نہ ہو

③

شوہر کے غائبانہ مال و جان کی بھلائی کا مطلب یہ ہے کہ آزاد نہ پھرے۔ اجنبی مردوں سے جھگڑ محسوس نہیں کرتی۔ مال کی بھلائی کا مطلب یہ ہے کہ بجا اسراف سے مال نہ لاتی ہو مسلمان حفاظت سے استعمال کرتی ہو۔ اس طرح جن لوگوں کو شوہر کی موجودگی میں مال و روٹی سامان نہیں دیتی تھیں ان کے ساتھ یہ بھی نہ دیتی ہوں۔ نہ اپنے رشتہ داروں کو اور نہ دوسروں کو۔

جنتی عورت کون؟

عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: الا خبرکم بفسائکم فی الجنة؟ قلنا بلی یا رسول اللہ قال وودود وودود اذا غضبت أو أسیبت الیہا أو غصب زوجها قالت هذه یدی فی یدک لا اکتحل بغمض حتی یرضی (ترغیب ج ۳ ص ۲۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ کیا میں تم کو جنتی عورت کے بارے میں نہ بتا دوں کہ وہ کون ہے؟ ہم نے کہا، ضرور اے اللہ کے رسول۔ آپؐ نے فرمایا شوہر پر فریفتہ زیادہ بچے دینے والی۔ جب یہ غصہ ہو جائے یا اسے کچھ بر بھلا کہہ دیا جائے یا اس کا شوہر ناراض ہو جائے تو یہ عورت (شوہر کو راضی کرتے ہوئے) کہے میرا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں ہے۔ میں اس وقت تک نہ سوؤں گی جب تک کہ تم خوش نہ ہو جاؤ۔

فوائد

۱۔ حدیث پاک میں جنتی عورت کی صفت بیان کی گئی ہے کہ جنت میں جانے والی یہ عورت ہے جس میں یہ اوصاف پائے جائیں:

وودود بہت زیادہ شوہر سے محبت کرنے والی شوہر پر فریفتہ کہ ذرا سی ناراضگی سے اس کا چین، سکون ختم ہو جائے۔ محبت، چین کا تعلق اس کا شوہر سے وابستہ ہوا ہے نامراض چھوڑ کر الگ بیٹھنے والی نہ ہو۔ فریفتہ اور محبت کا یہ فیضان ہو گا کہ دوسرے کی جانب

اس کا خیال و دھیوں نہ جائے گا اور غایت محبت کی وجہ سے شوہر کی جانب سے کوئی تکلیف و مہار ہو تو اسے براشت کرے گی۔ محبت کی وجہ سے کڑی بات بھی میٹھی ہو جاتی ہے۔ محبوب کی طرف سے پیچھے وں تکلیف محبت کی وجہ سے محسوس نہیں ہوتی جس سے گھر کا نظام با حسن و جود چلتا ہے اور ہر ایک کو گھریلو سکون میسر ہوتا ہے جس کا فقدان ہے کہ معمول بات بھی آپس میں محبت نہ ہونے کی وجہ سے اس میں چبھ جاتی ہے۔ عورت جب عشق و فریفتگی کا رونا کرے گی تو سخت مزاج مرد بھی متاثر ہو گا کہ اس میں اسے جھگڑے کا اور وہ بھی محبت کی بنیاد پر نامناسب امور کو برداشت کرتا رہے گا اور ڈانٹ ڈپٹ کی بجائے محبت کی بنیاد پر صرف نظر کرے گا اور گھریلو نظام اچھی طرح چلتا رہے گا۔

۲۔ حدیث میں ایک جنتی عورت کی ایک نہایت ہی اہم وصف و صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ شوہر کی محبت بلکہ عشق میں سرشار ہو کر شوہر کی ذرا سی بھی ناراضگی کو برداشت نہیں کر سکتی، مگر کسی بنیاد پر شوہر ناراض یا غصہ ہو جائے تو پناہ ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے کر غایت درجہ محبت و تعلق کا اظہار کرے کہ جب تک آپ راضی نہ ہوں گی خوش نہ ہوں گے میں ایک پلک بھر نہ سوؤں گی۔ بد کبر، نیشاں و آرام و محبت و تعلق کا۔

۳۔ کیا سچ کل کی ماڈرن عورتیں ایسا کر سکتی ہیں؟ اگر شوہر ناراض ہو ورنہ اس کا ناراض ہونا حق بجانب ہو تو بھی جگہ صاف چھینگی بھی نہیں مڑے سے بے خبر سو جائیں گی۔ اگر آج یہ وصف عورت میں پیدا ہو جائے تو پھر جنت نشان بن جائے۔

شوہر کی ساری مدد مزاج سخت مزاج کیوں نہ ہو بیوی کی غایت محبت سے اس کی محبت و قدر و بہن میں پیشہ چائے گی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی قسم کی ایک حدیث مروی ہے کہ جسے امام سہی نے بیان کیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

میں تم کو جنتی عورت نہ بتا دوں؟ جو خوب محبت کرے اور زیادہ بچے جننے والی شوہر کے پاس کثرت سے آنے والی کہ اگر سے تکلیف دے دی جائے یا ہو جائے تو شوہر کا ہاتھ پکڑ کر کہے: میں ہلک بھرنے سوئی گی جب تک کہ آپ خوش نہ ہو جائیں۔

(کتاب عشرت النساء صفحہ نمبر ۲۱۹)

گویا کہ اس بات کی تعلیم ہے کہ شوہر ناراض نہ رہے۔ اپنی جانب سے اسے ناراض رہنے پر کھٹے کی شکل پیدا نہ کی جائے اور اس کی رضا جنت ہے۔

شوہر کی اطاعت کرنے والی ایک بیوی

حضرت عمر بن عبدالعزیز سے سب ہی واقف ہیں خلفائے راشدین کے بعد انہیں کاشار ہے۔ ان کی بیوی فاطمہ بنت عبدالملک فرماتی ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز سے زیادہ وضو اور نماز میں مشغول ہونے والے تو اور بھی ہوں گے مگر ان سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا میں نے نہیں دیکھا۔

عشاء کی نماز کے بعد مصلیٰ پر بیٹھ جاتے اور دعا کے وسطے ہاتھ اٹھاتے اور راتے رہتے حتیٰ کہ اس میں نیند کا غلبہ ہوتا تو آنکھ ملگ جاتی۔ پھر جب آنکھ کھل جاتی تو اسی طرح روتے رہتے اور دعا میں مشغول رہتے۔ چونکہ ان کی بیوی با شاہ عبد الملک کی بیٹی تھی اس لئے باپ نے بہت سے زیورات اور جواہرات دیئے تھے اور ایک ایسا ہیر دیا تھا جس کی نظیر نہیں ملتی تھی۔ آپ نے بیوی سے فرمایا کہ دو باتوں میں سے ایک کو اختیار کرو۔ یا تو وہ زیورات اللہ کے واسطے دے دو کہ میں اس کو بیت مال میں داخل کر دوں یا مجھ سے جدا ہو اختیار کر لو۔ مجھے یہ چیز ناگوار ہے کہ میں اور ماں یک گھر میں کٹھنے رہیں۔ بیوی نے عرض کیا وہ ماں کیا چیز ہے؟ اس سونے کے ٹکڑے سے زیادہ (اور سونے چاندی کے جواہرات) پر بھی آپ کو نہیں چھوڑ سکتی۔ یہ کہہ کر سب ماں بیت المال میں داخل کروا دیا۔

تاریخ میں ایک ہی عورت گزری ہے جس کا باپ بھی بادشاہ دادا بھی بادشاہ بھائی بھی بادشاہ شوہر بھی بادشاہ بن سب کے باوجود شوہر کی منشا شوہر کے مزاج پر اپنے آپ کو ایسا قابو کیا کہ تاریخ تک اپنے اوراق کے نقوش پر بن کو یاد رکھتی ہے دربار کے بٹار کی مثال مسلمان بچیوں کے لئے ہمیشہ مشعل راہ ثابت ہوگی کہ شوہر واقعی ایسا گل تر ہے کہ ایک چمن نہیں ہزاروں چمن اور بن کی ہزاروں بہاریں اس پر قربان کر دی

جائیں (اور قربان کرنے والی بھی کوئی معمولی عورت نہ ہو بلکہ رانی، تنہا ادبی ملکہ ہوتے ہوئے بھی شوہر کی رضا پر اپنی ناکوف کر دیا۔ یہ ہے اندر کا جذبہ وراثہ اور شوہر کے تقاضے کے بعد جب عبد الملک کا بیٹا یزید بادشاہ بنا تو اس نے بہن سے دریافت کیا، اگر تم چاہو تو تمہارا ریورتم کو وہیں دے دیا جائے؟ کہنے لگیں کہ جب میں اس کی زندگی میں اس سے خوش نہ ہوئی تو ان کے مرنے کے بعد اس سے کیا خوش ہوں گی؟

دیکھئے از زندگی میں تو بھی یا ہی لیکن شوہر کی وفات کے بعد بھی کوئی یہ کام نہ کیا جو شوہر کو پسند نہ تھا۔

اللہ تعالیٰ ہماری مسلمات بہنوں، بچیوں کو شوہر کی ہر جائز بات ماننا اور وفاداری کرنا سکھا دے۔ (مین)

شوہر کے ساتھ ذہنی ہم آہنگی

ہر شوہر بعض چیزوں کو پسند کرتا ہے اور بعض کو نا پسند۔ نیک بیوی و شہریت یہ سہنی چاہئے کہ اس کے جذبات و حیالات میں اس کے موافق ہونے کی پوری پوری کوشش کرے سوئے ان چیزوں کے کہ جن کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ بلکہ کوشش کرے کہ اس کی زبان سے نکلنے سے پہلے ہی ان کاموں کو کرے جس کو وہ چاہتا ہے۔ خود اپنے اٹھنے بیٹھنے میں رہنے سہنے میں سی طرف رہے جیسے وہ پسند کرتا ہے کیونکہ شوہر کے دل میں بے سے ہمیشہ کی محبت پیدا کرنے کے لیے یہ سب سے بڑی وراکم صفت ہے اس لئے کہ حسن و جمال چند دنوں کا مہمان ہوتا ہے۔ کتنی ہی عورتیں جن دنوں بعد شوہر کا دل اس کے حسن سے بھر جاتا ہے کتنی ہی والدہ اور بولیں جن دنوں بعد شوہر کا دل اس کے حسن سے بھر جاتا ہے کتنی

اسی کو سلیمان حکیم کہتے ہیں

الجمال کاذب ، والحسن مخلف وانما تصحق المدح

المرأة الموافقة

(پاؤڈر میک اپ کی) خوبصورتی جھوٹی ہے اور اصلی حسن بھی چند دنوں بعد ختم ہو جانے والا ہے۔ لیکن وہ عورت (سوت کے بعد) بھی تعریف کی مستحق ہے جو مرد کے مزاج کے موافق بن جائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں پانی پیتی تھی حالانکہ میں ماہرہ ری سے ایام میں ہوتی۔ پھر آپ پانی پیتے اور میں منگاتے جہاں میں نے منہ دیا ہے (مشکوٰۃ۔ جلد ۱ ص ۵۶)۔

لہذا آپ بھی اپنے شوہر کے ساتھ اس سلت کو زندہ کیجئے۔ کبھی شوہر کا پیو پانی

لیکے اور اسی جگہ سب بیٹے جہاں سے شہر۔ یہ تھا اور بھی اپنا بچا ہوا پانی پلا۔
یاد رکھئے! اگر کسی زوجہ کو ایسی نیک بیوی مل گئی تو دنیا کا خوش قسمت اور
سب سے زیادہ خوش قسمت انسانوں میں قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ امام شافعی
رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن ان سے پوچھا کہ والدین کا کیا حال ہے؟ کہنے لگے

من عشرين عامًا لم أر ما يغضني من أهلي
بیس سال ہو گئے شادی کو کوئی ایک دن ایسا نہیں گزرا کہ جس میں مجھے بیوی سے
کوئی تکلیف پہنچی ہو۔

قال له وكيف ذاك؟

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: یہ کیسے ہو سکتا ہے؟
کہنے لگے: پہلی رات ہی جب میں بیوی کے پاس پہنچا، اسی وقت سے ہم دونوں کا
مناہٹ یہ رہا کہ ایک ہم دو جسم ایک روح ہیں۔ جب میں پہلی رات بیوی کے پاس
گیا تو ایسا کہ خدائے بہت ہی خوب صورت ہے۔ میں نے سوچا دو رات نماز پڑھ لوں
اور بتاؤں کہ شکر اکرؤں کہ یہی ہم نہ رہے بیوی ہی۔ تو جب میں نے سوچا پھر تو دیکھا
کہ وہ بھی میرے ساتھ نماز پڑھ رہی ہے اور میرے سامنے پھیرنے کے بعد اس نے بھی
سودھ پیچھ دیا۔ پھر وہ کے بعد میں نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا تو کہنے لگی صبر کرواؤ
ابو امیہ پھر اس نے کہا

ثم قالت الحمد لله حمده واستغفيرة واصلي على محمد
واله اني امرأة غريبة لا علم لي باخلاقك فبين لي ما
سحب فاتبه

وما تكره فاتركه وقالت. إنه كان لك في قومك من
تتروجه من نساءكم وفي قومي من الرجال من هو كفؤ

لی ولكن اذا قضى الله امرًا كان مفعولاً وقد ملكك
فاصنع ما امرك الله به = امساك بمعروف وتسريع
باحسان اقول لی هذا فاستغفره الله لی ولك

اس دن اپنی بہن نے جو عربی میں خطبہ کہا اور چند شعر بھی جنہوں میں اپنے شہر کو
خطبہ کر کے زندگی بھر کے لئے شہر کی فخر محبت اور فخر عقیدت کو حاصل کر لیا، کاش
ترم سدن بہنیں عمر بھر قاضی شریح کی بیوی کے سطر رمل کو یاد رکھنے والی ہیں۔
شاہد اللہ آج بھی مسلمان گھرانوں میں قاضی شریح جیسے عالم فقیہ، دانا دل بچ پیدا ہو
سکتے ہیں۔

اس کے مفہوم اور مقصد کی اصل طاہرہ و تواسی کو حاصل ہو سکتی ہے جو عربی
روایات جتنی ہو۔ یاد کر کے ہماری مسند بہنوں میں بھی عربی زبان سیکھنے کا شوق
پیدا ہو جائے اور جو ہمیں سیکھ سکتیں، دواپنی دوسری بہنوں اور بچیوں کو ضرور سکھانے کی
کوشش کریں۔

ترم ترفیض اللہ ہی کے لئے ہیں، اسی کی تعریف کرتی ہوں اور اسی
سے (اپنی نئی زندگی کے تمام مراحل میں) مدد مانگتی ہوں۔ میں اللہ سے
دعا کرتی ہوں کہ وہ رحمت نازل فرمائے عمر صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان
کی آل پر۔

(میرے پیارے سر تاج) میں ایک سیدھی سادی عورت ہوں، مجھے آپ
کی چاہت کا پتہ نہیں۔ آپ مجھے بتا دیں کہ آپ کن چیزوں کو پسند کرتے
ہیں تو میں ہمیشہ ان کو کرتی رہوں اور جن چیزوں کو آپ ناپسند کرتے ہیں تو
ان سے میں بچتی رہوں۔ پھر کہہ کہ آپ کی قوم میں بہت سی عورتیں
تھیں جن سے آپ کا تعلق کر سکتے تھے، اور میری قوم میں بہت سے ایسے مرد

جو میرے ہم پند تھے میں نے سے نکاح کر سکتی تھی لیکن جب اللہ تعالیٰ کسی بات کا فیصلہ کر دیتے ہیں تو وہ ہو کر رہتی ہے۔ اب تم میرے سردار بن چکے ہو میں تمہارے نکاح میں آگئی ہوں۔ تم وہ کرو جس کا اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے (پسند ہو تو) اچھی طرح رکھو یا بھلے طریقے سے چھوڑ دو۔ میری بات ختم ہوئی۔ میں اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے اور آپ کے لئے گنہگار کی معافی چاہتی ہوں۔

شریح کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ خطبہ تلاوا۔ شععیٰ میں مجبور ہو گیا کہ میں بھی کچھ اس موضوع پر اس کو جواب دوں تو میں نے کہا

احمد اللہ واستعينه واصلى على النبي وآله وسلم
وبعد فانك قلت كلاما ان ثبت عليه يكن ذالك حظك وان
تدعيه لكن حجة عليك احب كذا وكذا..... واكره كذا
وكذا..... وما رأيت من حسنة فانشرها وما رأيت من
سيئة فاستر بها

ترجمہ حمد و صلوٰۃ کے بعد (میری پیاری بیگم!) تم نے ایسی بات کہی ہے اگر تم اپنی بات یا جی رہیں تو یہ تمہارے لئے بڑی سعادت ہوگی اور اگر تم اپنی بات سے پھر گئیں تو یہ تمہارے لئے نقصان دہ ہوگی۔

میں ان چیزوں کو پسند کرتا ہوں (لہذا تم ان کو اختیار کرنا) اور ان چیزوں کو ناپسند کرتا ہوں (لہذا تم ان سے بچتی رہنا) اور (میں نصیحت کرتا ہوں تم کو کہ) تم جو بھی بدی اور نیکی مجھ میں دیکھو اس کو پھیلانا اور جو برائی و ریب دیکھو اس پر پورا ڈال دینا۔ پھر اس نے کہا میرے گھر والوں سے تم کو کیسی محبت ہے؟ تو میں نے کہا میں یہ نہیں چاہتا کہ میں اتنی مرتبہ ان کے پاس جاؤں کہ وہ اکتا جائیں۔

پھر اس نے کہا تمہارے رشتہ داروں میں سے کن کو تم پسند کرتے ہو کہ میں ان کو آنے دوں اور کن کو ناپسند کرتے ہو کہ میں ان سے معذرت کروں؟
تو میں نے کہا فلاں فلاں میرے رشتہ دار ہیں ان سے میں تم کو معذرت نہیں اور فلاں فلاں ہدایت کیے بغیر ہیں لہذا ان سے بچنا۔
پھر قاضی شریع امام شععی سے کہنے لگے

فمكثت معي عشرين عاما لم اعتب عليها في ثلثي الاموة
وكنت لها ضالما

ترجمہ وہ میرے ساتھ بیس سال رہی لیکن الحمد للہ کبھی ایسے موقع نہیں آیا کہ میں اس کو دنوں سوئے ایک مرتبہ کے اور اس میں بھی میری ہی طرف سے زیادتی ہوئی۔

(امراء الثیاری، بین مرقاں صفحہ نمبر ۳۴)

اس قصے سے یہ بات معلوم ہوئی کہ دولہا بہن کو شروع ہی سے ایک دوسرے کے مزاج کو پوچھ بیٹھا چاہئے تاکہ یک دوسرے کی پسند کا علم ہو جائے اور اس کو پٹانا آسان ہو جائے جیسے قاضی شریع کی اہلیہ نے پہلی رات ہی پوچھ لیا کہ آپ کی پسند کرتے ہیں۔ اگر یہ مقولہ صحیح ہے کہ ہر مرد کے کمال کے چھپے کسی نہ کسی عورت کا ہاتھ ہوتا ہے تو قاضی شریع رحمۃ اللہ علیہ اس کی زندہ مثال ہیں۔

یاد رکھئے! نکاح کے دو بوں بولنے کے بعد اب نہ اپنے لئے کھانا نہ سونا نہ اپنے لئے پہنا بلکہ سب کچھ اپنے سر کے تاج کے لئے اپنے محبوب کے لئے ہو تو پھر جیسے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو ساتویں سالوں کے اوپر سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام آیا تو آپ کے گھر میں بھی ان شاء اللہ ضرور رب احاطہ میں کی طرف سے سلامتی برکتیں اور رحمتیں نازل ہو گئی اور آپ کے بچے اس کی برکت سے آپس میں شیر و شکر ہوں گے۔ محبتوں کی فضا قائم ہوگی اور یہ گھر بھی جنت کا نمونہ بن جائے گا۔

مشہور آپ کے شوہر بھی الحمد للہ تہجد - ادائیں وغیرہ کے عادی ہیں تو آپ بھی ضرور تہجد میں انہیں ان کے ساتھ آپ بھی نوافل پڑھیں ان کے ساتھ آپ بھی وقت نکال کر تلاوت کریں۔ یہ نہ سمجھیں کہ میرا کام صرف پکانا اور گھر کی معاشی درجوں کی تربیت ہے نہیں بالکل نہیں۔ آپ ضرور وقت نکالیں اور جتنا ہو سکتا ہے بچوں کو بھی کر ایک وقت ضرور تسبیحات پڑھیں۔ بچوں کو بھی تسبیحات سکھائیے بند کو پیار سے پیارے ناموں سے یاد کروانا سکھائیے۔ اللہ ہم سب کو عمل کی توفیق دے۔ آمین۔

شوہر کی محبت حاصل کرنے کے طریقے

شوہر کی محبت بیوی کیسے حاصل کر سکتی ہے؟ شوہر کیسے ہی سب پر وہ کیوں نہ ہو لیکن قدرت نے عورت کو ایسی طبعی رنگیں 'سریشی' 'وازا' مسکراہٹ کھیر نے والی پیشانی نرم خوشی اور نرم گوئی والی زبان 'ماں' کرنے والے اور گھٹا کر کے والے دو ہونٹوں والی اور دھندلی والی دو آنکھیں 'نرم' 'نازک' ہاتھوں کی انگلیوں کے پورے عزایت کے ہیں کہ نیک بیوی اس کو استعمال کر کے اپنی ہر اد سے شوہر کو پا اور صرف اپنا بنا سکتی ہے۔ کوئی عورت اگر یہ کہے کہ مجھ کو ایسا تعویذ دو کہ میرا شوہر مجھ سے محبت کرنے لگے تو اس پر بہت ہی تعجب ہو گا کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے جب اس کی ہر دا کو تعویذ بنایا ہوا ہے اس کی ہر ہر چیز میں جادو سے زیادہ اثر رکھا ہے تو پھر یہ کیسا تعویذ مانگتی ہے؟

ہاں شوہر اگر تعویذ مانگے کہ بیوی مجھ سے محبت کرنے لگ جائے تو سمجھ میں آنے والی بات ہے۔ اس پر غور کیا جاسکتا ہے اور اس کی تدبیریں بتادی جاسکتی ہیں لیکن عورت کا جسم 'شوہر' اس کے خدو خال اس کی 'وازا' اور سب سے بڑھ کر اس کی جان ماری بہم ریزی والی صفت میں وہ کشش ہے جس کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔ کشش کے اعتبار سے مرد کا کوئی پتھر 'میں طیس' کا کوئی نکل 'اثر نہیں رکھتا ہو گا جتنا عورت مرد پر اپنا اثر رکھتی ہے۔

بہت سمجھدار بیوی کو شوہر کی محبت حاصل کرنے میں اضافہ کے لئے کسی تعویذ لینے کی ضرورت نہیں۔ لیکن کسی کے مقدر میں ایسا شوہر آ گیا ہو جس کو سمجھداری سے حاصل کرنا مشکل کرنے کی ضرورت ہو تو ہم اس کے دل کے بند تالے کھولنے کے سے پانچ چابیوں پیش کرتے ہیں تاکہ نیک بیوی ان باتوں کا اہتمام کر کے اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے۔

نگاہ

سب سے پہلی چیز جو مرد کے دل و دماغ کو متاثر کرنے والی ہے وہ اس کی نگاہ ہے کیونکہ پہلے آنکھ ہی فیصلہ کرتی ہے کہ یہ میرے سے کیسی رہے گی پھر اس کا دلباں پن نہیں میں فیصلہ کرتا ہے۔

اگر اس کی نگاہ بیوی کی اچھی حالت، تجھے صاف ستھرے چہرے اور لباس پر پڑتی ہے تو وہ اس کے دل میں تر جاتی ہے اور اس کے دل میں اپنا ٹھکانہ جالیتی ہے۔ اس لئے عرب کی ایک سمجھدار عورت نے اپنی بیٹی کو یہی نصیحت کی تھی۔

فلا تقع عینہ منک علی قبیح

تمہارا شوہر کی نگاہ تم پر کبھی گندی اور بری حالت میں نہ پڑنے پائے مثنیٰ ہمیشہ صفائی کا خیال رکھنا۔

اسی طرح عورت کو چاہئے کہ اپنے آپ کو صاف ستھرا رکھنے کے ساتھ ساتھ اپنے سونے کے کمرے اور بچوں کی صفائی کا خیال رکھے۔

یہ تاکہ بعض ماہرین عیادت نے لکھا ہے کہ ہم نے بہت سے مردوں کی آراجم کی ہیں تو ہمیں معلوم ہوا ہے کہ کمرے کا صاف ستھرا ہونا اور اس میں ہرے رنگ کے پردے اور کچھ پھول وغیرہ رکھنا اسی طرح ہے جوں خوبصورت قدرتی شیا کی سیمز فریم کر کے لگانا اور بستر پر صاف ستھری سفید چادر جس پر سینے سے رکھے ہوئے نیلے دل کو راحت اور سکون دینے میں بہت ہی زیادہ مددگار ثابت ہوتے ہیں۔

منشا:

نیک بیوی کی ایک ہی سریلی آواز مرد کو مردیدہ بنانے کے لئے کافی ہے۔ بہت ہی تعجب کی بات ہے جب کوئی عورت یہ کہتی ہے کہ میرا شوہر مجھے بہت مارتا ہے ڈانٹتا ہے میری بات نہیں مانتا مجھے کہیں لے کر نہیں جاتا۔

حالانکہ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے اس کو اتنی پیاری وادری ہے کہ اگر وہ اس کا استعمال کرے تو کیا کوئل کی کوک و پرندوں کے غنے اور یا مینا کا چہرہ مانا یہ سارے منظر قدرت ایک طرف لیکن نرم دل و فرما نبرداری بیوی کا ایک پیشہ جو اس کی جی میں حاصر ہوں کہنے کیا قسم ہے۔ شوہر کے دل کو بھرتے مردہ دل میں زندگی کی ایک نئی امنگ پیدا کرنے کے لئے بہت ہی زیادہ کافی و کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ میں بیوی و بولوں کو شیریں بیان بنادے۔

سوگھنا:

بعوض کو اس کا تصور ہی نہیں کہ قدرت سے سوگھنے کی طاقت میں کتنی تاخیر رکھی ہے خصوصی طور سے جیسی حقائق کے اندر سوگھنے کی طاقت تو اللہ کے ہاں بھی مستم ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ ہر عورت کے خدا کے ذریعہ کھانوں سے ایک ایسی غیر محسوس خوشبو نکلتی ہے جو مردوں کی عفتوں کو کھینکتی ہے اور صدیوں سے مرد عورت کی طرف اسی مہک کی وجہ سے مائل ہوتے ہیں۔ جس عورت میں جتنی زیادہ مہک ہوتی ہے مرد اس کی طرف اتنے ہی زیادہ مائل ہوتے ہیں اور جس میں یہ کم ہوتی ہے اس کی طرف کم میلان ہوتا ہے۔ (ماخوذ از المرأة المثالیة فی العین الرجال - صفحہ نمبر ۷)

لہذا عورت کو چاہئے کہ شوہر کے لئے خوشبو کا استعمال رکھے جو اس کی ناک کے ذریعہ اس کے دل و دماغ تک پہنچے اور خوشبو ایسی ہو جس کا رنگ زیادہ ہو مہک کم ہو مثلاً خوشبودار ہندی، عطران وغیرہ۔

لہذا بیوی کو چاہئے کہ وہ فوفا شوہر کے لئے ایسی خوشبو کہیں استعمال کرے جو شوہر کو پسند ہو اس لئے کہ عورت کا اپنے شوہر کے لئے آرامت ہونا اور خوشبو لگانا آج کل میں محبت و رافت پیدا کرنے کے لئے بے حد موثر ہے کیونکہ خوشبوداروں میں نشاط پیدا کرتی ہے۔ فرشتوں کو بھی اس سے راحت ہوتی ہے۔

خوشبو کی اہمیت اور اس کی اثر آفرینی کی وجہ سے حضور کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عطر کا رٹھ ہوں پر پٹنے سے عورتوں کو منع فرمایا ہے تاکہ ہر کسی قسم کی آزار دہاں و فتنے میں مبتلا نہ ہوں۔ (الترغیب والترہیب - جلد ۲ صفحہ ۴۰)

نیز حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ تمہاری دنیا کی تین چیزیں مجھے پسند ہیں عورت اور خوشبو و میری آنکھ کی ٹھنڈک مہر میں رکھی گئی ہے (کنز العمال - جلد ۷ صفحہ ۱)

اس لئے عورت کو چاہئے کہ تقریبات میں جاتے وقت خوشبوؤں کا استعمال بالکل نہ کرے تاکہ نامحرم مرد اس کی طرف مائل نہ ہوں۔ ہاں صرف اپنے شہر کے لئے گھر میں استعمال کرے اور جیسے کہ پہلے مقرر چکا ہے کہ بہترین خوشبو پانی سے ہندیا پانی کا زیادہ استعمال کرے۔ غسل و وضو دانتوں کی صافائی وغیرہ کا زیادہ اہتمام کرے۔ خصوصاً پے یا م خصوصاً سے فارغ ہونے کے بعد بھی چھٹی طرح خوشبو کا استعمال کرے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے غسل جنابت کی کیفیت دریافت کی۔

”پس نے اسے غسل کی کیفیت بتا کر فرمایا کہ مشک کا ایک ٹکڑا کر اس سے طہارت حاصل کر لیتا۔“

اس عورت نے پھر دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! مشک کے ٹکڑے سے میں کیسے طہارت حاصل کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس طہارت حاصل کر لینا۔ عورت نے پھر کہا: کیسے یا رسول اللہ۔

آپؐ نے فرمایا سبحان اللہ (تو تا بھی نہیں جانتی کہ) طہارت کیسے کرے؟ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب میں نے سے اپنی طرف کھینچ کر رسول اللہ کی مراد بتائی کہ مشک کے ٹکڑوں کو مخصوص مقام پر مل لیتا۔

(کنز العمال - جلد نمبر ۱۷ ص ۱۷۸)

اسی طرح شوہر سے کرے میں بھی خوشبو چھڑکنے کا یا خوشبو، رنڈی کی دھونی

رہنے کا استعمال کرے نیز، چھٹی سے اچھی خوشبو شوہر کو بھی اپنے ہاتھوں سے لگا دے اس لئے کہ یہ بھی ایک سنت عمل ہے اور اس کا دنیاوی و دینیہ ہوگا کہ اس سے عیال و بیوی میں محبت بڑھے گی و سنت کی نیت سے عمل کرنے پر آخرت میں بھی اجر ملے گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

طیبت رسول اللہ لحرمہ حین احرم لحلہ قبل ان یضیض باطیب ما وجدت (مسلم - جلد ۱ صفحہ ۳۷۸)

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا (یعنی احرام کی نیت کرنے سے پہلے پیسے) اور جب حج کے رکان سے فارغ ہوئے تو طواف زیارت سے پہلے جو بہتر سے بہتر خوشبو میرے پاس تھی وہ میں نے لگا دی۔

جب حضور کرم صلی اللہ علیہ وسلم وکاف میں ہوتے تھے اور حضرت عائشہؓ مخصوص یم کی وجہ سے مسجد میں نہ آ سکتی تھیں تو آپؐ اپنا سر مبارک حجرہ مبارکہ کے دروازے پر لٹا دیتے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کٹنگھی کر بیٹیں۔ (بخاری - جلد ۱ ص ۴۳)

لہذا آپؐ بھی کوشش کیجئے کہ جمعہ کے دن یا عام نمازوں کے تہ جات سے پہلے شوہر کے جسم اور کپڑوں پر پے ہاتھوں سے خوشبو مل جائے، کٹنگھی لگائے، بالوں میں کٹنگھی کر دیجئے تاکہ آپؐ کو بھی اس عمل میں حضرت عائشہؓ کے ساتھ مشابہت ہو جائے۔

مہمان داری

عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ صَيفَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُحْلِلْ خَيْرًا أَوْلِيضْمُثْ (ولہی روایت) بَدَلُ الْجَارِ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَصِلْ رَحْمَةً

(مسلم علیہ)

صحیح البیہقی، کتاب الادب، باب من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلا یؤد جارہ، ح ۶۰۱۸۔

”حضرت جو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا ”جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ اپنے مہمان کی خاطر کرے جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے اور جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ اپنے پڑوسی کا ذکر کرے“ کے بجائے یہ ہے کہ جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ اپنے نامت کو باقی رکھے۔ یعنی اپنے نامت داروں اور عزیزوں کے ساتھ حسن سلوک و احسان کا معاملہ کرے۔“ (ابن ماجہ)

مہمان کی خاطر داری کرنا کمال ایمان کی علامت ہے:

”جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اللہ“ کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ایمان کا پایا جانا مذکورہ باتوں پر متوقف ہے اور یہ کہ مثلاً اگر کوئی شخص اپنے مہمان کی خاطر نہیں کرتا یا اپنے پڑوسی کو تکلیف پہنچاتا ہے تو وہ مومن نہیں سمجھا جائے گا بلکہ اصل مقصد بات چیت کی ہیئت کو بیان کرنا اور اس پر عمل کرنے کی زیادہ سے زیادہ تائید کرنا ہے یہ یہی ہے جیسے کوئی شخص اپنے بیٹے کو احسان و فرماں برداری کی راہ پر گانے کے لئے یوں کہے کہ اگر تو میرا بیٹا ہے تو طاعت و فرماں برداری کرنا چاہئے کہ اگر وہ طاعت و فرماں برداری نہ کرے تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوگا کہ وہ اس کا بیٹا نہیں ہے۔ یا یہ مراد ہے کہ جس شخص کا ایمان درجہ کم اس کا ہوگا (یعنی جو مسلمان کامل ایمان ہوگا) اس کی شان بھی ہوگی وہ باتوں پر عمل کرے گا گویا ان چیزوں کو اختیار کرنا کمال ایمان کی علامت ہے۔

اگر اہم صیغہ یعنی مہمان کی خاطر کرنا شرعی طور پر یہ ہے کہ جب کوئی مہمان آئے تو اس کے ساتھ کشادہ پیشانی، خوش خیمتی اور مسکندہ چہرے کے ساتھ پیش آئے اس کے ساتھ خوش گفتاری، نرم گوئی اور ملاحظت کے ساتھ بات چیت کرے اور اس کو تین دن تک اس طرح کھائے پلائے کہ پہلے دن تو اپنی حیثیت و استطاعت کے مطابق کچھ نہ تکلف میرانی کرے بشرطیکہ اس کی وجہ سے اپنے متعلقین و واقفین کی حق تلفی نہ ہو اور پھر تیس دن بعد (بھی اگر مہمان ٹھہر رہے تو) اس کو کھانا پلانا ”صدقہ“ کے حکم میں ہوگا کہ میزبان چاہے تو کھائے پلائے اور چاہے کھانے پلانے سے انکار کر دے۔

”اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے“ یعنی یہ پڑوسی کا سب سے کم درجہ ہے کہ اس کو کوئی تکلیف نہ پہنچائی جائے ورنہ تو جہاں تک حقوق مسلمہ کا تعلق ہے وہ بہت چھوٹی گمراہی نوعیت کے ہیں۔ چنانچہ بخاری و مسلم کی ایک روایت میں یہ عطا آئے ہیں کہ فلکیرم چارہ (تو اس کو چاہئے کہ اپنے پڑوسی کے ساتھ نیکو کریم کا معاملہ کرے) و بخاری و

مسلم ہی کی ایک روایت میں یوں منقول ہے کہ فقہین اسی بارہ یعنی اس کو چاہئے کہ اپنے پڑوسی کی کسی چیز میں مدد کرے جس کا وہ اس سے حاجت مند ہے اور اس کی مصیبت کو دور کرے۔ اسی طرح، ام غزلی نے اربعین میں یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (مسیرہ کو مخاطب کرتے ہوئے) فرمایا کہ ”تم جانتے ہو پڑوسی کا کیا حق ہے؟ اگر وہ (پڑوسی) تم سے مدد چاہے تو تم اس کی مدد کرو اور اگر وہ تم سے قرض مانگے تو اس کو قرض دو اگر وہ محتاج و مغلس ہو تو اس کو کچھ دے اور وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کرو اور اگر وہ تم سے قرض مانگے تو اس کو قرض دو اگر اس کو کوئی خوشی حاصل ہو تو اس کو مبارک باد دو اگر اس کو کوئی مصیبت پہنچے تو اس کو تسلی دے مثلاً اس سے ہاں کوئی سوت ہو جائے تو اس کے گھر جا کر تعزیت کرو اس کے مکان کے پاس اونچی مکان نہ بناؤ کہ اس کی ہو وغیرہ رک جائے اگر تم پھل وغیرہ خریدو تو تحفہ کے طور پر اس کے یہاں بھی بھیجو اور یہ ممکن نہ ہو سکے تو پھر تم اس (پھل وغیرہ) کو گھر میں پوشیدہ طور پر رکھو اور اپنے بچوں کو بھی تاکید کرو کہ وہ اس (پھل وغیرہ کو اسے گھر سے باہر نہ نکلیں تاکہ تمہارے پڑوسی کے بچے (تمہارے بچوں کو پھل وغیرہ کھا تا دیکھ کر اپنی محرومی کی بنا پر) رنج و انوس نہ کریں اور تم اپنی ہانڈی (چولہے) کے دھوئیں سے اس کو تکلیف نہ پہنچاؤ ورنہ یہ کہ اس ہانڈی میں سے کچھ اس کے یہاں بھی بھیجو اور کیا تم جانتے ہو کہ پڑوسی کا حق کیا ہے؟ قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اپنے پڑوسی کا حق وہی شخص بھیجتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوتی ہے۔“

”بھلی بات کہے یا چپ رہے“ کا مطلب یہ ہے کہ جب زبان سے کوئی بات نکالنے کا ارادہ کرے اور یہ معلوم ہو کہ وہ بات خیر و بھلائی کی ہے کہ جس پر ثواب ملتا ہے خواہ وہ واجب ہو یا مستحب تب اس کو زبان سے نکالے اور اگر اس بات کی بھلائی اس پر عیاں نہ ہو اور یا اس کو یہ معلوم ہو کہ یہ بات حرم ہے یا مکروہ ہے تو اس کو زبان سے نہ نکالے حاصل یہ کہ بھلائی اس میں ہے کہ زبان کو حتی الامکان خاموش رکھا جائے اگر

یہ نا ضروری ہی ہو تو زبان سے وہی بات نکالی جائے جو خیر و بھلائی کی حامل ہو نہ صرف یہ کہ حرم و مکروہ باتوں میں زبان کو مشغول رکھنا ممنوع ہے بلکہ مباح باتوں سے بھی زبان کو پس نادانستہی کا تقاضا ہے کہ مباح باتیں ہی زبان کو حرام باتوں تک کھینچ کر لے جائیں۔

اپنے ماتے کو باقی رکھنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ صدر رحمی ایمان کی علامت ہے کہ جس شخص نے باتوں کو توڑ ڈالا وہ گویا اللہ و رقیمت کے دین پر ایمان رکھنے والا نہیں ہے کیونکہ نانا توڑنے پر جس عذاب سے ڈرایا گیا ہے اس کی پرواہ نہ کرنا اپنے ایمان کی خودنی کرنے کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے۔

عَنِ الْمَقْدَامِ بْنِ مَعْيَكِرِبٍ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ يُمَا مُسْلِمٌ صَافٍ قَوْمًا فَأَصْنَحَ الضَّيْفَ مَخْزُوفٍ كَنْ خَقْدَ عَلَى كُنْ مُسْلِمٌ بَصْرُهُ حَتَّى يَأْخُذَ لَهُ بَقَرَاءٌ مِنْ مَالِهِ فَوَزَّعَهُ (رواه الدارمی و ابوداؤد و فی رواۃ له) وَأَتَمَّا وَجَلِ حَضَائِفَ قَوْمًا فَلَمْ يَقْرُؤْهُ كَانَ لَهُ أَنْ يَغْفِبَهُمْ بِمَقْلٍ قَرَأَهُ

الدارمی، کتاب الاطعمہ، باب فی الضیافۃ۔

”حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص کسی قوم میں (کسی کے یہاں) مہمان ہوا اور اس نے محرومی کی حالت میں صبح کی (یعنی اس کے میزبان نے رات میں اس کی مہمان داری نہیں کی تو اس کا ہر مسلمان پر یہ حق ہوگا کہ وہ اس کی مدد کرنے یہاں تک کر وہ (جس شخص کے یہاں مہمان ہوا ہے) اس کے مال و اس کی کھیتی باڑی سے مہمانداری کے بقدر (یعنی ایک مہمان کے کھانے پینے کے بقدر) وصول کرے۔“ (دارمی)

ابوداؤد) اور ابوداؤد کی ایک روایت میں یوں ہے کہ جو شخص کسی قوم میں مہمان ہوا اور ان لوگوں نے اس کی مہمان داری نہیں کی تو اس کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ ان لوگوں کا پیچھا پکڑ لے ورنہ اس کے مال و اسباب سے اپنی مہمان داری کے بقدر وصول کر لے۔

مہمان نوازی کی اہمیت:

اس حدیث کے ظاہری مفہوم سے بھی مطلق ضیافت (مہمان داری) کرنے کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔ اگرچہ علماء کرام اس کی تاویل کرتے ہیں لیکن یہاں اس کو تحریر کرنے کا مقصد فقہ مہمانداری کی اہمیت واضح کرنا ہے۔ تاکہ ایک نئی نویلی ذہن میں یہ احساس ہو جائے کہ شوہر کے جو مہمان (دوست رشتہ دار وغیرہ) آتے ہیں ان کی خاطر رات بالکل ویسے ہی کرے جیسے کہ اپنے گھر سے کسی کے آنے پر کرنے کی خواہش رکھتی ہے۔

میں تو ہر وقت کھانے کھلاؤ لیکن جیٹھ یا دیور کے گھر جاؤں تو وہ تو ایسی خدمت نہیں کرتے:

جی ہاں! یہی وہ باتیں ہیں جو ہمیں مردوں کو اکثر آپ سے سننے میں آتی ہیں۔ اب بتائیے کہ اس میں آپ کے شوہر کا کیا تصور ہے کہ اگر آپ اس کے بھائی کی طرف گئی ہیں اور اس کی بیگم نے آپ کی کچھی طرح سے خدمت نہیں کی۔ کیا آپ کے شوہر نے جا کر انہیں کہا تھا کہ جب ہم آئیں تو ہمیں منہ نہ لگانا۔

خدا! ان باتوں پہ غور کیا کرے کہ کسی کے کرنے کی سزا دوسرے کو دینی اور وہ بھی اپنے شوہر کو کہاں کی فکرمندی ہے۔ اس سے آپ نے فقط اپنے ہی گھر کا ماحول خراب کیا اور حاصل کچھ بھی نہیں ہوا۔

یہ درکھے! برائی کا بدلہ برائی نہیں ہے:

وَعَنْ أَبِي الْأَخْوَصِ الْجُشَمِيِّ عَنْ بِيهٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ رَأَيْتَ أَنَّ مَرَدًّا بِرَجُلٍ فَلَمْ يَفْرِسْ وَلَمْ يُضَعِفْ ثُمَّ مَرَّ بِكَ بَعْدَ ذَلِكَ أَقْرَبَهُ أَمْ أَجْرَبَهُ قَالَ بَلْ أَقْرَبَهُ (رواه الترمذی)

الترمذی: کتابہ النہ والحقہ باب ما جاء فی الاحسان و بعضہ ۶۰۰۶

”اور حضرت ابو جحشؓ آپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں نے (ایک دن) عرض کیا کہ ”یا رسول اللہ (ﷺ) اگر میں کسی شخص کے باب سے نزروں یعنی اس کے یہاں مہمان ہوں اور وہ میری مہمانداری نہ کرے اور نہ میری مہمان داری کا حق ادا کرے اور پھر اس کے بعد اس کا گزر میرے یہاں ہو یعنی وہ میرے یہاں آ کر مہمان ہو تو کیا میں اس کی مہمان داری کروں یا اس سے بدلہ لوں یعنی میں بھی اس کے ساتھ وہی سلوک کروں جو وہ میرے ساتھ کر چکا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”(نہیں اس سے بدلہ نہ لو) بلکہ اس کی مہمان داری کرو“۔ (ترمذی)

حدیث کا حاصل یہ ہے کہ برائی کا بدلہ یہ نہیں ہے کہ تم بھی برائی کرو بلکہ جس شخص نے تم پر اسے ساتھ برا سلوک کیا ہے اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنا ہی سب سے اچھا بدلہ ہے۔ جیسا کہ کسی نے کہا ہے

بدی ما بدی سهل با شد جزا اگر مروے احسن الی من اساء

اللہ کے نیک بندے آپ کے دسترخوان سے کھا نا کھا لیں

بیاری شیو! بڑھے بڑھے جب کھاتے ہیں تو آپ نے کٹر ان سے مرے یہ اے یہاں اظہار سے ہوں گے۔ میری روئے کرتہ نے ایک دفعہ کہا تھا کہ یقیناً جہنم کے

آپ کے والد محترم کے مرنے سے یہ لحاظ نہ کرنا تھا جیسا محسوس ہوتا ہے کہ جی چاہتا ہے ساری زندگی ان لحاظ کی بہت سی چیزیں کر لیں۔ یہ برہنوں نے کہاں سے مستعار کئے ملاحظہ فرمائیے حدیث مبارکہ:

وَعَنْ أَنَسٍ أَوْغَيْبِهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ اسْتَأْذَنَ عَلَيَّ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ فَقَالَ سَعْدٌ وَعَلَيْكُمْ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَلَمْ يَسْمَعْ النَّبِيَّ ﷺ حَتَّى سَلَّمَ ثَلَاثَ وَرَدَّ عَلَيْهِ سَعْدٌ ثَلَاثًا وَلَمْ يُسْمَعْهُ فَرَجَعَ النَّبِيُّ ﷺ مَاتِبَعَهُ سَعْدٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ بَابِي أَنْتَ وَأَمَتِي مَا سَلَّمْتُ تَسْلِيمَةً إِلَّا وَهَيْتُ بِأُتَى وَلَعَدَّ رِسْتُ عَلَيْكَ وَلَمْ أَسْمَعْ أَحَبِّتُ أَنْ اسْتَكْفِرَ مِنْ سَلَامِكَ وَمِنَ الْبِرَّةِ ثُمَّ دَخَلُوا الْبَيْتَ فَغَرَّبَ لَهُ زَيْبًا فَاكُلْ نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ فَلَمَّا دَرَعَ قَالَ أَكَلْتُ طَعَامَكُمْ الْأَنْزَارَ وَضَلَّتْ عَلَيْكُمْ الْمَلِكَةُ وَأَفْطَرْتُ عَنْكُمْ الصَّائِفُونَ

احمد بن حنبل

”اور حضرت انس رضی اللہ عنہ یا ان کے علاوہ کسی اور (صحابی) سے روایت ہے کہ (ایک دن) رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے (ہاتھ پر) آسنے کی اجازت طلب کی چنانچہ آپ ﷺ نے (اور زہ پر کھڑے ہو کر) فرمایا کہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ تم پر اللہ کی سلامتی اور اس کی رحمت نازل ہو (کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟)

”سعد نے (گھر میں سے) جواب دیا کہ ”علیکم السلام ورحمۃ اللہ اور آپ ﷺ پر بھی اللہ کی سلامتی اور اس کی رحمت نازل ہو“۔ لیکن انہوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ جواب نہیں سنا یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ نے تین مرتبہ سلام کیا اور سعد رضی اللہ عنہ سے بھی آپ ﷺ کو تین مرتبہ جواب دیا۔ لیکن آپ ﷺ کو نہ پتا نہ تھا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ کے سلام کا جواب تینوں مرتبہ قصد اہت استاذہ آؤ زمین دیا تاکہ آپ ﷺ نہ سکیں چنانچہ نبی کریم ﷺ (ان کا جواب نہ سن کر) واپس لوٹ پڑے اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جب یہ دیکھا کہ جس چیز کو میں نے حصول سعادت میں زیادتی کا ذریعہ بنانا چاہا تھا وہ میرے سے بالکل ہی محرومی کا باعث بنی جا رہی ہے اور ایک طرف سے سوء دینی کی صورت بھی پیدا ہو گئی ہے تو وہ لپک کر گھر سے نکلے اور آنحضرت ﷺ کے پیچھے پیچھے آئے اور عرض کیا کہ ”یا رسول اللہ! آپ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان آپ ﷺ نے جتنی بار بھی سلام کیا میرے دونوں کانوں نے نہ اور حقیقت یہ ہے کہ میں (ہر بار) جواب بھی دیتا تھا البتہ میں اس جواب کو آپ ﷺ کے کانوں تک نہیں پہنچنے دیتا تھا“ کیونکہ میں آپ ﷺ کے زیادہ سے زیادہ سلام و برکت کا خواہش مند تھا (یعنی میرا مقصد یہ تھا کہ میرا جواب آپ ﷺ کے کانوں تک پہنچے تاکہ آپ جتنا زیادہ سلام کریں گے میرے حق میں اتنا ہی زیادہ حصول برکت و سعادت کا ذریعہ ہوگا) چنانچہ (حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی طرف سے اس اظہار حقیقت اور عذر خواہی کے بعد) آنحضرت ﷺ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ میں داخل ہوئے اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے لئے خشک انگور پیش کئے جن کو نبی کریم ﷺ نے کھایا

جب آپ ﷺ کھانے سے فارغ ہوئے تو (حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا کرتے ہوئے) فرمایا کہ "اللہ کے نیک بندے تمہارا کھانا کھائیں، فرشتے تمہارے لئے استغفار کریں اور روزے دار تمہارے ہاں انظار کریں۔" (شرح سنہ)

ایک ٹوٹکا جس سے شوہر کا بیشتر فارغ وقت

آپ کے ساتھ بسر ہو سکتا ہے

آج کل کی بیویوں کو جو سب سے بڑا گلہ اپنے شوہروں سے ہے کہ ان کے پاس تو فارغ وقت ہی نہیں۔ صبح نھتے ہی اخبار پھر ناشتہ باق کا سارا دن تو اُن کا آفس میں گزارنا ہے پھر وہیں سے شام کو پارٹ ٹائم نوکری کے سے چلے جاتے ہیں اب گھر آئے تو رات ۹:۸ بج رہے ہیں بجائے اس کے کہ وہ گھر آ کر بیوی کے پاس چند لمحے گزارتے وہ ہیں کہ آتے ہی ٹی۔وی آن کیا اور اس کے سامنے بیٹھ گئے۔ "یہ شوہر کے فارغ وقت کو اپنی خاطر مہیا کر دینے کے لئے" آپ کے ہاتھوں میں ایک چابی دیئے دیتے ہیں جس کے لگاتے ہی شوہر کی نام نہاد مصروفیت کو تال لگ جائے گا اور فارغ وقت ان شاء اللہ آپ کے لئے وقف ہوگا۔ ضرورت ہے تو عمل کی۔

اپنے گھر کو ٹی۔وی کی تباہ کاریوں سے بچائیے:

ٹی۔وی ہمارے معاشرے کو گھن کی طرح لگ چکا ہے اور ہماری ثقافت، سماجی سیاسی مذہبی و اخلاقی قدر کو مہیا میٹ کرنے میں جتنا اس میڈیا کا ہاتھ ہے شاید ہی کسی اور شعبے نے اتنی جلدی معاشرے کو انحطاط کا شکار کیا ہو۔ کچھ لکھنے سے قبل اگر یہ ہاں بھی ہوں کہ اس کے کچھ فوائد بھی ہیں تو یقیناً جاننے کے نقصانات اتنے رائے میں کہ ان میں فوائد تو کہیں نیچے گہرائی میں چھپ چکے ہیں اور کسی وجہ سے میں نے چاہا کہ یہاں پر ٹی۔وی کے متعلق

نسبتاً تفصیل سے کچھ لکھوں تاکہ ایک بیوی اس کو پڑھ کر خود ہی قیاس کر سکے کہ وہ اپنے گھر کو کوئی۔ وی کی تباہ کاریوں سے کیسے بچائے۔

پرنٹ والیکٹر انکم میڈیا میں کیا جائز ہے اور کیا ناجائز؟

ٹی یا ایسی طرح دوسری جدید مصنوعات و اختراعات کے سلسلے میں یہ قاعدہ دہن نشین رہے کہ اس کی ذات حرام و حلال نہیں بالذات اس سے حرمت و حلت کا تعلق نہیں ہوتا بلکہ اس کے فوائد و نقصان اس کے متعلق نتائج مستقبل میں حاصل ہونے والے امور وغیرہ کو دیکھ کر فیصد یہ جاتا ہے۔ قرآن و حدیث کی کسوٹی میں اسے جانچ جاتا ہے۔ جب اس کے متعلق حرام ہے یا حلال کہا جاتا ہے۔ اس کے غرض و مقصد اور نتائج اس کی حرمت و حلت کو طے کر دینا ہی کرتی ہے۔ چنانچہ ہم آپ کے سامنے ٹی وی کے مقصد اور اس کے غرض و نتائج اس کے ستموں کی نوعیت کو واضح کرتے ہیں تاکہ اس کا شرعی حکم آپ کے سامنے مکمل کر سکے اور اس سلسلے میں کوئی شبہ یا تشکیک باقی نہ رہ سکے حق و باطل احرام و حلال کا راستہ روز روشن کی طرح آشکار ہو جائے۔

ٹی۔ وی کی نشریات کا مختلف زاویوں سے ایک جائزہ:

ٹی وی کے پردوں و اسکرین پر جو مختلف پروگرام نشر کئے جاتے ہیں اس کا غور سے تفصیلی جائزہ لیا جائے تو اس میں یہ پروگرام مختلف اوقات میں شائع ہوتے نظر آتے ہیں۔

① ذرائع بلاغ۔ خبریں، یومیہ واقعات، ملکی غیر ملکی دونوں قسم کی خبریں۔

② سیاسی امور۔ ملکی اور غیر ملکی سیاسی احوال جس میں مباحثے، انٹرویو، تبصرے، مستقبل کے لائحہ عمل ہوتے ہیں۔

③ تاریخی واقعات۔ شیہ سلطان، کبر وغیرہ کے واقعات۔

④ تجارتی امور۔ تجارت کے متعلق خبریں، ممنوعات وغیرہ پر تبصرہ اور اشتہار

امور۔

⑤ طبی، ذاکری امور۔ مراض، علاج اور اس کے سلسلے کی نئی معلومات وغیرہ۔

⑥ امور خانہ داری، گھریلو زندگی، کھانا پینا اور صفائی وغیرہ کے متعلق معلومات وغیرہ۔

⑦ تعلیم و تربیت کے امور۔ تعلیم و تربیت کے طریقے کس طرح ان کو درس دیا جائے، لکچر کا طریقہ بیان کیا ہو۔ چھوٹے بچوں کو کس طرح معشرہ میں ترقی کی راہوں پر لائیں ان کا ذہن تہذیب و تعمیری کس طرح ہو۔

⑧ سائنسی معلومات۔ سائنس کی ایجادات اور ترقی اس کے جدید انکشافات وغیرہ کا تذکرہ۔

⑨ فلمی پروگرام۔ فلمی و فلمی دین سے متعلق امور وغیرہ۔

⑩ تفریحی امور۔ اس کے ضمن میں بہت سی چیزیں آسکتی ہیں مثلاً موسیقی، نغمے، مٹھائیں، افسانے، کہانیاں، مزاحیہ امور، ڈانس، ڈرامے، سچ، کھیل کود، تیراکی وغیرہ پارکنگ، مار دھاڑ، قتل، اغوا، لوٹ چوری و کشتی وغیرہ۔

⑪ مذہبی امور۔ جیسے رام لیلا، بھارت، رامائن کا درس وغیرہ۔

یہ وہ امور ہیں جو نیلی دیش پر نیلی کاسٹ ہوتے ہیں۔ اب ہم ان پر شرعی اور فقہی نقطہ نگاہ سے بحث کرتے ہیں۔ نمبر ۱ سے نمبر ۸ تک ہونے والے سارے پروگرام تو باہدات درست ہیں۔ ان میں اپنی ذات کے اعتبار سے تو کوئی قباحت نہیں بہت دوسرے خارجی واسطوں سے یہ ناجائز ہو جاتے ہیں۔ ایک تو اس وجہ سے کہ ان کی اشاعت و نشر کے سلسلے میں عورتوں کا ہی انتخاب ہوتا ہے۔ کمن، نوخیز لڑکیوں کا استعمال ان کے مقاصد کی نمازی کر رہا ہے۔ اگر یہ خبریں مرد کے واسطے سے ہوں تب بھی تصویر کا بد ضرورت شرعی ستموں ہونے کی وجہ سے درست نہیں۔ مٹھائی امور کتبائی شکل میں ہوں تو درست ہیں۔

۱۹ '۱۰ '۱۱۔ یہ تو ناجائز اور حرام ہیں۔ ٹی وی کے اہم ترین مقاصد میں بھی تفریحی امور ہیں۔ جنہیں منور مجس سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ ۸۵۸۰ فیصد تو یہی پروگرام بن پر دیکھے جاتے ہیں باقی چندہ فیصد امور ذرائع ابلاغ وغیرہ ہیں۔ غلبہ انہیں امور کا ہے جن میں عورتوں کے محسن و عریانیات رقص سرور سے عطف و رخص حاصل کرنا ہے۔ ظاہر ہے کہ شریعت اسلامی اس کی کس طرح جائز دے سکتی ہے۔ سی کو ماننے کے لئے تو یہ شریعت آئی ہے۔

بالفرض اگر یہ چیزیں نہ ہوں تب بھی اس کے آلودہ و ہواحد ہٹ ہونے میں کیا شبہ اور آہ ہو و عجب کا استعمال شرعاً درست نہیں۔ جس کی تفصیل آئندہ مقرر میں آ رہی ہے اہل دنیا ٹی وی کے نشہ میں آ کر خواہ کتنی ہی تادیل کریں مگر صنف نازک کا استعمال نیم عریانیات بے پردگی و بے حیائی مار دھاڑ قتل غوغا کے واقعات کے نتائج۔ اس کی حرمت کو صحت سے نہیں بدسکتے اور صنف نازک سے لطف اندوزی کا یہ طریقہ ہرگز جائز نہیں ہو سکتا ہے۔

ٹی وی ام الفواحش:

قرآن وحدیث کی روشنی میں منکرات اور نوائی کو سامنے رکھتے ہوئے جب مگر ہائی سے مستقبل کے نتائج کو دیکھ کر غور کیا جاتا ہے تو ٹی وی اور سینما وغیرہ کبار کا مرکز اور سرچشمہ معلوم ہوتا ہے۔ ٹی وی اور اس کی اسکرین پر ہونے والے گنہ کوئی ایک دو نہیں در نہ کوئی معمولی و ر کم درجہ کے ہیں بلکہ اہم اور شدید ترین کبیرہ گناہوں کو اور غضب الہی کو بھڑکانے والی جو شریعت ہی کے نہیں بلکہ انسانیت کے بھی خلاف ہیں۔ بچے ندر سمونے ہے جس کا احساس سطحی نگاہ سے نہیں ہوتا۔ جہاں اس سے آخرت کا خسارہ ہے وہیں دنیاوی نقصانات بھی ہیں۔ جو اہل بصیرت پر مخفی نہیں۔ خود اہل دنیا کو بھی اس کا اعتراف ہے۔

ٹی وی کن کبار اور فواحش کا مجموعہ ہے؟ احادیث و قرآن کی روشنی میں ہم آپ

کے سامنے پیش کرتے ہیں جس سے آپ اندر زلکا سکتے ہیں۔ اوقت کا یہ عظیم فتنہ خدا اور رسوں (ﷺ) کی مختلف بافرمانیوں کو اپنے اندر کس طرح لپیٹے ہوئے ہے۔ جس وجہ سے اس کو اُم اغوشش والہی مت کہا جاسکتا ہے تاکہ جو لوگ نادانی و نادانیت کی وجہ سے اس میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ خدا اور رسول (ﷺ) کی ناراضگی اور دینی و دنیاوی نقصان کو دیکھ کر اس عظیم فتنہ اور بُرائی سے اپنے آپ کو اپنے اہل و عیال و متعلقین و اہل ایمان بھائیوں کو بچائیں۔ شریعت استغفار کے مطابق زندگی گزاریں اور خدا اور رسول کی خوشنودی حاصل کرتے ہوئے دونوں جہن کی سعادت حاصل کریں۔ قیمت کی ہونا ک ذلت و رسوائی سے بچتے ہوئے صالحین کے زمرے میں شامل ہوں۔

ٹی وی آنکھ کا زنا ہے:

ٹی وی کے اولین مقاصد میں عورتوں کے خطوط سے مردوں کو لطف اندوز کرنا ہے۔ ٹی وی کے پردوں پر عورتیں جوشیہ طین کے جال اور پھندا ہیں۔ زہر ہنہ نیم برہنہ بے محابہ کھلے سر یا زرد پٹہ پیت سینہ پنڈریاں کھولنے ناچتی گاتی بانہوں میں بانہیں ملاتی ہاتھوں میں ہاتھ دیئے دکھاتی جاتی ہیں یا ایسے لباس میں ملبوس ہوتی ہیں۔ جس سے جسم کے سارے شیب و فراز اعضاء و جوارح کی بناوٹی کشش سطح لباس پر نمایاں ہو جاتے ہیں۔ حسین خوبصورت عریاں کمن عورتوں کے ہوشربا رقص ناچ گانے کے مسحور کن لطف اندوز مناظر ہوتے ہیں۔ ان کا دیکھنا آنکھوں کا زنا ہے جو حرام ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بد پاک ﷺ نے فرمایا۔ آنکھیں بھی زنا کرتی ہیں۔ اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا آنکھیں زنا کرتی ہیں۔ اس کا زنا (نا محرم) عورتوں کو دیکھنا ہے۔

(ترغیب صفحہ ۳۶ جلد ۳)

نگاہ معصیت کو شیطان کا تیر کہا گیا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا نظر شیطان کے حیلوں میں سے ایک تیر ہے۔

(ترغیب صفحہ ۳۹ جلد ۳)

شریعت کا حکم ہے اگر اتنا فاقہ کی نامحرم پر نگاہ پڑ جائے تو فوراً پھیر لے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا (جو دھوکے سے اچانک پڑ گئی ہو) کے بعد دوسری نگاہ نہ ڈالو کہ یہ تمہارے لئے چار نہیں۔ (ترغیب صفحہ ۳۵ جلد ۳)

فی وی میں نامحرم عورتوں کو اہتمام سے ہمدن ہو کر دیکھا جاتا ہے۔ جس مردہ کو میرا ب کیا جاتا ہے جو حرام کام ہے۔ اس وجہ سے کہ اچانک بھی عورتوں پر بھی نگاہ نہ پڑ جائے۔ مردوں اور عورتوں دونوں کو حکم ہے کہ نظر ہی کر چکی کر کے چھ کریں۔ چنانچہ حکم خداوندی ہے

﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّونَ مِنْ أَنْصَابِهِمْ وَيَخْفَضُونَ

عُرُوفَهُمْ ذَلِكَ أَرْكَى لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ﴾

(النور ۲۴، ۲۵)

آپ اہل ایمان سے فرمادیں کہ وہ اپنی ٹکابوں کو پی کر چکی رکھیں اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے لئے پاکیزگی ہے یقیناً جو وہ مرتے ہیں وہ خوب خبر رکھنے والے ہیں۔

اسی نظر کے حفاظت کے پیش نظر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے رستوں پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے کہ اچانک نامحرم عورتوں پر نظر نہ پڑ جائے۔ اس سے باز رکھو حدیث پاک میں "شعر البقاہ" بدترین مقام کہا گیا ہے کہ بار بار اس سے بچنا مشکل ہے۔ جس شریعت ورجس خدا و رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نظر کی اس درجہ حفاظت کی تاکید کی ہے۔ حق اس کے نام یواہر کا حال یہ ہے کہ فی کے پردوں پر عورتوں کی ہے حیاتی کے منظر نہایت ہی شوق و اطمینان کے ساتھ دیکھتے اور لطف اندوز ہوتے ہیں اور نا کے مرتکب ہوتے ہیں۔ لہذا نگاہ۔

فی وی کان کا زنا ہے:

فی وی کے پردوں پر گانے، شعر، غزل، خوش کن نغمے، نغمہ نیم عریاں رقصاؤں اور فن کاروں کے حسین دس بھانسنے والی جاذب آوازیں۔ سازوں اور طبلوں کی تھاپ، پل اور گھنگھرو کی جھنجھکاریں۔ موسیقی کے مست مسحور کرنے والے نغمے، حشائے محبت و عشق کی گفتگو۔ نیم عریاں کم سن عورتوں کی اناؤ نسری اور خبروں کی آوازیں۔ یہ سب کان کا زنا ہے۔ حدیث پاک میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کان زنا کرتا ہے اور اس کا زنا نامحرم کی آواز کا سننا ہے۔

(ابوداؤد ص ۲۹۳)

نامحرم کی آواز کا سننا حرام ہے۔ ایسی آواز کے سننے پر حجت و عہد ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی گانے والے کی آواز سننے بیٹھے۔ اللہ پاک قیامت کے دن اس کے کان میں سیسہ بکھیر دے گا۔

(رواح ص ۲۷۰ ج ۲)

اب بتائیے جو لوگ فی وی پر عورتوں کی ناؤ نسری ورس سے خبریں سنتے ہیں یا اپنے کانوں میں رقصاؤں کے رقص و سرور کی آوازیں ڈال کر لطف اندوز ہوتے ہیں ان کا کیا حال ہوگا۔ کیا ایسی ناؤ نسری اور خبریں جائز ہوں گی؟ ہرگز نہیں۔ یہ سب کان کے زنا میں داخل ہیں۔

فی وی دل کا زنا ہے!

فی وی کے پردوں پر برہنہ نیم برہنہ دلکش چست لہسوں میں نامحرم کو دیکھنا اور گانے اور مختلف نوع کی جاذب دل بھانسنے والی آوازوں کو سننا اور اس سے لذت و ر حظ کا محسوس کرنا۔ دل کا اس کی جانب شوق و رغبت سے مائل ہونا۔ اس کی لذت آمیز شہوانی امور کو سوچنا اور اس کے تصور سے مزہ لینا یہ دل کا زنا ہے۔ یہ دل کا زنا تو ہر وقت

رہتا یا رہ سکتا ہے۔ کان تو سننے کے وقت آنکھ تو صرف دیکھتے وقت زنا کرتی ہے مگر دل کا رونا تو اس وقت بھی اور اس کے بعد بھی کہ اس کا قصہ زخیال سوچ اور اس کے دھیان سے لطف اندوز ہونے کا سلسلہ چلتا رہتا ہے۔ چنانچہ شیطان ان منظر کو جو دیکھے ہوئے ہیں۔ خیال و تصور کی دنیا میں پیش کر کے مزے دار بنا رہتا ہے۔ جس کی وجہ سے چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے ہر وقت دل کے سنگین زنا میں مبتلا رہتا ہے۔ چنانچہ بخاری کی شرح عمدة القاری میں ہے

((والنفس يطمنى ذلك وتشتهي به وفيه كله يسمي زنا

لانه من نواصي الزنا)) (اصفحه ۲۴۱ جلد ۲۲)

تمن اور تصور و لطف اندازی دس کا زنا ہے۔ افسوس کہ دل کا کام یا دھند میں مشغول رہنا تھا۔ جو دل یہ دھند اور تصور خدا کا کھل تھا کہ اس دل میں صرف خدا کی یاد اس کا دھیان اس کی محبت رہتی وہ دل ناخبر ہے یا عورتوں کے شیطانی مناظر فی وی دیکھنے کی فحش خیالات کا آئینہ دار ہو رہا ہے۔ جس دل کا یہ حال ہو اس دل سے ہدایت اور عبادت و طاعت کا کیا تصور ہو سکتا ہے۔ خدا اپنے دل کو یا دھند سے معمور کیجئے اور وہی بات کا کھل ہونے سے بچائیے۔

فی وی لبولعب ہے:

فی وی لبولعب ہے۔ اس کا مقصد ہی یہی ہے۔ بلکہ اس سے بھی زائد ہے حیاتی اور فی ثنی ہے۔ لبولعب نامور کو کہتے ہیں جس سے کوئی دینی یا دنیاوی فائدہ نہ ہو۔ یہ سلام کی بلند مزاجی اور عوامیاری ہے کہ اس نے ہر ایسے نمور سے منع فرمایا ہے جس سے دین کا کوئی فائدہ نہ ہو۔ بعض کہیوں کی ممانعت اور حرمت کی یہی وجہ ہے۔ اس دنیا کو جو اطاعت و عبادت اور یاد خدا سے عاری و خالی ہو لبولعب کہا گیا ہے ﴿إِنَّمَا الْحَيَوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهْوٌ﴾ [محمد ۴۷ ۳۶]

اہل ایمان کے اوصاف کو بیان کرتے ہوئے۔ خداوند قدوس کا ارشاد ہے

﴿وَالَّذِينَ يُنْفِقُونَ مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَكَفًّا وَهُمْ كَوْنًا﴾ [المؤمنون ۳۷]

(اہل ایمان) بے کارا سود سے پرہیز کرتے ہیں۔

معارف القرآن میں ہے جو چیزیں انسان کو ضروری کاموں سے غفلت میں نہیں وہ ہو کہہ دیتی ہیں۔ بعض اوقات ایسے کاموں کو بھی ہو کہہ جاتا ہے جس کا کوئی فائدہ معتد بہ نہ ہو۔ محض وقت گزاری کا مشغلہ یا دل بہلانے کا سامان ہو۔

(صفحہ ۲۰ جلد ۶)

خیال رہے یہ تو اس لبولعب کے متعلق ہے جس میں وقت گزری ہو ورنہ کوئی گنہ نہ ہو۔ فی وی تو اس سے بہت آگے ہے کہ وہ کبڑ کا سرچشمہ ہے۔ اس میں ہر عضو کا گنہ ہے۔ نا محرم کی بے حیاء تصویریں اور اس کی آوازیں گانے وغیرہ سب حرام ہی تو ہیں۔ شریعت نے اس کھیل کی جس میں قوت دہیہ و لکریہ کی کچھ مشق بھی ہے۔ جیسے شطرنج اس کو حرام قرار دیا ہے۔ چنانچہ شطرنج کھیل کے متعلق حدیث میں سخت وعید ہے۔ نبی پاک ﷺ نے فرمایا شطرنج والوں کو قیامت کے دن سخت ترین عذاب ہوگا۔ ایک روایت میں ہے شطرنج معون ہے۔ جو کچھ وہ معون ہے اس کی جانب دیکھنے والا حزیار کا گوشت کھانے دار ہے۔ ایک روایت میں ہے شطرنج کھیلنے والا خزیار کے خون میں پنا ہاتھ روکتے والا ہے۔ (زبد جصفحہ ۲۴۰)

فی وی تو ایسا لبولعب ہے جو کبڑ میں مٹا کرنے والا ہے۔ اس کی حرمت میں یہ شبہ ہو سکتا ہے۔ لوگو! ایسے لبو سے بچو جو غضب الہی کا باعث ہو۔

فی وی ہو الحدیث ہے:

قرآن مجید میں ہو الحدیث کے اختیار کرنے پر عذاب مبین امت میرزا کن عذاب کا وعدہ ہے۔ سورۃ لقمان میں ہے:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُتَلَّ عَنْ سَنِينٍ

اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيُخْذِلُنَا بَرْزًا أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ﴾

[العن ۳۱ ۶]

”اور ایک وہ لوگ ہیں کہ خریدار ہیں کھیل کی باتوں کے تاکہ بچائیں اللہ کی راہ سے بن سکیں اور ٹھہرائیں اس کو اپنی ان کو دولت کا عذاب ہے۔“

ہو حدیث کا مطلب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے گانے والی عورتیں (گانے کا آہ و سبب) مراد ہیں۔ فرماتے ہیں کہ کفار قریش کے ایک شخص نے گانے والی ایک باندی خریدی تھی اس پر اللہ پاک نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (سلمی صفحہ ۳۶ جلد ۷)

خیال رہے کہ ٹی وی بھی گانے والی لہو الحدیث میں داخل ہے۔

لہو الحدیث کی تشریح معارف القرآن میں اس طرح مرقوم ہے۔ جمہور صحابی پڑھتے ہیں اور عامۃ المسلمین کے نزدیک لہو الحدیث عام ہے تمام اہل چیزوں کے لئے جو انسان کو اللہ کی عبادت اور یاد سے غفلت میں ڈال دے۔ (صفحہ ۲۱ جلد ۷)

ٹی وی پر یہ بات پوری طرح صادق آتی ہے اس کے پروگرام اور ریل کا کچھ ایسا سلسلہ چلتا ہے کہ جمعہ جماعت تو دور کی بات کھانے پینے سونے تک کا ہوش نہیں رہتا۔ رمضان کا دن ہوا اللہ کی پناہ، نظاری کے وقت کوئی پروگرام چل رہا ہو تو نظاری تک چھوڑ دیتے ہیں۔ عورتیں اس طرح محو ہو کر نظارہ کرتی ہیں کہ بچہ بھوک کی وجہ سے رو رہا ہو تو کہتی ہیں رونے دوا ایسے ہی روتا ہے۔ اگر ضرورت مند دروازہ پر دستک دے رہا ہے تو پرواہ نہیں۔ بوڑھے ماں باپ پانی یا دوا کے ضرورت مند ہوتے ہیں۔ تو ان کے سے یہ بات بڑی گراں گزرتی ہے کہ اس لطیف اندوزی کو چھوڑ کر ان کی خدمت کریں۔ کوئی دوسری ضرورت انجام دیں۔ خیال رہے کہ یہ تو اس وقت ہے جبکہ صبح کھیں اس درجہ محویت رکھتا ہو تو درست نہیں۔ لیکن ٹی وی تو اس سے بہت آگے ہے کہ اس میں گناہ وہ

بھی کبڑی مشغولی کا انہماک ہے۔ یہ تو گناہ ہمارے گناہ ہے۔ اس کی اجازت کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ لہذا فی دی ہو سب اور ہوا حدیث کا یہ سراسر چشمہ گناہ ہے۔ جس سے جنتاب کا حکم دیا گیا ہے۔ اس میں مشغول رہنا دیکھنا دورے کے رسوا کن عذاب کا باعث ہے۔ آج اس میں بڑا مزہ آ رہا ہے کہ کسی نا صبح کی بات پر کان دھرنے کو توجہ نہیں لیکن جب آنکھ بند ہوتے ہی فرشتوں کی مار درانگی پائی پڑے گی تب ہوش آئے گا۔ مگر تب وقت نکل چکا ہوگا۔ بے ایمان والو! ذرا ہوش میں آ جاؤ۔ ذرا دیر کی مذمت سے ایسی جا ہی مت خریدو کہ خود ہی پر ملامت کرو۔

ٹی وی کا واحد مقصد فحاشی کو ”پرموٹ“ کرنا رہ گیا ہے۔

ٹی وی ٹی ٹی بی حیالی کا۔ اور بہترین ذریعہ ہے۔ آن کی سن میں پوری دنیا کے کونے کونے میں اس کی اشاعت ہو جاتی ہے۔ ٹی وی کے پردے پر جو یورپ سے عربیائی برہنگی، چست ہاسی فیشن کے بے حیا طریقے چلتے ہیں۔ پوری دنیا کے ہر گھر میں آفا نایہ پھیلتے ہیں۔ یہ اس کا ہم ترین فائدہ ہے۔

سورہ نور میں فواحش اور گناہ کی شاعت اور ترویج پر قرآن نے بڑی وعید ذکر کی ہے۔ چنانچہ حکم خداوندی ہے

﴿إِنَّ الْإِنسَانَ لِرَبِّهِٖ لَآفَاحٍ ۚ أَن تَرَىٰ الْمُنَافِقِينَ فِي الْأُنْثَىٰ ۚ فَاسْتَمِعُوا ۚ فِي الْأُنْثَىٰ ۚ فَاسْتَمِعُوا ۚ

لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۚ فِي الدُّمْنَانِ وَالْأَجَاذِ ۚ﴾ [النور ۲۴: ۱۹]

”جو لوگ فواحش (اخلاقی برائی باتوں) کی اشاعت ایرن دلوں میں پسند کرتے ہیں۔ ان کے لئے دنیا اور آخرت سخت ترین مزا ہے۔“

چنانچہ ٹی وی میں فواحش ہی کی تو اشاعت اور اس کا شیوع ہوتا ہے۔ فواحش کے شیوع کا اس سے آسان اور سہل طریقہ کیا مشور ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ٹی وی میں جو نیم برہنگی، جنسی خواہشات کے حیا سور طریقے اور قتل، ظلم، اغوا، مار دھڑ چوری، ذہنی افرار

وغیرہ کے جو معصہ خلاق طریقے دکھائے جاتے ہیں۔ ان سے متاثر ہو کر انہیں امور کا رنگاب کرتے ہیں۔ نت نئے فیشن یہ اسی ٹی وی ور سینما کی ہی تو دین ہے۔ ٹی وی پر اس کی نمائش ہونے کی وجہ سے آئے ان کے قسم کے واقعات ہوتے رہتے ہیں ظاہر سے جو کس لاکھ۔ نیم برہنگی 'چست لباسی' دیکھیں گی وہ پردہ اٹھ کر کریں گی؟ جو جوان قتل، مار دھاڑ، غوغا، وغیرہ کے واقعات دیکھیں گے وہ شرافت اور شجیدگی اختیار کریں گے؟ ہرگز نہیں۔ انہوں نے مسلمان تو ہے حیاتی 'بد اخلاقی' کو مٹانے آیا تھا نہ کہ اس کی اشاعت کے لئے۔ قرآن پاک نے تو فحش کرنے سے منع کرنے کے بجائے اس کے قریب بھی جانے سے منع کیا ہے۔ ایسے سہا ب و آفات اختیار کرنے سے منع کیا ہے جس سے فواحش کا صدور ممکن ہو سکتا ہے۔ چنانچہ حکم خداوندی ہے

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ﴾

”بری باتوں کے قریب بھی مت جاؤ۔“

ٹی وی فواحش کا داعی درجہ بلکہ عین فاشی ہے۔ لہذا اس کے قریب جانا اس کا استعمال کرنا، اس کی خرید و فروخت کرنا کسی کو دینا دیکھنے کے لئے لوگوں کو بدناما۔ حکم خداوندی کے اعتبار سے ناجائز و حرام ہو گا اور دور رخ کے سخت ترین 'تکلیف' وہ عذاب کا باعث ہو گا۔ اے اسد م کے نام بیٹے والو! سوچو۔ ٹی وی گھر میں رکھنی کی اشاعت، حکم خداوندی اور اس کی حدود کو پامال کر رہے ہو یا نہیں۔ خود کو بھی دور رخ اور اہل و عیال کو بھی دور رخ میں بھیج رہے ہو کہ نہیں اللہ کے واسطے اپنے فائدہ کے لئے خود اور اہل و عیال کو دردناک سزا سے بچاؤ۔

ٹی وی اسراف ہے۔

حکم خداوندی ہے:

﴿كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا﴾

کھاؤ پیا اور اسراف یعنی فضول خرچ ہے جانہ کرو۔ خدائے پاک نے اسراف و انہوں خرچی سے منع فرمایا ہے۔ اسراف نام ہے حد اعتدال سے آگے بڑھنے کا اور حد اعتدال یہ ہے کہ جائز و مباح امور میں ضرورت کی حد تک خرچ کیا جائے۔ ورنہ ٹی وی تو جائز اور مباح امور سے بڑھ کر ناجائز و حرام میں داخل ہے۔ لہذا اس کا خریدنا تو درجہ اولی اسراف و مباح امور میں داخل ہو گا۔ ہدایت 'بد اخلاقی' ہے حیاتی 'خیرت' میں بربادی کا سامان ہے۔ اس کے متعلق حد اعتدال سے گزرنے میں کیا شبہ پیدا ہو سکتا ہے۔ لہذا ٹی وی کا لینا اور اس کا گھر میں رکھنا اللہ پاک کے حکم سے منکر و نافرمانی کی مخالفت اور پامالی ہے اور حکم الہی کو توڑنا ہے۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔ دیگر گناہوں کے ساتھ اسراف کا بھی گناہ ہے جو کبیرہ ہے۔

شوہروں کو اپنی ازواج کی طرف سے بے پرواہ کر ڈالنے والا آلہ

ٹی وی شیطان کا جال ہے۔ جس سے وہ لوگوں کا شکار کر کے جہنم میں پہنچاتا ہے۔ ٹی وی اور سینما کے اہم ترین مقاصد میں لوگوں کو خواہشات سے لطف اندوز کرنا ہے۔ اس کا سب سے بہترین ذریعہ عورتوں کے عیسن ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے تمام پروگرام میں کم سن خوبصورت عورتوں کو دخل ہے۔ انانسری کے میدان سے لے کر کھیل کے میدان تک میں یہ بات مشترک ہے۔ ٹی وی پر ٹیلی کاسٹ ہونے والے امور ذرائع سے متعلق ہوں یا تعلیم و تربیت سے عورتوں کی استعمال ہے۔ ان تمام پروگراموں کے لئے اسی صنف نازک کا استعمال ہوتا ہے۔ جو کسٹنی 'خوبصورتی' کے ساتھ دلکش روم آواز کی حامل مخصوص کیفیت والے ساتھ نیم برہنہ چست، حسین لباسوں سے نڈت اندوز کرنے والی ہوتی ہیں۔ اگر عورتوں کے یہ محاسن فحش، ذہنی مذاق، چھیڑ چھاؤ وغیرہ، نفس انداز کو بھانے والی باتیں نہ ہوں تو کون اس کا خریدار ہو گا۔ اس کے لئے صنف نازک ہی ایک ایسی جاذب شے ہے جس کو ٹی وی کے پردوں پر لا کر شیطان اپنے پھدے میں جہنم کا شکار پھنستا ہے۔ یہ عورتیں شیطان کا جال ہیں۔ ٹی وی کے پردوں پر شیطان

نے عورتوں کا جال ڈال دیا ہے۔ جس طرح شکاری مچھلی وغیرہ کا شکار چارہ سے کرتا ہے۔ اسی طرح یہ شیاطین عورتوں کے محاسن کو چارہ کی طرح ڈال کر شکار جہنم کرتا ہے۔ دروگ ہیں کہ چارہ کے لطف سے پھنسے جاتے ہیں۔ جس طرح مچھلی اور چوہے کو پھنسنے کا سوٹ نہیں ہوتا اسی طرح خوش نفس کے بیروں کو بھی ہوش نہیں رہتا۔

حدیث مبارکہ میں عورتوں کو شیطان کا جال بیت کرنا کی تشریح

حدیث پاک میں عورتوں کو شیاطین کا جال فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ سیوطی کی جامع صغیر کی طویل حدیث میں ہے: ((النساء حبالہ الشیاطین))۔

شیطان کے جال مانگنے کا واقعہ:

ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو نصیحت و مکر ای میں پھنسنے کے لئے جس کا انجیم جہنم ہو گا۔ کوئی پسند اور جال مانگا تا کہ اس جال سے شکار کر کے لوگوں کو جہنم میں ڈالے۔ اس واقعہ کو مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ جسے ہم نہایت ہی مختصر سے آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں تاکہ فی وی اور اس کے پردوں پر عورتوں کے محاسن کی لمٹائش کی حقیقت آپ کے سامنے آ جائے۔

بہیں مردود جب بارگاہ خداوندی سے راندہ درگاہ ہوا تو قسم کھائی کہ میں انسان کو ضرور مگرہ کروں گا۔ اس کے بعد اس مردود نے خداوند کریم سے درخواست کی کہ ہمیں کوئی مصلوبہ جال دیجئے جس میں وہ پھنسنے کے بعد وہ نکل نہ سکے تو خدا تعالیٰ نے مختلف جال اس کے سامنے پیش کئے۔ سب سے پہلے سونا چاندی گھوڑے وغیرہ پیش کئے گئے۔ مگر شیطان نے اسے پسند نہ کیا اور ناخوشی کا اظہار کیا تو خداوند کریم نے اس کے سامنے نہایت ہی بیش قیمت جوہرات پیش کئے کہ اس سے لوگوں کا شکار کرنا۔ شیطان نے اسے بھی نا کافی قرار دیتے ہوئے انکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اچھا تو اس کے علاوہ اور چہرہ شیریں کھانے آتش شرب اور بیش قیمت ریشمی کپڑے پیش کئے۔

شیطان مردود نے کہا اس سے بہتر چاہئے۔ ایسا جال ہو کہ تو زبردستی نہ سکے۔ تب خدا نے پاک نے شراب اور چمک رہا باب کا سامان اس کے سامنے رکھ دیا ایسے کچھ کر شیطان چمک مسکرایا اور خوش ہوا اور سمجھا کہ یہ جال پیسے چاروں سے بہتر ہے مگر یہ خوشی میں ہوا۔ اس سے برسے چاروں کی درخواست کی کہ ایسا جال دیجئے کہ میں اس کے منہ میں گام کی طرح لگا دوں اور پھنسا کر جہنم چاہوں کھینچتا پھروں۔ بازار گیوں میں ان کو لئے پھر کروں تو اللہ تعالیٰ نے شیطان کی درخواست پر تخری اور مضبوط جال دکھایا اس کے سامنے اللہ تعالیٰ نے عورتوں کا حسن و جمال و اس کے محسن و ادا کو دکھایا تو شیطان اس جال کو دیکھ کر بے انتہا خوش ہوا اور مارے خوشی کے تاپے لگا۔ عورتوں کے اس حسن و جمال کو دیکھ کر شیطان سمجھ گیا کہ یہ ایسا جال ہے جس سے کوئی بچ کر نکل نہیں سکتا۔ مولانا روم فرماتے ہیں۔

جو بدید آں چشم عالمی ہر خسار
کہ کند عقل و خرد را در خسار
و آن صنادید عارض آن سیراں
کہ بسوزد دچوں سپندایی دلبران

”جب اس نے دیکھا کہ عورتوں کی آنکھیں ایسی پر خسار ہیں کہ عقل و خرد پر پردہ ڈال دیتی ہیں۔ اس کے حسین رخساروں کی صفائی و خوبیوں کو غور کی طرح جگا کر رکھ دیتی ہے۔ غرض کہ جب اس عورتوں کے محسن چہرہ خالی ابرو حسن قامت وغیرہ کو دیکھ تو اچھل پڑا اور اسی جال کو مانگا۔ خدائے پاک نے اسے دے دیا۔ چونکہ یہی جال اس کو پسند آیا۔“

چنانچہ آپ پوری دنیا میں عورتوں کا فتنہ دیکھیں گے۔ پوری دنیا میں گرفتار ہے بڑے شہروں میں جا کر دیکھئے عورتوں کا کیسا فتنہ ہے۔ فی وی اور سینہ میں دس بھانے و عورتوں کی بھرمار ہوتی ہے۔ مختلف طور طریقہ سے سے دھبا جاتا ہے۔ عورتوں کے

س جان سے وہ جہنم کا شکار مرنے لگا ہے۔ لوگ ہیں کہ گم ہوں میں مست کو رہے ہیں۔
حظ لذت کی وجہ سے کس گنہ میں مدہوش ہیں۔ اس سے ہمارا ملک ہونا مشکل معلوم ہوتا
ہے گناہ میں جب مڑو اور حلف ہوتا ہے تو بڑا مہلک اور خطرناک ہوتا ہے لیکن وہی مڑے
دار گناہ ہے۔ اس مضبوط جال سے مضبوط ایمان والے کی بچ سکتے ہیں قرآن میں ہے
﴿إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ﴾ "میرے بندوں پر شیطان تیرا غلبہ نہ ہوگا۔"
اللہم حفظہم۔

ٹی وی اور بے حیائی و فحاشی

ٹی وی 'سینما' بے حیائی ٹی ٹی وی اور اس کی شہرت کا کامیاب آلہ ہے۔ اس کے
پردوں پر دکھائی جانے والی چیزیں معاشرہ اور اخلاق کے لئے تباہ کن ہیں۔ نیم
عریانی کے حلف آمیز مناظر۔ ہنس مہاسوں کے دھچکوں کے ساتھ
بے محابہ گفتگو عشق و محبت کی اد میں فحشی مسکراہٹ ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر بلکہ اس سے
اور بڑھ کر حیا سوراہاتیں بے حیائی نہیں تو اور کیا ہے۔

اسی بے حیائی کے حلف اندوز مناظر کی وجہ سے ٹی وی کی مانگ ہے۔

ٹی وی اور سینما کے پردوں پر جس قسم کی بے حیائی کے دل سوز مناظر ہوتے
ہیں کہ شرافت انسانی کا جنازہ نکل جاتا ہے۔

جس نبی نے امت کو بے حیائی سے جس قدر تاکید کے ساتھ روکا تھا۔ حج امت
اسی کو اپنا رہی ہے اور اسی کو تہذیب زمانہ سمجھ رہی ہے۔

حیا اور اس کی اہمیت :

خالق کائنات نے مردوں کے مقابلے میں عورتوں کو خصوصاً کنواری میں یہ نعمت
ودیعت زیادہ رکھی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ خدائی حسنہ خواہش زنا سے محفوظ رہتی ہے۔
اس کے حق میں یہ ایک آہنی دیوار ہے۔ اسی لئے مشہور ہے

((ادرا فاطم الحیا فاعمل ماشئت))

(ادب المفرد صفحہ ۵۵۹)

'جب حیا تجھ سے فوت ہو جائے تو بچ ہو چکا ہے کرا۔'

حیا ایک آرزو ہے اس کا ختم ہو جانا گناہوں پر لیر کرتا ہے۔ اسی وجہ سے شریعت نے
بے حیائی سے منع اور حیا کی فضیلت ذکر کی ہے اور اس کی ترغیب دی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا حیا ایمان کی
شرح ہے۔ (بخاری صفحہ ۲۹۸ مختصراً)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا حیا ایمان ہے
ایمان سے جنت ہے۔ بے حیائی ظلم و گناہ ہے اور گناہ جہنم ہے۔ (ترغیب صفحہ ۳۹۸)
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ بے حیائی جہنم کا باعث ہے۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا حیا اور قلت کلام
ایمان کی باتیں ہیں۔ جنت سے قریب جہنم سے دور کرنے والی ہیں۔ بے حیائی فحش
کلامی شیطان سے ہے اور جہنم کے قریب کرنے والی ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا خدائے پاک جب
کسی کو ہلاک کرنے کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس سے حیا دور کر دیتے ہیں۔

(ترغیب صفحہ ۴۰۰)

(چنانچہ بے حیائی سے فواحش پر دلیر ہو جاتا ہے)۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا حیا اور ایمان ایک
دوسرے کے ساتھی ہیں جب ایک جاتا ہے تو دوسرا بھی چلا جاتا ہے۔

(ترغیب صفحہ ۴۰۰)

آپ کے ان مشادات سے معلوم ہوا کہ بے حیائی جہنم کا باعث ہے اور اس کی
اصل بے ایمانی ہے دوسرے آپ نے ایسی ہیئت وغیرہ پر غور کیجئے یہ بے حیائی کا معنی

سے اور اس کا مشق ہے۔ لی وی کے پردوں پر بے حیائی کے خوشنما منظر دیکھ کر حیا جو یہ فطرتی ٹڈتھی ٹوٹ جاتی ہے۔ جس کے نتیجہ میں نیم عریاں بلا دینے کے لباس فیشن سے راستہ ہو کر محاسن کا انہار کرتی پھرتی ہیں۔ اجانب کے ساتھ یہ تغریب کو مکمل جاتی ہیں۔ ہانہوں میں ہانہ ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر پردہ عصمت کا مذاق اڑاتی ہیں 'اجانب کے ساتھ بلا بھجک کھیل میں شریک ہوتی ہیں۔ ان کے ساتھ خلوت برتی ہیں بلکہ زنا فواحش تک کا ارتکاب کرتی ہیں۔ عریاںیت و برہنگی یا دلکش فیشن وادوں سے لوگوں کو زنا کی جانب ابھارتی ہیں اور اسے تہذیب زمانہ آری وی فصول قرار دیتی ہیں۔

بے حیائی کی انتہا۔

کون سی ایسی بے حیائی ہے جو لی وی ویدو فلسفوں نے چھوڑی ہے۔ کیا آج بے حیائی کی انتہا نہیں ہو گئی ہے کہ گھر میں لی وی چلا رہتا ہے۔ قسوں کی ریلنگی ہوتی ہے۔ بے حیائی کے حیا سوز منظر برہنگی نیم برہنگی بوس و کنار لپٹ چمٹ کی تصویریں چلتی رہتی ہیں۔ گھر کے تمام افراد بچے بڑے چھوٹے ماں باپ بیوی شوہر بھائی بہن ساس بہو ایک ساتھ بیٹھ کر بے حیائی کے مناظر دیکھتے ہیں بلکہ بعض موقعوں پر بے حیائی کے لطف اندوز مناظر پر تالیاں تک بجاتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور کیا بے حیائی کا تصور کیا جا سکتا ہے کہ ہمارے معاشرے میں بھوسا کے سامنے شوہر سے کھل کر بات نہیں کر سکتی تھی۔ ایک چارپائی پر بغل میں بیٹھ نہیں سکتی تھی اور آج بے حیائی زمانہ اور دماغی ران کے منظر ایک ساتھ بیٹھ کر دیکھتی ہیں اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ نوجوانوں کے درمیان جو فطرتی حیا کی آدھی وہ پاش پاش ہو گئی۔ بے حیائی کے مناظر دیکھ کر خود بے حیائی سیکھنے اور کرنے لگی۔ ماں باپ کے سامنے اجنب سے فطرت اور اس کے ساتھ تغریب و کھیل کو مکمل جاتی ہیں۔ وہ مدین کچھ نہیں کہہ سکتے۔ تک تک دیدم دم نہ کشیدم۔ آخر نہیں کا تو سکھایا ہو ہے۔

فرہ نیر دار بچیو!

امر با معروف و نہی عن المنکر پہ سختی سے عمل پیرا ہو جائیے۔

لی وی نے آپ ﷺ کی ایک پیشین گوئی پوری کر دی۔ آپ نے فرمایا لوگوں پر یہ زمانہ آئے گا اس وقت وہ بھی باتوں کا علم و دربر نہاں سے منع نہیں کر سکیں گے۔ یہ بدترین زمانہ ہوگا۔ (مجمع ص ۲۸ جلد ۷)

سے ایمان و سلام و احوال بے حیائی کی جز و اس کی بنیاد کھڑ بھنگو۔ اپنے گھر اپنی اولاد کی حفاظت کرو۔ حیا جو عزت و عصمت کا محافظ ہے۔ اسے لی وی کی محوس فسادوں سے پاش پاش نہ کرو۔ یہ بے حیائی دنیا کے لئے بھی رسوائی کا باعث ہے اور آخرت میں جہنم کی آگ اور اس کا اڑو حابن کرڈے گی۔

میرا ایک طبیب علم سطور کی پروف ریڈنگ کے وقت کہنے لگا کہ استاد جی! میں گاؤں سے مدرسہ آتے وقت ہونٹل میں کھانا کھانے کے لئے رکا تو دیکھا کہ ایک بیٹہ کے اشتہار میں بھی عورت تھی۔

سبحان اللہ! کیا عورت کو فقط چیزیں بیچنے کی چیز بنا کر رکھ دیا گیا ہے۔ ہاں لقا وانا ایہ راجعون۔

شوہر صاحب کے کانوں پہ تو ہیڈ فون ہی لگا رہتا ہے:

موسیقی آج سے تیس صدیوں سے لوگوں کے دلوں کو بھانے کا ایک آلہ بنی ہوئی ہے اور میں نے کچھ گھرانے ایسے بھی دیکھے جو لی وی سے تو اللہ عزوجل کے فضل و کرم سے بچے ہوئے ہیں لیکن موسیقی کی محنت میں گرفتار ہیں اور اب تو مرے کو مارے شاہ مدار کے مصداق موبائل فونز میں بھی موسیقی کا بندوبست کر دیا گیا ہے۔

یسرے سے کان بھر جائے گا تب گانے کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ بے گانے ورنی وی کے شوقین اکل ہونے والا انجام سوچ لو تا کہ افسوس و حسرت نہ ہو۔

جس گھر میں فی دی کا سلسلہ چلتا ہو خواہ خبر در نیوری کا سلسلہ کیوں نہ ہو۔ رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ بدراستی شرح ملتفی میں ہے

لا تحضر الملكة شياء من الملاہی . (ص ۵۵۳ جلد ۲)

کہ ابو حب کے قریب فرشتے نہیں آتے بہر معلوم ہوا کہ جس گھر میں فی دی ہوگا وہ گھر رحمت کے فرشتوں کی آمد سے ڈور ہوگا۔

اسی وجہ سے آپ اس گھر میں تشریف نہ لے جاتے۔ جس گھر میں جانہ رکی تصویر ہوتی۔ ٹی وی سے بڑھ کر قابلِ غفلت تصویریں اور کس میں ہوں گی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ایک غایب خرید جس میں تصویر تھی۔ آپ نے (گھر سے ہونے) دیکھا تو دروازے ہی پر کھڑے ہو گئے اور اندر نہ گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ناراضگی کا اثر چہرے سے بچھون لیا۔ انہوں نے کہا اند اور اس رسو (مذلت) سے معافی۔ میں نے کیا جرم کیا؟ آپ نے پوچھا اے عائشہ! یہ لالچ کیا ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے اسے خریدا تا کہ آپ اس پر تشریف فرما ہوں در نیک لگائیں۔ آپ نے فرمایا تصویر بنانے والے کو قیامت میں عذاب دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا جو تم نے بنایا اس میں جان ڈالو۔ آپ نے فرمایا جس گھر میں تصویر ہو ملائکہ اس میں داخل نہیں ہوتے۔

(مشکوٰۃ ص ۳۸۵)

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا جس گھر میں تصویر یا کتا ہو اس گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ (مشکوٰۃ ص ۳۸۵)

یہ تو عام تصویروں کے متعلق ہے خواہ وہ انسانوں کی ہوں یا جانہ رکی ٹی وی کے پردوں پر اور شیشے پر دکھائی جانے والی تصویریں تو فاشی بے حیائی سے بد ہوتی ہیں کہ

ایک شریف آدمی کی گردن مارے حیا کے جبک جاتی ہے۔ گواہی دہاں آ رہا ہو گے اس سے لطف حاصل کرتے ہیں۔ جہاں سکی و بیات بے شرم تصویروں کے سبب لگے رہتے ہوں وہاں رحمت کے فرشتے کس طرح آ سکتے ہیں۔ ہاں ملائکہ مذہب و موت تو آتے ہیں۔ اب جوئی وی میں وی سی کی شکل پیدا ہو گئی ہے۔ اس سے تو ہر وقت اس کا سلسلہ لگا رہتا ہے۔ وقت کی بھی پابندی نہیں۔

سے یہاں دالوا کیوں ایسا عمل کرتے ہو کہ ملائکہ رحمت سے تہرا را گھر محروم رہے۔ ملائکہ رحمت کی آمد تو دین دنیا کی خوبی اور شہدائی کی بات ہے اس سے تو شیاطین اور اس کی زیارت کا سلسلہ لگا رہے گا۔ جو دونوں جہنم کے نئے ضرر و مصیبت کی بات ہوگی۔ لہذا فی دی سے اسباب رحمت کو مت روکو۔

خاتونِ خانہ کے ہاتھوں منع الرزق "رزق کی کتنیوں" کا کھویا جانا

گناہ ورگن ہوں پر اصرار رزق اور اس کی برکت کو رائل کر دیتا ہے۔ سچ کل عام طور پر مال کی فراوانی کے باوجود ضروریات کے سلسلے میں پریشانی اور فکر کی شکایت رہتی ہے۔ مال کی آمد ہے کاروبار بھی بہتر ہے۔ مگر کہاں خرچ ہوتا ہے پتہ نہیں چلتا یا بسا اوقات آمد سے زائد خرچ کی نوبت آ جاتی ہے۔ اس میں جہاں در اسباب کو دخل ہے وہیں خدا کی نافرمانی اور گناہ کو بھی دخل ہے۔

چنانچہ فی دی ۱ سینما کبار کا مجموعہ ہے۔ جب ایک گناہ کی خاصیت یہ ہے کہ وہ رزق کو روک دیتا ہے اس کی برکت کو کھو دیتا ہے تو جو مجموعہ عصیانِ سرچشمہ کبار ہو اس کا کیا حال ہوگا حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا آدمی گناہ کی وجہ سے رزق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ (ترغیب ص ۳۱۲ جلد ۲)

رزق کی تنگی میں گناہوں کو بہت دخل ہے۔ چنانچہ قوم سب کو خدا نے پاک رکھا ہوں کی پادش میں پاکیرہ رزق پہلوں کے باعث سے محروم کر کے خار و جھڑیاں دے دی تھیں۔ جس نامفصل و تعد سورہ سائیں دیکھا جاسکتا ہے۔

چنانچہ با اوقات دیکھا جاتا ہے کہ انسان چھٹی طرح زندگی بسر کرتا رہتا ہے۔
 پہلے تک کہ غفلت یا غصہ غصہ یا غم کی وجہ سے کسی کبیرہ کا ارتکاب کر لیتا ہے جس کی
 بدشاہ میں رزق کی برکت سے محروم کر دیا جاتا ہے اور معاشی تنگی میں مبتلا کر دیا جاتا
 ہے۔ مسند حمد میں دہب رمی اللہ عنہ سے نقل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ سے
 خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا۔ بندہ جب میری طاعت کرتا ہے تو اس سے راضی ہوتا
 ہوں اور جب راضی ہوتا ہوں تو برکت دیتا ہوں اس کو ورنہ اس کی نسلوں میں درمیری
 برکت کی انتہا نہیں رہتی۔ (زواجر ص ۱۳ جلد ۱)
 خود قرآن پاک میں ہے:

﴿مَنْ عَمِلْ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ اٰتٰنٰی﴾ [النحل ۱۶ ۹۷]

جو مرد عورت نیک عمل کرے گا۔ ہم اسے پاکیزہ زندگی سے نوازیں گے۔ درپائیزہ
 زندگی وہ ہے جو امن و سکون، عافیت و برکت کے ساتھ ہو۔ لہذا معلوم ہوا کہ
 نبی۔ وی گناہ کبیرہ ہونے کی وجہ سے محرومی رزق یا بے برکتی کا باعث ہے۔ لہذا اگر
 برکت در عافیت چاہتے ہو تو گناہ چھوڑ دو تقویٰ اختیار کرو۔ تقویٰ کی بنیاد پر خدائے
 پاک بے گمان رزق دیتا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے

﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لِّهٖ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾

”جو شخص اللہ سے تقویٰ اختیار کرتا ہے اس کے لئے اللہ راستہ نکال دیتا ہے وہاں
 کو ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے جہاں سے گمان نہیں ہوتا۔“

آپ کی لا پرواہیوں کا وبال اولاد کو بھگتنا پڑتا ہے

ہاں! ہاں! حاشاء اللہ۔! مجھے بتا ہے کہ جو خواتین بچہ صفت پر ادھیں کی
 وہ تو مجھے دعا میں دیں گی کہ ”مولوی صاحب! نے! لکھو! کس! اچھے طریقے
 سے بیوی کی اہمیت! عظمت! اور شان! بیان کی! چلو! یہ! اپنے شوہر کو بھی
 بتائیں! کہ! انہیں! بھی! کچھ! نصیحت! حاصل! ہو! لیکن! جب! ان! صفات! پر! پیشانی

کی تو ایک کان سے سنا اور دوسرے سے۔۔۔ کیونکہ یہاں تو معاملہ اب
 امتیازی شان سے آگے بڑھ کر عمل کرنے کا آ گیا ہے اور ہمارے
 معاشرے میں سب کچھ ملے گا تاہم یہ ہے تو فقط عمل۔“

جب گھروں میں گناہ عام ہوتا ہے تو سزا سب کو ملتی ہے

نبی دی ایسے گناہوں کا سرچشمہ ہے جس کی وجہ سے آخرت تو اذریات ہے سی
 دنیا میں اس کی سزا اور گرفت ہو جاتی ہے۔ آج ہر شخص پریشان و مختلف قسم کے حوادث
 میں گرفتار ہے پریشانیوں عام ہیں چونکہ اس کا سبب گناہ کبیرہ عام ہے۔ گناہ کے عام
 ہونے کی وجہ سے سزا بھی عام ہے۔

چنانچہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب گناہ
 ہماری امت میں عام ہو جائے گا تو خدائے پاک کی سزا بھی عام ہو جائے گی۔

راجح ص ۲۶۸ جلد ۳

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب کسی قوم میں
 گناہوں کی کثرت گمن ہوں کارواج عام ہو جاتا ہے تو اللہ پاک اس میں موت زائد فرما
 دیتے ہیں۔ (مسلم ۲۶۹ جلد ۵)

چنانچہ آج دیکھا جا رہا ہے کہ موت کی بڑی کثرت ہے۔ کہیں مہلک بیماریوں سے
 کہیں یکمڈ منت سے کہیں فساد وغیرہ سے۔

حضرت اسماعیل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صورتوں کے مستور اور زمین
 کے دھس کا وہ قند پیش آئے گا۔ پوچھا گیا کب ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا جب گانے و سیاں
 عام ہو جائیں گی اور شراب کو حلال سمجھا جائے گا۔

(ابن ماجہ و ابوداؤد ص ۲۷۰ جلد ۲)

ایک حدیث میں ہے غفریب ہماری امت میں کچھ لوگ ہوں گے جو ریشم شراب
 اور گانے والیوں کو حلال بتائیں گے۔ (زواجر ص ۲۷۰ جلد ۲)

چنانچہ آج دیکھا جا رہا ہے کہ بہت سے لوگ جو ماذن ذہن کے ہیں وہ ٹی وی پر جاز اور صلہ بتاتے اور سمجھتے ہیں۔ ٹی وی کے ناچنے والے کو پرانے زمانے کے جنگی لوگ قرار دیتے ہیں۔ تمدن اور آراؤی نسواں کا مخالف در دشمن سمجھتے ہیں۔ آج یہ پیشین گوئی پوری ہو رہی ہے بے حیائی کے مناظر کو کھیل اور منور ٹیجن کہہ کر ٹاس دیتے ہیں۔ بہر حال بسا اوقات ایسا دیکھا جاتا ہے کہ آدمی وسعت فراوانی کے باوجود مصائب و آلام کے مہلک بھنور میں گرفتار رہتا ہے۔ ایک جانب مادی سموت دوسری جانب جادو اور پریشانیوں کا سلسلہ عام طور پر لوگ اس کا سبب مادی وسائل یا دنیاوی امور کو سمجھتے ہیں۔ اسی لئے وہ اور زیادہ مادی وسائل اور دنیا میں منہمک ہو جاتے ہیں۔ اس سے کام نہیں چلتا تو کچھ لوگ تعویذ گندوں کی جانب مائل ہوتے ہیں اور ہی طرح حیران سرگرد رہتے ہیں۔ قانون خداوندی سے غافل ہونے کی بنیاد پر وہ سمجھ نہیں پاتے کہ اس کا سبب کیا ہے خدائے پاک نے اس کا سبب مادی اور مافرمائی بتایا ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں ہے:

﴿وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَنْ

کَیْفِیَّتِ﴾ [الشوریٰ ۲۷: ۳۰]

”جو تمہیں مصیبت اور پریشانی پہنچی ہیں وہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی ہے اور بہت سا تو وہ معاف کر دیتا ہے۔“

معلوم ہو کہ مصائب و حوادث کا سبب خدا کی مافرمائی ہے۔ چنانچہ بے حیائی اور فواحش کے ظہور سے طاعون اور مہلک امراض کا شیوع حدیث پاک سے ثابت ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا جس قوم میں فواحش در بے حیائی کھلم کھلا ہو جائے تو طاعون اور دیگر مہلک امراض میں مبتلا کر دی جاتی ہے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے

جب فواحش کا ظہور ہوتا ہے۔ تو ان پر موت (کی کثرت) کر دی جاتی ہے۔

(فتح صلی ۱۹۳۳ء ج ۱۰)

بنی اسرائیل پر طاعون کی بیماری فحاشی کی وجہ سے اتری تھی

پہلی قوموں کی تباہی کے احوال پر غور کریں تو پتا چلتا ہے کہ ان کی نہ صرف یہ کہ انہوں نے جو ان نسل گری میں مبتلا تھی بلکہ بڑے بڑے بھی ان کھار میں مبتلا تھے۔

فتح الباری میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل پر طاعون کی مہلک بیماری اسی فحاشی اور زنا کی وجہ سے آئی تھی جس میں صرف ایک دن میں ۷۰ ہزار موت کے گھاٹ تر گئے تھے۔

(فتح الباری ص ۱۸۳)

ٹی وی سے فحاشی اور بے حیائی شائع ہوتی ہے اور پھر یہ طاعون اور دیگر مہلک امراض کے شیوع کا سبب بنتا ہے۔ خدا کی پناہ! کیسی ہلاکت کا باعث ہے یہ ٹی وی!

کیبل نے توئی۔ وی کو ”زہر میں بجھا آ لہ“ بنا ڈالا ہے۔

اب آج کے دور میں توئی۔ وی نے ایک نئی تباہی پھیلا ڈالی ہے اور وہ ہے کیبل۔ اب تو ہر گھر میں یا کم از کم شہروں میں تو تقریباً ہر گھر میں یہ بیماری پہنچ چکی ہے۔

حاسب علم کو تنبیہ کی تو اس نے حیران کن انکشاف کیا۔

میرے مدرسہ میں ایک حاسب علم اپنے کسی ساتھی سے آہستگی سے کوئی بات کر رہا تھا کہ میرے کانوں تک وہ بات پہنچ گئی میں نے اسے پاس بلا کر سختی سے ڈانٹا لیکن چند ہی لمحوں میں مجھے حساس ہو کر اتنا چھوٹا بچہ اور اتنی بڑی بات میرے پیار کرے اور کچھ نصیحتیں کرنے سے بچنے کا ذریعہ درود بتانے لگا کہ میری ”اما“ مجھے شام کو کارٹون دکا دیتی ہے اور وہ رد زبان میں آتے ہیں اس میں کارٹون کی آپس میں جب شادی ہوئی تو وہ ایک دوسرے کو یہ بات کر رہے تھے۔

مولانا! ہمارے گھر کا ماحول تو بڑا پاکیزہ ہے:

ب بتائیے! بندہ کرے تو کیا کرے۔ جب کچھ صحت کی جائے تو دگ کہتے ہیں ہمارے گھر کا ماحول تو بڑا پاکیزہ ہے۔

اپنی اصلاح کیجئے یقیناً جانے شوہر اپنی کمیوں کو تابہوں پہ چند دن

ہی میں قابو پا لے گا

ایک بزرگ کا قصہ ہے کہ ان کے وقت میں ایک دفعہ بارش نہ ہوئی دگ عقیدت کی وجہ سے ان کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت دعا کیجئے کہ بارش ہو جائے فرمایا میں کیا دعا کروں یہ میری ہی آفت ہے یہ میری ہی شامت اٹھا ہے کہ بارش نہیں ہوتی۔ اس کو معتقدین کب تسلیم کرتے۔ عرض کیا کہ حضرت آپ تو عقوبتوں بندے ہیں اور بزرگ ہیں اور چنانچہ نہیں ہیں۔ آپ یہ کیا فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں کی غصہ ہے۔ ہمارے واسطے استغفار کر دیجئے کہ حق تعالیٰ ہمارے گناہوں پر نظر نہ فرمائیں اور اپنی طرف سے رحمت نازل فرمادیں۔ فرمایا میں سچ کہتا ہوں کہ یہ میری ہی غصہ ہے جب تک میں شہر میں رہوں گا رحمت نہ ہوگی۔ لوگ مجبور ہوئے اور ان کو شہر سے باہر پہنچا دیا۔ بس ان کا شہر سے نکلنا تھا کہ فوراً بارش ہو گئی۔ کیا ٹھکانہ ہے حق تعالیٰ کے معاملات کا کوئی سمجھ نہیں سکتا۔ ان کی تربیت کی تکمیل مقصود تھی اس واسطے ایسا ہو کہ جب تک وہ شہر میں رہے بارش نہیں ہوئی تو اس میں یہ راز ہو سکتا ہے کہ اس کو واضح پر عمل کرنے کی برکت سے بارش ہوئی ہو۔ غرض وہ لوگ خود اپنے آپ کو مٹاتے ہیں ورنہ حق تعالیٰ بھی ان کے واسطے ایسا ہی سامان کرتے ہیں کہ ان کی ہستی مٹ جائے۔

صفائی کی اہمیت

جو سب کو سنوارتی ہے وہ خود بھی تو سنورے

اسلام نے بہت ہی اہمیت کے ساتھ صفائی پر زور دیا ہے۔ غور کیجئے! اگر کوئی عورت بد دوزار منہ سے نماز پڑھے گی تو فرشتوں کو کتنی تکلیف ہوگی۔ جس منہ سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے قرآن کریم کی تلاوت کی جائے اس کو صاف ستھرا نہ رکھنا کتنی برکت ہے۔ جسم پر خوب جھگھے جھگھے چھپاؤ ڈال دینا پر فیمو چمڑک لینا۔ یہ حقیقی صفائی نہیں بلکہ صفائی کا معیار تو یہ ہے کہ منہ سے بد بو نہ آتی ہو ذانت صاف ہوں بدن کے غیر ضروری بال صاف ہوں ناک اچھی طرح صاف ہونا خن کٹے ہوئے ہوں انگلیوں کے پورے چمکتے ہوئے موتی کی طرح صاف ستھرے ہوں پائوں کے تلوے صاف ہوں دوسرے بال صاف اور کشمکش کئے ہوئے ہوں۔

اگر کسی عورت کو اپنی صفائی کا معیار جانچنا ہو کہ آیا میں صاف ستھری کہنے کی مستحق ہوں یا نہیں تو ان چیزوں میں صفائی تھرائی دیکھو۔ پھر باورچی خانہ فریج ہاتھ روم وغیرہ کی صفائی دیکھو لے کیونکہ حقیقی صفائی تو وہ ہے جو ہمیں سلام نے سکھائی ہے۔ اس میں خصوصیت سے دانت اور منہ کی صفائی بہت ہی اہمیت رکھتی ہے۔ بعض عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ پان کھا کر یا چاکلیٹ وغیرہ کھا کر بغیر دانت صاف کئے سو جاتی ہیں اور بچوں کو بھی بغیر دانت صاف کر دیتے ملا دیتی ہیں۔

ہائے افسوس! اس جدید تہذیب نے ہماری اصلی تعلیمات کو بھی ختم کر دیا۔

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ

وسمعنا استنات عائشة ام المؤمنین فی حجرہ

(شخصیة المرأة المسلمة صفحہ ۱۰۶)

ترجمہ ہم مومنین، شرفی لہذا کے حجرہ مبارکہ سے ان کے دانت صاف کرنے کی آواز سنتے تھے۔

اسی طرح سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

كان لا يرقد من ليل ولا نهار فيستقط الألسن قبل ان

يقوضاً (کنز العمال، جلد ۷ صفحہ ۴۴)

ترجمہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات اور دن میں کسی وقت بھی آرام فرماتے تو انھیں کے بعد وضو سے پہلے مسواک ضرور فرماتے تھے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک صفائی خصوصاً دانتوں کی صفائی کی اتنی اہمیت تھی کہ حضرت عائشہؓ سے پوچھا گیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر پر تشریف لاتے تو سب سے پہلے کیا کرتے تھے؟

قالت بالسواك (مسلم، جلد ۱ صفحہ ۱۲۸)

ترجمہ تو فرماتے لگیں مسواک کرتے تھے۔

اس نے ہماری گزارش ہے کہ درج ذیل باتوں کا خصوصیت سے اہتمام کریں

① اپنے مسوڑوں اور دانتوں کے مناسب، ایک یا موٹی مسواک سے لیں اور مسواک کو بھی صاف ستھر رکھیں۔ ممکن ہو تو ہر دو تین دن بعد اس کا برش دس میں یا مسواک ہی بدل لیں۔

② کھانے کے بعد ضرور مسواک یا برش سے چھی طرح دانت صاف کریں۔ پیاز یا لہسن کی طرح کی چیز کھا کر دانتوں کو درد کاٹنے کے بعد ہاتھوں کو خوب چھی طرح صاف کر لیں۔

③ دانتوں کے درمیان خدال کرنے کے لئے مخصوص دھاگہ (Dental Floss)

۱۔ کر دانتوں کے درمیان چھی طرح خلل کر لیں تاکہ کوئی کھانے کی چیز رہ کر بیماری اور بد بو کا سبب نہ بنے اور ممکن ہو تو آٹے دیکھ کر دانتوں کو صاف کر لیں۔

④ نہ دھکی پاں، ارانی طرح کی دوسری چیزیں کھاے سے بچیں اور بچوں کو بھی بچائیں کہ اس کا فائدہ کم ورنہ نقصان زیادہ ہے۔

⑤ رات کو سونے سے پہلے ضرور دانتوں کا خالص کر لیں۔ دانتوں کے درمیان کوئی رہ جانے سے وہ رات بھر نئی نئی بیماریوں کے پیدا ہونے کا سبب بننا رہتا ہے۔ اگر رات کو چاکلیٹ یا کوئی میٹھی چیزیں کھا لیں تو پھر دانت خوب صاف کر لیں اس سے کہہ (Sweet eat Teeth) میٹھی چیز دانتوں کو کھا جاتی ہے۔

⑥ سال میں ایک مرتبہ ممکن ہو تو دانتوں کی کسی یڈی ڈاکٹر سے اپنے دانتوں کا معائنہ کروائیں اور یہ درکنے دانت جتنے صاف ستھرے اور صحیح رہیں گے، تہی جسم کے دوسرے اعضاء صحت مند رہیں گے کیونکہ صاف ستھرے دانتوں سے چہاکی ہوئی غذا جسم کی تندرستی اور معدہ کی چستی کا دریغ ہوتی ہے جس سے سارے بدن کو تقویت و صحت ملتی ہے اور پیٹ اور معدہ پورے جسم میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔

دانتوں کی صفائی کتنی اہمیت رکھتی ہے اور سلام میں اس کا کس قدر خیال رکھا گیا۔ اور شوہر کے دل میں بیوی کی محبت پیدا ہونے کے سے دانتوں کی صفائی کتنی ضروری چیز ہے اس کا اندازہ آپ اس بات سے بھی لگا سکتی ہیں کہ جب حضور اکرمؐ۔ م سلمؐ کو ایک عورت دیکھنے کے لئے بھیجی تو فرمایا

شمی عوارضها وانطری الی عرقوبہا

(کنز العمال، جلد ۱۶ ص ۱۶۹)

اس کے منہ کی مہک سونگھ لینا (اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے قریب بیٹھ کر ہاتھیں کرنا کہ اس سے امداد ہو جائے گا کہ دانتوں کی صفائی کیسی ہے کہیں دانتوں کو صاف

نہ نہ تھے وہ سے بد تو نہیں آئی (وایز یوں کو دیکھتا تھا کہ ان کے دپ یا طرف وغیرہ میں میل تو نہیں جی ہوئی) اس سے یہ بات ابھی طرح معلوم ہوئی کہ حضورؐ کی عورت کو اپنے نکاح میں لینے کے لئے اس کی صفائی ستھرائی کا کتنا خیال فرماتے تھے۔

اسی طرح دانت صاف نہ رکھنے کی وجہ سے منہ میں ایک عجیب سی بو پیدا ہو جاتی ہے جس سے ہر پاس بیٹھنے والے کو تکلیف ہوتی ہے تو آپؐ اور وہ گائیں کہ شوہر کو کئی تکلیف محسوس ہوگی۔ کتاب معانیہ السعادة الزوجية صفحہ ۲۲ میں لکھا ہے کہ اسلام نے عورت کو صاف ستھرا رہنے کی سزا تادیب کی ہے کہ جب شوہر کسی مدت کے لئے سفر پر تیار ہو تو بیوی سے پہلے شوہر کو تادیب لگی ہے کہ بغیر اطلاع کے گھر نہ پہنچے۔ اس کی وجہ ہزبان و بی بی بتلائی گئی۔

لَا تُكَلِّمُ الْمُنَافِقَ الشَّعْلَةَ وَتَسْحَدُ الْمَغِيبَةَ

(بخاری: جلد ۲ ص ۷۸۹)

تا کہ بکھرے ہوئے (پر سندا در میے کھینے) یا دوس والی عورت اپنے ہاتھوں کو صاف کر کے نکلی کرے اور جن زندہ ہاتھوں کو دور کرنے کا حکم ہے انہیں دور کرے۔ دیکھئے ان دو مختصر حصوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شوہر کی محبت کی خواہشمند نیک بیوی کے لئے کیسی پیاری نصیحتیں بیان فرمائی ہیں۔

اس حدیث کی شرح میں مشہور محدث حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں جس کا مفہوم یہ ہے

یہ حکم سفر و حضر دونوں کے لئے عام ہو گا کہ بیوی کو شش کرے کہ شوہر کی موجودگی میں بھی و اس کی غیر موجودگی میں بھی نہ دو باتوں کا خصوصیت سے خیال رکھے۔

(فتح الباری: جلد ۹ صفحہ ۳۳۰)

اسی طرح بچوں کی صفائی ستھرائی کا بھی خصوصیت سے خیال رکھے کیونکہ ہمارے پاس کچھ ایسے شوہروں کے مسائل آئے ہیں کہ بچوں کی پیدائش کے بعد بیوی اتنی میل

کبھی رہتی ہے کہ ہمارے سے گھر میں یک گھڑی رہنا مشکل ہو جاتا ہے اور بچوں کو بھی اتنا گندہ رکھتی ہیں کہ ہم ان کو اپنے پاس بٹھا نہیں سکتے۔

خوب اہتمام سے بچے ان باتوں سے کہ جن سے آپ کا شوہر بچوں سے غرت کرنے لگے۔ اس طرح آپ اپنے پاؤں پر کلبڑی مار رہی اور اپنے بچوں کو باپ کی شفقت سے محروم کر رہی ہیں۔ خدا اس طرح بچے بچوں کے مستقبل کو برباد نہ کیجے۔ کیا پتہ اس بچے کی پیشانی میں صدامح مدین ابوبی رحمہ اللہ کی جھلک ہو۔

اس لئے ان کو بروقت سے صاف ستھرا رکھنے کی کوشش کیجئے کہ گھر کے تمام افراد اس کو شھنے اور پیار کرنے پر اور ن کو اپنی دلی دعائیں دینے پر مجبور ہو جائیں۔

ثانی دیکھئے تو یہ دعا دے:

اے اللہ! اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے آپ کی پناہ میں دیتی

ہوں۔

دادی دیکھئے تو یہ دعا دے

اے اللہ! اس بچی کو نیک بنا۔

داد دیکھئے تو یہ دعا دے

اے اللہ! بہتر سے بہتر طریقے پر اس کی نشو و نما فرما اور عاقبت کے ساتھ اس کو پھولتا پھلتا

رکھ۔

نانا! تو اسی کو بہتے ہوئے دیکھ کر یہ دعا دے:

اللہ تجھے ہنسا رکھے کوئی غمی کا موقع نہ دکھائے۔

باپ دیکھئے تو یہ دعا دے

اے اللہ! اسے ہمارے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک بنا۔

ماں دیکھئے تو یہ دعا دے:

اے اللہ! اس کے دل کو منور فرما اور اس کو نماز کا پابند بنا۔

ماں بچی کو دوتا ہو دیکھے تو یہ دعا دے

اللہ تجھے کبھی نہ مانے بلکہ دیا و آخرت دونوں میں خوشیوں سے مالا مال کرے۔
بچی اپنے تو یہ دعا دے

اللہ اس بچی کو سب دین کی عبادت بنا اور رسول کریم کے ان ن دھوت دینے والی بنا۔

بھوپ بھی دیکھے تو یہ دعا دے

اللہ اس کو دین کی سمجھ عطا فرما۔

اسی طرح بچہ کو بخیر یا کوئی اور بیماری آئے تو ماں یہ دعا دے

کوئی بات نہیں اللہ نے چاہا تو فوراً بخیر ختم ہو جائے گا اور یہ بخیر گن ہوں سے پاکی کا
آریہ ہے۔ ان شاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ تم کو مر لیں بیماری سے شفا دے دے جو تم کو تکلیف
پہنچائے۔

اب جس بچے یا بچی کو کتنی دعا میں اس کے خاندان وادوں سے ملی ہوں اس بچے کو
شیطان جنات آسب کیسے چھوکتے ہیں اللہ تعالیٰ اس بچے کی حفاظت فرمائیں گے اور
اس کو اپنے دین کا خادم بنائیں گے۔

لہذا مندرجہ ذیل باتوں کا خصوصیت سے اہتمام کریں۔

① روزانہ بچے کو گرمی میں تو کم از کم دو مرتبہ غسل کروائیں۔

② کپڑے گندے ہو جائیں تو فوراً بدل دیں۔

③ کسی قسم کی گندگی کا بچے کو مادی نہ بنائیں۔

④ بچے کے ناپاک ستر کو فوراً دھوئیں۔ یاد رکھیے اگر میں ناپاک کپڑے بالکل نہ
رکھیں ناپاک جگہوں پر شیطان کو اپنے کام موقع مل جاتا ہے جس سے گھروں میں
مہینتیں و پریشانیں آتی ہیں۔

لہذا ناپاکی سے بہت بچیں اور بچے نے جس بستر یا چادر پر پیشاب کر دیا ہو اس کو

صرف سکھانے پر اکتفا نہ کریں بلکہ اچھی طرح پانی سے دھو کر پاب کر کے پھر استمن
کریں اور اولاد کی تربیت کے متعلق کتاب "مثالی ماں" ضرور مطالعہ کریں جو الحمد للہ
شائع ہو چکی ہے۔

یہاں ہمیں صرف یہ بتانا ہے کہ بچے کو کس طرح سہارا رکھیں اس کی صحیح تربیت کریں۔
غرض خود کمزور ہوں اور سب کام خود نہیں کر سکتیں اور اللہ تعالیٰ نے گنجائش بھی دی ہے تو
خادم رکھ لیں جو آپ کے کاموں میں ہاتھ بنائے تاکہ بچے کی تربیت پر کوئی آج نہ
آنے پائے۔

سب ہم بچے کی تربیت کی اہمیت کے متعلق برہیم بن صانع کے اشعار نقل کرتے
ہیں اللہ تعالیٰ ان کو پڑھنے سے ہر ماں کے دل میں بچے کی تربیت اور اس کو دیندار اور
حضور کے دین کے خادم / خادمہ بنانے کا شوق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔
جس خوش قسمت عورت کو عربی آتی ہو وہ ان اشعار کو ضرور یاد کرے

عود بیت علی فی الصغر کما تقرہم عیلت فی الکمر
فالما مثل الآداب تجمعہا فی عنوان الصبا کالمنش فی الحجر
اپنے بچوں کو چھوٹی عمری سے جیسے آداب کا مادی بناؤ تاکہ بڑی عمر میں اس کو دیکھ
کر تہری آ نکھیں ٹھنڈی ہوں

(کیونکہ) بچپن میں آداب سکھ دینا اور اچھی طرح تربیت کرنا اور اس کی مثال یہی ہے
جیسے کسی چتر پر نقش کریں ہو (جیسے وہ نہیں بناتا ایسے ہی بچپن کی عادتیں بچپن تک چلتی ہیں)
اسی طرح صفائی کی اہمیت کے متعلق شیخ قطار کی کتاب "سری النساء" کے کچھ
پراسے اشعار ہم نقل کرتے ہیں۔

روحة مطبوعة عیلت علیا راضیة وطفلة صغیرة - محفوظہ بالعافیہ
وعرفہ بطبیعة نضست فیہا ہانیہ وفضلة لیدیة من ید علی طاہیہ
خیر من الساعات فی صل العصور العالیہ - تعقبہا عمویة یصلی بیمار حامیہ

مفہوم یہی فرمانبردار بیوی جس کو کچھ کر شوہر خوش ہو جائے اور میاں بیوی کو اللہ تعالیٰ نے ایک بچی دی ہو لہذا دی ہوئی عافیت میں لپٹی ہوئی ہے۔

اور اس بیوی نے اس کمرے کو ایسا صاف رکھا کہ جس میں آکر شوہر راحت حاصل کرتا ہے اور اسے عمدہ مہینے کپے ہوئے کھانے کا سادہ لقمہ جو ایسی نیک بیوی کے مبارک ہاتھوں سے شوہر کو ملے جو سب سے مہنگے فائیوٹ رہوں سے بھی بڑھ کر ہو۔
یہ غریب خانہ میں جو گھڑیاں گزر جائیں وہ ن گھڑیوں سے بہتر ہیں جو یہی محبت میں گزریں جن میں اللہ کی نافرمانی ہوتی ہو کہ جس پر دیکھی ہوئی گرمی کا عذاب ہے جس میں گناہ گاروں کو داخل کر دیا جائے گا۔
نوٹ لیکن اس صفائی ستھرائی میں اتنا مبالغہ نہ ہو کہ گھر کے ضروری کام رہ جائیں۔

چھوٹا:

یہ بات تو شادی کے بعد اچھی طرح معلوم ہو جاتی ہے کہ میاں بیوی کے جسموں کا آپس میں ملنے دلوں کے ملنے کا سبب ہوتا ہے۔ قدرتی طور سے دونوں کے جسموں کی حرارت اگر کسی خصوصاً عورت کے جسم سے حرارت باہر آتی ہے تو دونوں کی کئی بیماریوں پریشانیوں کا اس سے ازلہ ہو جاتا ہے۔

لہذا مسلمان بیوی کو سبذت کے حاصل کرنے میں شوہر کی ضرورت و معاون بننا چاہئے۔ اگر شوہر ہاتھ لگا کر چھوٹا چاہے تو وہ اپنے جسم کو خود سے آگے کر دے بلکہ خود بھی اس کا جسم چھو کر اپنے جسم کو چھونے کی دعوت دے اور کوشش کرے کہ اس فانی لذت کے ذریعہ شوہر کو آخرت کی لذتیں یاد دلائے کہ یہ لذتیں تو ہمارے باپ دادا آدم علیہ السلام سے لے کر لوگ اب تک حاصل کرتے رہے اور دنیا سے چلے گئے اس لذت کو کوئی ہمیشہ کے لئے حاصل نہیں کر سکتا۔ ہم بھی یہاں سے چلے جائیں گے لہذا ہم دیکھ لیں کہ کہیں ہماری زندگی میں اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم ٹوٹ تو نہیں رہا۔ ہم کوئی ایسا کام تو نہیں کر رہے

جس سے اللہ رب عزت ہم سے ناراض ہو رہے ہوں لہذا ہم اچھی سے توبہ کریں اور سو فیصد اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کرنے میں گزریں اور اس حکموں کو اپنا بھروسہ بنائیں۔ ان لوگوں کے اندر سے کسی کوشش و کوشش نہیں تاکہ ساری دنیا کے انسان آخرت کی حقیقی و دائمی لذتوں سے محروم نہ ہوں۔

چکھنا:

ذائقہ حاصل کرنے کا انسان کے پاس سب سے پہلا ذریعہ منہ ہے جو سر میں سب سے زیادہ حساس عضو ہے اور اس منہ کے ذریعہ سب سے پہلی چیز ہوسہ دونوں کے تعلق کی مقدار پر پھر کسی تھراپسٹ کے محبت کا درد اور اس کا وزن بتا دیتا ہے۔ یہ ہوسہ ایسی گوشتی چیز ہے جو بغیر کبھی سب کچھ کھا لیتا ہے۔ ہر روست محبت کی باتوں کے مقابلہ میں ایک پیار کا ہوسہ زیادہ درن رکھتا ہے۔ شوہر کا جب بیوی ہوسہ لیتی ہے تو وہ سمجھ جاتا ہے کہ یہ مجھ سے محبت کرتی ہے۔ نہ اس سے کوئی وقت حاصل کیا جا سکتا ہے نہ کوئی طریقہ۔ یہ محبت کا نوارہ پھونٹنے پر دونوں کو بے قابو کر دیتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کا ہوسہ میں اور دونوں کو محبت کے جذبات کے اظہار پر مجبور کر دیتا ہے کہ وہ ہوسہ لے کر اپنے سب کو مطمئن کریں لیکن بعض اوقات نا سمجھ بیوی اس میں کوتاہی کر جاتی ہے کہ وہ ہوسہ لیتی ہی نہیں سوائے جنسی ملاپ کے۔ حالانکہ صحابیات رضی اللہ عنہن سے مختلف اوقات میں اپنے شوہروں کا ہوسہ لینا ثابت ہے خصوصاً شوہر گھرتے جب باہر چاہے تو بیوی سے پیشانی پر ہوا کی ہوسہ لے جس میں عظمت و احترام کے ساتھ ساتھ محبت و شفقت کی ایک بھی ہو۔ اسی طرح جب وہ سفر سے لوٹے تو ہوسہ لے۔ اسی طرح جب شوہر ہوسہ لینے کا ارادہ کرے تو ایک گال کے ساتھ دوسرا گال بھی آگے کر دے تاکہ محبت میں اضافہ ہو۔ بہت سی عورتیں شوہر کی محبت کے لئے پانی پڑھوتی ہیں تو یہ جانتی ہیں کہ شوہر دوسری بیوی نہ کرے مجھ پر سچ تو چاہے۔ ان کو چاہئے کہ محبت مزہات والہ یہ آسماں

نیز استعمال کریں۔

عموماً جو میاں بیوی کے درمیان، چاقی ہو جاتی ہے، اس کے اسباب معلوم کیے جائیں تو اکثر آپ کو انہی پانچ اسباب اختیار کرنے میں عورت ہی کی طرف سے کوتاہی ملے گی کہ اس نے ان کے دریغ شوہر کا دل نہیں جیتا اور ان چابیوں سے شوہر کے بند تانوں کو نہیں کھولا اور اپنے سے شوہر کے دل میں جگہ نہیں بنائی۔

خصوصاً پانچویں چابی جنی شوہر کا دوسرا سینا اس میں جتنی کوتاہی ہوتی ہے اتنی ہی محبت میں کمی آتی ہے۔

میاں بیوی میں ایک دوسرے سے منہ بہت درجہ ہو تو ازدواجی سکھ و اطمینان مکمل طور پر حاصل ہو سکتا ہے اس کے بغیر زندگی غیر مکمل و رکھی شہوتی ہے اس لئے عورتوں کو خاوند کا دل جیت لینے کی تدبیریں سکھائی جائیں کہ جن کے بغیر چارہ نہیں۔ عورت چاہے کتنی ہی پڑھی لکھی، خوبصورت اور مالدار کیوں نہ ہو لیکن ان تدابیر کو جاننے بغیر وہ خاوند کے دل کی جگہ نہیں بن سکتی۔

خاوند کو اپنا بنانے کے لئے تھوڑی سی حکمت بھری باتیں لکھی جاتی ہیں۔ جو عورتیں خاوند کی خدمت اور ان سے محبت کو ایمان کا وہم جز تصور کرتی ہیں اور خاوند کے قدموں میں اپنی پوری زندگی گزار دینے کو اپنی کامیابی تصور کرتی ہیں ان عورتوں کو اپنی زندگی پر سکون بنانے کے لئے ان باتوں پر عمل کے بغیر چارہ کار نہیں۔

۱۱ حقوق کی رعایت:

تمہارا خاوند غریب ہو تو بھی تم اس کو تو نگر و ر مامدار ہی سمجھو۔ اس کا آرام کرو۔ کام میں اس سے مشورہ دو۔ جو کہے اس کو فوراً کرو۔ اس کی مرضی کے خلاف کبھی کوئی کام نہ کرو۔ ہر بات میں اس کی خوشی کا خیال رکھو۔ اپنی خوشی پر اس کی خوشی کو ترجیح دو۔ ہر وقت اس کے آرام کا خیال رکھو۔ ایسی کوئی بات نہ کرو جس سے اس کے دل کو رنج پہنچے۔

جو بچہ دوہری خوشی سے اسے ملے۔ جو کام کرنے سے اسے اس طرح خوشی ملے کہ وہ بے فکر ہو جائے اور تھوڑی آمدنی کے باوجود کسی قسم کی جھل نہ ہو۔

۱۲ خندہ پیشانی سے پیش آنا۔

زندہ دل بن کر رہو۔ اس طرح خندہ پیشانی سے پیش آؤ کہ تم کو دیکھتے ہی اس کا دل باغ باغ ہو جائے اور سب پریشانیوں بھول جائے۔ اپنی ضرورت سے پہلے اس کی ضرورت پوری کرو۔ جہاں تک ہو سکے اس کو چھانکھو۔ کھانے سے پہلے تم خود اس سے ہاتھ دھوؤ۔ غریب ہو تو ہاتھ سے کپڑے کی کرپناؤ۔ اس کے سب کام پتے ہاتھ سے کرتی رہو۔ چائے پانی ناشتہ پہلے ہی سے تیار کر کے رکھو۔ یہ کوئی کام بیات نہ کہو جس سے اس کو پریشانی ہو۔ اس کی گنجائش سے زیادہ اس کو فرمائش نہ کرو کیونکہ اگر وہ نہ سکے گا تو اس کو فسوس ہوگا اگر وہ تمہاری قسمت میں ہوگی تو وہ چیز تمہیں ضرور مل جائے گی۔ اپنی ضرورت جہاں تک ہو سکے خود ہی پوری کر دو اس کو تکلیف نہ دو۔ جب وہ گھر سے تو اس کے سامنے اپنا رونا مانت رونا معلوم نہیں کہ وہ کس حالت میں گھر آیا ہوگا اور ہر اس پر کیا کیا گزری ہوگی۔ کھاتے وقت ایسی دلچسپ باتیں کرو کہ وہ اطمینان سے کھا سکے کیونکہ بے فکری میں دل بھی تو رومہ جیسی لگتی ہے در پریشانی میں بریانی بھی بے ذائقہ لگتی ہے۔ یہ بات تجربہ سے ثابت ہوئی ہے کہ بعض ناسمجھ عورتیں شوہر کو آتے ہی اپنی داستان سنانے بیٹھ جاتی ہیں اور اس کا کھانا پینا کھنکھن سب دشوار کر دیتی ہیں در مجروحہ بچہ کچھ کھانا نہ کھانا کر کے اٹھ جاتا ہے۔ اس میں خدائے پاک بھی ناراض ہوتے ہیں اور خاوند بھی ناخوش ہوتا ہے۔ ایسی بے عقلی و ربا تو فی سے خدائے دو جہاں ہم تمام کی حفاظت فرمائے اور ایسی باتوں سے اللہ ہمیں بچائے (آمین)۔

۱۳ خدمت

گر خدائے پاک نے تم کو کچھ صلاحیت دے رکھی ہے تو اس کے کام میں ہاتھ دو۔

اس کا ہاتھ ہلکا کر۔ اپنی شے میں رہاں سے اس کا غم مٹا کر۔ اس کے کھانکھ میں شریک رہو۔ مگر پریشان محسوس ہو تو اس کی پریشانی دور کرو۔ اگر قرض در ہو جائے تو تم اپنے ہاتھ کے ہنر سے اس کے قرض کا جو حصہ ہلکا کرو۔ پھر تمہارے پاس کوئی نقدی یا زیور ہو تو اس کی خدمت میں پیش کر دو اور کہو کہ آپ کے مقصد میں یہ چیزیں کوئی حقیقت نہیں رکھتیں۔ آپ ہیں تو سب کچھ ہے۔ خدائے پاک آپ کا سایہ میرے سر پر ہمیشہ قائم رکھے۔ خدائے پاک چاہا تو آپ اس سے بڑھ کر چیزیں دیں گے۔ ن چیز اس کو دے کر حسرت نہ بشو، اور ایسی کوئی بات بھی محسوس نہ ہوئے دو ورنہ سب کچھ بیکار ہو جائے گا۔ ہر وقت اس کی خدمت میں لگی رہو ورنہ اس کے آرام و راحت کی طرف سے کبھی بھی پرواہی نہ برتے۔ اس کی خدمت سے کبھی غفلت نہ کرو۔ گھر کے سب کام کا ن تم اپنے ہاتھ ہی سے کرو۔ خدائے پاک کچھ کے دل بھی دکھائیں گے۔ نقد و بھرتی عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

کفایت شعاری

خرچ کم کرنا کفایت شعاری سے کام لو جو کچھ ملے اس میں سے کچھ جمع بھی کرتی رہو۔ معیوں رقم سمجھ کر زراعت دو۔ کپڑے خود سیو۔ کھانا خود پکاؤ۔ بچوں کی کچھ بھال خود کرو اس طرح کافی رقم جمع ہو جائے گی اور مصیبت کے وقت کام آئے گی اور لوگوں کے سامنے ہاتھ نہ پھیندنا پڑے گا۔ تمہارا دل بھی خوش ہوگا اور پھر تمہاری عقل و مشیوری کی حاد بھی داد دے گا۔ کچھ بات پوچھنے تو زری سے جو ب دو۔ اگر وہ کسی وقت غصہ ہو جائے تو تم نرم ہر جاؤ۔ اس کی مرضی پر راضی رہو۔ وہ چاہے تمہارے کاموں سے راضی نہ ہو پھر بھی تم اس کے حقوق ادا کرتی رہو تا کہ خدائے پاک تم سے راضی رہے۔ وہ جو کچھ تمہارے اس کو ایانت وری سے خرچ کرنا۔ تم خود تکلیف برداشت کر کے بھی اس کی ضرورتیں پوری کرو۔

ایہ صاف ستھرا معتمد کرو کہ ہر آدمی دیکھ کر یا سن کر خوش ہو جائے۔ مرا کو اپنی کوشش سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے وہ کر تم کو دیتا ہے اس تمہارے اختیار میں ہے کہ اگر تم چاہو تو اپنی صداقت و ریاقت سے خاک کے گھر کو کھکا بنا دو ورنہ اگر تم چاہو تو بے کھکی در بے ڈھنگے پن سے اس کو برباد کر دو۔ مردیچہ را اس میں کیا کر سکتا ہے۔ دیکھو! تیز حاصلت اور حسن انتظام بھی دنیا میں ایک عجیب سی چیز ہے۔

حسن انتظام

سیقت مند اور پائیز بیوی کبھی بھی پریشانی میں اٹھتی اور بد نظمی سے گھر کے سب ہی لوگ پناہ مانگتے ہیں۔ آئے دن نئی نئی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کبھی جیس دور اطمینان سے کھانا بھی نصیب نہیں ہوتا اور مرد بچہ پریشان ہو جاتا ہے۔ آخر وہ بچارہ کب تک درکنہ دیتا رہے آخر کار تھک کر سکون اور چین کی تلاش میں دوسری جگہ بھٹکتا پھرتا ہے۔ مگر کی زندگی اس کے سنے و بال بن جاتی ہے اور بچے بھی و بال جان نظر آتے ہیں در پھر وہ گھر آنے میں بھی تکلیف محسوس کرتا ہے اور اس سے بیزار ہو جاتا ہے۔

سیقت مند بیویاں ہمیشہ گھر کو جنت نہ بنائے رکھتی ہیں۔ خود بھی سکون و رنجش سے زندگی گزارتی ہیں اور گھر والے بھی آرام سے رہتے ہیں بلکہ ایسی عورت گھر والوں کو آرام سے رکھتی ہے۔ حسن انتظام ایک ایسی خوبصورت اور روش چیز ہے کہ اس کی روشنی در دور تک پہنچتی اور بھیجتی ہے۔ کئی خوبصورت عورتیں حسن انتظام اور سیقت مند نہ ہونے کی وجہ سے چارل جیسی لگتی ہیں۔ اکثر مرد صورت پرست کی بجائے سیرت پرست ہوتے ہیں وہ ظاہری خوبیوں کی بجائے باطنی خوبیوں کے چاہنے والے ہوتے ہیں۔ جو عورتیں مرد کی تابعدار اور فرمانبردار ہوتی ہیں ایسی عورتیں ہی اپنے شوہر کو چاہے وہ کتنا بد مزاج اور پرواہی کیوں نہ ہو آخر کار اپنا تابعدار بنا کر ہی چھوڑتی ہیں۔ یہ باتیں کچھ مشکل نہیں لیکن افسوس کہ کئی عورتیں سمجھتی ہیں کہ ہم عینی تیزی و رعب دکھائیں گی مرد اتنی

ہی جلد ہمارا غلام اور تابعدار بن جائے گا ایسے سب خیالات غلط ہیں۔ بلکہ جو عورتیں محبت پیر اور دین کی شرم اور خدائے پاک کے خوف سے اور اللہ کے راضی کرنے سے جذبہ سے اپنے خاوند کی خدمت کرتی ہیں وہی آگے چل کر اپنے خاوند کی محبوب بن رہتی ہیں اور پھر مرد اس پر اپنی جاں تک بچھا دیتا ہے۔ اس کے آرام و رضا مندی کا خیال رکھتا ہے اور اس کی ناز برداری کرتا ہے اس کی ہر دلی خواہش پوری کرتا ہے اس کے دکھ کو پناہ دیکھتے ہیں اور جو کچھ کہتا ہے سب اسی کے ہاتھ پر رکھ دیتا ہے۔ کبھی کسی بات کا حساب نہیں لگتے۔ یہ عورتیں بیوی کی زندگی سکون و آرام سے گزرتی ہے اور یہ نعمت عقلمند بیویوں کو حسن انتظام سے نصیب ہوتی ہے اور بے وقوف عورتیں اس سے محروم رہتی ہیں۔

دلہن کو نصیحت کرنا مستحب ہے:

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام جب کسی دلہن کو اس کے شوہر کے پاس بھیجتے تو سے شوہر کی خدمت اور اس کے حقوق کی رعایت کی تاکید کرتا تھے۔ حضرت انسؓ بخت خارجہ افراد یہ رقم اللہ نے اپنی بیٹی کو دھستی کرتے وقت ان سہرے الفاظ سے نصیحت فرمائی۔

بیٹی! تم اس گھر سے رخصت ہو رہی ہو جہاں تم نے بچپن کے دن گزرے اور جوانی کی دلہیز پر قدم رکھا۔ اب تم ایسے بستر کی زینت بنو گی جس کی خوشبو تمہارے لئے اچھی ہے اور ایسے رفیق سفر کے ساتھ قدم بدم چلو گی جس سے تم مانوس نہیں ہو۔

لہذا بیٹی! تم اپنے رفیق زندگی کے لئے زمین میں جانا تاکہ وہ تمہارے لئے آسمان بن جائے۔ تم اس کے لئے گہوارہ بن جانا تاکہ وہ تمہارے لئے سہارہ بن جائے۔ مگر تم اس کی باندی بن گئیں تو وہ تمہارا غلام بن جائے۔ اس سے ضد اور زبردستی نہ

کرنا ورنہ وہ تم سے نفرت کرنے لگے گا۔ اس سے دور مت رہنا ورنہ وہ تم کو بھلا دے گا۔ گردہ تمہارے نزدیک آئے تو تم اس سے درخیز نہ ہو جانا۔ تم اس کی ناک کاں درنگ نہ کاخیز رکھنا۔ یعنی تمہاری غفلت اور بے احتیاطی کی وجہ سے اس کو کسی چیز کی تکلیف نہ پہنچے۔ خصوصاً خوشبو کا ہتھم کرنا کہ وہ شوہر کی ناک کے ذریعہ سے اس کے ماغ کو راحت پہنچائے۔ اسی طرح اپنی زبان کا خیال رکھنا کہ تمہارے ہنسنے سے اس کے کانوں تک پہنچ کر اس کو سکون اور آرام پہنچائیں۔ اسی طرح اپنی ظاہری حالت و رویت کے اچھے ہونے کا ہتھم رکھنا تاکہ اس کے لئے تم آنکھوں کی ٹھنڈک اور سرمایہ راحت بن جاؤ۔ چنانچہ جب وہ تمہیں دیکھتے تو اچھی حالت میں نظر آؤ۔ مثلاً ہاتھوں میں کنگھی آنکھوں میں کاجل سر کے اوپر دوپٹہ اور صاف ستھرا لباس ہو۔

اس نئی ان باتوں کا ہتھم کرو گی تو تمہارا چھوٹا سا گھر جنت کے مشابہ ہو جائے گا۔

شب زفاف سے پہلے ایک ماں کی اپنی بیٹی کو نصیحت:

ایک ماں نے اپنی بیٹی کو حوش و رنجی کے طے جیسے جذبات کے ساتھ ذیل کی نصیحتوں سے نوازا:

”میری بیٹی! میری لخت جگر ایک نئی زندگی کی ڈگر پر تیرے قدم اٹھنے والے ہیں۔ ایک ایسی زندگی جہاں تیری ماں یا تیرے باپ کا اثر نہیں۔ نہ تیرے کسی بھائی کا وہاں ٹھکانہ ہے۔ تو یک ایسے شخص کی ہمسفر اور شریک زندگی بننے جا رہی ہے جو اپنے علاوہ کسی کو یہاں تک کہ تیرے عزیز ترین رشتہ داروں کو بھی تیرے اندر پناہ نہ دے دے کیلئے گوارا نہیں کرے گا خواہ اس سے تیرے خون اور گوشت کا رشتہ کیوں نہ ہو۔ میری عزیز بیٹی! تو اس کی زوجہ اور

اس کی ماں دونوں پارٹ اور کرنا۔ اس کے ساتھ اس طرح برتاؤ رکھنا گویا تو
ہی اس کی زندگی کی کل پونجی اور تو ہی اس کی دنیا کا کل سرمایہ ہے۔ یہ ہمیشہ
یاد رکھنا کہ مرد خواہ کوئی بھی ہو اس کی حیثیت بڑے بچے کی سی ہوتی ہے۔ نرم
در مختصری بات جو اس کے لئے بھی سعادت مندی کی ہے وہ یہ کہ ہرگز سے
یہ احساس نہ دلانا کہ اس سے نکاح کے بعد تو اپنے اہل اور خاندان سے کٹ
گئی۔ ویسے اسے بھی بھولی اس کا احساس ہے۔ اس نے بھی صرف تیرے
لئے اپنے والدین اور اپنے خاندان کو چھوڑا ہے۔ پھر بھی تیرے اور اس کے
درمیان فرق صرف مرد اور عورت ہونے کا ہے۔ عورت ہمیشہ اپنے خاندان
کی طرف مائل ہوتی ہے۔ اس کا دل اسی گھر میں ٹکا ہوتا ہے۔ جہاں وہ پیدا
ہوئی، اپنی بڑی بیوی پر و ن چڑھی۔ لیکن بہر حال اسے اس نئی زندگی کا عادی خود کو
بنانا ہے ایک ایسے شخص کے ساتھ زندگی کو بڑے کیف بنانا ہے جو اس کا شوہر اس
کا نگران اور اس کے ہونے والے بچوں کا باپ ہے۔ اور یہی اس کی نئی دنیا
اور کل کائنات ہے۔

میری بیٹی میری نعت جگر ایہ تیرا حال اور مستقبل ہے یہ تیرا مشترکہ خاندان ہے
جس کے بنانے اور تعمیر کرنے میں تو اور تیرا شوہر دونوں شریک ہیں۔ تیرے
ماں باپ عہد ماضی کی داستان بن گئے۔ لیکن میں یہ نہیں کہوں گی کہ آج سے
تو اپنے ماں باپ اور بھائیوں کو بھول جانا۔ ہرگز نہیں۔ اس لئے کہ میری
لاڈلی اوہ بھی کبھی تجھے فراموش نہیں کریں گے۔ اور ایک ماں اپنے دس کے
نکلے کو فراموش بھی کیسے کر سکتی ہے۔ ہاں میری التجا ہے کہ تو اپنے شوہر سے
نوٹ کر محبت کرنا۔ اسی کے لئے زندہ رہنا اور اسی کے ساتھ ساتھ رہنے میں
زندگی کی خوشی سمجھنا۔^{۱۳}

شوہر کی خوشنودی حاصل کرنے کے گر:

- ۱۳۱۔ جس کے ساتھ تمہاری شادی ہو اگر وہ معصوم ہو تو اسے تو غم نہ سمجھو۔ اس کی عزت
کرو۔ جو کہے اس کے خلاف نہ کرو۔ بغیر اپنی زت کسی کام میں ہاتھ نہ لگاؤ۔
- ۱۳۲۔ شوہر کی خوشی کو اپنی خوشی پر مقدم رکھو۔ ہر وقت شوہر کے آرام کی فکر رکھو۔ جو کچھ وہ
تمہیں دے اس کو خوش ہو کر لے لو۔
- ۱۳۳۔ شوہر جس کام کو کہے اسے جی جوبی کے ساتھ کرو کہ وہ خوش ہو جائے۔ شوہر کی ضرورت
اپنی ضرورت سے پہلے پوری کرو۔ جہاں تک ممکن ہو اچھا کھلاؤ۔
- ۱۳۴۔ شوہر کے تمام کام اپنے ہاتھ سے کرتی رہو کسی اور پر مت ڈالو۔
- ۱۳۵۔ شوہر سے فکر کی کوئی بات نہ نہنے جا فرماؤ کہ وہ اگر وہ نہ کر سکے تو اسے ملے ہوگا۔
تمہاری قسمت میں ہے تو ضرور ملے گا فرمائش بے کار ہے۔
- ۱۳۶۔ جب شوہر گھر میں آئے تو آتے ہی کون تر دو لی بات نہ کرو معصوم نہیں کس خیال
میں آیا ہو اور کیا خیال پیدا ہو جائے۔
- ۱۳۷۔ کھانے کے وقت اس کی دلچسپی کی باتیں کرو کہ وہ خوش ہو کر کھائے۔ بے فکری میں
دانا مثل قورمہ کے معصوم ہوتی ہے فکر و تردد میں بڑا رنجت زہر معصوم ہوتی ہے۔
- ۱۳۸۔ اگر خداے تمہیں کچھ بھی عطا کرے تو اس کے نعم غلط کرنا مصیبت بن جائے گی بھلا آرام
و تکلیف میں حصہ لو۔ اگر انہیں فکر مند یا بھوکا کوشش کرو کہ یہ پریشان دفع ہو جائے۔
- ۱۳۹۔ شوہر اگر قرض دار ہو جائے تو تمہارے پاس اگر نقد رقم ہو تو ہاتھ میں رکھو اور پورا تار
کرو۔ دو تاکہ وہ قرض ادا کر سکے۔ چہ وہ تمہارے نیکی کا کیوں نہ ہو تو بھلا تکلف
اتار دو کچھ خیال نہ کرو۔ ان پر حسرت نہ رکھو۔ یہ نہ سمجھو کہ ہم نے یہ کیا ہے ورنہ سب
کیا کرایا ہے کار ہے۔
- ۱۴۰۔ اگر شوہر کسی وقت غم ہو تو تم نرم ہو جاؤ۔ جو یہ غم وہ کہیں اس پر راضی ہو جاؤ۔
- ۱۴۱۔ اگر خدا تمہارے کسی کام سے خوش نہ ہو تو نہ ہاں غم نہ ان کے حقوق ادا کرتی

۱۔ کہ خدا تم سے خوش رہے۔ تم اپنی خوش انکلائی سے چاہو تو اس کا گھر، کھاکر
کتنی ہو اور بد سلیقگی سے چاہو تو برہادر بنو۔

۲۔ سید شعلانی بھی یہی کہتا ہے کہ جس کی روشنی دور تک پہنچتی ہے۔ ہزاروں خوب صورت
بد سلیقگی کی وجہ سے بد صورت معلوم ہوتی ہیں۔

۳۔ شوہر کتنا ہی مددگار کیوں نہ ہو، تم اپنی خوش انکلائی اور فرمانبرداری سے اس کو اپنا
مطلق بنا سکتی ہو، کچھ بھی دشواری نہیں۔

☆ اپنے ساس سسر کو ماں باپ کی جگہ پر سمجھو اور نندوں کو حقیقی بہن سمجھو۔

۴۔ بڑوں کے سامنے اب سے سدا کر کے بیٹھ جانا اور پردہ والوں سے پردہ کرنا کافی
ہے۔ سلیا دہ شرم سے کام خراب ہو جاتا ہے۔

۵۔ ساس کا ادب کرو۔ جو بات وہ کہیں ادب سے جواب دو اور آنکھ پیچی رکھو۔ جو اپنی
ماں کے ساتھ برتاؤ رکھتی تھیں وہی برتاؤ ان کے ساتھ رکھو۔

۶۔ نندوں کے ساتھ بہت محبت سے پیش آؤ۔ کھانا یا جو چیز کہ تمہارے ہاؤس میں شریک
کرو۔

۷۔ جو چھ کام کرتی ہو، چھوڑو۔ سے ہمیشہ کرتی رہو۔ اپنی وضع قطع وہ رکھو جو تمہیں
عیب ہو، بوڑھی بن کر نہ رہو۔

سچ ہر اس شخص کو چھوڑے یا بڑا ہو رہے یا عورت اس میں خلاق حسد کی بہت
کمی ہے۔ اکھ کوشش کے باوجود اخلاق درست نہیں ہو پاتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم
نے پیارے پیغمبر امام الانبیاء خاتم المرسلین حضرت محمد اور جنت کی مستحق بننے والی امت
المومنین اور صحابیات کے خلاق کو پس پشت کیا ہے جس کا نتیجہ ہمیں ہر جگہ بھٹکتا
پڑ رہا ہے۔ آج کے معاشرے میں اخلاق و صرف مسکراہٹ کی حد تک محدود کر دیا ہے
حالانکہ مسکراہٹ کے علاوہ کسی کو ان کی دعوت دینا کسی کی مدد کر دینا کسی کی
حیانت کرنا کسی کو بھانا کھانا پانی پانا، چھ کپڑا پہنانا اور اچھی پرورش کرنا بھی اخلاق

۱۔ کسی کو چھانٹو اور دینا اور کسی کو نیکی کی رو پر لگانا بھی خلاق ہے۔ آئیے! ہم اپنی
ماں کے خلاق حسد کا مطالعہ کریں تاکہ ہماری رہنمائی ہو سکے اور ہم اس پر عمل کر کے
اپنے خلاق کو درست کر کے جنت کے مستحق بنیں۔ ان شاء اللہ

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی دولت و ثروت اور شریفانہ اخلاق نے قوم قریش
کو ہنر و دیدہ بنالیا تھا۔ حضرت خدیجہؓ وہ مقدس اور با عظمت خاتون ہیں جنہوں سے
نبوت سے پہلے بت پرستی ترک کر دی گئی۔ مسند احمد بن حنبل میں مروی ہے کہ رسول اللہ
سے حضرت خدیجہؓ سے فرمایا واللہ! میں کبھی لذت و غری کی پرستش نہ کروں گا۔ انہوں
نے فرمایا کہ ات کو چاہئے اور تجھے غری کو چاہئے۔ جی اس کا ذکر بھی نہ کیجئے۔

سیرت ابن ہشام میں ہے "وہ اسام کے متعلق رسول اللہ کی بچی شیر کار تھیں۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین کی تکذیب و تردید سے جو مدد پہنچتا، حضرت
خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس" کر دیا ہو جاتا تھا۔ کیونکہ وہ آپ کی باتوں کی تصدیق
کرتی تھیں اور مشرکین کے معاندان آپ کے سامنے ہلکا کر کے پیش کرتی تھیں۔"

(طہات)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرماتی ہیں
'سودہ کے علاوہ کسی عورت کو دیکھ کر مجھے یہ خیال نہیں ہو کہ اس کے قلب میں میری
روح ہوتی' (طہات)۔ اطاعت و فرمانبرداری میں وہ تمام ازواج مطہرات سے ممتاز
تھیں۔ سخاوت اور فیاضی بھی ان کا ایک نمایاں وصف تھا۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے ان
کی خدمت میں ایک تھیلی بھیجی۔ انے وے سے پوچھا اس میں کیا ہے؟ وہ درم۔
دیں! بھور کی تھیلی میں درم بھیجے جاتے ہیں؟ یہ کہہ کر ہی وقت سب کو تقسیم کر دیا
(اصب)۔ ایسا نہیں بھی وہ ممتاز حیثیت رکھتی تھیں۔ وہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
کے پیچھے نکاح میں آئی تھیں کیونکہ ان کی عمر زیادہ تھی اس سے جب بوڑھی ہو گئیں
ان کے خیال میں آیا کہ شاید رسول اللہ طہات دے دیں اور صحبت کے شرف سے محروم

سچائی کی بات کہ وہ۔۔۔ میں نے اپنی پوری حسرت و شرمی اللہ عنہا کو دے دی اور
میں نے خوشی سے قبول کر لیا (صحیح بخاری و مسلم)۔

اسی طرح آپ طہارت پسند تھیں۔ ایک مرتبہ کہنے لگیں کہ کل رات میں۔
آپ نے ساتھ نماز پڑھی تھی۔ آپ نے (اس قدر دیر تک) رکوے کیا کہ مجھے نکیہ
پھونکنے کا شبہ ہو گیا اس سے میں ایرتک ناک پکڑے رہی۔ آپ اس حمد کو سن کر مسرور
ہو گئے (ابن سعد)۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پوری قانع و رذیہ شخصیت کی مالک تھیں۔ آپ کا سب
سے نمایاں وصف جو دو سخا تھا۔ حضرت عبد اللہ بن ربیع فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اس
سے زیادہ حق کسی کو نہیں دیکھا۔ ایک مرتبہ میرا معویہ رضی اللہ عنہ نے ان کی خدمت میں
ایک ہاتھ درہم بھیجے تو شام ہوتے ہوئے سب خیرات کر دیے اور اپنے سے کچھ نہ رکھا۔
اخلاق سے ان دن روزہ رکھا تھا۔ ونڈی نے کہا کہ اگر کے لئے کچھ نہیں ہے۔ فرمایا
پہلے سے کیوں نہ یاد کرایا (مسند رک حاکم)۔

نبہایت خاشع و متقرب اور عبادت گزار تھیں۔ چاشت کی نماز پابندی سے
پڑھتیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ راتوں کو بیدار رہتیں اور اس کی
س قد پابند تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب کبھی یہ نماز قضا ہو جاتی تو
نماز فجر سے پہلے اٹھ کر پڑھ لیتی تھیں (شرح بلوغ الامام)۔

جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر اتہام لگایا گیا اور اس تہم میں خود حضرت
سب کی بہن حضرت حمہ بھی شریک تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے سیدہ
عائشہ کی اخلاقی حالت دریافت کی تو انہوں نے صاف لفظوں میں کہہ دیا مجھ کو عائشہ کی
بھلائی کے سوا کسی چیز کا علم نہیں۔

ابن سعد میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے اخلاق کے متعلق ہے
"وہ (یعنی حفصہ) سادہ و سادہ و سادہ رہتی تھیں" (ابن کثیر و دیگر روایات)۔

رات کو قیام کرنے والی)۔

حضرت حفصہ اختلاف سے نفرت کرتی تھیں۔ جنگ صفین کے بعد جب تمیم کا
وقوع پیش آیا تو اس کے بھائی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس کو قتل سمجھ کر خانہ نشین رہا
جا رہے تھے لیکن حضرت حفصہ نے کہا کہ اس شہادت میں تمہارا کوئی فائدہ نہیں تاہم
تمہیں شریک رہنا پڑے گا کیونکہ لوگوں کو تمہاری رائے کا انتظار تھا اور ممکن ہے کہ تمہاری
عزت گزری ان میں اختلاف پیدا کر دے (صحیح بخاری)۔

حضرت زینب فخریہ اور مسکینہ نبویہ رضی اللہ عنہما آپ کی خدمت میں آکر رہتی تھیں
اس سے ام المومنین کی کنیت سے مشہور ہو گئیں (سیرۃ مہدی)۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نبویہ زہد و زندگی بسر کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ ایک بار
پہنا جس میں مونے کا ہاتھ حصہ شامل تھا۔ رسول اللہ نے اعتراض کیا تو اس کو توڑ ڈالا۔
(مسند احمد)

امریہ معروف و مرغوب منکر کی پابند تھیں۔ ایک ان ان کے بھتیجے سے درگفت
نماز پڑھی۔ چونکہ بعد و گاہ غبار تھی اور تھکی رہ چکے تھے وقت مکئی چھڑاتے تھے۔ حضرت م
سعد نے روکا کہ یہ فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک غلام نے کیا تھا تو آپ نے
فرمایا تیرا چہرہ اللہ کی راہ میں غبار آلود ہو (مسند احمد)۔

آپ فیاض تھیں اور دوسروں کو بھی فیاضی کی طرف مائل کرتی تھیں۔ ایک دفعہ
حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے آکر کہا کہ میرے پاس اس قدر مال جمع ہو گیا ہے کہ اب
برہاد کی کا خوف ہے۔ آپ نے فرمایا بیٹا! اس کو خرچ کر دو (مسند احمد)۔

ایک مرتبہ چند فقراء جن میں عورتیں بھی تھیں ان کے گھر آئے اور نہایت حق
سے سوال کیا۔ مہربان بنی تھیں انہوں نے ان کی نیکیں حضرت م سے سنانے فرمائی
اس کا حکم نہیں ہے۔ اس نے بعد و ونڈی کہا کہ اس کو ہتھوڑے کر رخصت کر دو۔ کچھ نہ ہوا
ایک ایک چھو بارہ ان کے ہاتھ پر رکھ دو (استیعاب)۔

رائی جوئیں در سہ شہر کی آخری تاریخ میں نکاح ہو گیا۔ حضرت ام سلمہؓ کی بے مانگی و رغبت کا حساس یہ نہ تھا جو حضورؐ کو متاثر نہ کرتا، اسی تاثیر کی مدد سے حضرت ام سلمہؓ کے اس چار گسل صدقہ کی تلافی ہو گئی جو ان کو ابوسلمہؓ کی وفات سے پیدا ہوا تھا بلکہ ان کی عارضی مدت حیات، ابدی مسرت میں تبدیل ہو گئی (طبقات جلد ۸ صفحہ ۶۲)۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر کون ہو سکتا ہے؟

مومنین حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک بار اپنے شوہر ابوسلمہؓ سے کہا مجھے معلوم ہے اگر کسی کے شہر کو جنگ نصیب ہوا اور عورت اس کے بعد دوسرا نکاح نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس عورت کو بھی شوہر کے ساتھ جنت میں جگہ دیتا ہے۔ یہی صورت مرد کے لئے ہے تو ابوسلمہؓ کا ہم تم معاہدہ کر میں کہ نہ تم ہمارے حد نکاح کرو نہ ہم تمہارے بعد۔ حضرت ابوسلمہؓ نے جواب دیا کیا تم میری طاعت کرو گی؟ ام سلمہؓ نے کہا سوئے آپ کی طاعت کے مجھے کس بات میں خوشی ہو سکتی ہے۔ ابوسلمہؓ نے کہا جب میں مر جاؤں تو میرے بعد تم نکاح کر لینا۔ پھر ابوسلمہؓ نے دعا مانگی یا اللہ! میرے بعد ام سلمہؓ کو مجھ سے بہتر جانشین عطا فرما۔ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں جب رسول کا انتقال ہو گیا تو میں اس میں کبھی تھی کہ ابوسلمہؓ سے بہتر کون ہو گا؟ اس کے کچھ دنوں بعد میرا نکاح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو گیا جو ساری کائنات سے بہتر ہیں۔

(طبقات جلد ۸ ص ۳۱)

ابوسلمہؓ کے انتقال کے بعد چار شہر کا پانچواں حضورؐ سے نکاح ہوا جو ام سلمہؓ نے پیش کی

تھیں

① مجھ میں غیرت ہے۔ یعنی آپ کی ادا راج و رہی ہیں اس لئے رشک و خفا کا اندیشہ ہے۔

② میں بچہ والی عورت ہوں آپ کو تکلیف ہو گی۔

③ میری عمر زیادہ ہے۔

④ میرا دینی ولی نہیں ہے۔

حضور قدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا کروں گا کہ شبِ اتم سے دو روزے۔ تمہارے پیوں کی ذمہ داری خدا اور اس کے رسول کے ذمہ ہو گی۔ میری تم سے ریا ہے وہ وہی کے بارے میں فرمایا کہ تمہارے کوئی ایسا کوئی پسند نہیں کرے گا۔

اس کے بعد ام سلمہؓ بھی آئیں اور نکاح کیا۔ حضرت ام سلمہؓ حسن و جمال میں بظہر قصہ کائنات لقمی معومات اور وسیع النظری میں حضرت عائشہؓ کے بعد ان کا نمبر آتا ہے۔ طویل القدر بھی پر مہر رضی اللہ عنہم اجمعین اس سے مسائل کی تحقیق کرتے تھے۔ اس کے پاس حضورؐ کا موئے مبارک تھا۔ لوگ اس سے تبرک حاصل کرتے تھے۔ اصحاب المؤمنین میں سب کے بعد ان کا انتقال ہوا۔

سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

نام: حفصہ (رضی اللہ عنہا)۔

سبت: حفصہ بنت عمر فاروق بن خطاب بن نفیل بن عبد معزی بن ہاشم بن عبد اللہ بن قرطی بن زراح بن عدی بن کعب بن لوی۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ سب رضی اللہ عنہا بن مطعون ہیں جو بہت جمیل القدر صحابیہ تھیں۔

پیدائش: آپ کی پیدائش بیشت سے پانچ برس پہلے اس وقت ہوئی جب قریش خانہ کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے۔

پہلا نکاح: آپ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح حضرت قیس رضی اللہ عنہ بن حذافہ بن قیس بن عدی سے ہوا۔

قبول اسلام: آپ اور آپ کے شوہر دونوں میاں بیوی آغاز اسلام میں ہی مسلمان ہو گئے تھے۔

نکاح ثانی: حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عثمانؓ کی طرف سے مایوس ہونے کے بعد ایک روز بارگاہ نبوت میں عرض کیا یا رسول اللہ! میں حفصہ کے نکاح ثانی کے لئے بہت پریشان ہوں۔ میں نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عثمانؓ سے کہا کہ وہ حفصہ سے نکاح کر لیں لیکن ایک نے خاموشی اختیار کر لی اور دوسرے نے انکار کر دیا اب کیا کروں؟

حضور قدس صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر مسکرا دیے اور فرمایا حق تعالیٰ نے عثمانؓ کو تمہاری بیٹی سے بہتر بیوی عطا فرمادی وہ تمہاری بیٹی کو عثمان رضی اللہ عنہ سے بہتر شوہر عطا فرمادیا۔

حضرت عمرؓ یہ رشاد سن کر فاموش رہے کیونکہ یہ ارشاد انہی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے وضع نہیں تھا۔

اس کے کچھ دن بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی ام کلثومؓ کا عقد حضرت عثمانؓ سے کر دیا اور خود حضرت حفصہؓ سے نکاح کر لیا اور یوں حضرت عمر فاروقؓ کی بیٹی حضرت حفصہؓ کو ابوبکرؓ اور عثمانؓ سے کروڑوں درجہ بہتر شوہر مل گیا۔ یہ واقعہ ۳ھ ۱۰ شعبان کا ہے۔ اس وقت حضرت حفصہؓ کی عمر بیس سال تھی۔ ان نکاح کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا:

تم میری بات کا رنج نہ کرنا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خواہ جسے گاؤں کر مجھ سے کر چکے تھے اور میں آپ کا راز دہش نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اگر حضور نکاح کرتے تو میں نکاح کر لیتا۔

ازدواجی زندگی

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مزاج میں کسی قدر جدوجہد تھا۔ غالباً یہ پوری تھی اس لئے آپ کبھی کبھی خود حضورؐ کے ساتھ اپنی اسی فطرت سے مجبور ہو کر غصہ کرتی تھیں۔ جب آپ کے والد محترم حضرت عمر فاروقؓ کو اس بات کا علم ہوا تو آپ کو سخت رنج ہوا اور آپ ان کے گھر تشریف لائے۔ بیٹی نے باپ کی عزت و تکریم کی لین آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

کیا تم رسول اللہؐ کو برابر کا جواب دیتی ہو؟

بیٹی نے کہا ہاں کبھی کبھی میں ایسا کرتی ہوں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تمہیں خدا کے عذاب سے ڈراتا ہوں۔ تم ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی مائتہ رضی اللہ عنہا کی حرم نہ کرو۔ سے حضور قدس کی محبت کی وجہ سے اپنے حسن پر تازہ ہے۔

صحیح بخاری کی روایات میں خود حضرت عمرؓ سے منقول ہے کہ ہم جب جہنم میں عورتوں کو دیکھ کر برقعہ نہ دیتے تھے۔ سو ہم نے ان کو اوجھایا اور ان کے متعلق آیتیں اتریں قرآن مجید میں تو ان کی قدر و منزلت معلوم ہوئی۔

ایک ایسی بی بی بیوی نے مجھ کو کسی معاملہ میں رائے دی۔ میں نے کہا تم تو راسے اور مشورہ سے کیا واسطہ؟ بویس ابن خطابؓ نے فرمایا کہ ہاتھ کی بھی برہشت نہیں ہے بلکہ تمہاری بی بی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر برا جواب دیتی ہے یہاں تک کہ آپؐ ان بھرنجیدہ رہتے ہیں (سیرۃ النبیؐ ص ۵۳)۔

پہلے میں اور حضرت عائشہؓ میں بہت محبت تھی دونوں بہنوں کی خرچ رہتی تھیں اور دوسری بہن امومنین کے مقابلے میں دونوں میں ایک طرح کا سناپ تھا۔ یعنی بہنوں کی طرح۔ پھر لڑتی تھیں۔ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ کے گھر میں حاضر ہوئے۔ حضرت عائشہؓ کو رشک ہو کہ وہاں زیادہ وقت گزارتے ہیں بلکہ حضورؐ وہاں شہدائے میں مشغول رہے جو نہیں کسی سے بدیہ بھیجا تھا۔ حضرت عائشہؓ نے حضرت حفصہؓ کو اس واقعہ سے آگاہ کیا اور کہا کہ جب حضورؐ تمہارے پاس آئیں تو نہنا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ کے ذہن مبارک سے مفیہ کی بو آتی ہے۔ چونکہ حضورؐ قدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر قسم کی بو ناپسند تھی اس طرح کون نہونی رد عمل ان سے ضرور آئے گا۔ چنانچہ جب حضورؐ قدس صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ رضی اللہ عنہا (یعنی حضرت حفصہؓ) کے پاس آئے تو پہلے نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ کے ذہن مبارک سے مفیہ کی بو آتی ہے۔ حضورؐ نے سخت ناپسند فرمایا کہ آپؐ کے ذہن مبارک سے کسی قسم کی بو آئے اس لئے فرمایا میں تمہاری شہدائے نہیں کھاؤں گا۔ اس پر آیت کریمہ نازل ہوئی اسے ہی اپنی بیویوں کی خوشنودی کے لئے تم خدا کی حلال کی ہوئی چیز کو اپنے اوپر حرام کیوں کرتے ہو؟

اسی طرح کا ایک اور واقعہ بھی قرآن مجید میں مذکور ہے جس سے متعلق آیت

وإذا لیس النبی الی بعض ازواجہ حدیثاً نازل ہوئی۔ اس کی تفسیر میں جس مفسرین نے لکھا ہے کہ حضورؐ نے حضرت حفصہؓ سے کوئی راز کی بات کہی اور وہ اس پر لاش کر دی۔ لیکن مصنف اپنی اس گراں قدر تصنیف جلد کے صفحہ ۱۹۹ پر لکھتے ہیں

میرا خیال ہے کہ جب اللہ رب العزت کو اپنے حبیب کے گھرانے کی عزت و حرمت کا اتنا پاس ہے کہ کسی کا نام نہیں یا تو ہم کو بھی اس بارہ میں برأت نہیں کرنی چاہئے۔ بعض لوگ یہ بھی بحث کرتے ہیں کہ وہ راز کیا تھا؟ میرا خیال ہے کہ ہم کو کوئی حق حضورؐ کے راز میں دخل دینے یا اس کے افشاء کرنے کا نہیں ہے۔

حضرت عائشہؓ کا حضرت حفصہؓ سے رشک کرنا:

اگرچہ آپ دونوں میں بہناپن تھا لیکن کبھی کبھی آپس میں رشک بھی ہو جاتا تھا۔

ایسی ہی ایک واقعہ سیرت النبی - جلد دوم صفحہ ۵۰۳ پر درج ہے۔ واقعہ یہ ہے

حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کی بیٹیاں تھیں جو تقریب نبویؐ میں دوش بدوش تھیں اسی بنا پر حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ دیگر ازواج کے مقابلے میں باہم ایک تھیں۔ لیکن کبھی کبھی اس میں باہم رشک و رقابت کا اظہار ہو جاتا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ دونوں آنحضرتؐ کے ساتھ سفر میں تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راتوں کو حضرت عائشہؓ کے اونٹ پر چلتے تھے اور ان سے باتیں کرتے تھے۔ ایک دن حضرت حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ آج رات تم میرے اونٹ پر اور میں تمہارے اونٹ پر سو رہوں تاکہ محفل مناظر دیکھنے میں آئیں۔ حضرت عائشہؓ راضی ہو گئیں۔ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ کے اونٹ کے پاس آئے جس پر حضرت

حصہ سوار تھیں۔ جب منزل پر پہنچے تو آنحضرتؐ نے حضرت عائشہؓ کو نہ پایا تو حضرت عائشہؓ کے پاس ٹھہر گئے۔ جب عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پتا چلا کہ یہ تو معصومہ علیہ السلام ہو گیا تو اپنے پاؤں کو ازخرو (ایک گھاس ہے جس میں سانپ بچھوڑتے ہیں) کے درمیان رکھا کر کہنے لگیں خداوند اسکی بچھو یا سانپ کو متعین کر کہ جو مجھے ڈس جائے۔

حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت کا ایک واقعہ

ایک دن زمانہ خلافت حضرت عمرؓ میں حضرت حفصہؓ نے اپنے والد حضرت عمرؓ سے کہا کہ آپ حلیفہ وقت ہیں کچھ اور نرم و نازک کپڑے پہنا کریں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا بیٹی بیوی اپنے شوہر کے حال سے خوب واقف ہوتی ہے۔ سچ بتا کبھی تمہارے شوہر حضورؐ نے پر تکلف کپڑے پہنے؟ کبھی دو وقت پیٹ بھر کر کھانا تناول فرمایا؟ حضرت حفصہؓ رونے لگیں اور عرض کیا واقعی حضورؐ نے کبھی پر تکلف لباس نہیں پہنا اور کبھی پیٹ بھر کر کھانا تناول نہیں فرمایا (نرمہ بحالہ باب فی القنانہ - ج ۱ ص ۲۰)۔

عابد بیوی کے لئے اللہ تعالیٰ کی سفارش

یہ بھی ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بی بی اور حضرت عمرؓ کی بی بی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بات پر ان کو طلاق دے دی تھی پھر جبرائیلؑ کے کہنے پر آپؐ نے رجوع کر لیا۔ حضرت جبرائیلؑ نے یوں فرمایا کہ آپؐ حفصہؓ سے رجوع کر دیجئے کیونکہ وہ دن کو روزا بہت رکھتی ہیں راتوں کو جاگ کر عبادت بہت کرتی ہیں اور وہ بہشت میں آپؐ کی بی بی ہوں گی۔ انہوں نے اپنے بھائی عبد اللہ بن عمرؓ کو وصیت کی تھی کہ میرا اتنا مال خیرات کر دینا اور کوئی زمین بھی انہوں نے وقف کی تھی اس سے بندوبست کے لئے بھی وصیت کی تھی۔ ان کے پیچھے خاندان کا نام قیس بن خداوند تھا۔

دیداری کی برکت دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ سے یہاں سے طرفہ داری کی جاتی ہے

فرشتے کے ہاتھ حاضر رہی کا حکم ہوتا ہے کہ اپنی طلاق کو لوٹا لو ورنہ ان کی سخاوت دیکھو کہ اللہ کے راستے میں کس قدر خیرات کا بندوبست کیا اور زمین بھی وقف کی۔
والدین کی فرما نہرد ر بچو!

دیداری اختیار کرو اور مال کی حرص اور محبت دل سے نکال ڈالو۔

نبی کریمؐ میں شہید کی عورتوں کو جنت کی مشروط بشارت

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ ثَنَا مُوَمَّلٌ ثَنَا سُفْيَانُ بْنُ الْأَعْمَشِ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ ' قَالَ اتَتْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَأَةٌ مَعَهَا صَبِيَّانِ لَهَا قَدْ حَمَلَتْ احَدَهُمَا وَهِيَ تَقُولُ الْآخِرِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَمَلَاتُ وَالِدَاتِ زَحِيمَاتُ لَوْلَا مَا يَنْبَغِي لِي لَوَاجِهَتْ دَخَلَ مُصْلِيَانَهُنَّ الْجَنَّةَ

حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت آئی اس کے دو بچے تھے ایک کو گود میں لئے ہوئے تھی ایک کو کھینچ رہی تھی آپؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ عورتیں بچوں کو اٹھانے والی جتنے والیں اپنے بچوں پر شفقت کرنے والیں اگر اپنے خاوندوں کو یہ نہ دیتیں تو ان میں سے جو نمازی ہیں وہ جنت میں جائیں (اس کے ردی سب ثقہ ہیں لیکن سند منقطع ہے کیونکہ عالم کا ابو امامہؓ سے سماع ثابت نہیں ہے۔

یعنی ایسی مشقت و محنت کے ساتھ جو ان کو اوداد کے پالنے میں ہوتی ہے زیادہ ان کی ان کو حاجت نہیں ہے صرف نماز کافی ہے وہ جنت میں لے جائے گی بشرطیکہ خاندان کو نہ ستائیں۔ ان کی نارمانی نہ کریں ورنہ جنت میں جانا مشکل ہے دوسری حدیث

میں ہے کہ میں نے دوزخ میں ریہہ عورتوں کو دیکھا جس کا سبب یہ ہے کہ خاندان
ناشکری کرتی ہے غرض خاندان کا بڑا حق ہے عورت پر یا اللہ تو ہمارا مالک ہے ہم تیرے
ناشکرے بندے ہیں ہمارا بھی جنت میں جانا مشکل ہے لیکن تو اپنے رحم و کرم سے
ہمارے گناہ معاف کر دے تو وہ تجھ سے بعید نہیں تو رحم ارحم الراحمین ہے ماں باپ سے ریہہ
مہربان ہے اپنے بندوں پر بہرحال ہم تیرے بندے ہیں برے ہیں تو تیرے اچھے ہیں
تو تیرے تیرے اور چھوڑ کر کہیں جانے والے نہیں۔

آخر تو آپ کے گھر کا سربراہ آپ کا شوہر ہے۔

حَدَّثَنَا أَبُو الْوَهَابُ بْنُ الصُّحَابِ ثنا اسْمَاعِيلُ بْنُ عِيَّاشٍ
عَنْ بَجِيرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ كَثِيرِ بْنِ
مَرْثَةَ عَنْ مُعَاذِ بْنِ حَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُؤَدِي امْرَأَةٌ زَوْجَهَا إِلَّا قَالَتْ زَوْجَتِي
مِنَ الْخَوْرِ الْعَيْنِ لَا تُؤَدِيهِ قَاتِلُ اللَّهِ فَإِنَّمَا هُوَ عِنْدَكَ
وَحَبْلٌ أَوْ شَيْءٌ أَنْ يُفَارِقَكَ إِلَيْنَا

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کوئی عورت اپنے خاوند کو ایذا دے تو جنت کی حور جو
اس مرد کے لئے ہے کہتی ہے اللہ تجھے تباہ کرے اس کو مت ستاؤ تیرے
پاس چند روز کے لئے اترا ہے اور قریب ہے کہ تجھ کو چھوڑ کر ہمارے پاس
جائے۔

لباس ایسا زیب تن کیجئے کہ نہ خود شرمندہ ہوں اور نہ شوہر کو کراؤں۔

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ الْمُغْتَمِرِ ابْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ

يَحْفَظُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ سُلَيْمَانَ ابْنِ يَسَارٍ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ
سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ إِحْمَ تَحْرُ الْمَرْءَ مِنْ دَيْبِهَا قَالَ شَعِيرَا
عَلَتْ أَرْبَعُ شَعِيرَاتٍ عَلَيْهَا مِنْ رَأْعٍ لَا تُؤَدِّي عَنْهُ
حَضْرَتِ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
سے پوچھا گیا عورت کتنا آچل نکالے؟ آپ نے فرمایا ایک ہاشت (تین
ٹخنے سے ایک ہاشت بچا رکھے) میں نے عرض کیا تے میں یاں رکھتا ہے
کا۔ آپ نے فرمایا ایک ہاشت بچا رکھے اس سے زیادہ نہ کرے۔

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُهَيْلِ
عَنْ رِيْدِ الْعَمَرِيِّ عَنْ أَبِي الصَّدِيقِ السَّاجِي عَنْ أَبِي عَمْرٍ
أَنَّ أَرْوَاحَ النِّسَاءِ رُحُصَ لَهُنَّ فِي الدَّيْلِ بِرَأْعٍ فَكُنَّ بِأَيْتِمَاءٍ
فَتَدْرَعُ لَهُنَّ بِالْقَصَبِ بِرَأْعٍ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نبیوں کو زین (یعنی نچل یا پامپہ ر) ایک ہاشت نکالے کی اپنی رشتہ
وہ ہمارے پاس آئیں ہم ایک گزنی سے ہاتھ کے باپ ان کو تباہ دیتے۔

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ ثنا يَرْبُوطُ بْنُ هَارُونَ ثنا حُذَّافُ
ابْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَبِي لَهْزَمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِدَصْمَةٍ أَوْ لَامٍ سَلَمَةُ دَيْبِلُ
بِرَأْعٍ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آنحضرت رضی اللہ عنہ نے
حضرت قاضی زہراء سے یا جناب بی بی ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا اپنا

دیں ایک ہاتھ رکھ (اس حدیث کا رویہ مزہم منقطع طور پر ضعیف ہے)۔
 حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ ثنا عَفَّانُ ثنا عَنِ ابْنِ شَرِبَةَ عَنْ عَائِشَةَ
 حَسْبُ الْمَعْلُومِ عَنْ أَبِي الْمُبَرِّزِ عَنْ ابْنِ شَرِبَةَ عَنْ عَائِشَةَ
 أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هِيَ ذِيُوسُ الشَّامِ
 شَمِيرًا عَدَسَاتِ عَائِشَةَ رَأَتْ حَرَجَ شَوْقُهَا قَالَ فِدْرَاعُ
 حضرت ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 نے عاتقوں کے پھل میں فرمایا کہ ایک ہاشمت لگتا رہے۔ حضرت عائشہ
 سے عرض کیا اس صورت میں تو ان کی چند لیاں کھل جائیں گی۔ آپ نے
 فرمایا ایک ہاتھ رکھ۔

سرالی رشتوں کو نظر انداز مت کیجئے

ہمارے دور میں ایک نئی وہ چل پڑی ہے کہ عورتیں شوہر سے تو ہر ممکن پیار
 جتاتی ہیں اور (چاہے ظاہری طور پر ہی سہی) اس کے قہر وارے پیار سے
 باتی ہیں۔ عورتیں شوہر کے سامنے کسی درغیرہ موجودگی میں بھی اس کے وہ مدین
 مہین بھی بیویوں اور عزیز واقرباء کو گھاس نہیں ڈالتیں۔ یقیناً جائے اس
 باتوں کے باوجود آپ کا شوہر سے اس بابت کوئی جھگڑا (تلخ کھڑی) وغیرہ
 نہیں ہوتی تو جان رکھئے یہ ہم سمجھنے کو ہی ہے اور جب یہ عمل روئی ہوگا تو
 اپنے ساتھ بہت کچھ بہا کر لے جائے گا۔ آئیے ہم اس موضوع کی ابتداء
 نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں سے کرتے ہیں تاکہ آپ کے دل میں یہ
 احساس جاگزیں ہو سکے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کی تحریم کی
 امت کو کیسے ہدایت فرما رہا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کے مناقب کا بیان

حضرت عائشہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل و عیال کو اہل بیت کہا گیا ہے جس
 میں زوجہ معصومانہ یعنی طور پر شامل ہیں۔ لہذا جو لوگ ازواج مطہرات کو اہل بیت
 سے خارج قرار دیتے ہیں وہ مکابرہ کا شکار ہیں اور قرآن کریم کی اس آیت اِنَّمَا
 يَرْثُكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلَكِنْ يَرْثُكَ مَا تَرَكَ وَالْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ
 مَا يَرْثُكَ مَا تَرَكَ وَالْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مَا يَرْثُكَ مَا تَرَكَ
 عا بر کرتے ہیں کیونکہ جب اس کے پہلے بھی اور بعد میں بھی ازواج مطہرات ہی کو
 مخاطب کیا گیا ہے تو پھر اس کو (اہل زوجہ مطہرات کو) درمیان آیت کے مضمون
 (اہل بیت) اور اس کے مصداق میں شامل نہ کرنا آیت کو اس نے صاف ہی تسلسل اور
 معنوی یاق و سباق سے لگ کر دیکھا ہے چنانچہ محمد فخر مدین رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ

”یہ آیت آنحضرت ﷺ کی زوجہ مطہرات کو شامل ہے کیونکہ آیت کا سیاق و سباق بڑی شدت سے اس کا متقاضی ہے پس اوج مطہرات کو اہل بیت کے مصداق سے خارج کرنا وراں کے علاوہ دوسروں کو اس مصداق کے ساتھ محقق کرنا صحیح نہیں ہوگا۔ اہم راز کی آگے لکھتے ہیں یہ کہنا زیادہ بہتر اور اولیٰ ہے کہ ”اہل بیت“ کا مصداق آنحضرت ﷺ کی وراثہ دار اوج مطہرات ہیں اور ان میں حضرت ام سلمہ اور حضرت ام حسین بھی شامل ہیں نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی آنحضرت ﷺ سے خصوصی نسبت تعلق اور خاکی قرب رکھنے کے سبب اہل بیت میں سے ہیں۔ تاہم بعض مواقع پر اہل بیت کا طوق اس طرح بھی پڑے کہ جس سے بظاہر یہ مفہوم ہوتا ہے کہ اس کا مصداق صرف فاطمہ زہرا علی مرتضیٰ حسن و حسین رضی اللہ عنہم ہیں۔ جیسے حضرت انسؓ کی روایت سے کہ آنحضرت ﷺ جب نہر فخر کے ستے مسجد میں آتے تو راستہ میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے سامنے سے گزرتے ہوئے یوں فرماتے الصلوٰۃ یا اھل البیت اِنْعَامُ بِمَدَدِ اللّٰهِ لَیْذِہِبَ عَنْکُمْ الرَّجْسُ اَقْدَمَ الْبَیْتِ وَیُطْہِرُکُمْ تَطْہِیْرًا اس روایت کو ترجمانی لے لقل کیا ہے۔ اسی طرح ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ (یک دن) میں آنحضرت ﷺ کے پاس (گھر میں) بیٹھی ہوئی تھی کہ خادم نے آکر بتایا کہ علی رضی اللہ عنہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا باہر دروازہ پر کھڑے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے (یہ سن کر) مجھ سے فرمایا کہ تم ایک کمرے ہو جاؤ چنانچہ میں گھر کے ایک گوشہ میں چلی گئی۔ علی رضی اللہ عنہ و فاطمہ رضی اللہ عنہا اندر آ گئے اور ان کے ساتھ حسن و حسین رضی اللہ عنہ بھی تھے جو اس وقت ننھے ننھے تھے۔ آنحضرت ﷺ حسن اور حسین کو خوش مبارک میں بیٹھایا اور ایک ہاتھ سے علی رضی اللہ عنہ کو اور دوسرے ہاتھ سے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو پکڑ کر سینے بدن سے چٹایا پھر آپ ﷺ نے اپنی وہ کالی کالی آنسب پر بیٹھی جو اس وقت جسم مبارک پر تھی و فرمایا خداوند ایہ میرے اہل بیت ہیں مجھ کو اور میرے اہل بیت کو اپنی طرف د

کہ آگ کی طرف۔ اور حضرت ام سلمہ ہی سے یہ بھی منقول ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا میری یہ مسجد ہر جائزہ عورت اور مرتضیٰ مرد پر حرام ہے (یعنی جو عورت بیض کی حالت میں ہو یا جو مرد ناپاکی کی حالت میں ہو وہ میری مسجد میں ہرگز داخل نہ ہو) ہاں محمد اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اہل بیت پر کہہ دینی فاطمہؓ اس اور حسین رضی اللہ عنہم میں حرام نہیں ہے۔ اس روایت کو پہنچنے کے نقل کیا ہے ورنہ اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ بہرحال ایک طرف تو وہ روایتیں ہیں جن سے ہو ہاشم اور آنحضرت ﷺ کے اہل و عیال پر ”اہل بیت“ کا طوق ثابت ہوتا ہے و دوسری طرف یہ روایتیں ہیں جن سے اہل بیت کا مصداق صرف حضرت علی حضرت فاطمہ حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہم معلوم ہوتے ہیں بلکہ ان ہی چہار تن یا کم پر اہل بیت کا طوق شائع اور مشہور بھی ہے۔ لہذا علماء نے ان تمام روایتوں میں تطبیق اور ان کے طوالت کی توجیہ میں یہ کہا ہے کہ ”بیت“ کی تین نوعیتیں ہیں (۱) بیت نسب (۲) بیت سکنی (۳) بیت وراثت۔ پس ہو ہاشم یعنی عبدالمطلب کی اولاد کو تو نسب وراثت ان کے اعتبار سے آنحضرت ﷺ کا اہل بیت (یعنی اہل خاندان) کہا جائے گا۔ وراصل عرب میں جد قریب کی اولاد کو بیت (یعنی خاندان یا گھرانہ) کہا بھی جاتا تھا اور خود دو میں بھی حبس یوں کہا جاتا ہے کہ فلاں کا گھرانہ بہت معزز ہے یا فلاں شخص شریف خاندان کا ہے تو گھرانہ یا خاندان سے اس شخص کے باپ اور دادا کی اولاد مر دہوتی ہے۔ آنحضرت ﷺ کی ارواح مطہرات کو اہل بیت سکنی (اہل خاندان) کہا جائے گا چنانچہ عرف عام میں کسی شخص کی بیویوں کو اس کے اہل بیت یا ”گھرانہ“ سے تعبیر کیا جاتا مشہور ہی ہے ورنہ آنحضرت ﷺ کی اولاد (ماجد کو اہل بیت وراثت کہا جائے گا اور اگرچہ آپ ﷺ کی تمام بی اولاد پر اہل بیت وراثت کا طوق کیا جاتا ہے لیکن تمام اولاد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرات حسین کو جو خاص فضل و شرف اور آنحضرت ﷺ جو قرب و تحقق حاصل تھا اور یہ کہ ان کے فضل و

مناقب جس شہادت سے حادث میں وارد ہیں اس کی بناء پر اہل بیت و اہل بیت کا مخصوص امتیاز کی صداق صرف یہی چارے مانے جائیں گے۔

یہ درکھئے اہل بیت کی نسبت سے ان کا تعلق بعض ہوا غم سے بھی ہے ورنہ رضی اللہ عنہ و عاظمہ رضی اللہ عنہا و حسن و حسین سے بھی اور براہیم بن رسول اللہ ﷺ سے بھی ہے۔ عا وہ۔ میں اس ضمن میں حضرت زید بن حارثہ اور ان کے بیٹے حضرت سائرہ کا ذکر بھی آیا ہے وراں دونوں کا ذکر یہ تو ہے اس بنا پر ہے کہ ان دونوں پر حضرت ﷺ سے انتہا محبت و عنایت تھی۔

وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ لَمَّا بَرَكْتَ هَدْمَ الْإِيَّةِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ آبَاءَنَا وَأَبَاءَكُمْ دَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا وَغَاصِمَةَ وَحُسَيْنًا فَقَالَ اللَّهُمَّ هَوَلَا أَهْلُ بَيْتِي

صحیح مسلم: کتاب فضائل الصحابة باب من فضائل علی بن ابی طالب ج ۴۲۰
"حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ بیت قُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ آبَاءَنَا وَأَبَاءَكُمْ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے علی فاطمہ حسن و حسین رضی اللہ عنہم کو بلوایا اور کہا خداوند ایہ میرے اہل بیت ہیں۔" (مسلم)

آیت مہبلہ اور اہل بیت

اس آیت کو "آیت مہبلہ" کہا جاتا ہے۔ مہبل کا غلط ہیں یا بھتہ سے بنا ہے جس کے معنی لعنت بھیجے و رحمت کے ہیں مہبلہ کا مطلب ہوتا ہے ایک دوسرے پر لعنت بھیجنے اور معلوم ہو جانے کی بددعا کرنا۔ اس مفہوم کو ادا کرنے کے لئے ابنتھال کا غلط تھا لیکن بعد میں اس غلط (ابنتھال) کا طلاق اس دعا پر کیا جانے لگا۔ عربوں کی یہ

عات تھی کہ جب کسی معہد میں دو فریق تھیں ایک دوسرے کی محنت و محنت سے کرتے اور ایک دوسرے پر لعنت و بددعا کی کا لزام عائد کرتے تو آہرمیں اپنے اپنے گھروں سے باہر نکل کر کسی خاص جگہ پر جمع ہوتے اور ایک دوسرے کے خلاف بددعا کرتے ایک دوسرے پر لعنت بھیجتے و ریل دعا مانگتے۔ یہ اللہ ہم میں سے جو شخص باحق پر ہوا ظالم ہو اس پر لعنت بھیجے۔ پس جب نصاریٰ (مسیحیوں) نے دیں اسلام یہ قرآن کی حقانیت و صداقت کے بارے میں آنحضرت ﷺ سے بحث و مباحثہ کا دروازہ کھولا اور پیغمبر اسلام کی مخالفت و تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو مذکورہ بالا آیت کے درجہ حکم دیا کہ آپ (ﷺ) ان مسیحیوں کو مہبلہ کی دعوت دیجئے اور ان سے کہئے کہ اگر سرعام اپنا فیصلہ کرائیں کہ ہم میں سے کون حق پر ہے اور کون باحق پر۔ چنانچہ راویوں میں آتا ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے پر آنحضرت ﷺ اپنے عزیز ترین اور قریب ترین اہل بیت و بے کر مہبلہ کے ت اس طرح نکلے کہ حضرت حسن و حضرت حسین کو جو اس وقت بہت چھوٹے چھوٹے تھے آپ ﷺ نے گود میں اٹھ رکھا تھا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے پیچھے تھیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پیچھے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا کہ میں جب مہبلہ میں ہوں تو تم سب مل کر میں کہیں۔ مسیحیوں کے پیڑوں کی نظران نورانی چہروں پر پڑی تو اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے بے اختیار ہوا تھا تم پر افسوس ہے میں تو ان نورانی چہروں کو ایسا دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ وہ خدا سے یوں درخواست کریں کہ یہاں تک کہ اس کی جگہ سے اکھیر دے تو یقیناً خدا (ان کی درخواست قبول کرے) پہاڑوں کی جگہ سے کھینڈے گا پھر اس نے پر زور انداز میں اپنے ساتھیوں کو مشورہ دیا کہ (ان لوگوں کے ساتھ مہبلہ ہو گرنہ کرنا ورنہ جڑ سے اکھڑ دیئے جاؤ گے۔ آخر کار ان مسیحیوں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ مہبلہ نہیں کیا اور بڑی قبول کر کے آنحضرت ﷺ کی سیاسی اطاعت پر مجبور ہوئے لیکن ان کے اندر

یونکہ اسلام اور پیغمبر اسلام سے قس و سنگی اور من ست نہیں تھی اس لئے وہ ۱۱۰۰ ہجری میں داخل ہونے سے محروم رہے۔ ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ بعد میں رسول کریم ﷺ فرمایا تھا کہ "وہ لوگ مہبلہ کرتے تو قیجہ کے طور پر ان کی صورتیں مسخ ہو کر بند رہیں اور سوروں کی سی ہو جاتیں" تمام یہاں و جنگل آگ ہی آگ ہو چکا اور وہ آگ نہ صرف ان کو جسم کر کے سرے سے نیست و نابود کر دیتی بلکہ درختوں پر پرندوں تک کو جلا دیتی۔

فرما نبردار پیچو!

آپ نے پڑھ لیا کہ دیکھئے جب مہبلہ کا وقت آیا تو نبی کریم ﷺ ان کو ساتھ لے کر مہبلہ کے لئے چنے کو تیار ہوئے۔ یہ رشتے بہت ہیبت رکھتے ہیں ان کی قدر کیجئے۔ ہاں! اگر محبت نہیں پرواں چڑھ رہی تو قدر کرنا سیکھئے چاہیے شوہر کی خوشنودی کی خاطر ہو

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِدَاوَةً وَعَلَيْهِ مِرْطَةٌ مَرَّخُلٌ مِنْ شَعْرِ اسْوَدَ فَجَاءَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ وَادْخَلَهُ ثُمَّ جَاءَ الْكَسَنِيُّ فَادْخَلَ مَعَهُ ثُمَّ جَاءَ ثَابِتٌ فَادْخَلَهَا ثُمَّ جَاءَ عَلِيٌّ فَادْخَلَ ثُمَّ قَالَ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا (رواہ مسلم)

صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابة باب فضائل اہل بیت النبی ص ۴۴۰
"اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن صبح کو نبی کریم ﷺ میرے پاس ہوئے اس وقت آپ ﷺ کے بدن مبارک پر یک سیاہ دھبہ کی کئی جگہیں جس پر اونٹ کے کئیوں کی تصویریں بنی ہوئی تھیں ستے میں

حسن بن علی آگئے ورنہ آپ ﷺ نے ان کو اپنی کمر کے اندر لے لیا پھر حسین نے آپ اور آپ سے پہلے نے ان کو بھی حسن کے ساتھ کمر کے اندر لے لیا پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور آپ سے پہلے نے ان کو بھی کمر کے اندر لے لیا اور پھر علی رضی اللہ عنہ آئے ورنہ آپ سے پہلے نے ان کو بھی کمر کے اندر لے لیا اور پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی اِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا (یعنی اہل بیت) اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم کو (گناہوں اور برائیوں کی) پلیدی (اور غیر اخلاقی وغیر انسانی باتوں کے میل پکیں میں آلودہ ہونے) سے بچائے (جیسا کہ اکثر لوگ آلودہ ہو جاتے ہیں) اور تم کو ایسا پاک صاف رکھے جیسا کہ پاک صاف رہنا چاہئے۔" (مسلم)

اگر آپ کی مالی حالت بہتر بہتر نہیں پھر بھی حتی الامکان شوہر کے

بہن بھائیوں کے ساتھ صلہ رحمی اختیار کیجئے:

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

اور تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اختیار کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو اور وادین کے ساتھ اچھا معاملہ کرو اور اہل قرابت کے ساتھ بھی اور قیہوں کے ساتھ بھی اور غریب غربا کے ساتھ بھی اور پاس والے پڑوسی کے ساتھ بھی اور درودے پڑوسی کے ساتھ بھی و ہم جس کے ساتھ بھی در راگیر کے ساتھ بھی جو تمہارے مکان قبضہ میں ہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ ایسے شخصوں سے محبت نہیں رکھتے جو اپنے کو بڑا سمجھتے ہوں۔ شیخی کی باتیں کرتے ہوں۔ (النساء ۳۶)

صلہ رحمی کی ترغیب:

اللہ تعالیٰ ایک ایسی عبادت کا حکم دیتا ہے اور اپنی توحید کے واسطے کہتا ہے اور اپنے ساتھ کسی کو شریک کرنے سے روکتا ہے۔ اس لئے کہ حق رزق عظیم دینے والا تمام مخلوق پر ہر وقت اور ہر حال میں انعام کی بارش کرنے والا صرف وہی ہے تو ان حق عبادت بھی صرف وہی ہوا۔ حضرت معاذ سے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جانتے ہو اللہ تعالیٰ کا حق بندوں پر کیا ہے؟ آپ جواب دیتے ہیں اللہ اور اس کا رسول ﷺ زیادہ جانتے والے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ کہ وہ اسی کی عبادت کریں۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ پھر فرمایا جانتے ہو جب بندے یہ کریں تو اللہ کے ذمہ کیا ہے؟ یہ کہ انہیں وہ عذاب نہ کرے۔ پھر فرماتا ہے ماں باپ کے ساتھ احسان کرتے رہو وہی سبب بنے ہیں تمہارے عدم سے وجود میں آنے کا۔ قرآن کریم کی بہت سی آیتوں میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنی عبادت کے ساتھ ہی ماں باپ سے سلوک و حسن کرنے کا حکم دیا ہے۔ جیسے فرمایا اِنَّا لَشٰكِرٌ لِّیْ وَلَوْ اَلَدٰیْكَ (النحل ۴) وَاَقْصٰی رَحْمٰتِیْ اَنْ لَا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِیَّاهُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا (۱۱، ۱۲) یہاں بھی یہ بیان فرما کر پھر حکم دیتا ہے کہ اپنے رشتہ داروں سے بھی سلوک و حسن کرتے رہو۔ حدیث میں ہے مسکین کو صدقہ دینا صرف صدقہ ہی ہے۔ لیکن قرہبی رشتہ دار کو دینا صدقہ بھی اور مسد رحمی بھی ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ چیموں کے ساتھ بھی سلوک و احسان کرو۔ اس لئے کہ ان کی خبر گیری کرنے والا ان کے سر پر محبت سے ہاتھ پھیرنے والا ان کے بازو دھڑے ٹھٹھانے والا انہیں محبت کے ساتھ کھلے پائے والے ان کے سر سے اٹھ گیا ہے۔ پھر مسکینوں کے ساتھ نیکی کرنے کا ارشاد دیا کہ وہ حاجت مند ہیں، خالی ہاتھ ہیں، محتاج ہیں۔ ان کی ضرورتیں تم پوری کرو، ان کی احتیاج تم رفع کرو، ان کے کام تم کر دیا کرو۔ بغیر، مسکین کا پورا بیان سورہ براءۃ کی تفسیر میں آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

جس گھر میں آئی ہیں اس کے پڑوس کا بھی خیال رکھئے

اپنے پڑوسیوں کا خیال رکھنا اس کے ساتھ بھی چھوڑنا اور غریب سے رکھنا خواہ وہ قرابت دار ہوں یا نہ ہوں۔ خواہ وہ مسلمان ہوں یا یہاں دھرم والی ہوں۔ یہ بھی کہا گیا ہے سَخِرَ دَیُّ الْقُرْبٰی سے مراد بیوی ہے اور خَیْرٌ لِّعُسْبٍ سے مراد رشتہ دار ہیں۔ پڑوسیوں کے حق کے سلسلہ میں بہت سی حدیثیں ہیں۔ کچھ ان جیسے مسند احمد میں سے رسول اللہ فرماتے ہیں مجھے حضرت جبریلؑ پڑوسیوں کے بارے میں یہاں تک وصیت وصیحت کرتے رہے کہ مجھے گمان ہو کہ شاید یہ پڑوسیوں کو درخت بنا دیں گے فرماتے ہیں بہتر ساتھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ہے جو اپنے ساتھیوں کے ساتھ خوش سلوک ہو اور پڑوسیوں میں سب سے بہتر اللہ کے نزدیک وہ ہے جو ہمسایوں سے نیک سلوک زیادہ کرتا ہو۔ فرماتے ہیں انسان کو ہرگز نہ چاہئے کہ اپنے پڑوسی کی سودگی کے بغیر خود غنیمت سمجھتا ہو۔ چائے۔ ایک مرتبہ آپ نے صحابہ سے سوال کیا زنا کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا وہ حرام ہے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے اس سے حرام کیا ہے اور قیامت تک حرام ہی رہے گا۔ آپ ﷺ نے کہا سنو! اس عورت سے زنا کرنے والا اس شخص کے گناہ سے کمر گنگا رہے جو اپنے پڑوسی کی عورت سے زنا کرے۔ پھر دریافت فرمایا تم چوری کی نسبت کیا کہتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ اسے بھی اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول ﷺ نے حرام کیا ہے اور وہ قیامت تک حرام ہے۔ آپ نے فرمایا سنو! اس گھروں سے چوری کرنے والے کا گناہ اس شخص کے گناہ سے ہلکا ہے جو اپنے پڑوسی کے گھر سے کچھ چرائے۔ صحیحین کی حدیث میں ہے حضرت ابن مسعودؓ سنا کر کہتے ہیں کہ یہ رسول اللہ کا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ کہ تم اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے۔ اللہ اسی ایک نے تجھے پیدا کیا ہے۔ میں نے پوچھا پھر کونسا؟ فرمایا یہ کہ تو اپنی پڑوسی کی عورت کے ساتھ زنا کرے۔ ایک نصاریٰ صحابی فرماتے ہیں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے گھر سے چلا۔ وہاں پہنچ کر دیکھا ہوں کہ ایک صاحب کھڑے ہیں اور

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہیں اور باتیں ہو رہی ہیں۔ یہ ہو گئی یہاں تک کہ مجھے آپ ﷺ کے تھک جانے خیر نے بے چین کر دیا بہت دیر کے بعد آپ ﷺ میرے پاس آئے۔ میں نے عرض کیا حضور ﷺ اس شخص سے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت دیر تک کھڑے رکھے۔ میں تو پریشان ہو گیا آپ کے پاؤں تھک گئے ہوں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اچھا تم نے نہیں دیکھا۔ میں نے کہا خوب چھپی طرح رکھا۔ فرمایا جانتے ہو وہ کون تھے؟ وہ جبریل تھے۔ مجھے پڑوسیوں کے حق کی تلقین کرتا رہا۔ یہاں تک کہ ان کے حقوق بیان کئے کہ مجھے خیال ہوا کہ غائبانہ پڑوسی کو وارث ہی ٹھہر دیں گے۔ (مسند ج ۱)

مسند عبد بن حمید میں ہے حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں ایک شخص حوان مدینہ سے آیا۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ اور حضرت جبریل اس جگہ نماز پڑھا رہے تھے۔ جہاں جنازہ کی نماز پڑھی جاتی تھی۔ جب آپ فارغ ہوئے تو اس شخص نے کہا حضور ﷺ کے ساتھ یہ دوسرا کون شخص نماز پڑھا رہا تھا؟ آپ نے فرمایا تم نے انہیں دیکھا؟ اس نے کہا ہاں۔ فرمایا تو نے بہت بڑی بھائی دیکھی یہ جبریل تھے مجھے پڑوسی کے بارے میں وصیت کرتے رہے۔ مجھے خیال ہوا کہ فقیر یہ اسے وارث بنادیں گے۔ آنکھوں حدیث برابر میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پڑوسی تین قسم کے ہیں ایک حق والے یعنی ادنیٰ دو حق والے و تین حق والے یعنی اعلیٰ۔ ایک حق وار وہ ہے جو شریک ہو ورنہ اس سے رشتہ داری نہ ہو۔ دو حق والہ وہ ہے جو مسلمان ہو و رشتہ دار نہ ہو۔ ایک حق اسلام دوسرے حق پڑوسی کا۔ تین حق والہ وہ ہے جو مسلمان بھی ہو پڑوسی بھی ہو اور رشتہ ناتانے کا بھی ہو تو حق اسلام حق ہمسائیگی حق صدیقی تین حق اس کے ہو گئے۔ نویں حدیث مسند احمد میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ میرے دو پڑوسی ہیں ایک کہ ہدیہ بھیجا چاہتی ہوں تو کسے بھجواؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا جس کا دروازہ قریب ہو اوسویں

حدیث طبرانی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وصو کیا۔ لوگوں نے آپ کے پانی کو لینا ورمنا شروع کیا۔ آپ نے پوچھا یہ کیوں کرتے ہو؟ انہوں نے کہا اللہ ورس کے رسول کی محبت میں۔ آپ ﷺ نے فرمایا جسے یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ ورس کا رس اس سے محبت کریں تو اسے چاہئے کہ جب بات کرتے سچ کرے اور جب بات دیا جائے تو ادا کرے۔ (تفسیر ابن کثیر) میں یہ حدیث پہلیں پختہ ہے۔ لیکن ائمہ جمدہ اس کا سہارا رہ گیا ہے۔ جس کا حقیقی تعلق اس مسئلہ سے ہے۔ وہ یہ کہ اسے چاہئے پڑوسی کے ساتھ سلوک و حسان کرے گی رہیں حدیث مسند احمد میں ہے کہ قیمت کے دن سب سے پہلے جو جھگڑا اللہ کے سامنے پیش ہو گا وہ دو پڑوسیوں کا ہو گا۔ پھر حکم ہوتا ہے صاحبِ لُحْب کے ساتھ سلوک کرنے کا۔ اس سے مراد بہت سے مفسرین کے نزدیک عورت ہے اور بہت سے فرماتے ہیں مراد سفر کا ساتھی ہے اور یہ بھی قائل ہے کہ اس سے مراد دوست اور ساتھی ہے۔ عام اس سے کہ سفر میں ہو یا قیام کی حالت میں۔ اس کیس میں سے مراد مہمان ہے اور یہ بھی کہ جو راہ گزرتے ہوئے ٹھہر گیا ہو۔ پس گر مہمان سے بھی یہ مرادوں چاہے کہ سفر میں جاتے ہوئے مہمان بنا تو دونوں ایک ہو گئے۔ اس کا پورا بیان سورہ برأت میں آ رہا ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔

سراون کام والیوں ہی یہ غصہ نہ اتارتی رہنے

فرمانبردار بچپو!

قریبی لوگوں سے مدد رچی کے علم کے بعد پڑوسیوں کا حکم ارشاد ہوا اور اب یہاں پر غلاموں (آج کے دور میں گھریلو ملازمین) کے بارے میں ہدایات بیان فرمائی جا رہی ہیں کہ ان کے ساتھ بھی ایک سلوک رکھو۔ اس لئے کہ وہ غریب تو تمہارے ہاتھوں اسیر ہے۔ اس پر تو تمہارا کامل اختیار ہے۔ تو تمہیں چاہئے کہ اس پر رحم کھاؤ ورنہ اس کی ضروریات کا خیال رکھو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے مرض

موت میں بھی اپنی امت کو اس کی وصیت فرما گئے۔ فرماتے ہیں لوگو! نماز کا دو بعدوں کا خوب خیال رکھو۔ بار بار فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ ربان رکنے لگی۔ منہ کی حدیث میں ہے آپ فرماتے ہیں تو خود جو کھائے وہ بھی صدقہ ہو جو پئے پچس کو کھائے وہ بھی صدقہ ہے جو اپنی بیوی کو کھائے وہ بھی صدقہ ہے جو اپنے خادم کو کھائے وہ بھی صدقہ ہے۔ مسم میں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے ایک مرتبہ اپنے داروغہ سے فرمایا کہ کیا غلاموں کو تم نے ان کی خوراک دے دی؟ اس نے کہا: اب تک نہیں دی۔ فرمایا جاؤ دے کر۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے انسان کو یہی گناہ کافی ہے کہ جن کی خوراک کا وہ مالک ہے ان سے روک رکھے۔ مسلم میں ہے مملوک یا تحت کا حق ہے کہ اسے کھلایا پلایا پہنایا اور حایا جائے اور اس کی طاقت سے زیادہ کام اس سے نہ لیا جائے۔ بخاری شریف میں ہے جب تم میں کسی کا خادم اس کا کھانا لے کر آئے تو تمہیں چاہئے کہ گرساتھ بیٹھا کر نہیں کھاتے تو کم، رکم اسے تھو دو لقمہ دے دو۔ خیال کرو کہ اس کے پکانے کی گرمی اور تکلیف اسی نے اٹھائی ہے۔ دوسری روایت میں ہے چاہئے تو یہ کہ اسے اپنے ساتھ بیٹھا کر کھائے اور اگر کھانا کم ہو تو لقمہ دو لقمہ ہی دے دیا کرو۔ آپ فرماتے ہیں تمہارے غلام بھی تمہارے بھائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہارے ماتحت کر دیا ہے۔ پس جس کے ہاتھ سے اس کا بھائی ہو۔ اسے اپنے کھانے میں سے کھائے اور اپنے پہننے میں سے پہنائے اور یہ کام نہ دے کہ وہ عاجز ہو جائے۔ اگر کوئی ایسا ہی مشکل کام آپزے تو خود بھی اس کا ساتھ دے۔ (بخاری و مسلم)

پھر فرمایا کہ خود میں 'محبوب' متکبر خود پسند لوگوں پر اپنی فوقیت جتانے والے اپنے آپ کو تو لے والے۔ اپنے سینے دوسروں سے بہتر جاننے والے اللہ کا پسندیدہ بندہ نہیں۔ گو وہ اپنے آپ کو بڑا سمجھے لیکن اللہ کے ہاں وہ ذلیل ہے۔ لوگوں کی نظروں میں وہ حقیر ہے۔ بھلا کتنا اندھیر ہے کہ خود تو کسی سے سوک کرے تو پناہ احسان اس پر رکھے۔ لیکن

رس کی نعمتوں کا جو اللہ نے اسے دے رکھی ہیں شکر نہ بجاوے۔ لوگوں میں بیچنے کر فر کرے کہ میں اتنا بڑا آدمی ہوں میرے پاس یہ ہے اور وہ ہے۔ حضرت ابو جہر وئی فرماتے ہیں کہ ہر بدخلق متکبر، ورنہ خود پسند ہوتا ہے۔ پھر کسی بیت کو تلامذات کیا اور فرمایا ہر ماں باپ کا نافرمان سرکش اور بد نصیب ہوتا ہے۔ پھر آپ نے بیت ۱۰۰۰ دینار بوالذبی وکم یجعلی جباراً شقیاً (مریم ۳۲-۳۳) پڑھی۔

ساس 'سسر کو عزت دیجئے پورے گھر میں آپ کی عزت ہو جائے گی

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا نَحْرَمُ شَابَ شَنِيفٍ مِنْ أَجْلِ بَيْتِهِ إِلَّا قُتِضَ اللَّهُ لَهُ عِزُّهُ وَبَيْتُهُ مِنْ مُنْكَرٍ ضَا

جامع الترمذی 'کتاب البر' باب ما جاء فی احلال الکبیر' ج ۲۰۲۲
"اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے بیان فرمایا جو بھی جوان کسی بڑے شخص کی اس کے بڑھاپے کے سبب تعظیم و تکریم کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بڑھاپے کے وقت کسی ایسے شخص کو متعین کر دیتا ہے جو اس کی تعظیم و خدمت کرتا ہے۔"

اس حدیث کے ذریعہ گویا اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ جو شخص دوسروں کی تعظیم و خدمت کرتا ہے تو اس کی بھی تعظیم و خدمت کی جاتی ہے اور جو لوگ اپنے بزرگوں کی تعظیم و خدمت نہیں کرتے اور اپنے بڑے بوزھوں کی تحقیر کرتے ہیں وہ اپنے بڑھاپے میں اپنے چھوٹوں کی طرف سے اسی تحقیر و تذلیل اور بے وقاحتی سے دوچار ہوتے ہیں۔

اس ارشادِ گرامی میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اس جوان کی عمر نہ ہوتی ہے جو اپنے بڑے بوزھوں کی تعظیم و خدمت کرتا ہے۔

منقول ہے ایک بزرگ تھے جو مصر میں سکونت پذیر تھے وراں کا ایک مرید تھا جو خراسان میں رہتا تھا ایک مرتبہ وہ مرید اپنے شیخ کے پاس کچھ دن رہنے کے سے خراسان سے چل کر مصر پہنچا اور وہاں ایک طویل مدت تک شیخ کی خدمت میں رہا فہی دنوں کچھ دوسرے بزرگوں کی جماعت اس کے شیخ کی زیارت کے لئے آئی تو شیخ نے اس مرید سے اشارہ کیا کہ اس بزرگوں کی سواری کے چارو تھم ہو وہ ان سے پاس سے چل گیا اور ان چاروروں کی نگرانی کرنے لگا۔ مگر اس کے دل میں یہ دوسوہ پیدا ہوا کہ میں جو اتنی دور دراز کا سفر طے کر کے شیخ کی خدمت میں آیا تھا یہ اس کا نتیجہ ہے۔ بہر حال جب وہ بزرگ ان شیخ کے پاس سے چلے گئے اور وہ مرید اپنے بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے کہا کہ عزیز من! اس وقت میں نے تمہیں ان بزرگوں کی سواری کے چاروروں کی دیکھ بھال پر جو متعین کیا تھا۔ تو اس کی وجہ نہ معلوم تمہارے اس میں کیا دوسوہ پیدا ہوا ہاں لیکن اتنی بات یاد رکھو کہ تمہیں اس خدمت کا بہت بڑا جرے مل گا اور عنقریب اللہ تعالیٰ تمہیں اس وجہ پر پہنچائے گا کہ تمہاری خدمت میں بڑے بڑے بزرگ اور اکابر آئیں گے در پھر خدا کی طرف سے تمہارے پاس ایسے لوگ مقرر کئے جائیں گے جو ان سے دلوں کی خدمت کریں گے۔ چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ ان شیخ نے جو کہا تھا وہ صحیح ثابت ہوا اور اس شخص کی ملاقات کے لئے آنے والے بڑے بڑے بزرگوں کی کثرت کی وجہ سے ہمیشہ اس کے دروازے پر بھر اور گھوڑوں کا ایک جھوم رہا کرتا تھا۔

خود اس حدیث کے راوی حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول خدا ﷺ کی خدمت کے سلسلے میں دین و دنیا کے بڑے بڑے جرو نعم سے نوازے گئے چنانچہ جب وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے تو اس وقت ان کی عمر دس سال تھی اور جب تک آنحضرت ﷺ اس دنیا میں تشریف فرما رہے ان کی زندگی کا سارا وقت حضور ﷺ کی خدمت ہی میں صرف ہوتا رہا اللہ تعالیٰ نے اس کو ایک بڑی نعمت تو یہ عطا

ان کی حیات بہت طویل ہوئی اور وہ تقریباً ایک سو تین سال تک نہایت پاکیزہ اور اچھے احوال و رابطہ میں سکون کے ساتھ اس دنیا میں رہے اللہ تعالیٰ نے اس کو مال و دولت کی فراوانی سے بھی نوازا اور کثیر مال کی نعمت سے بھی سرفراز کیا جاتا ہے کہ ان کے ایک سواڑ کے تھے۔

صرف اس سسر ہی نہیں بلکہ ان کے بہن بھائیوں سے بھی اچھا سلوک روا رکھتے:

نبی کریم ﷺ کا فرمان عالی شان ہے

وَعَنْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ رَبِيعَةَ ابْنِ الْعَبَّاسِ رَحِمَهُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعَصَّبًا وَأَبَا عَبْدِ قَدْرٍ مَا أَنْصَبَ قَدْرٌ يَرْسُولُ اللَّهَ مَا لَنَا وَلِقُرَيْشٍ دَا تَلَا هُوا بِيَهُمْ تَلَاغُوا يُوْخُوْهُ مُبَشِّرَةٌ وَإِنَّا لَقَوَا لِقَا بَانِعِر دِلْ فَعَجَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى حَمَرُ قُحْنُهُ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيْهِ لَا يَدْخُلُ قَسَب رَجَبٍ إِلَّا يَمَانُ حَتَّى يُجِبْكُمْ لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ ثُمَّ قَالَ أَيُّهَا النَّاسُ مَنْ أَدَى عَمَلِي فَقَدْ أَدَانِي فَلْيَمْنَا عَمَّ الرَّجُلِ حَسَنُوْ

ابنہ

جامع الترمذی کتاب مناقب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عبدالمطلب ص ۳۶۹۱

آنحضرت عبدالمطلب بن ربیعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (ایک دن) میں رسول کریم ﷺ کی خدمت میں بیٹھ ہوا تھا کہ حضرت عباس رضی

لقد عندہ غصہ میں بھرے ہوئے آئے۔ یعنی کسی نے کوئی ایسی حرکت کر دی تھی
یا ان کی ایسی بات کہہ دی تھی جس سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو سخت غصہ
آیا اور اسی غصہ کی حالت میں وہ آنحضرت ﷺ کے پاس آئے۔
آنحضرت ﷺ نے یہ دیکھ کر کہ کسی کی بات پیش آئی جس سے تمہیں اتنا
غصہ آ رہا ہے؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بولے: سے اللہ کے رسول! (یعنی
میں نے) (یعنی بی ہوشم) اور (ماتنی) قریش کے درمیان یہ (بیگانی) ہے کہ
میں وہ (قریش) آپ میں ملتے ہیں تو کشادہ روئی سے ملتے ہیں اور جب
ہمارے ساتھ ملتے ہیں تو اس طرح نہیں ملتے۔ رسول کریم ﷺ سے
(حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے یہ بات سنی تو ان قریش کے اس برے
روپیہ پر سخت غصہ ہوئے یہاں تک کہ غصہ کی شدت سے آپ ﷺ کا چہرہ
مبارک سرخ ہو گیا پھر) حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا
اتمتت من ذلت کی جس نے ہاتھ میں میری جانت ہے کسی شخص سے دوسرے
میں یہاں اٹھ نہیں رہا اگر وہ تم (بل بیت) کو اللہ اور اللہ کے رسول کی
محبت و خوشنودی حاصل کرنے کے لئے دوست نہیں رکھے گا۔ اور پھر
فرمایا: لوگو! چون وہ جس شخص سے خصوصاً میرے بیچے و ستایا اس
نے (گویا) مجھ کو ستایا یہاں تک کہ کسی کا چچا اس کے باپ کی مانند ہوتا ہے۔
(ترمذی) در مصابیح میں (عبدالمطلب بن ربیعہ کی جد) مصعب بن ربیعہ
سے (ابن ابی) عبدالمطلب بن ربیعہ ہی سے جو ترمذی نے نقل کیا ہے۔

جس نے میرے چچا کو ستایا اس نے مجھ کو ستایا:

یا تو مسلک ایمان مراد ہے اور اس صورت میں ارشاد گرامی کو شدید ترین وعید
معلوم کیا جائے گا یا کامل ایمان مراد ہے اس صورت میں کہا جائے گا کہ
آنحضرت ﷺ کے ارشاد کا مقصد سخت تاکید کے ساتھ اس کی طرف متوجہ کرتا ہے کہ

اس ارشاد کو اہل بیت کی محبت و عقیدت سے معمور کئے بغیر ایمان کامل کی دست
نصیب نہیں ہو سکتی۔
اس کو اپنی اس جتنی احترام و توجہ وہ آپ کو اپنی اولاد سے بڑھ کر
چاہنے لگے۔
اللہ عزوجل نے قرآن میں ارشاد فرمایا:

﴿وَأَوَدَّ أَحَدُنَا مِثْقَالَ ذَرَّةٍ بِإِسْرَائِيلَ مَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ﴾

[البقرہ: ۱۸۳]

”اور (وہ زمانہ یاد کرو) جب لیاہم نے (توریت میں) قول و قرار اپنی
سرائیلیں سے کہ عبادت مت کرنا (کسی کی) بجز اللہ تعالیٰ کے۔ وہ اس باپ
کی اچھی طرح خدمت گزاری کرنا اور اہل قرابت کی بھی اور بے باپ کے
بچوں کی بھی اور عریب حق یوں کی بھی اور عام لوگوں سے بات اچھی طرح
(خوش خلقی سے) کہنا اور پابندی رکھنا نماز کی اور کرتے رہنا کو تا پھر تم
(قول و قرار کر کے) اس سے پھر گئے بجز محدودے چند کے اور تمہاری تو
معمولی عادت ہے اقرار کر کے ہٹ جانا۔“
یہاری بیٹی اویکھئے اس آیت میں بنی اسرائیل کو جو حکم دکام دیئے گئے اور ان
سے جن چیزوں پر عہد کیا گیا ان کا بیان ہو رہا ہے اور ان کی عہد شکنی کا ذکر ہو رہا ہے۔
انہیں حکم دیا تھا کہ وہ توحید کو تسلیم کریں۔ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔ نہ صرف
بنی اسرائیل کو بلکہ تمام مخلوق کو یہی حکم ہو ہے۔ فرماں ہے: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالنُّصُوحِ إِلَى اللَّهِ إِنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾ (احزاب: ۴۵) یعنی تمام
رسولوں کو ہم نے یہی حکم دیا کہ وہ اعدا کر دیں کہ قابل عبادت میرے سوا کوئی نہیں۔
سب لوگ میری ہی عبادت کیا کریں اور پھر فرمایا: ﴿وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَأْمُرُكَ رَبُّكَ أَنْ تَقُولَ مَا يَأْمُرُكَ﴾ (احزاب: ۴۵) یعنی ہم جانتے ہیں کہ تمہارا رب تم کو یہی حکم دیتا ہے کہ

اِنْ عِبَدُوا اللَّهَ وَاحْسِبُوا الطَّاعُونَ ﴿۱﴾ (نحل ۳۶) یعنی ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ اللہ کی ہی عبادت کرو۔ اس کے سوا دوسرے معبودان باطل سے بچو۔ سب سے بڑا حق بندہ تعالیٰ ہی کا ہے اور اس کے تمام حقوق میں بڑا حق یہی ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اور دوسرے کسی کی عبادت نہ کی جائے۔ پھر حق تعالیٰ کے بعد حقوق اصحاب کا بیان ہو رہا ہے۔ بندوں کے حقوق میں ماں باپ کا حق چونکہ بہت بڑا ہے۔ اسی لئے پہلے ان کا حق بیان ہو درجہ ارشاد ہے ﴿اِنَّ اشْكُرْ لِيْ وَلَوْلَا الَّذِيْكَ﴾ (نحل ۳۷) میرا شکر در پہنے ماں باپ کا بھی حسان مان دو فرمایا ﴿وَوَقَصِيْ رِسْتًا﴾ (یٰٰ سر نیل ۲۲) تیرے رب کا فیصلہ یہ فیصلہ ہے کہ اس کے سوا دوسرے کی عبادت نہ کرو۔ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرتے رہو۔ صحیح میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا نماز کو وقت پر ادا کرنا۔ پوچھا کہ اس کے بعد؟ فرمایا کہ ماں باپ کے ساتھ سلوک اور حسن کرنا۔ پوچھا پھر کون سا؟ فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا اور ایک صحیح حدیث میں ہے۔ کسی نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں کس کے ساتھ سلوک اور بھلائی کروں؟ آپ نے فرمایا اپنی ماں کے ساتھ پوچھا پھر کس کے ساتھ؟ فرمایا اپنی ماں کے ساتھ پوچھا کس کے ساتھ؟ فرمایا اپنے باپ کے ساتھ۔ پھر اور قرابت داروں کے ساتھ (مسلم) آیت میں لَا تَعْبُدُوْنَ فَرَّیَا اس کے لئے اس میں بہ نسبت لَا تَعْبُدُوْنَ کے مبالغہ زیادہ ہے۔ یہ خبر ہے لیکن اس کی معنی میں طلب کا مفہوم ہے۔ بعض لوگوں نے اَنْ لَا تَعْبُدُوْنَ بھی پڑھا ہے۔ ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے کہ وہ لَا تَعْبُدُوْنَ پڑھتے تھے۔ تیمم ان چھوٹے بچوں کو کہتے ہیں جن کا سر پرست باپ نہ ہو۔ مسکین ان لوگوں کو کہتے ہیں جو اپنی ماں اور اپنے بال بچوں کی پرورش اور دیگر ضروریات پوری طرح مہیا نہ کر سکتے ہوں۔ اس کی مزید تشریح ان شاء اللہ عظیم سورہ نساء کے اس معنی کی آیت میں آئے

گی۔ پھر فرمایا لوگوں کو اچھی بات کہہ کرو۔ یعنی ان کے ساتھ نرم کلامی اور کشت وہ پیشانی کے ساتھ پیش آیا کرو۔ بھلی باتوں کا حکم دو۔ برائی سے روکو حضرت حسن فرماتے ہیں بھلائی کا حکم دو برائی سے روکو۔ نردہادی درگزر اور خطاؤں سے معافی کو اپنا شیوہ بنا دو۔ یہی اچھا خلق ہے جسے اختیار کرنا چاہئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اچھی چیز کو حقیر نہ سمجھو۔ اگر اور کچھ نہ ہو سکے تو اپنے بھائیوں سے ہنستے ہوئے چہرے سے ماقاتو کر لیا کرو۔ (مسند احمد) پس قرآن کریم نے پہلے ہی عبادت کا حکم دیا۔ پھر دوسروں کے ساتھ بھلائی کرے گا۔ پھر اچھی بات کہنے کا۔ پھر بعض ہم چیزوں کا ذکر بھی کر دیا کہ نمازیں پڑھو۔ زکوٰۃ دو۔ پھر خبر دی کہ ان لوگوں نے عہد شکنی کی اور عموماً با فرمان بن گئے مگر تھوڑے سے۔ اس امت کو بھی یہی حکم دیا گیا۔ فرمایا ﴿وَاَعْبُدُوْا لِلّٰهِ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا﴾ (البقرہ ۳۶) اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ ماں باپ کے ساتھ رشتہ داروں کے ساتھ قریبوں کے ساتھ اور مسکینوں کے ساتھ قرابت دار پڑوسیوں کے ساتھ پڑوسیوں کے ساتھ مسافروں کے ساتھ لوندی غلاموں کے ساتھ سلوک احسان بھلائی کیا کرو۔ یاد رکھو تکبر اور فخر کرنے والوں کو خدا پسند نہیں کرتا۔ الحمد للہ کہ یہ امت بہ نسبت اور امتوں کے اس فرمانوں کے ماننے میں ان پر عمل پیرا ہونے میں زیادہ مضبوط ثابت ہوئی۔

ہر وقت وسوسوں میں مبتلا رہ کر شوہر کی زندگی اجیرن نہ کیجئے۔

شادی کیا ہوئی خاتون خانہ لوگو یا وسوسوں کا دریائیں کر رہے گئی ہیں۔ ارے بھو! کیا دوسروں کی دیکھا سنی میں پڑ کر اپنی زندگی تباہ کرتی ہو یہ بات بہ بات وسوسے آپ کو اندر سے کھوکھ کر دیں گے اور یقین جاننے دنیا تو تباہ ہو ہی گی آخرت کا بھی اللہ ہی حافظ ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ ہے

بیعت کے معاملے میں غلو کرنا

”یہ اب ایک ایسے مسئلے کی بات سن لیجئے کہ جس میں احتیاط تو آپ کے شوہر کو کرنی چاہیے لیکن اگر وہ اس بات کی شخصیت سے بے حد مرعوب ہیں یا جس بستی کو پیر غاسے بیٹھے ہیں وہی صاحب جھوٹے اور دغا باز پیر کے روپ میں ہیں جن کا معمول ہے کہ وہ مرید عورتوں سے پردہ نہیں کرتے بے تکلف ن سے باتیں کرتے ہیں اور ان کے جسم کو چھوتے ہیں (الحمد للہ ہمارے کار نے ہمیشہ عورتوں کی بیعت مسنون طریق پر فرمائی ان چیزوں کی پرزور قباحیت بیان فرمائی ہے۔ اسی سلسلے میں چونکہ میں نے کچھ قباحتوں کی بابت سنا ہے سی ذرا تفصیل اس مسئلہ پر روشنی ڈال رہا ہوں۔)

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يَسْتَغْنِيَنَّكَ﴾

(سورۃ محمد: ۱۲)

اے پیغمبر جب مسلمان عورتیں آپ کے پاس (اس غرض سے) آئیں کہ آپ سے ان باتوں پر بیعت کریں کہ اللہ کے ساتھ کسی شے کو شریک نہ کریں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ عداوت کریں گی اور نہ اپنے بچوں کو قتل کریں گی اور نہ بہتان کی او۔ دلالتیں گی جس کو اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان (نطفہ شوہر سے جنی ہوئی دھوئی کر کے) ہاتھیں اور مشروع باتوں میں وہ آپ کے خلاف نہ کریں گی تو آپ ان کو بیعت کر لیں کیجئے اور ان کے لئے اللہ سے مغفرت کیا کیجئے بے شک اللہ غفور رحیم ہے۔

عورتوں کی بیعت:

صحیح بخاری شریف میں سے حضرت عائشہؓ نے فرمایا ہے جو مسلمان عورتیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہجرت کر کے آتی تھیں ان کا متحن اس آیت سے ہوتا تھا جو عورت ان تمام باتوں کا اقرار کرتی اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم زہابی فرماتے ہیں کہ میں نے تم سے بیعت کی یہ نہیں کہ آپ ان کے ہاتھ سے ہاتھ ملاتے ہوں قسم خدا کی آپ نے بھی بیعت کرتے ہوئے کسی عورت کے ہاتھ کو ہاتھ نہیں لگایا صرف زہابی فرماتے ہیں کہ ان باتوں میں میں نے بیعت لی ترمذی انسائی ابن ماجہ مسند احمد وغیرہ میں ہے کہ حضرت امید بنت وقیفہؓ فرماتی ہیں کہ ایک عورتوں کے ساتھ میں بھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرنے کے لئے حاضر ہوئی تو قرآن کی اس آیت کے مطابق آپ نے ہم سے عہد و پیمان لیا اور ہم اچھی باتوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی نہ کریں گی۔ کے اقرار کے وقت فرمایا یہ بھی کہہ لو کہ جہاں تک تمہاری طاقت ہے ہم سے کہا اللہ کو اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارا خیال ہم سے بہت زیادہ ہے اور ان کی مہربانی بھی ہم پر خود ہماری مہربانی سے بڑھ کر ہے پھر ہم نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہم سے مصافحہ نہیں کرتے؟ فرمایا نہیں میں غیر عورتوں سے مصافحہ نہیں کیا کرتا میرا ایک عورت سے کہ دینا سات عورتوں کو بیعت کے لئے کافی ہے پس بیعت ہو چکی۔ (پھر کس قدر خلاف سنت ہے نہ جھوٹے اور دغا باز عورتوں کا معمول جو اپنی مرید عورتوں سے پردہ نہیں کرتے بے تکلف ان سے باتیں کرتے ہیں اور ان کے جسم کو چھوتے ہیں الحمد للہ ہمارے اکابر سے ہمیشہ عورتوں کی بیعت مسنون طریق پر فرمائی) امام ترمذی اس حدیث کو حسن کہتے ہیں مسند احمد میں اتنی زیادتی اور بھی ہے کہ ہم میں سے کسی عورت کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مصافحہ نہیں کیا یہ حضرت امیدہؓ حضرت خدیجہؓ بنی اور حضرت فاطمہؓ کی خاندان میں ہیں مسند احمد میں ہے حضرت سہمی بنت قیسؓ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاندان تھیں اور دونوں قبیلوں کی

طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ساتھ نماز کی تھی بخاری بخاری سے قیدہ میں سے
تھیں فرماتی ہیں صدقہ لڑتوں کے ساتھ خدمت نبوی میں بیعت کر کے اسے میں
تھی تھی اور اس بیعت میں کن باتوں کا ذکر ہے ان کا ہم نے ذکر کیا آپ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک اس بات کا بھی ذکر کرو کہ اپنے خداوندوں کی خیانت اور
ان کے ساتھ دھوکہ نہ کرو گی ہم نے اس کا بھی ذکر کیا بیعت کی اور جانے لگیں پھر مجھے
خیار آیا اور ایک عورت کو میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا کہ وہ دریافت
کریں کہ خیانت و دھوکہ نہ کرنے سے آپ کا مطلب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ کہ اس
کا اس چپکے سے کسی اور کو نہ دیں مسند کی حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فر
مائی ہیں میں اپنی والدہ راویہ بنت سفیان خزیمہ کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے
بیعت کرنے والیوں میں تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باتوں پر بیعت لے رہے تھے اور
عورتیں اس کا اقرار کرتی تھیں میری والدہ کے حکم سے میں نے بھی اقرار کیا اور بیعت
والیوں میں شامل ہوئی صحیح بخاری شریف میں حضرت ام حبیبہؓ سے منقول ہے کہ ہم نے
ان باتوں پر اور اس امر پر کہ ہم کسی مرد سے پر نوحہ نہ کریں گی حضور صلی اللہ علیہ وسلم
سے بیعت کی اس میں ایک عورت نے یہاں تھیں سمیٹ لیا اور کہا میں نوحہ کرنے سے
باز رہنے پر بیعت نہیں کرتی اس لئے کہ فلاں عورت نے میرے فلاں مرد سے پر نوحہ
کرنے میں میری مدد کی ہے تو میں اس کا بدلہ ضرور اتاروں گی۔ حضرت صلی اللہ علیہ
وسلم اسے سن کر غضب ہوا ہے اور کچھ نہ فرمایا وہ چلی گئیں لیکن تھوڑی دیر میں وہیں
آئی اور بیعت کر لی مسلم شریف میں بھی یہ حدیث ہے اور اتنی زیادتی بھی ہے کہ اس
شرط کو صرف اس عورت نے اور حضرت ام سلیم بنت ملحان نے ہی پورا کیا بخاری کی
اور روایت میں ہے کہ پانچ عورتوں نے اس عہد کو پورا کیا ام سلیمؓ ام حناءؓ اور بوسرہ کی
بہنی جو حضرت معاذؓ کی بیوی تھیں اور دو عورتیں اور ابوسرہؓ کی بیوی اور حضرت معاذؓ کی
بیوی اور ایک عورت در بنی صلی اللہ علیہ وسلم عید والے دن بھی عورتوں سے اس بیعت کا

معاہدہ کیا کرتے تھے بخاری شریف میں سے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مہاجر
کی عید کی نماز میں سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور ابوہریرہؓ کے ساتھ
پڑھی سب کے سب خطبے سے پہلے نماز پڑھتے تھے پھر نماز کے بعد خطبہ کہتے تھے یہ
مرتبہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم خطبے سے اترے گویا وہ نقش میری نگاہ کے سامنے ہے کہ وہ لوگوں
کو بھادیا جاتا تھا اور آپ ان کے درمیان سے تشریف لے رہے تھے یہاں تک کہ عورتوں
کے پاس آئے آپ کے ساتھ حضرت بنی تھے آپ نے یہاں پہنچ کر اسی بیعت کی
تلاوت فرمائی پھر آپ نے دریافت کیا کہ کیا تم اپنے اس اقرار پر ثابت قدم ہو؟ ایک
عورت نے کھڑے ہو کر جواب دیا کہ ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر مضبوطی کے
ساتھ قائم ہیں کسی اور نے جواب نہیں دیا وہی حدیث حضرت حسنؓ کو یہ نہیں معلوم کہ یہ
جواب دینے والی کون سی عورتیں تھیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا خیرات
کرو اور حضرت بنی نے اپنا کپڑا بچھلایا پچنانچہ عورتوں نے اس میں گھینڈ کی اور
گھینڈ والی انگوٹھیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت میں حضرت امیہؓ کی بیعت کے
ذکر میں آیت کے علاوہ اتنا اور بھی ہے کہ نوحہ کرنا اور جاہلیت کے زمانہ کی طرح اپنا بناؤ
سنگھار غیر مردوں کو نہ دکھانا بخاری مسلم کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے مردوں سے بھی ایک مجلس میں فرمایا کہ مجھ سے ان باتوں کی بیعت کرو جو اس بیعت
میں ہیں جو شخص اس کو نبھ دے اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے اور جو اس کے ہاتھ خداف کر
گزرے اور وہ مسلم حکومت سے پوشیدہ رہے اس کا حساب اللہ تعالیٰ سے ہے اگر
چاہے بخش دے اور اگر چاہے عذاب کرے حضرت عبادہ بن صامتؓ فرماتے ہیں کہ
عقبہ اولیٰ میں ہم بارہ شخصوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی اور انہی
باتوں پر جو اس آیت میں مذکور ہیں آپ سے ہم سے بیعت لی اور فرمایا اگر تم اس پر
پورے اترے تو یقیناً تمہارے لئے جنت سے یہ واقعہ جب دیکھو فریست سے پسے گا ہے
ابن جریر کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ بن خطابؓ کو

حکم دیا کہ عورتوں سے کہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم اس پر بیعت لیتے ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو نہ بیعت لینے کے لئے نہ دوسروں میں دھرت سدا بھی تمہیں جو عقبہ بن ربیعہ کی بیٹی در حضرت سیدنا کی بیوی تھیں یہی تھیں جنہوں نے اپنے کفر کے سامنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچ حضرت حمزہ کا پیٹ چیر دیا تھا جس وجہ سے یہ عورتوں میں ایک حامت میں آتی تھیں کہ کوئی اس کو پیچ نہ سکے اس نے جب فرماں نہ تو کہنے لگی میں کچھ کہنا چاہتی ہوں لیکن اگر بولوں گی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیچوں میں سے اور اگر پیچوں میں گئے تو میرے قتل کا حکم دے دیں گے میں یہ وجہ سے اس طرح آتی ہوں کہ پیچنی نہ چاؤں مگر عورتیں سب خاموش رہیں اور ان کی بات اپنی زبان سے کہنے سے انکار کر دیا آخر نبی کو کہنا پڑا کہ یہ ٹھیک ہے جب شرک سے ممانعت مردوں کو ہے تو عورتوں کو کیوں نہ ہوگی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ نہ فرمایا پھر حضرت عمرؓ سے کہہ ان سے کہہ دو کہ دوسری بات یہ ہے کہ یہ چوری نہ کریں اس پر ہندو نے کہا میں بوسفیان کی معمولی چیز بھی لے لیا کرتی ہوں کیا خبر یہ بھی چوری میں داخل ہے یا نہیں؟ اور میرے لئے یہ عدل بھی ہے یا نہیں؟ حضرت ابوسفیانؓ بھی اس مجلس میں موجود تھے یہ سنتے ہی کہنے لگے میرے گھر میں سے جو کچھ بھی تو لے لیا ہو خواہ وہ خرچ میں آگیا ہو یا اب بھی باقی ہو وہ سب تیرے لئے حلال کرتا ہوں اب تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف پہچان لیا کہ میرے چچا حمزہؓ کی قاتلہ اور اس کے کلچے کو چیرنے والی پھر سے چبانے والی عورت ہمدہ ہے آپ انہیں پہچان کر اور ان کی یہ گفتگو سن کر اور حالت دیکھ کر مسکرا دیئے اور انہیں اپنے پاس بلایا جنہوں نے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ تھام کر معافی مانگی آپ نے فرمایا تم وہی ہمدہ ہو؟ انہوں نے کہا گزشتہ گنہ اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو رہے اور بیعت کے سلسلے میں پھر مل گئے اور فرمایا تیسری بات یہ ہے کہ ان عورتوں میں سے کوئی مدکاری

نہ کرے اس پر حضرت ہند نے کہا کیا کوئی آزاد عورت بھی مدکاری کرتی ہے؟ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے خدا کی قسم آزاد عورتیں اس برے کام سے ہرگز آلودہ نہیں ہوتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا چوتھی بات یہ ہے کہ اپنی اولاد کو قتل نہ کریں ہند نے کہا آپ سے ہمیں ہمارے دن قتل کیا ہے آپ جانیں وروہ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچویں یہ ہے کہ خود اپنی ہی طرف سے جوڑ کر بے سر ہجر کا کوئی خاص بہتان نہ تراش میں اور چھٹی بات یہ ہے کہ میری نافرمانی نہ کریں اور ساتھ ساتھ عہد آپ نے ان سے یہ بھی لیا کہ وہ نوحہ نہ کریں اہل جاہلیت کسی کے مرجانے پر کپڑے پھاڑتے تھے منہ بوجھتے تھے ہاں کٹوا دیتے تھے اور ہائے وائے کیا کرتے تھے یہ اثر غریب ہے اور اس کے بعض حصے نکارت بھی ہے اس لئے کہ بوسفیان اور ان کی بیوی ہند کے اسلام کے وقت انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کوئی اندیشہ نہ تھا بلکہ اس سے بھی آپ نے صفائی اور محبت کا اظہار کر دیا تھا واللہ اعلم۔ ایک اور روایت میں ہے کہ فتح مکہ والے دن بیعت والی یہ آیت نازل ہوئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا پر مردوں سے بیعت لی در حضرت عمرؓ نے عورتوں سے بیعت لی اس میں تناور بھی ہے کہ اولاد کے قتل کی ممانعت من کر حضرت ہند نے فرمایا کہ ہم نے تو انہیں بچپن سے پال پوس کر بڑا کیا لیکن ان بڑوں کو تم نے قتل کیا اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہنسی کی وجہ سے لوٹ پوٹ گئے۔ ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے کہ جب ہند بیعت کرنے آئیں تو ان کے ہاتھ مردوں کی طرف سفید تھے آپ نے فرمایا جاؤ ان کا رنگ بدل لو چنانچہ وہ ہندی لگا کر حاضر ہوئیں ان کے ہاتھ میں دوسو سونے کے کڑے تھے انہوں نے پوچھا کہ ان کی نسبت کیا حکم ہے فرمایا جہنم کی آگ کے دوا نگارے ہیں یہ حکم اس وقت ہے جب ان کی زکوٰۃ نہ دے کی جائے اس بیعت کے لینے کے وقت آپ کے ہاتھ میں ایک کپڑا تھا جب اولاد کے قتل کی ممانعت پر ان سے عہد یا گیا تو ایک عورت نے کہا کہ اہل کے باپ دادوں کو قتل کیا اور ان کی اموال کی وصیت ہمیں ہو رہی ہے یہ شروع صورت بیعت کی

تھی لیکن پھر اس کے بعد تو آپ نے یہ دستور کر رکھا تھا کہ جب بیعت کرنے کے لئے عورتیں جمع ہو جاتیں تو آپ یہ سب باتیں ان کے سامنے پیش فرماتے وہ ان کا اقرار کرتیں وروپیں دیتیں پس فرماں خدا ہے کہ جو عورت ان امور پر بیعت کرنے کے لئے آئے تو اس سے بیعت ہے وکہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا غیر لوگوں کے مال نہ چرانا ہاں اس عورت کو جس کا خاوند اپنی طاقت کے مطابق کھانے پینے پہننے وڑھے کو نہ دیتا ہو تو جائز ہے کہ اپنے خاوند کے مال سے مطابق دستور اور بقدر اپنی حاجت کے لئے گو خاوند کو اس کا علم نہ ہو اس کی دلیل حضرت ہندوالی حدیث ہے کہ نبیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے خاوند ابوسفیان بخیل ہیں وہ مجھے اتنا خرچ نہیں دیتے جو مجھے اور میری اولاد کو کافی ہو سکے اس لئے ان کی بے خبری میں ان کے مال سے لے لوں تو مجھے جائز ہے؟ آپ نے فرمایا بہ طریق معروف اس کے مال سے اتنا لے لے جو تجھے اور تیرے بال بچوں کو کھیت کرے (صحیحین) اور وہ رتا کاری نہ کریں جیسے اور جگہ ہے وَلَا تَقْرَبُوا الْاَرْثَ اَنْتُمْ لَهَا حِشَّةٌ وَاَنْتُمْ لَهَا حِشَّةٌ (سورہ بنی اسرائیل ۳۲) رتا کے لئے نہ جاؤ وہ بے حیائی ہے اور بری راہ ہے حضرت سرہ وں حدیث میں زنا کی سزا اور دناک عذاب جہنم بیان کی گئی مسند احمد میں ہے کہ فاطمہ بنت عقبہ جب بیعت کے لئے آئیں اور اس بیعت کی تلاوت ان کے سامنے کی گئی تو انہوں نے شرم سے پنہاں تھا اپنے سر پر رکھ لیا آپ کو ان کی یہ حیالچھی معلوم ہوئی حضرت عائشہؓ نے فرمایا انہی شرطوں پر سب نے بیعت کی ہے یہ سن کر انہوں نے بھی بیعت کر لی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت کے طریقے اور پر بیان ہو چکے ہیں اور ان کو تو نہ کرنے کا حکم عام ہے پیدا شدہ اور ان کو مار ڈالنا بھی سی ممانعت میں ہے جیسے کہ جاہلیت کے زمانے والے اس خوف سے کرتے تھے کہ نہیں کہ ان سے کھلائیں گے پلٹیں گے اور جس گر دینا بھی سی ممانعت میں ہے خواہ اس طرح ہو کہ ایسے علاج کئے جائیں جس سے حمل ٹھہرے ہی نہیں یا ٹھہرے صل

کو کسی طرح گرا دیا جائے بری غرض وغیرہ سے بہت نہ باندھنے کا ایک مطلب تو حضرت ابن عباسؓ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ دوسرے کی ولد کو اپنے خاوند کی طرف منسوب کرنا۔

بوداؤ کی حدیث میں ہے کہ طہ عنہ کی آیت کے نازل ہونے کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت کسی قوم میں اسے داخل کرے جو اس قوم کا نہیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسی گنتی میں شمار نہیں اور جو شخص اپنی اولاد سے انکار کر جائے تاکہ وہ اس کے سامنے موجود ہو اللہ تعالیٰ اس سے ذکر کرنے کا ور تمام گلوں بچھوں کے سامنے سے رسو و ذلیل کرے گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مافرونی نہ کریں جی آپ کے احکام بجالائیں اور آپ کے منع کئے ہوئے کاموں سے رک جایا کریں یہ شرط جی معروف ہونے کی عورتوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے لگا دی ہے حضرت میمونؓ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بھی فقط معروف میں رکھی ہے اور معروف ہی طاعت ہے۔ حضرت ابن زبیرؓ فرماتے ہیں دیکھ لو کہ بہترین خلق رسول اللہ ﷺ کی فرمانبرداری کا حکم بھی معروف میں ہی ہے اس بیعت والے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے نوحہ نہ کرنے کا اقرار بھی لیا تھا جیسے حضرت ام حبیبہؓ کی حدیث میں پہلے گزر چکا ہے حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں ہم سے ذکر کیا گیا ہے اس بیعت میں یہ بھی تھا کہ عورتیں غیر محرموں سے بات چیت نہ کریں اس پر حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے فرمایا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہم گھر پر موجود نہیں ہوتے ورمہمان آجاتے ہیں آپ نے فرمایا میری مراد ان سے بات چیت کرنے کی ممانعت سے نہیں میں ان سے کام کی بات کرنے سے نہیں روکتا۔ (ابن جریر)

ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بیعت کے موقع پر عورتوں کو ناکر مردوں سے باتیں کرنے سے منع فرمایا ورفرمایا جنس لوگ وہ بھی ہوتے ہیں

کہ غیر عورتوں سے باتیں کرنے میں ہی مزہ یہاں تک کہ مذکی نکل جاتی ہے اور حدیث بیان ہو چکی ہے نوحہ نہ کرنے کی شرط پر ایک عورت نے کہا خدا کی قسم عورتوں نے میرا ساتھ دیا ہے تو ان کے نوحے میں بھی ان کا ساتھ دے کر بدلہ ضرور اتاروں گی چنانچہ وہ گئیں بدنامارا پھر آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی حضرت ام سلیم جن کا نام ان عورتوں میں ہے جنہوں نے نوحہ کرنے کی بیعت کو پورا کیا یہ ملتان کی بیٹی اور حضرت انسؓ کی واسدہ ہیں اور روایت میں ہے کہ جس عورت نے بدنامہ کے نوحہ کی اجازت مانگی تھی خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اجازت دی تھی یہی وہ معروف ہے جس میں نافرمانی منع ہے بیعت کرنے والی عورتوں میں سے ایک کا بیان ہے کہ معروف میں ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی نہ کریں اس سے مطلب یہ ہے کہ معصیت کے وقت منہ نہ نوجھیں بال۔ منڈو امیں کپڑے نہ پھاڑیں ہائے وائے نہ کریں ابن جریر میں حضرت ام عطیہ سے مروی ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں مدینہ میں تشریف لائے تو ایک دن آپ نے حکم دیا کہ سب نصاریٰ عورتیں گلاں گھر میں جمع ہوں پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو وہاں بھیجا آپ دروازے پر کھڑے ہو گئے اور سلام کیا ہم نے آپ کے سلام کا جواب دیا پھر فرمایا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد ہوں ہم نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرحبہ ہو اور آپ کے قاصد کو بھی حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے حکم ہوا ہے کہ میں تمہیں حکم کروں کہ تم اللہ کے ساتھ شریک نہ کرنا چوری اور رونا کاری سے بچنا اسی پر تم بیعت کرو ہم نے کہا ہم سب حاضر ہیں اور اقرار کرتی ہیں چنانچہ آپ نے وہیں باہر کھڑے کھڑے اپنا ہاتھ اندر کی طرف بڑھا دیا اور ہم نے اپنے ہاتھ اندر سے اندر ہی بڑھائے پھر آپ نے فرمایا اے اللہ گواہ رہ پھر ہمیں حکم ہوا کہ دونوں عیدوں میں ہم اپنی جائیداد عورتوں اور جوان کنواری لڑکیوں کو بے جایا کریں ہم پر جو فرض نہیں ہمیں جنازوں کے ساتھ نہ جانا چاہئے حضرت اسماعیل راوی حدیث فرماتے ہیں میں نے اپنی دادی صاحبہ حضرت

ام عطیہ سے پوچھا عورتیں معروف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی نہ کریں اس سے کیا مطلب ہے؟ فرمایا یہ کہ نوحہ نہ کریں بحری قسم میں ہے کہ جو کوئی معصیت کے وقت اپنے گلوں پر تھپڑ مارے دامن چاک کرے اور جاہلیت کے وقت کی بائی وہائی پچائے وہ ہم میں سے نہیں اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بڑی ہیں جو گل پھاڑ کر ہائے وائے کرے یا نوحہ کرے یا منڈوائے اور کپڑے پھاڑے یا دامن چیرے اور پٹلی میں ہے کہ میری امت میں چار کام جاہلیت کے ہیں جنہیں وہ نہ چھوڑے گی حسب نسب پر فخر کرنا انسان کو اس کے نسب کا طعن دینا ستاروں سے بارش طلب کرنا اور میت پر نوحہ کرنے والی عورت اگر بے توہمے مر جائے تو اسے قیامت کے دن کندھک کا پیر، ہن پہنایا جائے گا اور کھلکی کی چادر اڑھائی جائے گی قسم شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے والیوں پر اور نوحہ کو کان لگا کر سننے والیوں پر لعنت فرمائی بن جریر کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ معروف میں نافرمانی کرنے سے مراد نوحہ نہ کرنا ہے یہ حدیث ترمذی کی کتاب التفسیر میں بھی ہے اور امام ترمذی اس کو حسن غریب کہتے ہیں۔

کہ غیر عورتوں سے باتیں کرنے میں ہی مزہ دیا کرتے ہیں یہاں تک کہ مذی نکل جاتی ہے اور حدیث بیان ہو چکی ہے نوحہ نہ کرنے کی شرط پر ایک عورت نے کہا لہذا قبیحہ کی عورتوں نے میرا ساتھ دیا ہے تو ان کے نوحے میں بھی ان کا ساتھ دے کر بدلہ ضرور اتاروں گی چنانچہ وہ گئیں مدد اتارا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی حضرت ام سلمہؓ جن کا نام ان عورتوں میں ہے جنہوں نے نوحہ کرنے کی بیعت کو پورا کیا یہ ملیں کی بیٹی اور حضرت انسؓ کی والدہ ہیں در روایت میں ہے کہ جس عورت نے بدلہ کے نوحہ کی اجازت مانگی تھی خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اجازت دی تھی۔ یہی وہ معروف ہے جس میں نافرمانی منع ہے بیعت کرے والی عورتوں میں سے ایک کا بیان ہے کہ معروف میں ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی نہ کریں اس سے مطلب یہ ہے کہ مصیبت کے وقت منہ نہ نوبھیں بال نہ منڈوائیں کپڑے نہ پھاڑیں ہائے وائے نہ کریں ابن جریر میں حضرت ام عطیہ سے مروی ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں مدینہ میں تشریف لائے تو ایک دن آپ نے حکم دیا کہ سب انصار یہ عورتیں فداں گھر میں جمع ہوں پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو وہاں بھیجا آپ دروازے پر کھڑے ہو گئے اور سلام کیا ہم نے آپ کے سلام کا جواب دیا پھر فرمایا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد ہوں ہم نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرحبا ہو در آپ کے قاصد کو بھی حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے حکم ہوا ہے کہ میں تمہیں حکم کروں کہ تم اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا چوری اور رونا کاری سے بچنا اسی پر تم بیعت کرو ہم نے کہا ہم سب حاضر ہیں اور اقرار کرتی ہیں چنانچہ آپ نے وہیں باہر کھڑے کھڑے اپنا ہاتھ اندر کی طرف بڑھا دیا اور ہم نے اپنے ہاتھ اندر سے اندر ہی بڑھائے پھر آپ نے فرمایا اے اللہ گواہ رہ پھر ہمیں حکم ہوا کہ دونوں عیدوں میں ہم اپنی حالت عورتوں اور جوان کنواری لڑکیوں کو لے جایا کریں ہم پر جمعہ فرض نہیں ہمیں جنازوں کے ساتھ نہ جانا چاہئے حضرت اسماعیل راوی حدیث فرماتے ہیں میں نے اپنی دہی صاحبہ حضرت

ام عطیہؓ سے پوچھا عورتیں معروف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی نہ کریں اس سے کیا مطلب ہے؟ فرمایا یہ کہ نوحہ نہ کریں بھاری مسم میں ہے کہ جو کوئی مصیبت کے وقت اپنے کلوں پر پھینک دے اس میں چاک کرے اور جاہلیت کے وقت کی ہانک دہانی ہی کے وہ ہم میں سے نہیں اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بڑی میں جو گل پھاڑ کر ہائے وائے کرے یا نوحے یا منڈوائے اور کپڑے پھاڑے یا دامن چیرے ابوہنی میں ہے کہ میری امت میں چار کام جاہلیت کے ہیں جنہیں وہ نہ چھوڑے گی حسب نسب پر فخر کرنا انسان کو اس کے لب کا طعنہ دینا ستاروں سے بارش طلب کرنا اور میت پر نوحہ کرنے والی عورت اگر بے توبہ گئے مر جائے تو اسے قیامت کے دن کندھک کا پیرا بن پٹایا جائے گا اور کھجی کی چادر رُحائی چائے گی مسلم شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرے ویوں پر اور نوحہ کو کاں لگا کر سننے والیوں پر لعنت فرمائی، بس جریر کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ معروف میں نافرمانی کرے سے مرد نوحہ نہ کرنا ہے یہ حدیث ترمذی کی کتاب التفسیر میں بھی ہے اور امام ترمذی اس کو حسن غریب کہتے ہیں۔

لباس کی بابت کچھ تنبیہات

ماڈرن بننے کے شوق میں جہنم نہ واجب کر لیجئے:

تَنْ أَمِي هُزَيْرَةُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَنَعُوا مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَنَا أَرْهَمًا فَوْحُ مَعْلَمُ سَبَاعُ كَذَابُ سَقَرٍ يَصْرَفُونَ بِهَا النَّاسُ وَ سَبَاعُ كَسِيَاكَ عَرَبِيَّةٌ مُبِيلَاتٌ مَثَلَاتٌ ذُو وَسْهٍ كَسِيْمَةُ الْبُحْتِ ائْتَمَنَ لَا يَدْخُلُ الْحَتَّةَ وَلَا يَجْسُ رِيحَهَا وَ اِنْ رِيحَهَا لَيُؤْخِذُ مِنْ قَبْضِهَا شِدُو حُدَا

و سرور سے ایت ہے رسول اللہ کے فرمایا وہ قسمیں ہیں اور عیوں کی جس کو میں نے نہیں دیکھا تو وہ لوگ جس کے پاس کوئے ہیں عیوں کی وہاں کی طرح کے لوگوں کو اس سے مار رہے ہیں دوسرے وہ عورتیں ہیں جو ہنسی میں مگرنگی میں (یعنی ستر کے باقی اعضاء دکھائے ہیں جیسے حیدر آباد میں عورتوں کے سرور پہنٹ اور پادس لکھے رہتے ہیں یا کپڑے ایت بار تک ہنسی میں جس میں سے بدن نظر آتا ہے تو گویا نگلی ہیں اسیدھی رو سے ہر کالہ والی خواہنک دلی کے سر ہنسی (ایک قسم سے اونٹ کی) اونٹ کی کوبان کی طرح ایک طرف جھکے ہوئے وہ جست میں نہ جائیں گی بلکہ اس کی خوشبو بھی اس کو نہ ملے گی نہ ناکلہ جنت کی خوشبو اتنی دور سے آتی ہے۔

کھر کی چھوڑیے اور گھر داری سیکھئے

آج کل کی لڑکیاں دھڑا دھڑالی۔ اے ایم۔ اے کر رہی ہیں اور اس سب کا حاصل فقط کھر پیدا کرنا ہے۔ صبح سے شام تک معصوم بچیوں کو رونا مسلم کے تحت پڑھاتی جاؤ۔ ان کا ذہن اور جسم اتنا کمزور کر دو کہ وہ بچہ سمجھ سے کئے قابل بن نہ رہیں۔ خدا را تعظیم ورجی سے بھی گڑ را ہوں تا بن یکن کیا گھر داری سیکھئے خیر آپ گھر بسانے میں کامیاب ہو جائیں گی۔ میں کیا گھر داری سیکھئے کوئی ہے غدار خانے میں طوطی کی آواز سننے والا۔

مرا کو خوش کرنے کا راستہ اس کے معدہ سے ہو کر جاتا ہے۔

میری خواہش ہے کہ اس عنوان کے تحت ان احادیث کو لاؤں جن سے ایک خاتون کو اس چیز کا علم ہو جائے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کونسی چیزیں مرغوب تھیں اور کونسی پسند تھیں یا حذر از فرماتے تھے۔ نیز کھانے پینے سے متعلق طریقہ نبویہ بھی معلوم ہوگا اور مقصد فقط یہی ہے کہ آج تو آپ ایک نئی نوعی امین میں نہیں کل کو آپ ہی کے سندھوں پر نئی سل کی تربیت کی ذمہ داری آپ کے سونپی ہوئی میری خواہش ہے کہ جہاں آپ اپنے شوہر کے لئے کھانا تیار کرتے وقت ان چیزوں کا احسان فرمیں وہیں آپ غیر محسوس طریقے پر گھر والوں کی اس آداب کی بابت تربیت بھی کرتی جائیں۔

بسم اللہ پڑھ کر کھانے کی ابتداء کیجئے

عن عمر بن ابی سلمة قال كنتُ علاماً فی حجر رسول اللہ وکنت یدنی تطینش فی الصَّخْفَةِ فقال لی رسول اللہ

سَمِ لَکَ وَکُلْ بَیْمِیْنَتٍ وَکُلْ مِمَّا یَلِیْکَ (متفق علیہ)

صحیح البخاری: کتاب الاطعمۃ باب سَمِ لَکَ وَکُلْ بَیْمِیْنَتٍ وَکُلْ مِمَّا یَلِیْکَ
باب ۵۳۷۔

”حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں پچھتا ہوں اور رسول اللہ ﷺ کی پرورش و تربیت میں تھا (ایک دن میں آنحضرت ﷺ کے راجیہ کھانا کھا رہا تھا) اور میرا ہاتھ رکابی میں جلدی جلدی گھوم رہا تھا (یعنی جیسا کہ بچوں کی عادت ہوتی ہے) میں اپنے سامنے سے کھانے کے بجائے ادھر ادھر ہاتھ ڈال رہا تھا) چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ: ”بسم اللہ کھو دانیں ہاتھ سے کھاؤ اور اس جانب سے کھاؤ جو تمہارے نزدیک ہے (یعنی اپنے سامنے سے کھاؤ)۔“ (بخاری مسلم)

اس حدیث میں کھانے کے تین ہی وہی ”ادب“ کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔ سب سے پہلا ادب تو یہ ہے کہ کھانے کی ابتدا ”بسم اللہ“ سے کر ہونی چاہئے۔ دوسرا ادب یہ ہے کہ دائیں ہاتھ سے کھانا چاہئے اور تیسرا ادب یہ ہے کہ کھانے کے برتن میں اپنے سامنے سے کھانا چاہئے۔ چہرہ صاف رکھنا، اس طرف ہے کہ اس حدیث میں مذکورہ باتوں یا توں کا جو حکم دیا گیا ہے وہ استحب کے طور پر ہے۔ اسی طرح دوسری روایت میں کھانے کے بعد خدا کی حمد و شکر کا جو حکم دیا گیا ہے وہ بھی مستحب ہے کہ شریک دسترخوان پر لگی آدمی کھانے بیٹھیں تو سب لوگ بسم اللہ کہیں جب کہ بعض علماء کے نزدیک کہ جن میں حضرت امام شافعیؒ بھی شامل ہیں یہ کہتے ہیں کہ محض ایک آدمی کا بسم اللہ کہنا سب کے لئے کافی ہو جائے گا۔ پانی یا دوا وغیرہ پینے کے وقت بسم اللہ کہنے کا بھی وہی حکم ہے جو کھانے کے شروع میں بسم اللہ کہنے کا ہے۔

وَعَنْ حُذِیْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اِنَّ الشَّیْطَانَ

یَسْتَعِجُّ الطَّعَامَ اَنْ لَا یَذْکُرَ اِسْمَ اللّٰهِ عَلَیْهِ

صحیح مسلم: کتاب الاطعمۃ ج ۱ ص ۲۱۷

”اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جس کھانے پر خدا کا نام نہ یاد جائے اس کو شیطان اپنے لئے حلال سمجھتا ہے۔“ (مسلم)

کھاتے وقت بسم اللہ پڑھنے کی ہیئت

”حلال سمجھتا ہے“ کا مطلب یہ ہے کہ وہ (شیطان) اس کے کھانے پر قادر ہو جاتا ہے (یعنی کھانے والے کے ساتھ وہ بھی اس میں سے کھاتا ہے) یہ مطلب اس صورت میں ہے جب کہ حدیث کو اس کے ظاہری معنی پر محمول کیا جائے اور بعض حضرات نے یہ تاویل دی ہے کہ جو کھانا بسم اللہ پڑھ کر نہ کھایا گیا ہو وہ ایسا ہے گویا اس کو شیطان کھائیے ہے۔ مگر اس کھانے کو نہ حق کی غیر مرضی کی جگہ صرف کرنا ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ بَیْتَهُ فَذَكَرَ اللّٰهَ عِنْدَ دُخُوْلِهِ وَعِنْدَ طَعَامِهِ قَالَ شَیْطَانٌ لَا مَیْمَنَ لَکُمْ وَلَا عِشَاءَ وَاِذَا دَخَلَ فَلَمْ یَذْکُرِ اللّٰهَ عِنْدَ دُخُوْلِهِ قَالَ الشَّیْطَانُ ذَرِکُمْ اَلْمَیْمَنَ وَ ذَا لَمْ یَذْکُرِ اللّٰهَ عِنْدَ طَعَامِهِ قَالَ اَذْکُرْکُمُ الْمَیْمَنَ وَالْعِشَاءَ.

صحیح مسلم: کتاب الاطعمۃ باب سَمِ لَکَ وَکُلْ بَیْمِیْنَتٍ وَکُلْ مِمَّا یَلِیْکَ ج ۱ ص ۲۱۸۔

”اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جب آدمی اپنے گھر (یعنی اپنی خوب گاہ) میں داخل ہوتا ہے اور داخل ہوتے وقت خدا کا نام لیتا ہے (یعنی بسم اللہ کہہ کر خواب گاہ میں داخل ہوتا ہے) اور پھر کھانا کھاتے وقت بھی خدا کا نام لیتا ہے تو شیطان (اپنے

تا بعد اوروں سے کہتا ہے کہ اس گھر میں تمہارے لئے نہ کوئی جگہ ہے نہ کھانا ہے اور جب آدمی گھر و خانہ گاہ میں داخل ہوتے وقت خدا کا نام نہیں بیٹا تو شیطان اپنے تابعہ روں سے (کہتا ہے کہ) اس گھر میں تمہیں جگہ مل گئی اور جب آدمی کھانا کھاتے وقت خدا کا نام نہیں بیٹا تو شیطان (اپنے تابعہ روں سے) کہتا ہے کہ (اس گھر میں جگہ بھی مل گئی اور کھانا بھی مل گیا)۔

وعن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ ادا اكل احدكم فلياكل بيمينه ودا شرب فليشرب بيمينه
مسلم کتاب الاشرۃ باب ۱۳ ح ۲۰۲۰۔

”اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی شخص کھانا کھاے تو داہنے ہاتھ سے کھائے اور جب کوئی چیز پئے تو دائیں ہاتھ سے پئے یعنی پانی وغیرہ کا برتن داہنے ہاتھ سے پکڑے۔“ (مسلم)

دائیں ہاتھ سے کھانا پینا چاہئے:

اس حدیث میں جو حکم دیا گیا ہے وہ بظاہر و خوب کے لئے ہے۔ جیسا کہ بعض علماء کا مسلک ہے اس کی تائید صحیح مسلم کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس کو سعد بن زید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک شخص کو دائیں ہاتھ سے کھاتے دیکھ کر فرمایا کہ دائیں ہاتھ سے کھاؤ اس شخص نے کہا کہ میں داہنے ہاتھ سے کھانے کی قدرت نہیں رکھتا۔ (اولیٰ کا بیان ہے کہ اس شخص کا داہنا ہاتھ درست تھا اس نے محض تکبر سے یہ لفاظ کہے) آنحضرت ﷺ نے رشتہ فرمایا (خدا کرے) تجھے دہنے ہاتھ سے کھانے کی طاقت نصیب نہ ہو۔ چنانچہ اس کے بعد وہ شخص (بکھی بھی) اپنا داہنا ہاتھ اپنے منہ کی طرف نہیں اٹھا سکا۔ اسی طرح صرانی نے یہ روایت نقل کی ہے

کہ آنحضرت ﷺ نے (ایک دن) سب سے سب کو دائیں ہاتھ سے کھانا کھاتے دیکھ کر تو اس کے لئے مدد فرمائی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ طعون میں مبتلا ہو کر مر گئی تاہم صہبہ رضی اللہ عنہا جن کے نزدیک دائیں ہاتھ سے کھانا کھانے کا علم و خوب کے طور پر نہیں ہے بطریق احتساب ہے وہ ن روٹیوں کو جرہ تنبیہ اور مصراع شریعت پر محمول کرتے ہیں۔

وعنه قال قال رسول الله ﷺ لا ياكل احدكم بشماله

ولا يشرب بها غار الثمنين ياكل بشماله ويشرب بها

مسلم کتاب الاشرۃ باب ۱۳ ح ۲۰۲۰۔

”اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”تم میں سے کوئی شخص بائیں ہاتھ سے کھانا نہ کھائے اور نہ پائیں ہاتھ سے (کوئی چیز) پئے کیوں کہ (یہ) شیطان کا شیوہ ہے کہ وہ (اپنے بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے اور بائیں ہاتھ سے پیتا ہے)۔“ (مسلم)

بائیں ہاتھ سے کھانے پینے کی ممانعت:

جو لوگ شیطان کے زیر اثر اور اس کے تابعہ روں سے ہیں وہ اس کو بائیں ہاتھ سے کھانے پینے پر ابھارتا ہے اور یہ حدیث اپنے ظاہری معنی پر محمول ہے جنہی حقیقت میں شیطان بائیں ہاتھ سے کھانا پیتا ہے۔

حسن بن سفیان نے اپنی مسند میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سند حسن یہ روایت نقل کی ہے کہ ”جب تم میں سے کوئی شخص کھانا کھائے تو اس کو چاہئے کہ دائیں ہاتھ سے کھائے اور دائیں ہاتھ سے پئے (مگر کسی کو کوئی چیز دے یا کسی سے کوئی چیز لے تو) دائیں ہاتھ سے لے اور دائیں ہاتھ سے دے کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے۔ بائیں ہاتھ سے پیتا ہے اور بائیں ہاتھ سے لیتا دیتا ہے۔“

و عن كعب بن مالك قال قال رسول الله ﷺ يأكل بقلالة صابغ ويلعق يده قبل ان يمسح

مسلم کتاب الاشربة باب استحباب لعق الاصابع والعصاة ح ۴۰۳۲
اور حضرت کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تین انگلیوں سے (جی انگوٹھے، شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی کے ساتھ) کھانا کھاتے تھے اور (کھانے سے فراغت کے بعد) اپنا ہاتھ (کسی رومال وغیرہ سے) پونچھنے (یا دھونے) سے پہلے ہاتھ لیا کرتے تھے۔ (مسلم)

تین انگلیوں سے کھانا اور انگلیاں چاشناسنت ہے:

نو دہی کہتے ہیں کہ تین انگلیوں سے کھانا سنت ہے لہذا تینوں کے ساتھ چوتھی اور پانچویں انگلی نہ مدلی جائے۔ البتہ یہ کہ چوتھی اور پانچویں انگلی کو ملا کر ضروری ہو۔
”ہاتھ کو چاٹنے“ سے مراد یہ ہے کہ جس انگلیوں سے کھاتے تھے ان کو چاٹ کر کرتے تھے چنانچہ پہلے بیچ کی انگلی کو چاٹتے پھر اس کے پاس کی انگلی کو پھر انگوٹھے کو چاٹتے تھے۔

جبرانی نے عامر بن ربیع سے اس طرح نقل کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ تین انگلیوں سے کھاتے تھے ورنہ کی مدد کے لئے چوتھی انگلی بھی ملایا کرتے تھے نیز ایک حدیث مسند میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ پانچوں انگلیوں سے کھاتے تھے۔ یا تو یہ پہلی چیز کھانے پر محسوس ہوئی کہ آپ ﷺ بیان جو رکھی ہر کھکی کھی اس طرح بھی کھاتے تھے لیکن اکثر اوقات تین ہی انگلیوں سے کھانے کی عادت تھی۔

و عن جابر بن النبی ﷺ مر بلعوا الا صابع والصمحة

وقال انکم لا تدرؤن فی آية البركة

صحیح مسلم کتاب الاشربة باب ۱۳ ح ۲۰۳۳۔

”اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انگلیوں اور رکابی کو چاٹنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ تم کہیں جانتے کہ اس انگلی یا رکابی میں برکت ہے۔“ (مسلم)

’الصمحة‘ میں حرف واو متعلق مع کے لئے ہے لہذا پہلے رکابی و برتن وغیرہ کو صاف کیا جائے اور پھر انگلی کو چاٹا جائے۔

لفظ ”آية“ ثناء کا نیت کے ساتھ متعلق ہے اس کے ”ترجمہ“ انگلی یا رکابی یہ عیاں ہے۔ لیکن بعض نسخوں میں یہ لفظ ”یا“ (یعنی مذکر) ضمیر کے ساتھ ہے۔ اس صورت میں یہ معنی ہوں گے کہ (تم نہیں جانتے کہ) کس کھانے میں برکت ہے (آپ اس کھانے میں کھانے چکے ہو یا اس کھانے میں جو چاٹو گے) اس کی تائید آئے آئے ان حدیث کے ان لحاظ سے بھی ہوتی ہے کہ قالہ لا بدی فی ای طعام نکوب البركة اس سے معلوم ہوا کہ اصل میں سنت انگلیوں کو چاٹنے اور اس خیر کو صاف کرنا ہے جو انگلیوں و رکابی سے نہ کہ محض انگلیوں کو بمیانہ منہ میں داخل کرنا۔

و عن ابن عباس أن النبی ﷺ قال إذا أكل أخذكم قلا

یفسح یدہ حتی یلعقها أو یلوقها

صحیح البخاری کتاب الاطعمة باب لعن الاصابع ح ۵۴۵۶۔

”اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ”جب تم میں سے کوئی شخص کھانا کھائے تو وہ ہاتھ کو اس وقت تک (کسی چیز سے) نہ پونچھے (اور نہ دھوئے) جب تک کہ ہاتھ کی انگلیوں کو چاٹ نہ لے یا چٹواندے۔“

(بخاری و مسلم)

”چٹواندے“ کا مطلب یہ ہے کہ اگر انگلیوں کو چوند نہ چائے تو ان لوگوں میں سے نہ چٹوانے والے ہوں گے اور کرامت نسوں نہ کریں جیسے یہی کی سبک دہی

اور خادم و خادمہ وغیرہ کیونکہ یہ کہ یہ طبعی خلق و محبت کی وجہ سے صرف یہ کہ اس سے کوئی گھر اور کراہت محسوس نہیں ہوتی بلکہ ایک خاص قسم کی لذت محسوس کرتے ہیں انہیں سے غم میں شاگرد و مرید و سب بھی شامل ہیں جو اس کو خصوصاً سعادت سمجھتے ہوں۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَخْصِمُ أَحَدَكُمْ عِنْدَ كُلِّ شَيْءٍ مِنْ شَأْنِهِ حَتَّى يَخْصِرَهُ عِنْدَ طَعَامِهِ فَإِذَا سَعَطَتْ مِنْ أَحَدِكُمُ اللَّفْعَةُ فَمِنْهُمَا مَا كَانَ بِهَا مَا أَدَّى ثُمَّ لِيَأْ كُلُّهَا وَلَا يَدْعُهَا لِلشَّيْطَانِ فَرِذَا فَرَزَعُ فَلْيُلْغِ أَصَابِعَهُ فَرَاةً لَا يَسِرُّ فِي أَيِّ طَعَامِهِ يَكُونُ الْبِرْكَةُ (رواد مسلم)

صحیح مسلم: کتاب الاطعمۃ باب ۱۸ ج ۲۰۳۳۔

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ شیطان تمہارے ہر کام کے وقت تمہارے پاس موجود ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ تمہارے کھانے کے وقت بھی تمہارے پاس موجود رہتا ہے لہذا تم میں سے جب کسی شخص کا کوئی کام ہو رہا ہو تو چاہئے کہ (اس کو ٹھہرے اور قسم مٹی وغیرہ) جو چیز اس کو مل گئی ہو اس کو صاف کر کے کھائے اس کو شیطان کے لئے نہ چھوڑے نیز جب کھانا کھا چکے تو چاہئے کہ اپنی ٹھیکیاں چاٹ لے کیونکہ اس کو یہ نہیں معلوم کہ اس کے کون سے کھانے میں (جی کھانے کے کس حصہ میں) برکت ہے۔ (مسند)

کھاتے وقت کوئی عتمہ گر جائے تو اس کو صاف کر کے کھا لینا چاہئے۔

اس کو صاف کر کے کھائے۔ لیکن اگر وہ عتمہ کی نجاست و گندگی پر گر ہو تو اس کو دھو کر کھائے بشرطیکہ اس کو دھونا ممکن ہو یا طبیعت اس پر تازہ ہو اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو

پھر اس کو کتے یا بلی وغیرہ کو کھلا دے۔

اس کو شیطان کے لئے نہ چھوڑے۔ یہ یا تو حقیقت پر محسوس ہے کہ وہ وقتاً کھاتا ہے یا یہ کتا یہ ہے کہ اس عتمہ کو ضائع کرنے اور اس کو حقیر چانتے سے نیز اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ یہ کرنا (یعنی اس گھرے ہوئے عتمہ کو حقیر و کمتر جان کر نہ اٹھانا) دراصل متکبر لوگوں کی مشابہت اور نیک عادت کو اختیار کرنا ہے کیونکہ وہ (متکبر لوگ) گھرے ہوئے عتمہ کو اٹھا کر کھانا عاری سمجھتے ہیں اور یہ ساری چیزیں (یعنی اس عتمہ کو ضائع کرنا اور اس کو حقیر چانا اور متکبر لوگوں کی عادت اختیار کرنا) شیطانی افعال میں سے ہیں۔

نیز جب کھانا کھا چکے تو اسے "یہ اگر چہ ایک عتمہ حکم ہے مگر حقیقت میں پہلے حکم سے حاصل ہونے والے مفہوم" تکبر کو ترک کرنے اور تواضع و انکساری کو اختیار کرنے کو مؤکد کرنے کے لئے کہ کھانا کھا چکے کے بعد ہاتھ کو دھوئے سے پہلے انہیوں کو چاٹ لیا جائے تاکہ اللہ کے رزق کے تئیں پہلے کمال حقیق اور تواضع و انکساری کا اظہار ہو اور تکبر و نخوت کا کوئی شائبہ نہ پائے۔

وَعَنْ أَبِي جَحِيفَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا أَكُلُ مُتَكَبِّرًا (البحاری)

صحیح البخاری: کتاب الاطعمۃ باب لا اکل متکبرا ج ۵۳۹۸۔

اور حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا "میں ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھا" (مسند)

ٹیک لگا کر کھانا کھانے کی ممانعت۔

"سفر سعادت" کے مصنف نے لکھا ہے کہ کھانا کھاتے وقت پیٹ لگائے کی تین صورتیں ہیں: ایک تو یہ کہ پیٹور میں پرکھا جائے دوسرے یہ کہ چار اونٹوں میں سے دو

تیسرے یہ کہ ایک ہاتھ نیک کر بیٹھا جائے اور دوسرے ہاتھ سے کھانا کھایا جائے۔ یہ
شیوں صورتیں مذموم ہیں اور بعض حضرات سے چوتھی صورت یہ بیان کی ہے کہ ٹھیک یا
ایک اور ہی طرح کی کسی اور چیز سے نیک لگا کر بیٹھا جائے۔ مسنون یہ ہے کہ کھاتے
وقت کھانے کی طرف جھک کر اترتوں ہو کر بیٹھا جائے اور کٹر حضرت نے "نیک
لگائے" کی وضاحت یہ کی ہے کہ دونوں پہلوؤں میں سے کسی ایک پہلو کی طرف جھک
کر اور اس پر سہارا کر بیٹھا جائے کھاتے وقت بیٹھنے کی یہ صورت اس سے غیر
مسنون ہے کہ کسی حالت میں کھانا ضرور پیچھا تا ہے۔ مابین طور کہ وہ اس میں اپنی جگہ
پر ٹھیک طرح سے بیٹھا پہنچتا جو طبیعت پر اس کو کرنا ہضم کی حکایت پیدا کرتا ہے۔
سیوطی نے کتاب غل میں اس حدیث میں لکھا ہے کہ نیک لگا کر کھانے کے جس پر ضرور
کھڑے ہو کر کھانا نہ کھایا جائے۔ بلکہ اس طرح میں کرکھا کہ یا تو دور نو ہویا
بحسب صورت اقامہ ہو یعنی دونوں وسط نیک لے اور دونوں زاویوں سے اس سے یا دونوں
پاؤں پر بیٹھے کھڑوں دریا دایمانہ کو مزار اسے اور بائیں زون پر بیٹھا جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کھانے کو برا نہیں کہتے تھے۔

یاد رکھئے آپ کے ساتھ شادی کے ابتدائی دنوں میں یہ صورتیں پیش آ
سکتی تھیں کہ شوہر کو آپ کے ہاتھ کا بنا کھانا پسند نہ آئے اور کچھ تو ایسے
ناماقبت اندیش بھی ہوں گے جو عمر و صحت ہی میں یہ بات کہہ کر اپنی مردانگی
کی دھماک بٹھا چاہیں گے تو اب میں آپ کو کیا مشورہ دوں کہ آپ بھی
اس سے جو بے اپنے لگ پڑیں نہیں انہیں ایسی چنی چکیوں کو ہرگز یہ
مشورہ نہیں دوں گا۔ آپ سہر کیجئے اور اطمینان رکھئے۔ ہو سکتا ہے کہ ان کی
والدہ زیاہہ یا بیٹی صاحبہ اس سے کھائے بنائی ہوں یا کچی وغیرہ کوئی اور
استعمال کرتی ہوں یا وہ قبیحہ است اچھے کھانے بنائی ہوں بہر حال اس سے جو
بھی ہو پندہی دنوں میں اس کا "نیسٹ ڈا ہاپ" ہو جائے گا تو امید ہے کہ

یہ مسئلہ خود بخود ہی ختم ہو جائے گا۔ بہر حال آپ بھی اچھے کھانے پکانے کے
لئے کتب وغیرہ کا مطالعہ کر کے اس بابت اپنی استعداد بڑھا سکتی ہیں۔

من سب مواقع دیکھ کر شوہر کو یہ حدیث مبارکہ یاد کرائیے

وعن ابی ہریرۃ قال ما غاب النبی ﷺ طعاماً قط ان
اشفقنا لہ اکلہ وان کربہ ترکہ (متفق علیہ)

صحیح البخاری، کتاب الاطعمۃ، باب ما غاب النبی طعاماً، ح ۵۴۰۹۔

"اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی بھی
کسی کھانے کو برا نہیں کہا اگر آپ ﷺ کو رغبت ہوتی تو اس کو کھا لیتے اور
اگر نا پسند فرماتے تو اس کو چھوڑ دیتے۔" (بخاری و مسلم)

مطلب یہ ہے کہ کھانے کی چیزوں کے سلسلہ میں آپ ﷺ کا یہی معمول تھا کہ
جو چیز آپ کی پسندیدہ ہوتی اس کو آپ ﷺ کو رغبت کے ساتھ کھا لیتے اور جو چیز
آپ ﷺ کو مرغوب و پسندیدہ نہ ہوتی اس کو نہیں کھاتے تھے یہ نہیں تھا کہ جو چیز پسندیدہ
نہ ہوتی اس کو برا کہتے اس میں عیب نکالتے۔

جان ہے تو جہان ہے

موٹا پا اور اس کا نبوی علاج:

آج کل ہر گھر میں خاتون خاتون کو جس کے درخشاں میں ان میں سے ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ ہائے میں تو دن میں سوئی ہوئی جا رہی ہوں۔ یہ غور کرنے کی کبھی زحمت نہ کی کہ جس شہر کو بے اوقات بے دھیانی میں ہی برا بھلا کہہ دیتی ہوں اس نے کپڑے دھونے کے لئے الگ صفائی کے لئے لگ اور برتنوں کے لئے الگ خدائیاں مہیا کی ہوئی ہیں۔

فرمانبردار بچو!

دیکھو ایسی سب کام کر کے تو تم گھر کی ملکہ بنی سب انہی سے جان چھڑ کر اس عہدہ کی تو قیصر بھی کم کروا لی اور اپنی جان کو الگ روگ لگوائے۔ چھٹے ہم بھی یہ مانے بیٹے ہیں کہ اگر اللہ عزوجل نے آپ کو دولت دی ہے تو آپ کا بھی حق ہے چند دن آرام کریں لیکن کچھ کام تو اپنے ہاتھ سے کیجئے فقط ہسٹر پے لینے بیٹے حکم جالیہ یقین جاسے فقط ”زیان کی ایک سرسبز“ ہے اور اس کو تو آپ کو ”ریسٹ“ دینے کی ضرورت ہے۔

ہائے! میرے شوہر دوسری عورتوں کی طرف دیکھتے ہیں۔

یہ بات اگرچہ حوا تین زبان پر تو کم ہی آتی ہیں لیکن جب ندر کے حالات کا مطالعہ کیا جائے تو یہ دکھ بہت سی عورتوں کو مانتا ہے کہ ہمارے شوہر ”فلکشن“ میں ہماری طرف کم اور غیر عورتوں کی طرف زیادہ دیکھتے ہیں۔

مجھے تو یہ تسلیم کرنے میں کوئی باک نہیں کہ واقعی مردوں میں یہ ایک ایسا عیب ہے

جوان خواتین کو اندر ہی اندر دھولے دیتا ہے۔

لیکن میں چونکہ یہ کہ ب آپ خوشی کے حوالے سے نگہ رہا ہوں اس لئے یہاں پر ان کو نصیحت کرنا نا کارہ سمجھتا ہوں اور فقط اپنی بیٹیوں کو ہی نصیحت کرنا چاہتا ہوں۔ خدا را! آپ اپنی اودا کی دنیاوی کے ساتھ ساتھ ”کچھ“ دینی تربیت بھی کریں۔ چلنے آپ کے شاہر کی ان کی والدہ نے کوئی دینی تربیت نہیں کی آپ ہی نصیحت حاصل کیجئے اور اپنے بیٹے کو دنیا کے ساتھ ساتھ کچھ آخرت کے لئے بھی تیار کیجئے تاکہ آپ کی بہو تو کم از کم آپ کو دعا نہیں دے۔ یہ فقط اور فقط دین سے دوری کی وجہ سے ایسی لغویات و فواحشات میں مبتلا ہے۔ اپنے شوہروں کے دینی شعور کو بھی اجاگر کرنے کی کوشش کیجئے۔ خود نمازی پر بیزار گار بنئے اور ان کو ایک ہی نماز پڑھنے کے بعد نماز پڑھنے کی تلقین نہ شروع کر دیجئے۔ چند دن خاموشی سے عمل پیرا رہنے دیکھئے اگر ”مہر“ نہیں لگی اور اکثر کو یقیناً نہیں لگی ہوگی تو خود ہی لائن پر آ جائیں گے ان شاء اللہ

مہر لگی ہونے کا مفہوم ☆

نوٹ ☆ آئیے آپ کو کچھ بتاتا چلو کہ مہر لگی ہونے سے کیا مراد ہے اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

”اور وہ (یہودی افتخارا) کہتے ہیں کہ ہمارے قلوب محفوظ ہیں بلکہ ان کے

کفر کے سبب ان پر خدا کی مار ہے سو بہت ہی تھوڑا سا ایمان رکھتے ہیں۔“

(البقرہ: ۸۸)

یہودیوں کا ایک قول یہ بھی تھا کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہیں۔ جیسی یہ علم سے بھرپور ہیں۔ اب ہمیں نئے علم کی ضرورت نہیں۔ اس لئے جواب دہ کہ یوں نہیں بلکہ حنت خدائی کی مہر لگ گئی ہے۔ ایمان نصیب ہی نہیں ہوتا۔ عَنف کو عُلْف بھی پڑھا گیا ہے یعنی یہ علم کے برتس ہیں اور جگہ قرآن کریم میں ہے ﴿وَقَالُوا اقْبُوسَا فِیْ اِکْبَیْہِ﴾ (حم سجدہ: ۵) یعنی جس چیز کی طرف تم ہمیں بلا تے ہو۔ اس چیز سے

ہمارے دل پر دے اور آڑ میں ہیں۔ اُن پر مہر لگی ہوئی ہے۔ وہ اُسے نہیں سمجھتے ورنہ اس کی طرف مائل ہوتے ہیں نہ اُسے یاد رکھتے ہیں۔ ایک حدیث میں بھی ہے کہ بعض دل غلاب والے ہیں۔ جن پر غضب خدا ہوتا ہے۔ یہ دل کفار کے ہوتے ہیں۔ (مر) سورہ نساء میں بھی ایک آیت کی معنی کی ہے ﴿وَقُولُوا لَهُمْ قُلُوبُنَا غُمَّتْ﴾ (النساء: ۱۵۵) تھوڑا ایمان لانے کے ایک معنی تو یہ ہے کہ ان میں سے بہت کم لوگ ایماندار ہیں اور دوسرے معنی یہ بھی ہیں کہ ان کا ایمان بہت کم ہے۔ یعنی قیامت ثواب عذاب وغیرہ کے قائل حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھنے والے تورات کو خدا کی کتاب ماننے والے ہیں مگر اس پیغمبرؐ خرافات ماننے والے شیعہ و مسلم کو مان کر اپنا ایمان پورا نہیں کرتے بلکہ آپؐ کے ساتھ کفر کر کے اس تھوڑے ایمان کو بھی غارت و برباد کر دیتے ہیں۔ تیسرے معنی یہ ہیں کہ یہ سرے سے بے ایمان ہیں۔ کیوں کہ عربی زبان میں ایسے موقع پر بالکل نہ ہونے کی صورت میں بھی ایسے غلط بولے جاتے ہیں۔ مثلاً میں نے اس جیسا بہت ہی کم دیکھا۔ مطلب یہ ہے کہ دیکھا ہی نہیں۔ واللہ اعلم۔ (یہ تحریر ایک بچی کے خط کے جواب میں لکھی تھی جو کہ اس نے مجھے اپنے شوہر کی معروفیت کی بہت لکھا تھا اور اس میں اپنے شوہر (جو کہ میرے شاعر مردہ چکے ہیں) کے دل پر مہر لگی ہونے کا ذکر "چیتے" ہونے لفظوں میں کیا تھا۔

خدا را! فقط ز یور پامن کر خوبصورت نہ دیکھنے کی کوشش کیجئے کچھ صحت کا بھی خیال رکھئے:

بچی صحت کی طرف بھی کچھ دھیان دیجئے۔ نئے نئے مہنگے میوسات بڑی بڑی دکانوں سے زیورات، ٹیرنگ کا اعلیٰ معیار زباؤں کو نت نئے رنگ کروانا چہرے کی پلاسٹک سرجری کروانا آنکھوں میں نت نئے رنگوں کے لینز لگانا یہ آپ کی ذات کے نعم البدل ہرگز نہیں۔

نہیک ہے کہ ان میں سے کچھ چیزیں عورت کے سے ضروری ہیں لیکن "مرحس" نے یہ بھی میں اس کے چہرے پہ بھی تو کوئی رونق ہونی چاہئے۔ اس۔ اعصاب میں بھی تو کوئی تناسبت ہونی چاہئے۔

یاد رکھئے المار سے بہتر کوئی کارآمد طریقہ کار نہیں جو کہ آپ کے جسم اور چہرہ کو پر رونق رکھے گا۔ سچہ وقت ایکسپساز بھی کیجئے، اگر گھر کے کام نہیں کرتی، دور آگھر کے کاموں سے ہی چور ہوئی رہتی ہیں تو کچھ برآرم آپ کے چہرے کو چار چاند لگا دے گا۔

آئیے آجھ ایسے طریقے بیان کئے دیتا ہوں جن سے آپ اور آپ کے خاندان کی صحت تادیر قائم رہے گی۔

گھر والوں کو اچھا مگر کم کھانے کی رغبت دلائیے:

وَعَنْهُ اَنْ رَحُلًا كُنْ يَأْكُلُ اَكْثَرَ كَثِيْرًا فَاَسْلَمَ وَكُنْ يَأْكُلُ قَلِيْلًا فَاَكْرَدَ اِنَّكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَدْ اَنَّ الْمُؤْمِنِ يَأْكُلُ فِيْ عَمَلٍ وَاَحْبَوْنَ اِنَّ الْكَافِرَ يَأْكُلُ فِيْ سَبْعَةِ اَمْعَاءٍ (رواه البخاری ورواد مسند ابن ابی موسیٰ وابن عمر المسند عنہ فقط وفي اخرى له عن ابي هريرة ر رسول الله ﷺ صافه صيف وئوكافر فامر رسول الله ﷺ بشاة فخلبت فشربت حلااب ثم اخرى فشربة ثم اخرى فشربة حتى شرب حلااب سبع شديدة ثم ان اصبح مسلم فامر له رسول الله ﷺ بشاة فخلبت فشربت حلاابها ثم امر باخري فلم يستقب فقد رسول الله ﷺ المؤمن

يُشْرِبُ فِي مَعَاوِجٍ وَالْكَافِرُ يَشْرِبُ فِي سَبْعَةِ امْعَاءٍ

صحیح مسلم، کتاب الاثمۃ، باب السوم، ہاکن فی معی واحد، ج ۲۰، ص ۲۰۶
 "اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص تھا جو
 (پہلے تو) بہت زیادہ کھانا کرتا تھا، مگر جب مسلمان ہوا تو کم کھانے لگا،
 چنانچہ نبی کریم ﷺ کے سامنے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ
 "حقیقت یہ ہے کہ مؤمن تو ایک انت میں کھاتا ہے اور کافر سات انتوں میں کھاتا ہے (بجاری) اور مسلم نے اس روایت کو حضرت ابو
 موسیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے جس میں
 (یہ واقعہ مذکور نہیں ہے بلکہ) محض "تخت" حضرت ﷺ کا ارشاد مذکور ہے، لیکن
 مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت نقل کی ہے جس
 میں یوں ہے کہ (ایک دن) رسول کریم ﷺ کے پاس ایک مہمان آیا جو
 کافر تھا، رسول کریم ﷺ نے اس کے سامنے ایک بکری دوہنے کا حکم دیا،
 بکری دوہی گئی اور اس کافر نے اس دودھ کو پی لیا پھر آپ ﷺ کے حکم سے
 دوسری بکری دوہی گئی وہ اس دودھ کو بھی پی گیا، پھر جب صبح ہوئی تو وہ
 مسلمان ہو گیا، رسول کریم ﷺ نے اس وقت بھی اس کے لئے ایک
 بکری دوہنے کا حکم دیا۔ بکری دوہی گئی اور اس نے اس کا دودھ پی لیا پھر
 آپ ﷺ سے دوسری بکری دوہنے کا حکم دیا (بکری دوہی گئی) لیکن
 (اب) اس کا پورا دودھ نہ پی سکا، رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا
 "مؤمن ایک انت میں پیتا ہے اور کافر سات انتوں میں"۔

مؤمن ایک انت سے اور کافر سات انتوں سے کھاتا ہے

کہا جاتا ہے کہ نسا کے پیٹ میں سات انتیں ہوتی ہیں لیکن اس سے قطع نظر
 یہاں ایک انت اور سات انت سے مراد قلب جس اور کثرت جس ہے۔ جس کا

مطلب یہ ہے کہ مسلمان کھانے پینے میں کمر جس رکھتا ہے اور کافر زیادہ جس رکھتا ہے
 اور یہ بات کثرت و غلبہ کے اعتبار سے ہے یا اس مخصوص شخص کی حالت بیان کرنا مراد
 ہے جس کا روایت میں ذکر کیا گیا ہے کہ وہ جب مسلمان ہوا تو کم کھانے لگا، لیکن جب
 کافر تھا تو زیادہ کھاتا یا کامل ایمان مؤمن مرد ہے کہ وہ اگر الٹی کی برکت اور
 معرفت میں اس کے سبب ہر وقت میر رہتا ہے کہ اس کو نہ کھانے پینے کی جس ہوتی ہے
 اور نہ کھانے پینے کے استقام کی طرف رغبت اس کے برعکس کافر کا حال، اسرا ہوتا ہے
 درحقیقت اس حدیث میں یہ تنبیہ ہے کہ مؤمن کی شان کا تقاضا یہ ہے کہ وہ صبر و قناعت
 کو ادا کر جائے نہ بد رو یا فست کی راہ کو اختیار کرے، خور و نوش کی سی حد پر نہ کھائے نہ
 جو مدگی کی بقا کے سے ضروری ہو، اور اپنے معدے کو اتنی حالی رکھے۔ جو روایت دل
 صفائی باطن اور شبہ بیداری وغیرہ کے لئے ہمد و معاون ہو۔

متفقوں سے کہ ایک مرتبہ ایک فقیر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور
 بہت زیادہ کھا کھا کر اٹھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو تار یا دہ کھاتے ہوئے دیکھا تو
 فرمایا کہ آئندہ اس کو میرے پاس نہ آنے دیا جائے، علمائے نے اس کی وجہ یہ کہی ہے کہ
 جب اس فقیر نے اس قدر غیر معمولی طور پر کھایا تو گویا وہ کھار کے مٹا ہوا اور جو شخص
 کافروں کی مش بہت اختیار کرے اس سے ملنا جلنا ترک کر دینا چاہئے۔ واضح رہے کہ
 کم کھانے کی عادت اختیار کرنا عقیدہ ہدایت اور اہل حقیقت کے نزدیک مستحسن و محمود
 ہے اور اس کے برعکس اسوم سے لیکن وہ بھوک جو حد فرط پہنچ جائے صغف بدن اور
 تواں جسمانی سے خستہ کا باعث ہو اور جس کی وجہ سے دین و دنیا کے امور کی نجوم
 دہی میں رکاوٹ پیدا ہو وہ ممنوع اور طریقہ حکمت کے منافی ہے۔

وَعَنْهُ قَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ طَعَامُ الْاَنْسِ كَمِی الْفَلَانِہ

وَصَعَامُ ثَلَاثَہ كَمِی الْاَزْبِیْعَہ (مسند عیہ)

”اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”دو آدمیوں کا کھانا تین آدمیوں کو اور تین کا کھانا چار کو کافی ہوتا ہے۔“ (بخاری و مسلم)

کھانے کے وقت سرسری رشتہ داروں کو بھی ساتھ شامل کیجئے:

حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جو کھانا دو آدمیوں کو سیر کر دیتا ہے وہ تین آدمیوں کو بھی سیر کر دیتا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جس کھانے کو آدمی سیر ہو کر کھاتے ہیں۔ وہ تین آدمیوں کے لئے بطور قناعت کافی ہو جاتا ہے کہ وہ تینوں کی ہموک ختم کر دیتا ہے ان دعوات و عت کی طاقت و قوت عطا کر دیتا ہے ورنہ کے ضعف کو دور کر دیتا ہے اس پر مابعد کی عبارت ”تین آدمیوں کا کھانا چار کو کافی ہوتا ہے“ کو بھی قیاس کیا جا سکتا ہے اصل میں حدیث کی غرض اس طرف متوجہ کرنا ہے کہ اگر تمہیں تنہا یا میسر ہو جو تمہارے پیٹ پوری طرح بھر سکتا ہے تو اس کو محض اپنے پیٹ بھرنے میں صرف نہ کرو بلکہ درجہ قناعت اختیار کر کے اس میں سے تنہا کھو جو تمہاری تمدنی ضرورت کے بقدر ہو جو تمہاری ضرورت واقعی سے زائد ہو اس کو کسی دوسرے محتاج کو کھلا دو۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ طَعَامُ الْوَاحِدِ يَكْفِي الْإِثْنَيْنِ وَطَعَامُ الْإِثْنَيْنِ يَكْفِي الْآزْبَعَةِ وَطَعَامُ الْآزْبَعَةِ يَكْفِي الْقُعَابِيَّةِ

صحیح مسلم کتابہ ج ۲۰۵۹۔

”اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”ایک آدمی کا کھانا دو آدمیوں کو اور دو کا کھانا چار کو اور چار کا کھانا آٹھ کو کافی ہوتا ہے۔“ (مسلم)

ایک آدمی کا کھانا دو کو دو کا چار کو اور چار کا کھانا آٹھ کو کافی ہوتا

اس حدیث میں بھی وہی تاویل ہوگی جو پہلے بیان ہوئی، لیکن وہی حدیث میں ٹمٹ و ربع کے حساب سے فرمایا گیا ہے (کہ ایک کا کھانا دو کو اور دو کا تین کو کافی ہوتا ہے) اور اس حدیث میں بطریق تشاعف (دھمنے کے حساب سے) فرمایا گیا ہے (کہ ایک کا کھانا دو کو اور دو کا چار کو کافی ہو جاتا ہے) یہ اختلاف شفا و احوال کے حوادث کے سبب سے ہے کہ جس جذبہ قناعت اور ایثار کی صورت میں دو آدمیوں کا کھانا تین آدمیوں کے لئے کافی ہوتا ہے، بعض حالات اور بعض آدمیوں کی صورت میں وہی جذبہ قناعت و ایثار کچھ درجہ زائد آدمیوں کا کھانا چار آدمیوں کے لئے بھی کافی قرار دے دیتا ہے۔

مقول ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ایک مرتبہ خط سہلی کے دنوں میں فرمایا کہ میرا ارادہ ہے کہ میں ہر گھر و لوہ کے پاس ان کی تعداد کے بقدر آدمی بھیج دوں، کیونکہ آدمی آدھا پیٹ کھانے سے ہلاک نہیں ہوتا (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ تھا کہ اس خط کے زمانہ میں بھی کچھ لوگوں کو اسباب معیشت میسر ہیں اور وہ دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھاتے ہیں جب کہ کتنے ہی بندگان خدا ایسے ہیں جنہیں بقاء زندگی کے بقدر بھی خوراک میسر نہیں ہے میں چاہتا ہوں کہ جن گھروں کو خدا نے پیٹ بھر کر کھانے کے بقدر میسر کر رکھا ہے ان میں سے ہر گھر کے ذمہ اتنے محتاج ناداروں کا کھانا کر دوں جتنے خود گھر والے ہیں مثلاً جس گھر میں پانچ آدمی ہیں اس گھر کے ذمہ پانچ ہی ناداروں کا کھانا کر دوں کہ وہ اپنے اتنے ہی کھانے میں کہ جو وہ اپنے لئے تیار کرتے ہیں ان پانچوں ناداروں کو بھی شریک کر میں اس طرح وہ اپنے آدھا پیٹ کاٹ کر ان ناداروں کی زندگی کی بقاء کا ذریعہ بن جائیں گے جن کو کچھ بھی کھانے کے لئے میسر نہیں تھا اور یہ ہر ہے کہ آدھا پیٹ بھرنے سے جسم کی توانائی میں کچھ کمی بے شک آجائے مگر اس کی وجہ سے آدمی ہلاک نہیں ہوتا۔

نبی کریم ﷺ کی مرغوب غذا:

وَعَنِ اسْبَ انْ خَدَّ طَارِعَا النَّبِيَّ ﷺ لِبَطْعَامٍ صَبْعَةً فَسَبَّحْتُ
مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَرَّبَ خُبْزَ شَعْبَرٍ وَمَرْقَاهِ ذُبَّاءَ
وَقَبِيضَةً فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَتَّبِعُ الذُّبَّاءَ مِنْ حِوَالِي الْقَصْعَةِ
فَلَمْ اَزَلْ اُحِبُّ الذُّبَّاءَ بَعْدَ يَوْمِهِ

(متفق علیہ)

صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب الخیاط، ح ۲۰۹۲۔

''اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (یک در) یک درزی نے نبی کریم ﷺ کو اپنے تیار کئے ہوئے کھانے پر مدعو کیا، نبی کریم ﷺ کے ہمراہ میں بھی گیا، اس نے چکی روٹی، شورپا، کر (ستر خوان پر) رکھ جس میں کدو اور خشک گوشت تھا، چنانچہ میں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ (کو کدو چونکہ بہت مرغوب تھا اس سے آپ ﷺ) پیاسے کے کناروں میں سے کدو کو تلاش کر کے کھاتے تھے اسی سے اس دن کے بعد سے میں کدو کو بہت پسند کرتا ہوں (کیونکہ وہ آنحضرت کو بہت پسند تھا)۔ (بخاری مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا اس دعوت میں جانا تو اس بنا پر تھا کہ ان کو بھی مدعو کیا گیا ہوگا یا وہ چونکہ آنحضرت ﷺ کے خادم خاص تھے اور کسی بھی دعوت میں خادم کے ساتھ ہونے کی جائز و ادائی کی طرف سے عام طور پر ہوتی ہے اس لئے حضرت انس رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے ہمراہ اس دعوت میں شریک ہوئے اس حدیث سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ اگر ستر خوان پر کسی پیالے یا برتن میں کھانے کی مختلف چیزیں میک ساتھ ہوں تو اس پیالے یا برتن کے دوسرے کنارہ تک ہاتھ بڑھانا جائز ہے اس صورت میں محض اپنے سامنے کے کنارے تک اپنے ہاتھ کو محمد و درکن ضروری

نہیں ہوگا بشرطیکہ ستر خوان پر بیٹھے ہوئے دوسرے وگ اس کو ناپسند کریں۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اگر باوجود تنگدستی کی دعوت قبول کرنا چاہئے اور وہ ستر خوان پر کھانے کی جو بھی چیز لا کر رکھیں اس کو رخصت کرنا چاہئے تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اگر کھانے کے وقت اپنا خادم ساتھ ہوتا اس کو پیسے ساتھ ہی کھانا کھانا چاہئے یہ حال اس دنیا داروں کا طریقہ ہے کہ خود تو لگ بیٹھ کر کھائیں اور خادم کو دوسری جگہ کھانے میں اور چوتھی بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ کدو کو اپنی پسندیدہ غذا قرار دینا مسنون ہے اور اس طرح ہر اس چیز کو پسند و مرغوب رکھنا مسنون ہے جس کو آنحضرت ﷺ پسندیدہ و مرغوب رکھتے تھے۔

آنحضرت ﷺ کو میٹھی شے مرغوب تھی

ذُعْنُ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُحِبُّ الْخُلْوَاءَ
وَالْعَسَلَ

البخاری، کتاب الاطعمۃ، باب الخلواء والعسل، ح ۵۴۳۱۔

''اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ میٹھی چیزیں اور شہد کو بہت پسند فرماتے تھے۔ (بخاری)

عربی میں خلواء (مکے ساتھ) اور حواء (قصر کے ساتھ) دونوں کا اطلاق اس میٹھی چیز پر ہوتا ہے جو منہ اس در پکائی کے ذریعہ بنے جس کو رد میں طلوہ کہا جاتا ہے اور بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ مطلق یعنی ہر میٹھی چیز کو طلوہ کہتے ہیں اس صورت میں حواء کے بعد لفظ والعسل کا ذکر تخصیص بعد تعمیم کے طور پر ہوگا (یعنی پہلے تو حواء کا ذکر کیا) جو ایک عام لفظ ہے اور اس کے ضم میں شہد بھی داخل ہے لیکن پھر بعد میں خاص طور پر شہد کو بھی ذکر کر دیا، اذہابی۔ کہا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا میٹھی چیز کو بہت پسند کرنا طبی خواہش کی ریاضت و بنا پر نہیں تھا کہ آپ ﷺ کثرت و اشتراک میں چیز

کھانا پسند فرماتے ہوں بلکہ "بہت پسند کرنے" کا مطلب محض یہ ہے کہ جب آپ ﷺ کے سامنے دسترخوان پر پیشی چڑھتی تو آپ ﷺ اس کو حتیٰ ربطت کے ساتھ تناول فرماتے کہ معصوم ہوتا کہ یہ آپ ﷺ کو بہت مرغوب ہے۔
آنحضرت ﷺ کس طرح بیٹھ کر کھاتے تھے:

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ مُفْعِنًا يَأْكُلُ تَمْرًا وَفِي رِوَايَةٍ يَأْكُلُ مِنْهُ أَكْلًا ذَرِينًا (رواہ مسلم)

صحیح مسلم کتاب الاشربة باب نواصع لاکل وضعه معروہ ۲۰۲۱

"حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو بہت بیت قعد بیٹھ کر کھجوریں کھاتے دیکھا ہے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ ﷺ کھجوروں کو جلدی جلدی کھا رہے تھے۔" (مسلم)

"بہت بیت قعد" سے مراد بیٹھنے کی وہ صورت ہے جس میں دونوں سریں زمین پر رکھے جائیں اور دونوں ر نوکھڑے کر کے جائیں۔

کھجوروں کو جلدی جلدی کھانے کا سبب یہ تھا کہ اس وقت آپ ﷺ کو کوئی کام درپیش ہوگا اس لئے آپ ﷺ نے کھجوروں کو جلدی جلدی کھایا تاکہ اس سے فارغ ہو کر اس کام میں مشغول ہو جائیں۔

تنگی معاش میں شوہر کا ساتھ دینا سیکھئے۔

وَعَنْهَا قَالَتْ يَأْتِي عَلَيْنَا الشَّهْرُ مَأْوُقْدٌ فِيهِ مَازَا أَسْمَا هُوَ التَّمْرُ وَالْمَاءُ إِلَّا أَنْ يُؤْتِيَ بِاللَّخْمِ (متفق علیہ)

صحیح البخاری کتاب الرقاق باب کیف كان عيش النبي ﷺ واصحابه ۱۵۸

"اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ بعض مہینہ ہم پر ایں گزرتا تھا کہ ہم اس میں "گ" نہ جھاتے تھے (یعنی بعض مرتبہ پورا پورا مہینہ ایں گزرتا تھا کہ ہمارے گھر میں سامانِ خوراک نہ ہونے کی وجہ سے چولہے میں آگ بھی نہیں جلتی تھی) اور (اس عرصہ میں) ہماری غذا کا اکھار (صرف) کھجور اور پانی پر ہوتا تھا۔ الا یہ کہ کہیں سے تھوڑا سا گوشت آ جاتا تھا۔"

"یہ کہ کہیں سے تھوڑا سا گوشت آ جاتا تھا" کا مطلب یہ ہے کہ تنگی معاش کے عرصہ میں ہم صرف کھجوریں کھا کھا کر اور پانی پی پی کر گزارا کرتے تھے یا اگر کوئی شخص تھوڑا بہت گوشت بھیج دیا کرتا تھا تو اس کو کھا بیٹے تھے۔ یا یہ مطلب ہے کہ گھر میں خوراک کا کوئی سامان نہ ہونے کی وجہ سے ہمارے چولہے میں آگ نہیں جلتی تھی ہاں اگر کہیں سے کچھ گوشت آ جاتا تو اس کو پکانے کے لئے "گ" جلایا کرتے تھے۔

وَعَنْهَا قَالَتْ مَا شَبِعَ الْإِخْمَقُ فَيَوْمَئِذٍ مِثْلُ خُنْفٍ بَرًا لَا وَآخِذُهَا تَمْرًا (متفق علیہ)

صحیح البخاری کتاب الرقاق باب کیف كان عيش النبي ﷺ واصحابه مع ۱۵۵

"اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایب (کبھی نہیں ہو) کہ آنحضرت ﷺ کے گھر ۱۵۵ نے دودھ گیسوں کی روٹی سے اپنا پیٹ بھر ہوا اور ان دودھوں میں سے ایک دن کی غذا کھجور نہ ہوئی ہو۔" (بخاری مسلم)

آنحضرت ﷺ کی عام دنوں کی غذا

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ سرکارِ دو عالم اور آپ ﷺ کے دہل و عیال کبھی بھی مسلسل دودھوں تک گیسوں کی روٹی نہیں کھاتے تھے جہاں تک گیسوں کی روٹی کی قید کا موازنہ ہو تو ہو سکتا ہے کہ جو کی روٹی میسر ہو جاتی ہو۔

ہر وقت تنگی معاش کا رونا نہ روتی رہے

وَعَسَىٰ فَاَلَيْسَ لِقَاؤُهُ رَبِّكَ زَيْلًا مِّنَ السَّحَابِ ۚ وَمَا شَيْعُنَا مِنْ
الْأَسْوَدِیْنِ ۔

صحیح البخاری کتاب الاصلۃ باب من اکل حتی شیخ ۵۲۸۳۔

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے اور میں نے آپ ﷺ کی حیات میں کبھی (دوسرا) چیزوں یعنی کھجور اور پانی سے پیٹ نہیں بھرا“۔ (بی. ی. مسم)

یہ حدیث بھی واضح کرتی ہے کہ آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ سے اہل دنیا کس تنگی و تنگی کے ساتھ اپنی زندگی گزارتے تھے وہ ہر ایک کو آپ ﷺ سے پتہ چلتا ہے تو دنیا کی تمام لذات و دنیا کی خوش حال و فراغت زندگی گزارنے کے ہر ایک وسائل و دروات آپ ﷺ کے قدموں میں ہوتے مگر آپ ﷺ ہمیشہ کمال ایثار و استغناء اور نفس کشی و ترک لذات پر عامل رہے۔

اسودین (دوسرا چیزوں) میں سے ایک سیاہ چیز کھجور ہے اور دوسری سیاہ چیز پانی؛ کو سیاہ چیز سے تعبیر کرنا مجاہد و مقدس کی وجہ سے ہے اور اس طرح کا طرز کلام اس عرب کی یہاں مستعمل ہے۔ جیسا کہ ماہر باپ کو ابو یوسف یا چاند اور سورج کو قرین کہتے ہیں اس کو عربی میں تعلیل کہتے ہیں۔ تاہم واضح رہے کہ اس ارشاد میں ”پانی کا ذکر کھجور کے ضمن و ضمیمہ میں ہے اصل مقدم کھجور ہی کا ذکر کرتا ہے کیونکہ پانی نہ پیت بھرنے کے مصروف میں آتا ہے اور نہ اس کی کوئی کمی تھی“ اس سے یہ بات بھی واضح ہوئی کہ آنحضرت ﷺ اور ان کے گھروں کو نہ اسے بطور کھجور میں بھی اتنی مقدار میں مہیا نہیں ہوتی تھیں جو پیت بھرنے کے بقدر ہوں بلکہ اس اتنی ہی مہیا ہو جاتی تھیں جس سے پیٹ کو ہر حال چلتا تھا۔

وَعَنِ الثُّغَمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ أَشْفَعْتُ فِي طَعَامِ وَثَرَابِ مَا
شَنَنْتُمْ بِفَرَايِثِ سَبِيكُمْ ۖ وَمَا يَجِدُ مِنَ الثَّقَلِ مَا يَفْلَا
بَطْنُهُ

صحیح مسلم کتاب الرہۃ ج ۲۹۷۷۔

”اور حضرت ثعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے (ایک موقع پر) فرمایا: ”کیا تم لوگ اپنے کھانے پینے میں جس طرح چاہتے ہو پیش نہیں کرتے (جیسا کہ تم اپنے کھانے پینے کی چیزوں میں اپنی خواہش کے مطابق وسعت و افراط اختیار کر کے پیش و رحت کی زندگی گزار رہے ہو) جب کہ میں نے تمہارے نبی ﷺ کو اس حال میں دیکھا ہے کہ آپ ﷺ کو ناکارہ کھجوریں بھی اس قدر میسر نہیں ہوتی تھیں جو آپ ﷺ کا پیٹ ہر دیتیں“۔ (مسلم)

”کیا تم“ حضرت ثعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے یہ بات یہ تو تاہیں و مخاطب کر کے کہی یا آنحضرت ﷺ کے اصحاب کے بعد صبح کرام کو بھی طلب کرتے ہوئے کہی۔

”تمہارے نبی ﷺ“ ان معنی میں کہ طرف نبی ﷺ کی اخصافت و نسبت ان کو لازم دینے یا یوں کہا جائے کہ غیرت ان سے لے کر تم جس نبی ﷺ کی امت میں ہو اور جن کا نام لیوا ہونے پر فخر کرتے ہو ان نبی ﷺ کا تو یہ حال تھا کہ ان کو پانی پیت بھرنے کے لئے ناکارہ کھجوریں بھی میسر نہیں آتی تھیں در ایک تم ہو کہ انواع و اقسام کے کھانے کھاتے ہو و عیش و عشرت کی زندگی اختیار رکھتے ہو اور اس طرح کو یا تم نے دنیا اور دنیا کی لذتوں سے اجتناب کرنے کے لئے اپنے ہی نبی ﷺ کے طریقہ کو اختیار کرنے سے اعراض کیا ہے۔

واضح رہے کہ پہلی حدیث میں تو یہ بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ پر بعض ایام

ایسے گزرتے تھے جن میں آپ ﷺ نے عذرا محض کھجوریں ہوتی تھیں دوسری حدیث میں بیواں کیا گیا ہے کہ وہ کھجوریں بھی اتنی مقدار میں میسر نہیں ہوتی تھیں جس سے پیٹ ہی بھر لیا جاتا اور یہاں یہ بیان کیا گیا کہ وہ قلیل مقدار بھی چھٹی کھجوروں پر مشتمل نہیں ہوتی تھی بلکہ وہ ناکارہ کھجوریں ہوتی تھیں جس کو بالکل ہی نفاق و نفیس شخص کے علاوہ کوئی دوسرا کھانا بھی پسند نہ کرے اور یہ ساری باتیں اس حقیقت کی فیر ہیں کہ حضرت ﷺ کے نزدیک لذت دنیا کی قطعاً کوئی اہمیت نہیں تھی اور آپ ﷺ معمولی درجہ کی خوش حالی و راحت بخش زندگی گزارنے سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتے تھے بلکہ آپ ﷺ نے بنیادی طور پر فقر اور ترک مذات کو اختیار کیا تھا اور یہی آپ ﷺ کا معمول بن گیا تھا جس پر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ہر حالت میں قائم رکھا۔ جب اسلام و رائل اسلام پر سخت عسرت پہنچی کا زمانہ تھا اس وقت بھی آپ ﷺ اس پر عامل رہے اور جب اسلام و رائل اسلام کو شہادت نصیب ہوئی اور دنیا سے خزاں آپ ﷺ کے قدموں میں آگئے اس حالت میں بھی آپ ﷺ نے کسی فقر و عسرت کی زندگی گزارنے پر قناعت کی ایسا کیوں تھا؟ محض اس لئے نہیں کہ آپ ﷺ وقتاً مفسر و فاسخ تھے اور آپ ﷺ خوش و طیب کے باوجود ایک خوش گو اور خوش حالی زندگی کے سہا و مسائل مہیا کرنے پر قادر نہیں تھے کیونکہ یہ بتایا جا چکا ہے کہ بعد میں مسلمانوں کو اسباب معیشت کی بڑی وسعت و فراوانی نصیب ہوئی بلکہ بجا طور پر یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ عسرت و تنگی کے زمانہ میں بھی اگر آپ ﷺ چاہتے تو ہمیشہ و جمع سہ و عون سے وسائل تھے جو آپ ﷺ کو حاصل نہیں ہو سکتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ ﷺ کا اتنی سخت و تنگ زندگی گزارنا اس سخاوت کی بنا پر تھا کہ گھر میں جو کچھ بھی یہ دوسروں پر صرف کر دیا اس اثنا کی بنا پر تھا جو خود کو سخت سے سخت تکلیف میں مبتلا کر کے بھی دوسروں کی راحت چاہتا تھا اس زہد و تقویٰ اور قناعت و توکل کی بناء پر تھا جس سے آخرت کی سرمدی اپنے پروردگار کی رضا جوئی اور اپنی عہدیت و سبب چارگی کے

کس اظہار کے لئے دنیا کی ہر مدت دنیا کا ہر بیش و نعم و رونما کی ہر خواہش کو کلیتاً پس پشت ڈال دیا تھا اور ایک بڑا سبب یہ بھی تھا کہ آپ ﷺ اپنی اس عملی زندگی کے ذریعہ اپنی امت کو ہمیشہ و نعم کی زندگی سے متجاہب کرنے کا باعث و توکل اور اثاثر کا وصف پیدا کرنے اور اپنے حقیقی مقصد حیات کی راہ میں سختی و مشقت برداشت کرنے کی تعلیم و تربیت دیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کھانے والے اور پینے والے کے لئے یہ مستحب ہے کہ وہ جو چیز کھاپی رہا ہو اس میں سے کچھ باقی چھوڑ دے اور پھر اس کو اپنے محتاج ہمسایوں میں تقسیم کر دے۔

اللہ کا شکر ادا کیجئے اور کفرانِ نعمت نہ کیجئے۔

اللہ عز و جل نے ارشاد فرمایا:

﴿وَادْعُ فِتْنَةَ يَمُوسَىٰ لِنَصِيْبِهِ عَلَىٰ طَعَامِهِ وَاحِدٌ مَّا دُعَاؤُنَا رَبَّنَا يَخْرُجُ ۝﴾ [البقرة ۶۱]

اور جب تم لوگوں نے یوں کہا کہ اے موسیٰ (روز کے روز) ہم ایک ہی قسم کے کھانے کھانے پر کبھی نہ رہیں گے آپ ہمارے واسطے اپنے پروردگار سے دعا کریں کہ وہ ہمارے لئے ایسی چیزیں پیدا کرے جو زمین میں اگا کرتی ہیں سبگ (ہوا) گلڑی (ہوئی) گیہوں (ہوا) مسور (ہوئی) پیار (ہوئی) آپ نے فرمایا کیا تم عوض میں بیجا چاہتے ہو ادنیٰ درجہ کی چیزوں کو ایسی چیز کے مقابلہ میں جو اعلیٰ درجے کی ہے۔ کسی شہر میں جا کر آترو (وہاں) بہت کم کو وہ چیزیں ملیں گی جن کی تم درخواست کرتے ہو۔

یہاں ہی اسرائیل کی بے صبری و رنعت خداوندی کی بے قدری بیان ہو رہی ہے کہ من و سلویٰ جیسے پاکیزہ عہد پران سے صبر نہ ہو سکا اور رذائی چیزیں مانگنے لگے۔

ایک طعام سے مراد ایک قسم کا عدم ہے یعنی سن و سلوی۔ دودھ کے معنی میں خندہ ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قراءت میں نوم ہے۔ جو بد نے نوم کی تفسیر ٹوم کے ساتھ کی ہے یعنی لہسن حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی یہ تفسیر مروی ہے۔ بحیثی لغت کی کتابوں میں قرہو القنا کے معنی اختبروا یعنی ہماری روٹی پکاؤ گے ہیں۔ ام بن جریر فرماتے ہیں۔ اگر یہ صحیح ہو تو یہ حروف مبدلہ میں سے ہیں۔ جیسے عاثور شور عاثور شور اناقی اناقی معافیو معافیو وغیرہ حن میں ف سے ث اور ث سے ف بدایا گیا ہے۔ کیونکہ یہ دونوں تخرج کے اعتبار سے بہت قریب ہیں۔ و لہذا علم۔

مطلب یہ ہوا کہ جو چیز تم طلب کرتے ہو یہ تو سات چیز ہے۔ جس شہر میں جاؤ گے یہ تمام چیزیں پاؤ گے۔ میری دعا کی بھی کیا ضرورت ہے؟ کیونکہ ان کا یہ قول محض تکبر سرکشی اور بڑائی کے طور پر تھا۔ اس لئے انہیں کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ و اللہ اعلم۔

فرمانبردار بیکو!

یہ جو نعمتیں تمہیں میسر ہیں کبھی غور و فکر کرو تو حسرت ہوگا کہ انہیں کروڑوں سے اللہ عزوجل نے تمہیں بہتر حالت میں رکھا ہوا ہے۔

اکثر عورتوں کو یہ خوش فہمی ہوتی ہے کہ وہ بڑی پارسا ہیں۔

بَلَىٰ مَنْ مِّنْكُمْ سَبَّ سَبَّةً وَ اَخَاطَتْ بِهٖ حَظِيَّتُهُ فَاُولَٰئِكَ اَصْحَابُ النَّارِ ۖ ﴿البقرة ۱۸۲﴾

”کیوں نہیں جو شخص قصدِ بری باتیں کرتا ہے اور اس کو اس کی خطا (اور قصور) کی طرح) احاطہ کرے (کہ کہیں نیکی کا اثر تک نہ رہے) سو ایسے لوگ اہل دوزخ ہوتے ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور جو لوگ (اللہ اور رسول پر) ایمان لائیں اور ایک کام کریں ایسے لوگ اہل بہشت

ہوتے ہیں (اور) وہ اس میں ہمیشہ (ہمیشہ) رہیں گے۔“

کئے گئے گناہوں کو کبھی حقیر نہیں سمجھنا چاہیے ☆

مطلب یہ ہے کہ جس کے اعمال سرسبز ہیں جو نیکیوں سے خالی ہاتھ ہے وہ جیسی ہے اور جو شخص اللہ رسول پر ایمان لائے اور سنت کے مطابق عمل کرے وہ جتنی ہے جیسے اور جگہ ہے ﴿الَّذِينَ يَأْمُرُونَ بِمَعْرُوفٍ﴾ (النساء ۲۵) یعنی نہ تو تمہارے منسوبے چل سکیں گے ورنہ اہل کتاب کے۔ ہر برائی کرنے والے اپنی برائی کا مدد پائے گا اور ہر نیکی دانا اپنی نیکی کا مدد پائے گا۔ نہ بڑے کا کوئی مددگار نہ ہوگا اور بھلے کا کوئی عمل بر باد نہ ہوگا نہ مرد کا نہ عورت کا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں یہاں بُرائی سے مطلب کفر ہے اور ایک روایت میں ہے کہ مرد شرک ہے۔ بو کل ابو العیہ عجیب عکرمہ حسن قوادہ ربیع بن انس وغیرہ سے بھی مروی ہے۔ سدی کہتے ہیں مراد کبیرہ گناہ ہیں جو تہہ بہ تہہ ہو کر دل کی حالت خراب کر دیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ فرماتے ہیں مراد شرک ہے جو دوسرے قابض ہو جائے۔ ربیع ابن خثیم کا قول ہے جو گناہوں پر ہی مرے اور تو بہ نصیب نہ ہو۔ مسند احمد میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں گناہوں کو حقیر نہ سمجھ کر۔ وہ جمع ہو کر انسان کی بدکت کا سبب بن جاتے ہیں۔ دیکھتے نہیں ہو کہ اگر کئی آدمی ایک ایک لکڑی سے آئیں تو ان کا رنگ جاتا ہے۔ پھر اگر آگ لگ جائے تو بڑی بڑی چیزوں کو وہ جلا کر خاک کستر کر دیتی ہے۔ پھر ایمانداروں کا حال بیان فرمایا کہ جو تم جیسا عمل نہیں کرتے بلکہ تمہارے کفر کے مقابلہ میں ان کا ایمان ہے اور تمہاری بد اعمالیوں کے مقابلے میں ان کے پاکیزہ عمل ہیں انہیں ابدی راحتیں اور ہمیشہ ولی جنتیں ملیں گی۔ خدا کے عذاب اور ثواب دونوں پائیدار ہیں۔

قرآن بردار بیٹیا

آپ کا برسات بہت زبان درازی پہ اتر آنا ایک بہت بڑی قہمت ہے، جہاں آپ میں بے شمار چھٹیاں ہیں جن کی وجہ سے آپ کا شوہر آپ سے ہر وقت خوش رہتا ہے یہ ایک ایسی خامی ہے کہ اگر آپ اس پر قابو پالیں تو آپ "جنتی حاتون" کا مکی نمونہ بن جائیں۔

اشیاء خوراک کو باپ توں کرینے دیئے اور پکانے کا حکم۔

وعن المقدم بن مغبل عن النبي ﷺ قال كيلوا طعامكم يُدبرُ لكم فيه (رواه البخاری)

صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب ما یستحب من الکیل، ح ۲۱۲۸۔
"اور حضرت مقدم بن مغبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "کھانے پینے کی چیزوں کو باپ تول کر لیا کرو تمہارے لئے اس میں برکت عطا کی جائے گی۔"

مطلب یہ ہے کہ جو چیز پکانے والوں کے ذریعہ تالی تولی جاتی ہے اس کو قرض لین دین بیچے خریدنے اور پکانے کے لئے دیتے وقت باپ تول یا کرو تا کہ اس کا صحیح اندازہ تول قائم رہ سکے اور کئی بیشی کا کوئی خدشہ نہ رہے چنانچہ یہ چیز (یعنی اناج و غنہ وغیرہ کا باپ تول) شارع کے اس حکم کی بناء پر خیر و برکت میں اضافہ کی خاصیت و تاثیر رکھتی ہے خاص طور پر جب کہ سنت کی رعایت ملحوظ ہو اور آنحضرت ﷺ کے حکم کی بجا آوری کا قصد ہو۔ (شیخ عبدالحق محدث دہلوی)

طبعی قارئین نے بھی مظہر سے اسی طرح کی بات نقل کر کے یہ لکھا ہے کہ اگر یہ اشکال پیدا ہو کہ اس حدیث و اس حدیث کے درمیان منابقت کیوں کر ہوگی جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے بیان کیا "جب رسول

کریم ﷺ اس دنیا سے رخصت ہوئے تو اس وقت میرے پاس کچھ بھی نہیں تھا جو تول جائز رکھا تا وہ اس تھوڑے سے جو کے جوہار میں تھے۔ چنانچہ مدتوں تک اس میں سے اس تھوڑی سی مقدار میں اتنی برکت عطا فرما رکھی تھی کہ میں ایک مدت تک اس میں سے کمال کمال کر پنے کھانے کا انتظام کرتی رہی پھر (ایک دن) میں نے اس کو باپ والا۔ جس جب ہی سے اس کی برکت جاتی رہی اس کا جواب یہ ہے کہ اصل میں خرید و فروخت کے وقت ماپے کا حکم ایسا ہے تاکہ ہر بری اور توازن قائم رہے و خرچ کے وقت مانجور حقیقت اعداد و ضبط ہے جو یک طرفہ سے نقل اور تنگی قلب کا مظہر ہوتا ہے و اس سے منع فرمایا گیا ہے چنانچہ مقبول ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "دل اتم اس خرچ کرو صاحب عرش (اللہ تعالیٰ) کی طرف سے کی گئی جانے کا خوف نہ کرو۔" پس شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے حوالہ سے جو مطلب نقل کیا گیا ہے اس کے مطابق ماپے تولنے کا حکم مطلق باپ تول پر محمول ہے کہ مین دین اور خرید و فروخت کے وقت بھی مانجور ہونا چاہئے اور خرچ کے وقت بھی باپ تول کو ملحوظ رکھنا چاہئے۔ جب کہ طبعی قارئین سے مستحسن ہو کہ اشکال اور اس کا جواب یہ واضح کرتا ہے کہ باپ تول کرنے کا حکم محض مین دین اور خرید و فروخت کی صورت پر محمول ہے۔ و اللہ اعلم۔

وعن ابی أمامہ ان النبی ﷺ کان اذا رفع مائدته قال الحفد لله حفذا کثیرا طیبہ مبارک فیہ غیر مکفی ولا مودع ولا فستعنی عنہ ربنا (رواه البخاری)

صحیح بخاری، کتاب الاستسقاء، باب ما یجوز اذا رفع من طعامه، ح ۵۴۵۸۔
"اور حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے سے جب دسترخوان اٹھایا جاتا یعنی جب آپ ﷺ کھانا کھا کر فارغ ہوتے تو (اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اس طرح) فرماتے: "سب تعریف

اللہ کے لئے ہے ایسی تعریف جو بہت ہے پاکیزہ (یعنی ظاہر واری اور دکھاوے سے خالی ہے) جس میں برکت عطا کی گئی ہے یعنی وہ ایسی برکت حمد ہے جو کہ ہمیشہ جاری و قائم رہے اور کبھی منقطع نہ ہو وہ نہ کفایت کی گئی ہے اور نہ اس سے بے پروائی حواس و پ ہمارے۔ (بخاری)

کھانے کے بعد اللہ کی حمد و ثنا:

غیر مکلفی کو علماء نے نئی طرح سے صحیح کہا ہے اور اس کے معنی بیان کئے ہیں۔ اُمران کی پوری تفصیل کو یہاں نقل کیا جائے تو غیر معمولی طوالت اختیار کرنی پڑے گی۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ غلط غیور و رسوا کو مرفوع بھی قرار دیا گیا ہے اور منصوب بھی یا ان دونوں میں سے ایک کو منصوب اور دوسرے کو مرفوع۔ اسی طرح علماء نے جو معنی و مطلب بیان کئے ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ الفاظ اللہ کی کفایت کی گئی ہے ورنہ متروک اور نہ اس سے بے پروائی ہو یا تو حمد و تعریف کے حوالہ اوصاف کے غیور سے ہے جس کو انسان کو چاہئے کہ اپنے پروردگار کی اس طرح تعریف و ثنائیاں کرے کہ وہ کسی بھی درجہ پر کافی نہ سمجھی جائے نہ حمد و ثنائیاں کرنے کو ترک کیا جائے اور نہ اس سے بے نیازی برتی جائے بلکہ جس طرح حق تعالیٰ ہمہ وقت انسان پر اپنی رحمت کے ساتھ متوجہ رہتا ہے اور ہر لمحہ تسلسل و دوام کے ساتھ اس کو اپنی نعمتیں عطا کرتا رہتا ہے۔ اسی طرح انسان بھی ہر لمحہ اور ہمہ وقت تسلسل و دوام کے ساتھ حق تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتا رہے کہ یہ اپنے منہمک حقیقی تصور اور نیکی شکر بھی ہے اور اپنے پروردگار کی تعریف بھی۔ یہ کہ یہ الفاظ اصل میں کھانا سے حق میں درجہ صفت رکھتے ہیں کہ کھانا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے کہ اس کو کسی بھی وجہ میں اپنے لئے کافی نہ سمجھا جائے بلکہ ہمہ وقت اپنے آپ پر ورق لپی کا حقان تصور کیا جائے کہ اس کی خوش و طبع کو ترک نہیں کیا جا سکتا ورنہ اس سے بے نیازی برتی جا سکتی ہے اور یا یہ کہ یہ الفاظ حق تعالیٰ شانہ کے اوصاف صیغہ کے اظہار کے لئے ہیں کہ ایسی کوئی ذات یا ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو

اس بات سبب کی کو کافی ہو بلکہ وہ خود سارے جہان اور ساری چیزوں کے لئے کافی ہے اس کی قدرت کی طبع و خواہش و ترس نہیں کیا جا سکتا اور نہ اس سے افضل و اکرمت مستثنیٰ و بے نیازی ہو سکتے ہیں۔

وَعَنْ نَسِیْ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى لِيَرْصِيَ عَنِ لُعْنِهِ أَنْ يَأْكُلَ الْأَكْلَةَ فَتُخَفِّمَهُ عَلَيْهَا أَوْ يَشْرِبَ لَشْرِبَةٍ فَتُخَفِّمَهُ عَلَيْهَا (رواه مسلم وسنذكر حديثي عائشة وابي هريرة) مَا شَبِعَ أَلْ مُخَفِّدَ وَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ مِنَ الدُّنْيَا فَوِي بَابِ فَضْلِ الْفُقَرَاءِ أَنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى۔

صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء باب استحباب حمد اللہ تعالیٰ بعد از نماز ص ۲۶۳۴۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اللہ تعالیٰ بندے کی اس بات سے راضی و خوش ہوتا ہے کہ وہ حمد کھائے اور اس پر خدا کی حمد و ثنا کرنے یا ایک مرتبہ پڑھے اور اس پر خدا کی حمد و ثنا کرے۔“ (مسلم) اور دو روایتیں جن میں سے ایک روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے: مَا شَبِعَ أَلْ مُخَفِّدَ وَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ مِنَ الدُّنْيَا فَوِي بَابِ فَضْلِ الْفُقَرَاءِ أَنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ ان دونوں روایتوں کو تمام ان شاء اللہ باب فضل الفقراء میں نقل کریں گے۔ مثلی یہ دونوں روایتیں صاحب مصابح سے کتاب لا طعمہ میں نقل کی ہیں تھیں لیکن ہم نے اس کو اب نفس اعتراف میں نقل کیا ہے۔

اکھ انف کے زبر کے ساتھ کے معنی ہیں "ایک بار سیر ہو کر کھانا" ویسے یہ لفظ غف کے پیش کے ساتھ بھی منقول ہے جس کے معنی تھکے ہیں۔
حدیث کا، حاصل یہ ہے کہ جب کوئی شخص کھانا کھا کر فارغ ہو جاتا ہے یا کوئی چیز پیتا ہے اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا شکر بھی کرتا ہے اور اس کی حمد و ثنا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اس عمل سے بہت خوش ہوتا ہے۔

جادو ٹونا نہ صرف دنیا بلکہ آپ کی آخرت بھی

تباہ کر ڈالے گا

میں نے عورتوں میں ایک بہت بڑی خامی یہ بھی مشاہدہ کی ہے (اور سنی ہے) کہ چھٹی مونی خراپوں پر (اور وہ کس گھر میں ہیں، مونی) پہ خود کو کوئی تدبیر نہیں کرتی بلکہ نام نہاد چروں جو عیوں نمونیوں کے پیچھے بھاگی پھرتی ہیں بندھتی ہیں کہ کوئی خاتون کسی ایسے شخص کے شکبے میں گرفتار ہو جس میں حاصل تو کچھ ہوتا نہیں بلکہ عزت بھٹی مشکل ہو جاتی ہے اور جو آخرت پر ہمارا ہوتی وہ تو خیر ہر کس و نا کس کو پتہ ہی ہے۔

نوٹ: میں اس باب میں دو شش سروں گا کہ خود سے کچھ بیان نہ کرنا تاکہ بات کی سمیت تم نہ ہوں بد مختلف تدابیر اکتب حدیث سے آپ پر آشکارا سروں کہ جادو ٹونا کرنا سروں اکتب بڑا گمراہ ہے تاکہ کبھی بھولے سے بھی آپ کے دس میں اس کا خیال نہ آئے۔

سورۃ بقرۃ میں جادو ٹونے کی ممانعت:

اور ہم نے تو آپ سے پاس بہت سے دلیل، وضع ناز کے میں اور کون کچھ نہیں پتا رہتا مگر صرف وہی لوگ جو مدال حکمی کے عادی ہیں یہاں اور جب کبھی بھی ان لوگوں نے کوئی عہد کیا ہوگا (ضرور) اس کو ان میں سے کسی نہ کسی فریق نے نظر انداز کر دیا ہوگا بلکہ ان میں زیادہ تو ایسے ہی نکلیں گے جو (میرے اس عہد کا) یقین ہی نہیں رکھتے اور جب ان کے

پاس ایک پیغمبر آئے اللہ کی طرف سے جو تقدیر بھی کر رہے ہیں اس کتاب کی جو ان لوگوں کے پاس ہے (یعنی تورات کی) ان اہل کتاب میں کے ایک فریق نے خود اس کتاب اللہ کو ہی پس پشت ڈال دیا۔ جیسے ان کو گویا اصل علم ہی نہیں اور انہوں نے ایسی چیز کا (یعنی حرا) ابداع کیا۔ جس کا چچا کیا کرتے تھے شیٹین (یعنی حبیب جن) حضرت سلیمان (علیہ السلام) کے عہد سلطنت میں اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے کفر نہیں کیا مگر (اس) شیٹین کہہ کر تھے درحالت یہ تھی کہ تمہیں کو بھی (اس) حرا کی تعلیم کیا کرتے تھے اور اس (حرا) کا بھی جو کہ ان دونوں فرشتوں پر نازل کیا گیا تھا شہر باہل میں جن کا نام ہاروت اور ماروت تھا اور وہ دونوں کسی کو نہ بتلاتے تھے جب تک یہ (نہ) کہہ دیتے کہ ہمارا وجود بھی ایک امتحان ہے سو تو کہیں کا فرست بن جائیو (کہ اس میں بھٹس جاوے) سو جتنے دُک ن دونوں سے اس قسم کا حرا سیکھ پیتے تھے انہیں نے ذریعے سے (عمل کر کے) کسی مرد اور اس کی بیوی میں تفریق پیدا کر دیجے تھے ورنہ یہ سارے دُک ن کے ذریعے سے کسی کو بھی ضرر نہیں پہنچا سکتے مگر خدا ہی کے (تقدیری) حکم سے ورنہ کسی چیز سیکھ پیتے ہیں جو (خود) ان کو ضرر رساں ہیں اور ان کو مانع نہیں میں اور خدا یہ (یہودی) بھی تہا سہے ہیں کہ جو شخص اس کو اختیار کرے اسے شخص کا آخرت میں کون حصہ (پاتی) نہیں اور اب شک بڑی ہے وہ چیز جس میں وہ دُک ن اپنی جان دے رہی ہیں۔ کاش کہ اس کو (اتنی) عقل ہوتی اور گروہ دُک (بجائے اس کے) ایمان و تبتونی (مختیار) کرتے تو خدا تعالیٰ کے ہاں کا معاوضہ بہتر تھا کاش ان کو (اتنی) عقل ہوتی۔ (۱۰۳۶۹۹۶)

یعنی کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تہنیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحت دیکھ بن

نہیں مارا اور ماری ہیں۔ یہودیوں کی مخصوص معومات کا ذخیرہ ان کی کتاب کی پوشیدہ باتیں اس نئی و جدیدی احکام وغیرہ سب ہم نے اپنی معجزات کتاب قرآن کریم میں بیان فرمادیں ہیں۔ جس میں سرورِ مہدیہ آپ کی نبوت کی تقدیر نے مجبور ہو جاتا ہے۔ ہاں یہ در بات ہے کہ یہودیوں و ان کا حسد و نفس روک اسے۔ ورنہ یہ شخص جان لیتا ہے کہ ایک اہل شخص سے ایسا پاکیزہ دعویٰ والا حکمتوں والا کلام بن نہیں سکتا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سورہ تقدیر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جیر نہیں اسے جسے ہم پہچانیں۔ نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی ایسی روشنی دلیلیں ہیں۔ اس پر یہ بیت پاب ہارن ہوں۔ چونکہ یہودیوں نے اس بات سے انکار کیا تھا کہ ہم سے پیغمبر آخر الزماں کی بابت کوئی عہد لیا گیا ہو۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ تو ن کی مدت ہی ہے کہ مہدیہ ورتوڑا۔ بدلتے کے کثرت ایمان سے جان ہیں۔ تبد کے معنی پھینک دینا ہے۔ چونکہ ان لوگوں نے کتاب اللہ کو عہد ماری کو اس طرح چھوڑ رکھا تھا گویا پھینک دیا تھا۔ اس لئے ان کی خدمت میں بھی مظلوم لایا گیا۔

ابن جریر میں ایک عجیب واقعہ ہے اسے بھی سنئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اہل بیت بدلتے کی ایک عورت صدر صلی اللہ علیہ وسلم کے تقابل کے تھوڑے ہی بعد کے بعد آپ کی تلاش میں آئی اور آپ کے انتقال کی خبر پا کر بے چین ہو کر روئے پینے لگی۔ میں نے اسے پوچھا خزانہ مات بے تو اس نے کہا۔ مجھے میں اور میرے شوہر میں ہمیشہ ناچاقی رہا کرتی تھی۔ ایک مرتبہ وہ مجھے چھوڑ کر پینے کہیں چلا گیا۔ یک بلا حیا سے میں نے یہ سب ذکر کیا۔ اس نے کہا جو میں کہوں وہ گروہ خود بخود حیرے پاس آ جائے گا۔ میں تیار ہو گئی وہ رات کو دو دیکھتے کے کر میرے پاس آئی۔ ایک پر وہ خود سوار ہوئی دوسرے پر میں بیٹھ گئی۔ تھوڑی دیر میں ہم دونوں باہل میں۔ میں نے دیکھا کہ وہ شخص اُدھر لٹے ہوئے ہیں ورنہ میں خبر نہ دے دیتے ہیں۔ اس

عورت نے مجھ سے کہا 'اُن کے پاس جا اور ان سے کہہ کہ میں جادو سیکھنے آئی ہوں۔
میں نے ان سے کہا۔ نہیں۔ کہاں تم؟ تم رماش میں ہیں تو جادو نہ سیکھو۔ ان کا
سیکھنا کفر ہے۔ میں نے کہا کہ میں تو سیکھ سکتی۔ انہوں نے کہا اچھا پھر جا اور ان سے
میں پیش۔ اُسے چلی آ۔ میں گئی اور وہاں تین چھوشت کی طاری ہوئی میں واپس
آگئی اور کہا میں فارغ ہوئی۔ نہیں نے پوچھا یہ کیسی؟ میں نے کہا کچھ نہیں انہوں
نے کہا تو غصہ کتنی ہے ابھی تک کچھ نہیں بڑا تیرا یہاں ثابت ہے۔ اب بھی اہل چادر
نظر نہ کر میں نے کہا مجھے تو جادو سیکھ ہے۔ نہیں نے پھر کہا اچھا۔ وراثی طور میں
پیشاب کرتا۔ میں پھر گئی بیکر اب بن مرتبہ بھی اس نہ چلا جس آگئی۔ پھر اسی طرح
سول و جواب ہوئے۔ تیسری مرتبہ پھر تور۔ پاس گئی، اُن کے پاس پیشاب
کرنے کو بیٹھ گئی۔ میں نے دیکھا کہ گھوڑا سوار منہ پر قاب ڈالے نکلا اور آسمان پر
چڑھ گیا۔ میں واپس چلی آئی۔ اُن سے ذکر کیا۔ انہوں نے کہا ہاں اب کی مرتبہ تو کچ
کہتی ہے وہ تیرا ایمان تھا جو تجھ میں سے نکل گیا۔ اب چلی جا میں سن اور اس بڑھیا
سے کہا کہ انہوں نے تو مجھے بھی نہیں سکھایا۔ اس نے کہا میں تجھے سب کچھ آگیا۔ اب
تو جو کہے گی ہو جائے گا۔ میں نے کہا رماش کے لئے یہاں نہ رہاں گا یا۔ سے زمین
پر ڈال کر ہلک جاؤ فوراً گئی۔ میں نے کہا تجھ میں ہل چلا جاؤ چنانچہ ہو
گئی۔ میں نے کہا سوکھ جا وہ ہل سوکھ گئی۔ میں نے کہا اُلک اُلک دانہ نہ جا۔ وہ بھی
ہو گیا۔ پھر میں نے کہا سوکھ جا سوکھ گیا۔ پھر میں نے کہا آنا میں جاؤ آنا میں گیا۔ میں
نے کہا روتی پک جاتو روتی پک گئی۔ یہ دیکھتے ہی میرا نام نہ نہ گار مجھے پہنے
سب یہاں ہونے کا صدمہ ہونے لگا۔ اے امہ میں عداوتی قسم نہ میں نے اس جادو
سے کوئی کام لینے کسی پر کیا۔ یونہی روتی جتنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر
ہوئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہوں۔ لیکن انہوں نے قسمتی سے آپ کو بھی میں نے نہ
پایا۔ اب میں کیا کروں۔ اتنا کہہ کر ان سے رُہا شروع کی اور اس قدر روئی کہ ہر

یہ کو اس پر ترس آئے لگا۔ سب بہ کرامت بھی تھے تھے کہ سے یہ فتویٰ دیا۔ آخر انہیں
سہی پڑے بہا ب اس کے سوا کیا ہو کہ تم اس فعل کو نہ کرو۔ تو بہ استغفار کرو اور اپنے ماں
باپ کی خدمت گزاری کرتی رہو۔

یہاں یہ بھی خیال رکھنا چاہئے کہ کسی بہ کرامت فتویٰ دینے میں بہت احتیاط کرتے تھے کہ
چھوٹی سی بات بتانے میں بھی تامل ہوتا تھا۔ آن ہم بڑی سے بڑی بات میں بھی اپنی
رہنے اور قیاس کو سب سے بڑا اور حد دیتے ہیں۔ اس کا سادہ بالکل صحیح ہے۔ ہمیں اُلک
کہتے ہیں کہ بین چیز جادو کے دور سے پہل جاتی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ میں صرف
دیکھنے والے کو ایسا خیال پڑتا ہے۔ اصل چیز جیسی ہوتی ہے ایسی ہی رہتی
ہے۔ (اعراف ۱۶۶) جیسے سَحَرُوا عَيْنَ لَأْسٍ یعنی انہوں نے لوگوں کی
آنکھوں پر جادو کر دیا اور فرمایا اَلَا يُبْخِلُ الْيَهُودُ مِنْ صَخِرِهِمْ اَنَّهُمْ يَنْسَوْنَ (حد ۶۶)
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف خیال ڈال جاتا تھا کہ وہاں وہ سادہ و غیرہ ان کے
جادو کے زور سے چل پھر رہے ہیں۔ اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آیت میں
لفظ باہل سے مراد باہل عراق ہے باہل دنیا و دُنْیَا نہیں۔ بن ابی حاتم کی ایک روایت میں
ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ باہل کی رہیں میں جا رہے تھے۔
کی نماز کا وقت آگیا لیکن آپ نے وہاں نماز ادا نہ کی بلکہ اس زمین کی سرحد سے نکل
جانے کے بعد نماز پڑھی فرمایا میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے مجھے قبرستان میں نماز
پڑھنے سے روک دیا ہے۔

ابن جریر فرماتے ہیں سوائے کافر کے اور کوئی جادو سیکھنے کی جرأت نہیں کرتا۔
نفس کے معنی یہاں پر جادو آزمائش اور امتحان کے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قوس
قرآن پاک میں مذکور ہے اِنَّ هِيَ اَلَا يُسْتَفْتٰی (اعراف ۱۵۵) اس آیت سے
یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جادو سیکھنا کفر ہے۔ حدیث میں بھی ہے کہ جو شخص کسی جادوگر کے
پاس جائے اس کی بات کو کچھ سمجھے اس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر تری ہوں

وہی کے ساتھ کفر کیا (جدا) یہ حدیث سچ ہے اور اس کی تائید میں دوسری حدیثیں بھی آئی ہیں۔

پھر فرمایا کہ ٹوبہ، روت، روت سے جا آئیے ہیں۔ جس سے برے کام نکلتے ہیں۔ عورت مرد کی محبت، روم، انقت کو بغض اور مخالفت سے بدل دیتے ہیں۔ صحیح مسلم میں حدیث ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: شیطان پناہ عرش پانی پر رکھتا ہے پھر اپنے لشکروں کو بہکانے کے واسطے بھیجتا ہے۔ سب سے زیادہ مرتد وہ اس کے نزدیک وہ ہے جو فتنے میں سب سے زیادہ بڑھا ہوا ہو۔ یہ جب واپس آتے ہیں تو اس پر ترین کاموں کا رکتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ میں نے لڑائی کو اس طرح بے رونا دیا ہے۔ کوئی کہتا ہے میں نے فلاں شخص سے یہ گناہ لیا ہے۔ شیطان اس سے کہتا ہے کچھ نہیں معمول کام ہے۔ یہاں تک کہ ایسا آکر کہتا ہے کہ میں نے ایک شخص کے دوس کی بیوی کے درمیان جھگڑا ڈال دیا۔ یہاں تک کہ جدائی ہو گئی۔ شیطان سے گئے گا لیتا ہے اور کہتا ہے کہ تو نے بڑا کام کیا۔ اس سے پس منہا ہوتا ہے اور اس کا مرتد بڑھا دیتا ہے۔ پس جدا کر بھی اپنے جادو سے وہ کام کرتا ہے جس سے میاں بیوی میں جدائی ہو جائے۔ مثلاً اس کی شکل صورت اسے دینی معلوم ہونے لگے یا اس کے حالات و اطوار سے جو یہ شرعی نہ ہوں یہ نفرت کرنے لگے یا دل میں عداوت آجائے وغیرہ۔ روتہ رفتہ یہ باتیں راضی ہائیں ورتیں میں چھوٹ چھینا ہو جائے مرنے کہتے ہیں۔ اس کا ذکر مونت اور شنیہ تو ہے جمع نہیں ہوتا پھر فرمایا یہ کسی کو بھی بغیر خدا کی مرضی کے اندر نہیں پہنچا سکتے یعنی اس کے اپنے اس کی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی تصاویر قدر و اس کے روتے کے ماتحت یہ تصاویر بھی پہنچتے ہیں۔ اگر خدا چاہے تو اس کا جادو محض بے اثر اور بے قاعدہ ہو جاتا ہے۔ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ یہ جادو کسی شخص کو نقصان دیتا ہے جو اسے حاصل کرے اور اس میں داخل ہو۔ پھر ارشاد ہوتا ہے وہ سیکھتے ہیں جو ان کے لئے نہ نقصان دہ ہے۔ اس میں کوئی نفع نہیں اور یہ یہودی

جاتے ہیں کہ رسول کی تائید دینی چھوڑ کر دو کے پیچھے گئے۔ کافریت میں کوئی حصہ نہیں۔ نہ ان کی کوئی قدر و وقت خدا کے پاس ہے۔ نہ وہ دیندار سمجھے جاتے ہیں۔ پھر فرمایا اگر یہ اس کام کی برائی کو محسوس کرتے اور ایمان و تقویٰ برتتے تو یقیناً اس کے لئے بہت سی بہتر ہوتا مگر یہ بے علم و گم ہیں۔ یہی اور جادو فرمایا کہ وہی علم نے کہا تم پر مہسوس ہے اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ٹوبہ یہ اندازوں و ریسک عمل کے لئے بہت سی بہتر ہے لیکن اسے صبر کرنے والے ہی پا سکتے ہیں۔ اس قیامت سے یہ بھی سداں بر رنگان دین سے کہہاں کہ جادوگر کا لڑ ہے کیونکہ قیامت میں دُلُوْا اَنْهَمْ اَصْلُوْا وَاَنْتُمْ قُلُوْا فرمایا ہے۔ حضرت امام احمد و سلف کی ایک جماعت بھی جادو سیکھنے والے کو کافر کہتی ہے۔ بعض کافر تو نہیں کہتے ہیں کہ جادوگر کی سزا یہ ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے۔

پڑھئے! پھر پڑھئے! سہ بارہ پڑھئے:

خدا را اگر شہ صفت کو بخور پڑھئے اور جادو ٹوٹے ٹوٹے ان چیزوں سے اجتناب کیجئے۔ میں پھر سے دیتا ہوں حاصل کچھ بھی نہیں اور دنیا و آخرت کی تباہی لازم نہیں ہے گی۔

زبان قابو میں رکھئے معاملات سنورتے چلے جائینگے

ایک چپ سوکھ

فرما نبرد ار بیٹیو!

حدیث نبوی میں ارشاد ہے

وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
الْحَيَاءُ وَالْعِفَّةُ شُعْبَتَانِ مِنَ الْإِيمَانِ وَالْبِدْءُ وَنِيَابِ
شُعْبَتَانِ مِنَ النِّفَاقِ

جامع ما حاکب البراء العفۃ ما جاء فی حدیث ج ۲۰۲۶

”اور حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا شرم و حیا اور زبان کو قابو میں رکھنا ایمان کی دو
شاخیں ہیں جب کہ فحش گوئی اور حاصلِ کموں کی دو شاخیں ہیں۔“

کم گوئی ایمان کی نشانی ہے:

شرم و حیا کا ایمان کی شاخ ہونا ایک ظاہر و معروف بات ہے اور زبان کو قابو میں
رکھنے کا ایمان کی شاخ ہونا اور فحش گوئی و حاصلِ کموں کا غلق کی شاخ ہونا اس
اعتبار سے ہے کہ مومن اپنی حقیقت کے اعتبار سے شرم و حیا و انکساری و مسکینی اور
سلاطین طبع کے حسن اوصاف سے مزین ہوتا ہے وہ اپنے خدا کی عبادت اپنے خدا کی
خلیق کی خدمت اور اپنے باطن کی صلاح میں جس طرح مشغول و متہمک رہتا ہے اس
کی بناء پر اس کو بے فائدہ تقریریں یاں پر قدرت ہی حاصل نہیں ہوتی وہ اس بات پر قادر
ہی نہیں ہوتا ہے کہ بے مضمون و بے فائدہ کو مباحثہ آواری اور باطن تیزی و طراری کے

از پید عبات اظہار کر سکے بلکہ اس خوف سے مکتوب کو خفیہ رسات اور پتہ رہاں و
قابو میں رکھتا ہے کہ مباحثہ اس سے کوئی بڑی مانت نکل جائے اور وہ فحش گوئی و
بدروائی کا مرکز و قرار نہ بن جائے اس کے برخلاف منافق کی شان ہی ہوتی ہے کہ وہ
جس بات کو چاہے وہ فحش گوئی و مباحثہ آمیز کی رو میں دیکھتا رہتا ہے اور نتیجہ کے طور پر یہ
بے وقار تقریریں رہاں و رری اور فحش گوئی پر قادر و یار ہو جاتا ہے۔

فرما نبرد ار بیٹیو!

خدا را اپنی رہاں کو قابو میں رکھتے ہیں۔ میں نے اپنے زمانہ تدریس میں یہ بات
گھر صرف عورتوں کی تہذیب زبانی دیکھی تھی وہ سنت دیکھتے ہیں اور جب میں ان تہذیبوں
سے اس بات بات کرتا ہوں تو وہ ان کی تہذیب اور فحش گوئی میں کہیں یہ سنت یہ
مجبور ہو جاتے ہوں کہ جتنی باتیں نہیں کہتا کہتے یہ باتیں منسوب ہیں میں چھ
عزیز ارش کرتا ہوں کہ یہ بات کا جواب دینا ضروری نہیں ہوتا۔ موقع و مناسبت کا یہاں
رکھ کر دیکھتے ہیں۔ میں نے سب کی بھائی ہے۔

وَعَنِ ابْنِ ثَعْلَبَةَ الْحُثُلِيِّ رَسُوْلُ اسِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَحَبَّكُمْ اِلَيَّ وَاَقْرَبَكُمْ مِنِّي يَوْمَ الْقِيَامَةِ
اِحْسَانُكُمْ اَخْلَاقًا وَاِنَّ اَبْغَضَكُمْ اِلَيَّ وَاَبْعَدَكُمْ مِنِّي
اَسَاوِيَكُمْ اَخْلَاقًا الثَّرَاوُونَ الْمُتَشَدِّقُونَ الْمُتَقَبِّحُونَ
(رواہ ابی یزید فی شعب الایمان وروی بترمذی بحود
عن حابر وہی رواہ قتلوا ی رسول اللہ عد علمہ
الثَّرَاوُونَ وَاَلْمُتَشَدِّقُونَ فَمَا الْمُتَقَبِّحُونَ قُلُ الْمَكْسِرُونَ

”اور حضرت بوخلہ غسانی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن مجھ کو سب سے زیادہ عزیز و محبوب اور میرے زیادہ قریب و دلوگ ہوں گے جو تم میں سے زیادہ خوش خلاق ہیں اور میرے نزدیک تم میں سے سب سے بڑے اور مجھ سے سب سے زیادہ دور وہ لوگ ہوں گے جو تم میں بد اخلاق ہیں اور بد خلاق سے مراد وہ لوگ ہیں جو بہت (بنا بنا کر) باتیں کرتے ہیں بغیر احتیاط کے بک بک لگاتے ہیں اور متعینین اس روایت کو تصدیق نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے اور ترمذی نے بھی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اسی طرح کی روایت نقل کی ہے۔ نیز ترمذی کی ایک روایت میں یوں ہے کہ صحابہ نے یہ ارشاد منکر عرض کیا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثنائیوں اور تشدقوں کے معنی تو ہمیں معلوم ہیں متعینوں سے یہ مراد ہے؟ ان متعینوں کو کہتے ہیں کہ حضرت سیدنا نے فرمایا تکرار کرنے والے۔“

بے فائدہ بیان آرائی مکروہ ہے:

”فیہق“ ضرورت سے زیادہ باتیں کرنا اور منہ پھیر کر کوئی بات کہنے کو کہتے ہیں جیسا کہ تلبیہ ۷۶ میں چند جملوں کی بات ہوئی ہے کہ جو وہ کسی سے بات کرتے ہیں تو ان کے رائے سے یہ محسوس ہوتا ہے جیسے دو پہے مخاطب کو بہت حقیر و ذلیل سمجھ رہے ہوں اور یہ بھی کہ انہیں ہونا ہے کہ کسی طرف منہ نہ کر ہی بات کریں۔ بلکہ اس کی طرف توجہ پھر بھی نہ کرتے ہیں چنانچہ اسی معنی لزوم کی وجہ سے ”متعینین“ کی وضاحت ”متکبرین“ کے ذریعہ کی گئی ہے۔

چاہے دوسروں کے متعلق نہ سوچنے لگ جائے۔ ذرا اپنی ذات کے متعلق غور فرمائیے کہ آپ کا تعلق اپنی ساری زندگی میں کس سے ہے؟ آئے والی حقیقتیں سے کیا ہوتا ہے۔

غور کریں کہ اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ بک بک لگانا بے فائدہ و بے حاصل ہوتا ہے۔ لہذا اگر باتیں کرنا اور بیان آرائی و مبالغہ آمیزی سے بچنا چاہیے۔ لیکن حق کے تئیں لوگوں کے ذہن و فکر کو متاثر کرنے کے لیے قلوب کو رونا و روتا کرنا اور محبت و ملامت کی طرف متوجہ کرنا غیب ہونے کے ساتھ ساتھ اس میں جو بیانات آرائی و یہ کلامی اور طوطیوں کی جوتی ہے وہ بد موعود و مکروہ نہیں ہے لیکن چونکہ ہم یہاں پر عورتوں کی اصلاح کی خاطر یہ تمام حدیث درج کر رہے ہیں اس لیے تمام باتیں پر بھی غور و فکر کرنا چاہیے۔

وَعَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي وَقْدَاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا مَقُومَ السَّعَةِ حَتَّى يَخْرُجَ قَوْمٌ يَأْكُلُونَ بِالْأَسْنَمِ كَمَا تَأْكُلُ الْبَقَرَةُ بِالْأَسْنَمِ (رواه احمد)

”اور سعید بن ابی وقداص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ ایک ایسی جماعت پیدا نہ ہو جائے گی جو اپنی زبانوں سے کھاتی ہیں۔“ (احمد)

ایک پیش گوئی:

مطلب یہ ہے کہ قرب قیامت کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو اپنی زبانوں کو کھانے پینے کا وسیلہ بنا لیں گے یا پھر خود کو وہ خوشامد و چا پوسی کی خاطر لوگوں کی جھوٹی تحریشیں یا تائیدیں یا بغض و حسد کی باتوں کی جھوٹی مذمت کریں گے اور اپنی تقریر و تقریر میں رہاں و دلالت و فصاحت و لغت کا جھوٹا مظاہرہ کریں گے تاکہ لوگوں کو اپنے دماغ میں متاثر کریں اور ان

یہ دیکھا کہ اس دراصل میں اور اپنی خواہشات کی تکمیل میں۔
 جس طرح گام میں اپنی زبان کے ذریعہ کھاتی ہیں اس کے ذریعہ اس طرف اشارہ
 کیا گیا ہے کہ جس طرح گام میں اپنی زبان سے ملتی ہیں اور چاروں جانب سے وقت یہ تیز
 نہیں کرتیں کہ وہ چاروں جانب سے یا ترشیریں یا تلخ اور چاروں جانب سے یا چاروں
 طرح وہ دیکھی ہو۔ اپنی باؤں کو سینے کا ہر مقصد اور ہر خواہشات کی تکمیل
 کا وسیلہ ذریعہ بنائیں گے حق و باطل اور چاروں جانب سے درمیان کون تیز نہیں
 کریں گے اور نہ تلاش و حرم کے درمیان کوئی فرق کریں گے۔

یہ اور کھئے زبان دراز بیوی کو شوہر تو کیا بند بھی پسند نہیں کرتا:

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 يَنْفَعُ مِنَ الزَّجَرِ لَدَى مَحَلِّ بِلْسَانِهِ كَمَا يَنْفَعُ مِنَ الْبَقْرَةِ
 بِلِسَانِهِ

جامع الترمذی کتاب الادب باب فی نفع اللسان ۲۸۵۲
 "حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ شخص نفع ناپسند یہ ہے جو ظالم بیان
 میں حد سے زیادہ فصاحت و بلاغت کا مظاہرہ کرے یا اس طرح کہ وہ اپنی
 زبان کو اس طرح لپیٹ لپیٹ کر باتیں کرے جس طرح گائیں اپنے
 چاروں کو لپیٹ لپیٹ کر جلدی جلدی اپنی زبان کے ذریعہ کھاتی ہیں۔ اس
 روایت کا ترمذی اور ابوداؤد نے نقل کیا ہے نیز ترمذی نے کہا ہے کہ یہ
 حدیث غریب ہے۔"

زبان دراز اور چکنی چیری باتیں کرنے والے خدا کا ناپسندیدہ ہے:
 مطلب یہ ہے کہ زبان درازی وقت ساری کوئی بھی چیز نہیں ہے اپنی زبان

اور آپ کلام میں خواہ مخواہ کے سے حد سے زیادہ فصاحت و بلاغت کا مظاہرہ کرنا
 حاشیہ زبان دراصل میز کی کے ساتھ اپنی بات کو پیش کرنا اور الفاظ کو چب چبا کر اور
 زبان کو لپیٹ پیٹ کر چکنی چیری باتیں کرنا اس حق لوگوں کے نزدیک تو یک وصف سمجھ
 رہا ہے لیکن دانشمند اور عقل امگ اس "وصف" کے پیچھے چھپی ہوئی برائی کو دیکھتے ہیں
 کہ ماحول پر اس طرح باتیں بنانے والے دیکھ جھوٹے اور نیک باز ہوتے ہیں ان
 کے نزدیک اس وصف کا کوئی اعتبار نہیں دے سکتے لے "حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ
 شخص خدا سے نزدیک ناپسندیدہ ہے۔ لہذا اچھا کلام وہی ہے جو ضرورت کے بقدر اور
 سیدھا سادہ ہو نیز جس سے یہ واضح ہو کہ شکم کے ظاہری الفاظ اس کی باطنی کیفیت کے
 ہم آہنگ ہیں جو شریعت کا تقاضا بھی ہے۔

میں اسی لئے اپنی شاگردوں کو بھی اور بہنوں بیٹیوں کو بھی تنبیہ کرتا ہوں کہ آپ
 جس بچے میں بات کرتی ہیں اس میں تو اچھی بات بھی نہ ہر میں بچے تیری مانند ہو کر سینے
 میں اتنی باتیں کرتی ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَفْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 مَنِ احْتَمَلَ مِنْ حِجَابِ حَا

(رواہ احمد والترمذی والدارمی والبیہقی فی شعب الایمان)
 "اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ
 علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص خاصوش رہا اس نے نجات پائی۔"
 (ترمذی ترمذی دارمی بیہقی)

ایک چپ سوکھ:

مطلب یہ ہے کہ چپ رو کر زبان کو بری باتوں سے محفوظ رکھ کر دنیا کی بھی
 بہت سی آفتوں سے نجات مل جاتی ہے اور اپنی و اخروی طور پر بھی بہت سی بلاؤں اور

نقصان و خسار سے نجات حاصل ہو جاتی ہے کیونکہ اس کام طور پر جس باتوں اور باتوں میں جملہ ہوتا ہے ان میں سے اکثر زبان ہی کے ذریعہ سے پہنچتی ہیں۔

آپ پر اکثر آفتیں آپ کی زبان کی وجہ سے آتی ہیں

امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ انسان اپنی زبان سے جو بات نکالتا ہے اور جو کلام کرتا ہے اس کی چار قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک تو محض نقصان دوسرے محض نفع تیسرے وہ بات اور کلام جس میں نہ نفع ہوتا ہو اور نہ نقصان ہوتا ہو اور چوتھے وہ بات و کلام جس میں نفع بھی ہو اور نقصان بھی اس سے بھی خاموشی ہی اختیار کرنا چاہئے کیونکہ نقصان سے بچنا فائدہ حاصل کرنے سے زیادہ اہم ہوتا ہے اور وہ کلام کہ جس میں نفع ہونے لگتا ہو تو خطا ہر ہے کہ اس میں زبان کو مشغول کرنا محض وقت ضائع کرنا ہے اور یہ چیز بھی خاص نوا ہے رہی دوسری قسم یعنی وہ کلام کہ جس میں نفع ہی نفع ہو تو اگرچہ ایسی بات و کلام میں زبان کو مشغول کرنا برائی کی بات نہیں ہے لیکن اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے کہ اس میں بھی ہلے آفت کا خطرہ ضرور ہوتا ہے ہاں طور کہ ایسے کلام میں ب اوقات زیادہ تصحیح و خوشنودی نفس اور فضول باتوں کی آمیزش ہو جاتی ہے اور اس صورت میں یہ تمیز کرنا بھی مشکل ہو جاتا ہے کہ کہاں حشر ہو گئی ہے۔ حاصل یہ کہ ہر حالت و ہر صورت میں خاموشی اختیار کرنا بہتر و نجات کا ذریعہ ہے کیونکہ زبان کی آفتیں ان گنت ہیں اور ان سے بچنا سخت مشکل ہے یہ کہ زبان کو بند ہی رکھا جائے کسی نے خوب کہا ہے۔

اللسان جسمہ صغیر و جرمہ کبیر و کثیر

”زبان کا جثہ (سائز) تو چھوٹا ہے مگر اسکے پاپ بڑے اور بہت ہیں۔“

وَعَنْ عَقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ لَقِيتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ فَقُلْتُ مَا النِّجَاحُ فَقَالَ أَتْلُكَ عَلَيْكَ لِسَانًا وَلَيْسَ فُكْلًا

بَيْنُكَ وَابْنِكَ عَلَى خَطِيئَتِكَ (رواہ احمد والترمذی)

”احمد بن حنبل المسند“

”اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ سے ملاقات کی اور عرض کیا کہ (مجھے بتائیے کہ دنیا اور آخرت میں) نجات کا ذریعہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنی زبان کو قابو میں رکھو تمہارا گھر تمہاری کفایت کرے اور اپنے گناہوں پر روکو۔“ (احمد ترمذی)

دنیا و آخرت کی نجات کے ذریعے:

لفظ ”لک“ لغت کے در اور ”م“ کے ر کے ساتھ ہے۔ لیکن حضرت شیخ عبدالحق لے لغت کے زیر بحث لکھی ہے اس حملہ کے معنی ایک شارت نے یہ لکھے ہیں کہ اپنی زبان کو ایسی چیزوں و باتوں سے صاف رکھو جن میں خیر و بھلائی نہیں ہے۔ لیکن اس حملہ کے زیادہ صحیح معنی یہ ہیں کہ اپنی زبان کو بند رکھو کہ تو یہ تم اپنے تئیں اپنے سوا کی نگہداشت رکھتے ہو۔ یعنی اپنے دین کے معاملہ میں محتاط اور پرہیزگار رہو اور اپنے حالات (کوائف) پر متوجہ ہونا ضروری ہے کہ جب تم اپنے معاملات میں محتاط پرہیزگار رہو گے اور اپنے احوال و کوائف پر متوجہ رہ کر اپنی برائیوں اور بھلائیوں پر نظر رکھو گے تو رنج و جنت تمہارے سامنے ہوگی۔

تمہارا گھر تمہیں کفایت کرے

اس کا مطلب شرح مشکوٰۃ میں تو یہ لکھا ہے کہ بری مجلسوں اور برے لوگوں کی صحبت سے بچنے کی خاطر کیسوی غلیظ راہ پئے گھر سے ہی وقت باہر نکلو جب نکلنے کی ضرورت پیش آئے اور اس کیسوی، گوشہ نشینی کی وجہ سے دل برداشتہ نہ ہو بلکہ اس کو خیریت چاہو کیونکہ یہ چیز بہت سے فتنہ و فساد اور برائیوں سے نجات پانے کا ذریعہ ہے اسی سے کہا گیا ہے: رَمَالُ السَّكُوتِ وَمِرَازَةُ الْبُيُوتِ وَالْقَصْعَةُ بِالْقُوَّةِ الْإِلَىٰ

نقصان و حیران سے نجات حاصل ہو جاتی ہے کیونکہ انسان کا مظهر پر حسن بدوں اور آفتوں میں مبتلا ہوتا ہے ان میں سے کثیر زبان ہی کے ذریعہ سے پہنچتی ہیں۔

آپ پہ اکثر آفتیں آپ کی زبان کی وجہ سے آتی ہیں۔

امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ انسان اپنی زبان سے جہالت نکالتا ہے اور جو کلام کرتا ہے اس کی چار قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک تو محض نقصان دہ دوسرے محض نفع دہ تیسرے وہ بات اور کلام جس میں نہ نفع ہوتا ہو اور نہ نقصان ہوتا ہو اور چوتھے وہ بات و کلام جس میں نفع بھی ہو اور نقصان بھی اس سے بھی خاموشی ہی اختیار کرنا چاہئے کیونکہ نقصان سے بچنا قاعدہ حاصل کرنے سے زیادہ اہم ہوتا ہے اور وہ کلام کہ جس میں نفع ہو نہ نقصان تو خطا ہے کہ اس میں زبان کو مشغول کرنا محض وقت ضائع کرنا ہے اور یہ چیز بھی خاص نفع دہ ہے دوسری قسم یعنی وہ کلام کہ جس میں نفع ہی نفع ہو تو اگرچہ ایسی بات و کلام میں زبان کو مشغول کرنا برائی کی بات نہیں ہے لیکن اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے کہ اس میں بھی ابتلا سے آفت کا خطرہ ضرور ہوتا ہے ہاں طور کہ ایسے کلام میں بہا اوقات دینا و تصنع خوشنودی نفس اور فضول باتوں کی آمیزش ہو جاتی ہے اور اس صورت میں یہ تمیز کرنا بھی مشکل ہو جاتا ہے کہ کہاں مغزش ہو گئی ہے۔ حاصل یہ کہ ہر حالت اور ہر صورت میں خاموشی اختیار کرنا بہتہ اور بات کا ذریعہ سے کیونکہ زبان کی آفتیں ان گنت ہیں اور ان سے بچنا سخت مشکل ہے کہ زبان کو بند ہی رکھا جائے کسی نے خوب کہا ہے۔

اللسان جسمه صغير وجرمه كبير وكثير

”زبان کا بدن (ساز) تو چھوٹا ہے مگر اس کے پاپ بڑے اور بہت ہیں۔“

وعن عقیبة بن عامر قال لقیث رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت ما المجاة فقال ابلت عليك لسانك وليس فاعل

يَبْلُغُكَ وَأَبْلَتْ عَلَى خَطِيئَتِكَ (رواه احمد والترمذی)

حماد بن حنین المسدد

”اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی اور عرض کیا کہ (مجھے بتائیے کہ دنیا اور آخرت میں) نجات کا ذریعہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا: اپنی زبان کو توبہ میں رکھو تمہارا گھر تمہاری کفایت کرے اور اپنے گناہوں پر روؤ۔“ (احمد ترمذی)

دنیا و آخرت کی نجات کے ذریعے:

لفظ ”ملک“ لفظ کے ذریعہ اور اس کے زیر سے سہارا ہے۔ لیکن حضرت شیخ عبدالحقؒ لفظ کے زیر کو ترجیح دیتی ہے اس جملہ کے معنی یہ ہیں کہ اپنے زبان کو ایسی چیزوں اور باتوں سے صاف رکھو جن میں خیر و بھلائی نہیں ہے۔ لیکن اس جملہ کے زیادہ صحیح معنی یہ ہیں کہ اپنی زبان کو بند رکھو کہ دنیا تم پہ تین سینے مور کی نگہداشت رکھتے ہو۔ یعنی اپنے دین کے معاملہ میں مبتلا نہ رہو یہ گھر ہو اور اپنے حالت (کوئی) پر متوجہ ہونا ظاہر ہے کہ جب تم اپنے معاملات میں محتاط نہ رہو گے اور اپنے انوار کو سب پر متوجہ رہ کر اپنی برائیوں اور بھلائیوں پر نظر رکھو گے تو راہ نجات تمہارے سامنے ہوگی۔

تمہارا گھر تمہیں کفایت کرے:

اس کا مطلب شرح مشکوٰۃ میں تو یہ لکھا ہے کہ بری چیزوں اور برے لوگوں کی صحبت سے بچنے کی خاطر یکسوئی اختیار کرو اپنے گھر سے ان وقت ہر نفل جب نکلنے کی ضرورت پیش آئے اور اس یکسوئی و گوشہ نشینی کی وجہ سے دل پر دھشت نہ ہو بلکہ اس کو قیمت چاہو کیونکہ یہ چیز بہت سے فتنوں اور برائیوں سے نجات پانے کا ذریعہ ہے

اسی سے کہا گیا ہے ہذا رمل السکوت ومدارمة البيوت والقعدة بالقوة الى اب

نموت پٹنی تھے ہیں کہ ویسٹ ہیٹ میں حکم کا فہم مورا تو گھر سے لیکن حقیقت میں اس حکم کا مورا ہی طلب ہے گویا اس ارشاد کے ذریعہ محض طلب کو ہدایت کی گئی ہے نہ اپنا گھر میں یکسوئی اور گوشہ نشینی اختیار کر کے سوں کی حیات میں مشغول رہو۔

فرمانبردار یکجہ!

ذرا خود ہی غور و رائے کل تو میں نے دیکھا ہے کہ اچھے بھٹے بھٹے پیتے گھروں کی بچیاں محض تفریح کی خاطر ورکچھ "زور کی سوس" کے گلاب رانی کا طر لو کر کر کرتی ہیں۔

یقین جانئے! آپ کا تو یہ شوق ہے لیکن کیا آپ نے کبھی سوچا ہے کہ بلا مقصد نوکری کر کے آپ کسی مجبور شخص کا حق مار رہی ہیں جو اس نوکری کا آپ سے زیادہ مستحق تھا جس کی تعلیم بھی ہو سکتا ہے آپ سے زیادہ ہو لیکن آپ اسے ملتا ہے محض خاتون ہونے کی وجہ سے یہ نشست حاصل کر پاتی ہوں۔ ان اداویٹ کو بغور پڑھتے یہ کہلی میری بات نہیں پیرے پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ حاشا ہے اور ان میں آپ کے لئے بے شمار لعنتیں تھیں ہیں۔ بات تو فقط غور کرے کی ہے۔

اپنے ہمسائے میں رہنے والوں غریباؤں و ناداروں کا خیال کیجئے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ فَلَانَةَ تُذَكِّرُ مِنْ كَثَرَةِ صَلَاتِهَا وَصِيَامِهَا وَصَدَقَتِهَا عِزَّائِهَا تُؤَدِّي جِزَّائَهَا بِسَبَابِهَا قُلْ هِيَ السَّارِقَةُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ فَلَانَةَ تُذَكِّرُ قُلَّةَ صَبَابِهَا وَصَدَقَتِهَا أَوْ صَلَاتِهَا وَإِنَّهَا تَصَدَّقُ بِالْأَثْوَارِ مِنَ الْأَقْطَابِ وَلَا تُؤَدِّي جِزَّائَهَا قَالَ هِيَ

فِي الْجَنَّةِ (رواه احمد والبيهقي في شعب الایمان)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ یہ سب محض نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کسی شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورت کا زیادہ نماز روزے اور کثرت صدقہ و خیرات کی وجہ سے بڑا چم چاہے (یعنی لوگ کہتے ہیں کہ وہ عورت بہت زیادہ عبادت کرتی ہے اور کثرت سے صدقہ و خیرات کرتی رہتی ہے) لیکن وہ اپنی زبان کے ذریعہ اپنے پڑوسیوں کو تکلیف پہنچاتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ وہ روزے میں چاہے گی۔ (یعنی وہ عورت چونکہ اپنی بدزبانی اور گالیم گلچ کے ذریعہ اپنے پڑوسیوں کو تکلیف پہنچاتی ہے۔ اس لئے وہ دارِ رخ میں ڈال جائے گی اور ماہِ جود یکہ نماز روزہ اور صدقہ و خیرات افضل ترین عبادات ہیں لیکن اس کی یہ عبادتیں بھی اس کے گناہ کا کفارہ نہیں ہوں گی اس شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلاں عورت کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ بہت کم روزے رکھتی ہے بہت کم صدقہ و خیرات کرتی ہے اور بہت کم نماز پڑھتی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس کا صدقہ و خیرات قروض کے چند ٹکڑوں سے آگے نہیں بڑھتا لیکن وہ اپنی رہاں کے ذریعہ اپنے ہمسایوں کو تکلیف نہیں پہنچاتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ عورت جنت میں جائے گی۔ (احمد تہذیبی)

اپنی بدزبانی کے ذریعہ ہمسایوں کو ایذا پہنچانے والی عورت کے

بارے میں وعید

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ صل میں دین کا مدد رحس چیز پر ہے وہ اکتسابِ فرائض اور اجتہادِ معصی سے بھی انسان کی خدائی علاج و نجات محض اس بات پر منحصر ہے کہ وہ دینی فرائض و احکامات پر عمل کرے اور منہ و معصیت سے پرہیز

کرے اور گناہ و معصیت خود ترک کرے اور اجبات کی صورت میں ہوں یا بدعمیوں کی شکل میں اس بات سے بچھ حاصل ہونے والے نہیں کہ فتنوں میں غلبہ عبادات و عبادت کو اختیار کیا جائے اور صوفی یعنی واجبات کو ضائع کر دیا جائے۔ جیسا کہ ائمہ علماء اور صلحاء اس کمزوری میں مبتلا ہیں چنانچہ وہ تو سب چیزوں کو ترک کرتے ہیں جن پر عمل کرنا واجب ہے اور علماء اس علم کو حاصل نہیں کرتے جس کو حاصل کرنا واجب ہے گویا دونوں طبقے ترک واجب کی معصیت کے مرتکب ہیں اب وہ مشائخ اور صوفیاء جو علم و عمل دونوں سے حاصل ہوتے ہیں وہ واجبات پر عمل کرنے کو جو درجہ دیتے ہیں وہی درجہ ترک واجب کی معصیت سے جتنا بڑھتی دیتے ہیں بلکہ ایک طرح سے ان کے نزدیک اجتناب کی اہمیت مقدم ہے اور وہ حکمائے طب کے اس اصول کو اختیار کرتے ہیں کہ تحلیلہ پر تحلیلہ مقدم ہے لہذا جس طرح اطباء مریض کو پرہیز کرتے اور دوا بعد میں دیتے ہیں۔ اس طرح وہ مشائخ و صوفیاء بھی سبب طریقت کے لئے پہلی منزل تو قرار دیتے ہیں حقیقت بھی ہے کہ جس طرح مریض معجزہ خیرات سے پرہیز نہ کرے تو نہ کھوے نہ کھائے نہ پئے نہ نہ وہ ہیں اسی طرح کوئی مسلمان گناہ و معصیت سے اجتناب نہ کرے اور ترک واجبات سے دامن نہ چھوے تو لاکھ عبادات کرے اور نوافل دے اور ادا میں مشغول رہے اس کو خاص فائدہ نہیں ہوگا۔ چنانچہ کلمہ توحید میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ پہلے ہی ہے پھر ثبات و رہے کہ صفات ثبوتیہ پر صفات سببیہ مقدم ہیں کیونکہ صفات ثبوتیہ کا حصول تو لازم آتا ہے لیکن صفات ثبوتیہ سے صفات سببیہ کا حصول لازم نہیں آتا۔

اپنے قریبی لوگوں کو اپنے سے دُور مت بھگائیے۔

وَعَنْهُ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَفَ عَلَى نَاسٍ خُلُوسٍ فَقَالَ لَا أَخْبِرُكُمْ بِخَيْرِكُمْ مِنْ شَرِّكُمْ

قَالَ فَسَكَتُوا فَقَدْ ذَلِكَ نَسَتْ مَرَاتٍ فَقَالَ رَجُلٌ بَنِي يَارِثُونَ اللَّهَ أَخْبِرْنَا بِخَيْرِنَا مِنْ شَرِّنَا فَقَالَ خَيْرُكُمْ مَنْ يُرْجَى خَيْرُهُ وَيُؤْمَرُ مِنْ شَرِّهِ وَشَرُّكُمْ مَنْ لَا يُرْجَى خَيْرُهُ وَلَا يُؤْمَرُ مِنْ شَرِّهِ

(رواہ الترمذی و البیہقی فی شعب الایمان و قد الترمذی حدیث حسن صحیح)

”اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول کریم ﷺ نے بیٹھے ہوئے صحابہؓ کے سامنے کھڑے ہو کر فرمایا کیا میں تمہیں یہ بتاؤں کہ تم میں نیک ترین شخص کون ہے اور تمہارے بہترین آدمیوں کو تمہارے بدترین آدمیوں سے جدا کر کے دکھاؤں؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ صحابہؓ (یہ سن کر) خاموش رہے (کیونکہ انہیں خوف ہو کہ اگر حضور ﷺ نے عام مفہوم و عنوان کلی کے طور پر بتانے کے بجائے مشخص و متعین طور پر یعنی ایک ایک شخص کا نام لے کر بتا دیا کہ فلا نیک ہے اور فلا بد تو اس سے بڑی ذلت اور رسوائی ہوگی یہاں تک کہ) جب حضور ﷺ نے مذکورہ ارشادات میں مرتبہ فرمایا تو ایک صحابیؓ نے عرض کیا کہ ہاں! یا رسول اللہ ﷺ! میں بتا دیجئے اور ہمارے نیک آدمیوں کو ہمارے بد آدمیوں سے ممتاز فرما دیجئے! حضور ﷺ نے فرمایا (تو سنو) تم میں بہترین شخص وہ ہے جس سے لوگ بھائی کی توقع کریں اور اس کے شر سے محفوظ و مامون ہوں اور تم میں سے بدترین وہ ہے جس سے لوگ بھائی کی توقع نہ کریں اور اس کے شر سے محفوظ و مامون نہ ہوں۔ (ترمذی و بیہقی) اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔“

کون بہتر ہے اور کون بدتر؟

بہترین اور بدترین شخص کی پہچان تو یہ ہے کہ جس کو حدیث میں فرمایا گیا ہو وہ شخص کہ جس سے لوگ بھائی کی تو میرے کہتے ہیں ان کے شر سے محفوظ و مامون نہ ہوں۔ وہ شخص کہ جس کے شر سے تو لوگ محفوظ و مامون ہوں مگر اس سے کسی بھائی کی توقع نہ رکھتے ہوں تو یہ شخص بین میں ہوگا کہ اس کو نہ بہترین کہیں گے نہ بدترین۔

وعن ابی سعید رعدی قال ادا اضیع ابن ادم فان الاعضاء كلها تکفر بالنس فتقول اتی الله فیما فانا نحن بل فان اسقمنا استقمنا و ان اوججت اوججتا

رواہ ابی سعید

جامع - مدد - کتاب - روحانی - فی صفات - ج ۱ - ص ۲۶
 "اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ اگر تو مرفوع اعضاء کرتے ہیں کہ آپؐ کی فرمائش فرمایا جب ابن آدم صبح کرتا ہے تو ہمارے اعضاء جسم زبان کے سامنے جڑی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے حق میں اللہ سے ڈر کیونکہ ہمارا تعلق تجھ ہی سے ہے۔ اگر تو سیدھی رہے گی تو ہم بھی سیدھے رہیں گے ورنہ اگر تو نیچھی ہوگی تو ہم بھی نیچے ہو جائیں گے۔"

تمام اعضاء جسم زبان سے جڑی کرتے ہیں

یوں تو سارے جسم کی نگاہ کا خدائی دار و مدار اس پر ہے کہ گردن درست و صاف ہے تو تمام اعضاء جسم بھی درست و صاف رہتے ہیں اور اگر دل فاسد و ناکارہ ہو جائے تو سارے اعضاء بھی فاسد و ناکارہ ہو جاتے ہیں جب کہ ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے

ان فی الجسد مضغة ان صلحت صلح الجسد كله و ادا فسدت فسد الجسد كله

"جسم میں گوشت کا قطرہ ہے (جس کو اس کہا جاتا ہے) اگر وہ درست ہو تو سارا جسم درست ہے اور اگر وہ بگڑ گیا تو سارا جسم بگڑ گیا۔"

اس حقیقت کا وجود اس حدیث میں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ گویا زبان ہی سارے جسم کی سربراہ ہے اس اعتبار سے ہے کہ حقیقت میں "زبان" ہی جسم کا بادشاہ ہے گردن کا ترجمان اور خلیفہ زبان ہی ہے کہ دل جو کچھ سوچتا ہے زبان اس کو بیان کرتی ہے اور دیگر اعضاء جسم اس پر عمل کرتے ہیں۔ لہذا جو قسم دل کا سے ان زبان کا سے ہے جس طرح دل کے صانع و فاسد ہونے کا اثر سارے اعضاء جسم پر پڑتا ہے اس طرح زبان کا بناؤ بگاڑ بھی تمام اعضاء کے جسم کو بگاڑتا اور بگاڑتا ہے۔

وعن عمار قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من كان ذا وحيين في الدنيا كان له يوم القيمة لسان من نور

ابو داؤد کتاب الادب باب فی دی الوحی ج ۱ ص ۸۸۳
 "اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسولؐ کی زبان سے ارشاد فرمایا جو شخص دنیا میں دو روئے ہوگا قیامت کے دن اس کے (منہ میں) آگ کی دو زبانیں ہوں گی۔" (دارمی)

دو روئے کے بارے میں وعید:

دو روئے اصل میں منافق صفت آدمی کو کہتے ہیں یعنی وہ شخص جو کسی حق میں مخلص نہ ہو زبان سے کچھ کہے اور اس میں کچھ کہے جب کسی سے سامنے بات کرے تو اس طرح کرے کہ مخاطب یہ سمجھے کہ یہ میرا دوست و بہادر ہے مگر جب اس کے پیچھے

پچھلے سات کرے تو زبان سے ایت، حادہ کا کہ جس سے سے تکلیف کا باعث ہوں۔
جنس حضرت یہ کہتے ہیں کہ دارو یہ جس شخص کو کہتے ہیں جو تیس میں غیبت
رکھنے سے آؤں میں سے ہر ایک کی مندرجہ ذیل بات کرے ایک کے پاس جائے
تو اس کی پسند پا تیں کرے اور وہ یہ سمجھے کہ یہ میرا دوست ہے اسی طرح دوسرے کے
پاس جائے تو اس کی ہی کہے اور وہ سمجھے کہ یہ میرا دوست ہے غصیکہ دلوں میں سے ہر
ایک کے پاس اس کی محبت ظاہر کرے اور دوسرے کی برائی کرے اسی طرح دلوں ہی
اس کے بارے میں غلامی کا شکار ہیں اور سب یہ سمجھتا ہے کہ یہ میرا دوست و ہمدرد
اور مددگار ہے اور میرے مخالف کا دشمن و بدخواہ۔

آپ عورتوں میں تو یہ جڑی سے جدا پا جاتی ہے۔ شوہر کے سامنے شوہر کی اور
جیسے ہی اپنے والدین کے سامنے پہنچ پائی نہ چلی ہر بات گلے کے اندر میں پیش
کرنے لگیں

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطُّغَّانِ وَلَا بِاللَّغَّانِ وَلَا الْفَاجِسِ
وَلَا الْبُذِّي (رواه الترمذی والبیہقی فی شعب الایمان
وفی اخری له ولا الفاحش البذی وقال الترمذی ہذا
حدیث غریب)

جامع الترمذی کتاب التہاب ما جاء فی المعنی ح ۱۹۷۷۔

”در حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا
(کامل) ”مؤمن نہ تو طعن کرنے والا ہوتا ہے نہ لعن کرنے والا نہ فحش گوئی
کرنے والا ہوتا ہے نہ زبان درازی کرنے والا“ (ترمذی، بیہقی) اور پہلی کی
روایت میں نہ فحش گوئی کرنے والا نہ زبان درازی کے الفاظ ہیں یعنی اس

روایت میں ”بذی“ کو ”فاحش“ کی صفت قرار دیا گیا ہے جس کا مطلب یہ
ہے کہ وہ شخص کامل مؤمن نہیں ہو سکتا جو حد سے زیادہ فحش گوئی کرنے والا ہو
نیز ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

ہر وقت لعنت ملامت نہ کرتی رہئے

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَا يَكُونُ الْمُؤْمِنُ لَعْنًا وَفِي رِوَايَةٍ لَا يَتَنَبَّهُ لِلْمُؤْمِنِ أَنْ
يَكُونَ لَعْنًا

جامع الترمذی کتاب البر باب ما جاء فی الدعاء ح ۲۰۱۹۔

”اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا
”وہ شخص (کامل) مؤمن نہیں ہو سکتا جو بہت زیادہ لعنت کرنے والا اور
لعنت کرنے کا عادی ہو“۔ ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ”اور کسی
مؤمن کے لئے یہ موزوں نہیں کہ وہ بہت زیادہ لعنت کرنے والا
ہو“۔ (ترمذی)

یہود یہ لعنت بھیجنے پر نبی کریم ﷺ کا سیدہ عائشہ کو اختیار کرتا:

وَعَنِ عَائِشَةَ قَالَتْ اسْتَدَسَ رَهْطٌ مِنَ الْيَهُودِ عَلَى ابْنِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا السَّامُ عَلَيْكُمْ عَقَلْتُ بِن
عَلَيْكُمْ السَّامُ وَاللَّعْنَةُ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ إِنَّ اللَّهَ رَهِيْقُ نَحْبُ
الرَّفَقِ هِيَ الْأَمْرُ كُنْتَ قُلْتُ أَوْلَمْ تَسْمَعِ مَا قَالُوا عَارِ قَدْ فَلَتْ
وَعَلَيْكُمْ وَهِيَ رَوِيَتْ عَلَيْكُمْ وَلَمْ يَذْكُرِ الْوَاوُ نَحْفُ عَلَيْهِ
وَفِي رِوَايَةٍ لِلْبُحَارِيِّ أَنَّ الْيَهُودَ أَوُوا الشَّيْ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا أَلَسَّامُ عَلَيْكَ قَالَ وَعَلَيْكُمْ فَقَالَتْ
عَاشَةُ السَّامُ عَلَيْكُمْ وَلَعَنَهُمُ اللَّهُ وَعَصَبَ عَلَيْكُمْ فَقَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلًا يَا عَاشَةُ عَلَيْكَ
بِالرَّغَبِ وَإِيَّانَ وَالْغَنَفِ وَالْعُشَشِ قَالَتْ أَوْلَمْ تَسْمَعِ مَا
قَالُوا هَالِ أَوْلَمْ تَسْمَعِي مَا قُلْتُ رَدَدْتُ عَلَيْهِمْ فَيَسْتَجَابُ
لِي فِيهِمْ وَلَا يُسْتَجَابُ لِي فِي وَهِي رَوَاةُ الْفَسَمِ قَالَ لَا
تَكُونِي فَاخِشَهُ فَإِنَّ لِلَّهِ لَانْحَبَ الْعُشَشِ وَالنَّخْشِ

صحیح حدیث کتاب التلاویح المعرفہ ج ۶۹۲۷

”اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک دن یہودیوں کی ایک
ساعت نے بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت مانگی۔
پتا نہ چلا۔ اجازت اسے دی گئی اور جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو
کہا تمہیں موت آئے اور تم پر لعنت ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
عائشہ رضی اللہ عنہا اللہ تعالیٰ محبت دہی کرتے اور ہے اور ہر کام میں محبت و
نرمی کو پسند کرتا ہے میں نے عرض کیا کیا آپ نے سنا نہیں انہوں نے
(سرم کے) بجائے کیا غلط کہا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک میں
نے سنا ہے اور میں سنا ہے جو اب میں کہہ رہے کہ وہ عینکم و ایک
روایت میں یہ غلط علیکم ہے یعنی واؤ کا ذکر نہیں ہے۔ (بخاری و مسلم)
اور بخاری کی ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
نے فرمایا ایک دن یہودی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انہوں
نے السلام علیکم کہنے کے بجائے یوں کہا کہ السام علیکم آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ وعینکم۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

فرماتی ہیں کہ یہودیوں کی یہ بدتمیزی مجھ سے برداشت نہیں ہوئی اور میں
نے ان کے جواب میں کہا کہ تمہیں موت آئے اور تم پر اللہ کی لعنت ہو اور تم
پر اللہ کا غضب ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب میری رہاں سے ایسے سخت
الفاظ سنے تو فرمایا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا رک جاؤ تمہیں نرمی اٹھانے کی
چاہئے نیز سخت گوئی اور لہجہ باتوں سے ابھٹنا چاہئے۔ حضرت عائشہ
رضی اللہ عنہا نے کہا کہ کیا آپ نے نہیں سنا کہ انہوں نے کیا لفظ کہا ہے؟
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور کیا تم نے نہیں سنا کہ انہوں نے جو کچھ کہا ہے
میں نے اس پر کیا جواب دیا ہے تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ان کے حق میں
میری دعا یا بددعا تو قبول ہوتی ہے لیکن میرے حق میں ان کی دعا یا بددعا
قبول نہیں ہوتی۔ ورمسلم کی ایک روایت میں یوں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا تم لہجہ باتیں کرے و ان مت ہو کیونکہ اللہ
تعالیٰ ہجر باتوں کو اور یہ تکلف لہجہ باتیں بنانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

چھوٹی چھوٹی باتوں پر بددعا کیلئے ہاتھ نہ اٹھاتی پھرئیے

وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَلَاعَنُوا بِلُغَةِ اللَّهِ وَلَا بِعَصَبِ اللَّهِ وَلَا
بِجَهَنَّمَ وَهِيَ رِوَايَةٌ فَلَا بِالنَّارِ (رواه الترمذی وابوداؤد)
جامع الترمذی کتاب البر باب ما جاء فی اللعنة ج ۱۹۷۶

”اور حضرت سرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
ارشاد فرمایا ”آپس میں ایک دوسرے کے لئے نہ تو خدا کی لعنت کی بددعا
کر نہ خدا کے غضب کی اور نہ جہنم میں جانے کی بددعا کرو۔“

مطلب یہ ہے کہ یوں تو کسی صورت میں بھی کسی مسلمان کو اپنے مسلمان بھائی

کے حق میں بدعا نہ کرنی چاہئے کہ یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے لیکن خدا کی سنت وغیرہ جیسی چیزوں کی بدعا کرنا تو سخت برا اور گنہگار کی بات ہے چنانچہ کسی کے حق میں اس طرح بدعا نہ کرنی چاہئے کہ تجھ پر خدا کی سنت ہو یا تجھ پر خدا کا غضب ٹوٹے یا خدا کرے تو جہنم میں جائے اور یا خدا کرے تو دوزخ کی گھاٹی میں جسے وغیرہ وغیرہ۔

وَعَنْ أَبِي الذَّرْدَاءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنْ الْعَبْدَ إِذَا لَعَنَ شَيْئًا صَعِدَتْ اللَّغْظَةُ إِلَى السَّمَاءِ فَتُغْلَقُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ لَوْحُهَا ثُمَّ يَهْبِطُ إِلَى الْأَرْضِ فَتُغْلَقُ أَبْوَابُهَا لَوْحُهَا ثُمَّ تَأْخُذُ يَمِينًا وَشِمَالًا فَإِذَا لَمْ تَحْذِمْ مَسَاعًا رَجَعَتْ إِلَى الْأَرْضِ فَإِنْ كَانَ لَدَاكَ أَهْلٌ وَلَا رَجَعْتَ إِلَى قَائِلِيهَا (رواه ابوداؤد)

ابوداؤد کتاب الادب باب فی اللعنہ ج ۱ ص ۴۹۰

”اور حضرت ابوداؤد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ ”جب کوئی بندہ کسی چیز جی کسی انسان پر لعنت کرتا ہے تو وہ لعنت آسمان کی طرف جاتی ہے اور آسمان کے دروازے اس لعنت پر بند کر دیئے جاتے ہیں پھر وہ لعنت دائیں یا بائیں طرف چنانچہ ہوتی ہے (مگر ادھر سے بھی دھتکار دی جاتی ہے) چنانچہ جب وہ کسی طرف بھی راستہ نہیں پاتی تو اس چیز کی طرف متوجہ ہوتی ہے جس پر لعنت کی گئی ہے یہاں تک کہ اگر وہ چیز اس لعنت کی اہل و سزاوہ ہوتی ہے تو اس پر واقع ہو جاتی ہے ورنہ اپنے کہنے والے کی طرف لوٹ جاتی ہے۔“

(ابوداؤد)

جو شخص لعنت کے قابل نہ ہو اس پر لعنت کرنا خود اپنے آپ کو مبتلائے لعنت کرنا ہے:

اس حدیث کے ذریعہ لعنت کی حقیقت کو بیاں کیا گیا ہے کہ جس چیز کو لوگ بہت معمولی سمجھتے ہیں اور ہر کس و نا کس پر لعنت کرتے رہتے ہیں انجام کار خود ہی اس لعنت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ جب کوئی شخص کسی پر لعنت کرتا ہے تو وہ لعنت ابتداء ہی سے اس پر متوجہ نہیں ہوتی ورنہ چاہتی ہے کہ دھڑ دھڑ سے ہو کر بارنگل جائے مگر جب کسی طرف کو راستہ نہیں پاتی تو آخر کار اس پر متوجہ ہوتی ہے بشرطیکہ وہ اس لعنت کا سراوار ہو اور اگر حقیقت کے اعتبار سے وہ اس لعنت کا سزاوار نہیں ہوتا تو پھر انجام یہ ہوتا ہے کہ وہ لوٹ کر اس شخص پر واقع ہو جاتی ہے جس نے وہ لعنت کی ہے لہذا معمول ہوا کہ جب تک یقینی طور پر یہ معلوم نہ ہو کہ فلان شخص لعنت کا واقعی مستوجب ہے اس پر لعنت نہ کی جائے اور نہ ہر ہے کہ کسی شخص کا قول لعنت ہونا شارع علیہ السلام کی طرف سے بتائے بغیر متعین نہیں ہو سکتا۔

شوہر اور سرسرایوں سے خوشی طبعی سے پیش آئیے

فرمانبردار بنیو!

آپ کے اور شوہر کے درمیان میں اپنے ذاتی مشاہدے کی بنیاد پر یہ بات کہہ رہا ہوں کہ سب سے زیادہ وجہ نزاع (خاص طور پر ابتدائی سببوں میں) یہ سسران رشتہ داری نہیں گئے یا تو آپ کا رویہ ان کے ساتھ اچھا نہیں ہو گیا یا ان کا۔ وجہ جو بھی ہو کمند آپ پر ہی آ کر ٹوٹے گی۔

خوش طبعی یا مزاج سے میرا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ آپ شوہر کے گھر سے نکلتے ہی سرسرایوں کے ساتھ ہا ہا ہا ہو کر گئے بیٹھے جائیں۔ آپ کو بتاؤ کہ مزاج اور خوش طبعی حقیقت میں ہے کیا۔

مزاج نیم کے ذریعے کے ساتھ مصدر ہے جس کے معنی ہیں خوش طبعی کرنا، ہمیشہ مذاق کرنا اور میم کے پیش کے ساتھ یعنی مزاج سم مصدر ہے جس کے معنی مطابہ یعنی خوش طبعی و ظرافت کے ہیں۔

عربی میں لفظ مزاج کا طلاق اس خوش طبعی و رہنمائی مذاق پر ہوتا ہے جس میں کسی کی دل شکنی و رازیدہ اور سانی کا پہلو نہ ہو اس کے برعکاف جس خوش طبعی و رہنمائی مذاق کا تعلق دل شکنی اور رازیدہ اور سانی سے ہو اس کو سحر یہ کہتے ہیں۔

ایک حدیث میں جو یہ فرمایا گیا ہے کہ لا تعدوا لعلاک ولا تعادجہ معنی اپنے مسلمان بھائی سے جھگڑنا نہ کرو اور نہ کسی کے ساتھ ہمیشہ مذاق کرو تو وہاں لکھتے ہیں کہ وہ مزاج و ظرافت ممنوع ہے جس میں حد سے تجاوز کیا جائے و اس کو عادت بنایا جائے کیونکہ ہر وقت مزاج و ظرافت میں مبتلا رہنا اور اس میں حد سے تجاوز کرنا بہت زیادہ ہنسنے اور قہقہہ لگانے کا باعث ہوتا ہے جو قلب و ذہن کو قسوت و رعب حسی میں مبتلا کر دیتا ہے ذکر الہی سے غافل کر دیتا ہے۔ مہمات دین میں غور و فکر اور پیش قدمی سے باز رکھتا ہے و اکثر اوقات اس کا انجام رازیدہ اور سانی اور اس میں بغض و عناد کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے عداوتیں یہ بھی حقیقت ہے کہ جو شخص ہر وقت ہمیشہ مذاق کرتا رہتا ہے اس کی شخصیت بڑی طرح متاثر اور مجروح ہو جاتی ہے کہ نہ اس کا کوئی دبدبہ قائم رہتا ہے ورنہ اس کی عظمت اور اس کا وقار ہاتی رہتا ہے۔ اس کے برعکس جو مزاج و ظرافت حد کے اندر اور کبھی کبھار بہ وہ نہ صرف مباح ہے بلکہ صحت مزاج و درون و نشاط اور سلامت طبع کی علامت بھی ہے۔ چنانچہ حضرت علیؓ بھی مزاج و ظرافت کو اختیار فرماتے تھے جس سے آپؐ کا مقصد غییب کی دل بستگی و خوش وقتی اور اس میں محبت و موانست کے جذبات کو مستحکم کرنا ہوتا تھا اور یہ چیز سنت مستحبہ ہے اور اگر کسی موقع پر یہ شکل واقع ہو کہ یہ بات کہ وہی مزاج و ظرافت مباح ہے جو کبھی کبھار ہو۔ اس روایت کے مخالف ہے جس میں حضرت عبد بن حارث رضی اللہ عنہ نے بیان کیا

ہے۔ ما رایت احد اکثر مزاج من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس میں رسول کریمؐ سے زیادہ مزاج کرنے والی شخص نہیں دیکھیں تو اس کا جواب مختصر طور پر یہ ہوگا کہ زیادہ مزاج و ظرافت کرنے کی مصلحت اس وجہ سے ہے کہ اس سے نفس پر قابو نہیں۔ بت و رطاحہ کہ تختہ سبیل کے برابر کون و شخص آپؐ سے پر قابو نہیں رکھ سکتا لہذا یہ چیز (زیادہ مزاج کرنا) اس صورت میں ہے کہ جو صرف حضرت علیؓ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہیں اور وہ اس سے بے اعتدال نہیں ہیں اس سے اس کی تائید ترمذی کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو ہے کہ یہی بات نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ آپؐ ہم سے ساتھ مزاج فرماتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا میں مزاج میں بھی سچ کہتا ہوں۔ حاصل یہ کہ زیادہ مزاج کرنے کی مصلحت کا تعلق حضرت علیؓ سے ہوا اور نہ انہوں نے اس سے باب شروع میں حد پر قائم رہے جس پر قابو رکھے اور راہ اعتدال سے منحرف نہ ہونے یا قابو نہ ہونے کی ممانعت سے مستثنیٰ ہوگا۔

چھوٹی موٹی چیزوں کی کھوجانے کی صورت میں سسرالیوں پر اصرار

نہ دھرد بچے۔

پیاری بیٹیو!

اس سے پہلے کہ اس بات آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے کچھ بیان کروں پہلے فقہیہ عرض کرنے کی جرأت کر رہا ہوں کہ کیا جب اپنے والدین کے گھر میں تھی تو کیا کوئی چیز کھانی نہ لے گئی تھی۔ یا آپ کا ہاتھ انگوٹھی، پیسہ وغیرہ کبھی تو چوری یا کبھی لاپرواہی سے دھسائی نہ ہوئے تھے اور نہیں ہو گئے تھے تو کیا آپؐ فوراً اپنی والدہ اور کسی عورت پر چوری کا الزام لگا دیتی تھیں نہیں نہیں۔ حاشا کلا ایہ بڑ نہیں ہوتا تھا تا ب

شوہر کے گھر میں کرتے آپ کی طبیعت کو یہ کہ پانچ منٹ تیر نہت و غیر
شوہر۔ کان جہر۔ شہن کہ ہونہ ہو یہ کام ضرور دیور صاحب کا
سے کرتے درست تو کچھ میں نہیں اللہ بخش انسان کے۔

کچھ عرصہ صبر سے گزارے آپ خود ہی سرالیوں کے ساتھ
ایڈ جسٹ کر جائیں گی اور ان کے بغیر آپ کو گھر سونا سونا لگے گا

ابھی وہ پڑھ رہا ہے جب پڑھ لکھ جائے گا تو یقیناً وہ بھی آپ کے شوہر کی
حرج و مرج دار میں جائے گا۔ آپ کی ندیں بھی ابھی پڑھ رہی ہیں ان کا بھی
وقت آئے گا تو وہ اپنے گھر میں جائیں گے۔ یا رہیں گے ایک ایسا بھی وقت
آئے گا کہ آپ انہی رشتوں کے دم سے رہنے دوں گی۔ بس ذرا وقت
گزرے دیکھئے۔ خود ہی ان رشتوں کی محبت آپ کے دل میں جاگ
جائے گی۔

امید عز و ہل سے رشد فرمایا

اور خوش کوئی نہائی کرے یا اپنی جان کا ضرر کرے پھر اللہ تعالیٰ سے معافی
چاہے تو اللہ تعالیٰ کو بڑی مغفرت و مہربانی ہے کہ وہ اپنے گھر اور جو شخص کچھ
گناہ کا کام کرتا ہے تو وہ فقط اپنی ذات پر اس کا اثر پہنچاتا ہے اور اللہ تعالیٰ
بڑے مہربان اور حکمت والا ہے میں اور جو شخص کوئی چھوٹا گناہ کرے یا بڑا
گناہ پھر اس کی قسمت کسی بے گناہ پر لگے۔ اس سے تو بڑا بھاری بہتان
اور صریح گناہ کیا اپنے اوپر لا دیا اور اگر آپ پر اللہ کا فضل اور رحمت نہ
ہوتی تو لوگوں میں سے ایک گروہ نہ آپ کو مٹتی ہی میں ڈال دیتے کا
رہا کرتا تھا اور مٹتی ہی میں نہیں ڈال دیتے تھے اپنی جان کو اور آپ کو ذرہ
بر ضرر میں پہنچا سکتے اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر ناسیب اور ہم کی باتیں نازل

فرمائیں اور آپ کو وہ وہ باتیں بتلائیں ہیں جو آپ نہ جانتے تھے اور آپ
پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے۔ (النساء: ۱۰۰ تا ۱۱۳)

بے گناہوں پر تہمت تراشی جرمِ عظیم ہے:

اللہ تعالیٰ اپنے کرم اور اپنی مہربانی کو بیان فرماتا ہے کہ جس گناہ سے جو کوئی توبہ
کرے اللہ تعالیٰ اس کی طرف مہربانی سے رجوع کرتا ہے۔ ہر وہ شخص جو رب کی طرف
بچھے رب اپنی مہربانی سے اور اپنے وسعت رحمت سے سے ڈھانپ لیتا ہے اور اس
کے صغیرہ اور کبیرہ گناہ کو بخش دیتا ہے گودہ آسمان و زمین اور پہاڑوں سے بھی بڑے
ہوں۔ بنو اسرائیل میں جب کوئی گناہ کرتا تو اس کے دروازہ پر قدرتی حروف میں اس
کا کفارہ لکھا ہوا نظر آ جاتا۔ جو اسے ادا کرنا پڑتا اور نہیں یہ بھی حکم تھا کہ ان کے کپڑوں
پر اگر پیشاب لگ جائے تو اتنا کپڑا اکٹروا ڈالیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت پر آسانی
کر دی پانی سے دھو لینا ہی کپڑے کی پاکی رکھی اور صرف توبہ سے گناہ معاف کر دیتا
ہے۔ ایک عورت نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے سوال کیا کہ ایک عورت نے
بدکاری کی پھر جب بچہ ہوا تو اسے مار ڈالا۔ آپ نے فرمایا اس کی سزا جہنم ہے۔ وہ
روتی ہوئی واپس چلی تو آپ نے اسے بلایا اور آیت (اَمِنَ بِظِلِّمِ) پڑھ کر سنائی تو
اس نے اپنے آنسو پونچھ ڈالے اور واپس لوٹ گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس
مسلمان سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے۔ پھر وہ وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کر کے اللہ
سے استغفار کرے۔ تو اللہ اس کے گناہ بخش دیتا ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت اور
آیت (وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً) (آل عمران ۳۳) کی تلاوت کی۔

حضرت ابو داؤدؓ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مہار کے تھی کہ مجلس میں
سے اٹھ کر اپنے کسی کام کے لئے بھی جاتے اور واپس تشریف لانے کا ارادہ بھی ہوتا تو
جوتی یا کپڑا کچھ نہ کچھ چھوڑ جاتے۔ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جوتی چھوڑے ہوئے تھے
اور ڈھلکی پانی کی ساتھ سے کر چلے۔ میں بھی آپ کے پیچھے ہو گیا۔ آپ کچھ دور جا کر

بغیر حاجت پوری کئے بغیر وہیں آئے اور فرمانے لگے میرے پاس میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا اور مجھے یہ پیغام دے گیا۔ پھر آپ ﷺ نے آیت ﴿وَمَنْ يَعْمَلْ﴾ پڑھی اور فرمایا میں اپنے صحابہ کو یہ خوشخبری سننے کے لئے آیت سے ہی سوٹ آیا ہوں۔ اس سے پہلے چونکہ آیت ﴿مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزِيهِ﴾ (نساء: ۲۳) یعنی ہر بڑائی کرنے والے کو اس کی بڑائی کا بدلہ ملے گا اتر چکا تھا اس لئے صحابہ مشقت میں تھے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اگر کسی نے زمانہ کی ہو چوری کی ہو۔ پھر وہ استغفار کرے تو اسے بھی اللہ بخش دے گا؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ میں نے دوبارہ پوچھا آپ ﷺ نے پھر کہا ہاں میں نے سہ بارہ دریافت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں ہاں گو بدو رواہ کی ناک خاک آلود ہو۔ یہی حضرت ابوذرؓ وجہ یہ حدیث بیان کرتے اپنی ناک پر مار کر تلاتے۔

پھر فرماتا ہے گنہ گار کے لئے دنیا ہی بڑا کرتا ہے۔ جیسے درجہ ہے کوئی دوسرے کا جو نہیں ٹھائے گا۔ ایک دوسرے کو قلع نہ پہنچا سکے گا۔ ہر شخص اپنے کرتوت کا ذمہ دار ہے۔ کوئی نہ ہوگا جو جو بھٹائے۔ خدائی علم خدائی حکمت خدائی عدل خدائی رحمت کے خلاف ہے کہ ایک کے گنہ پر دوسرا پکڑ جائے۔ پھر فرماتا ہے جو خود بڑا کام کرے کسی بے گنہ پر اس کا الزام تھوپ دے۔ جیسے بنو امیہ نے بید کا نام لے دیا۔ جو واقعہ تفصیل و اس سے اگلی آیت کی تفسیر میں بیان ہو چکا ہے۔ یہ مراد زید بن سمین یہودی ہے۔ جیسے بعض اور مفسرین کا خیال ہے کہ اس چوری کی تہمت اس قبیلے سے اس بے گنہ کے ذمے لگائی تھی اور خود ہی خائن اور ظالم تھے۔ آیت گو شانہ فرد کے اعتبار سے خاص ہے لیکن حکم کے اعتبار سے عام ہے۔ جو ایسا کرے خدائی سزا کا مستحق ہے۔ اس کے بعد کی آیت وَلَوْ لَا کا تعلق بھی اسی واقعہ سے ہے۔ یعنی لبید بن عروہ اور اس کے ساتھیوں نے بنو امیہ کے چوروں کی حضور ﷺ کے سامنے برأت کر کے ان کی پاک دامنی کا اظہار کر کے حضور ﷺ کو نصیحت سے بٹانے کا سارا کام کر لیا تھا۔

لیکن اللہ نے جو آپ کی عصمت کا حقیقی تمکین ہے۔ آپ کو اس خطرناک موقع پر خانوں کی طرف درستی سے بچایا اور اصلی واقعہ صاف کر دیا۔ کتاب سے مراد قرآن اور حکمت سے مراد سنت ہے۔ نزول وحی سے پہلے آپ جو نہ جانتے تھے ان کا علم پروردگار نے آپ کو بذریعہ وحی کر دیا۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَوَعَدَ الْاِلٰهَ اَوْحٰیٰ اِلَیْكَ دُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا﴾ (الشوری: ۵۲) سے پوری سورت تک اور آیت میں ہے ﴿وَمَا تَكُنْتَ تَرْجُوْا اَنْ یُّنْفِیْ اِلَیْكَ الْكِتٰبُ﴾ (القمر: ۸۶) اسی لئے یہاں بھی فرمایا یہ سب باتیں اللہ کا فضل ہیں جو آپ ﷺ کے شامل حال ہیں۔

اپنی تندید یوروں کے بچوں کو اچھے القابات سے پکارئیے:
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

عَنْ أَنَسٍ قَالَ إِنْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

لِيُخَالِطَنَا حَتَّى يَقُولَ لِأَخٍ لِّيْ ضَعِيزًا يَا أَبَا عُمَيْرٍ مَا عَمِلَ

الضَعِيزُ وَكَانَ لَهُ نَعِيزٌ يُنْعَبُ بِهِ فَمَاذَا (متفق عليه)

صحیح بخاری، کتاب الادب، باب الانسلاط الی الناس، ج ۶، ص ۶۱۲۹۔

”حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہم سے اختلاط و خوش

طبعی فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ میرے چھوٹے بھائی سے ازراہ مذاق

فرماتے ابوعمیر! بغیر کہاں گیا؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میرے

اس چھوٹے بھائی کے پاس ایک بغیر تھا جس سے وہ کھیدا کرتا تھا اور جو مر گیا

تھا۔“ (بخاری و مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اپنے چھوٹے بھائی کا ذکر کیا ہے ان کا نام کھشہ تھا

اور وہ ان کے اخیانی یعنی ماں شریک بھائی تھے ان کے باپ کا نام ابوطلحہ زید بن سہیل

انصاری رضی اللہ عنہ تھا۔

”تغیر“ تغیر ہے لغو کی جو ایک چھوٹے پرندے کا نام ہے اور چھوٹی چیز کی طرح ہوتا ہے اور اس کی چونچ سرخ ہوتی ہے بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ وہ پرندہ چیز کی طرح سرخ سردالا ہوتا ہے نیز بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ اہل مدینہ اس پرندے کو نہیں کہتے تھے ہو سکتا ہے کہ یہ وہی پرندہ ہو جس کو ہمارے ہاں لال کہتے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے چھوٹے بھائی کبشہ اس پرندے کو لے کر آنحضرت ﷺ کے پاس آتے تھے جیسا کہ چھوٹے بچوں کو جب کوئی چیز یا وغیرہ مل جاتی ہے تو اس کے ساتھ کھیا کرتے ہیں اور اس کو اپنے ساتھ رکھتے ہیں پھر ایک دن اچانک وہ پرندہ مر گیا اس کے بعد جب وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ ﷺ ان کو زرد مذاق چھیڑتے اور پوچھتے کہ ارے ابو عمیر تمہارا تغیر کیا ہوا؟ گویا ان کو مخاطب کرتے وقت ظرفیت کے ساتھ غصن کلام کا اسلوب بھی اختیار فرماتے یعنی تغیر کی متابت سے وہ اس خط کے قافیہ کے طور پر ان کو ابو عمیر کی کنیت کے ذریعہ مخاطب فرماتے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بچوں کو چیز یا وغیرہ سے دل بہلانا اور ان کے ساتھ کھیل کود کرنا جائز بشرطیکہ اس کو تکلیف و ینہ نہ پہنچیں نیز اس سے معصوم ہوا کہ کسی چھوٹے اور کمسن بچے کی کنیت مقرر کرنا جائز ہے اور یہ جھوٹ میں داخل نہیں ہے نیک فاذ ہے۔

خوش طبعی میں بھی سچ کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیے:

فرمانبردار پیچو!

آپ کو ہم اس چیز کی ہرگز تاکید نہیں کر رہے کہ ہر وقت نقد ان رشتوں پہ ہی نظر رکھئے بلکہ اپنی آخرت کی فکر بھی آپ کو دامن گیر رہنی چاہیے۔ اسی لئے خوش طبعی میں بھی جھوٹ کی آمیزش نہ ہونے دیجئے۔

عَنْ أَنَسٍ يُزِيدُ قَالَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكَ تُدَاعِبُنَا قَالَ إِنِّي لَا أَقُولُ إِلَّا حَقًّا

جامع الترمذی کتاب البر والصلة باب ما جاء في المزاح ج ۱۹۹۰۔

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ ہم سے خوش طبعی فرماتے ہیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ لیکن اس خوش طبعی میں بھی میں سچ ہی کہتا ہوں۔“ (ترمذی)

نبی کریم ﷺ کا ہنسی مذاق بھی جھوٹ پر مبنی نہیں ہوتا تھا۔

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے صیہ گور یا وہ ہنسی مذاق کرنے سے منع فرمایا تو اس کے بعد انہوں نے مذکورہ سوال کیا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ان کو جواب دیا کہ ہنسی مذاق کی ممانعت اس بنا پر ہے کہ اس میں عام خور پر جھوٹی باتوں اور غیر شرعی امور کا ارتکاب ہو جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ تم میں سے کوئی بھی شخص اس پر قادر نہیں ہے کہ اس کا ہنسی مذاق جھوٹ اور لائی باتوں سے کلیئہ پاک ہو کیونکہ تم کو معصوم نہیں بنایا گیا ہے لیکن حق تعالیٰ نے مجھ کو معصوم بنایا ہے اور مجھے اس بات پر قادر کیا ہے کہ میرے کسی بھی ہنسی مذاق کی بات میں جھوٹ کی آمیزش ہو وہ ناجائز ہے یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کبھی بھی ایسا مزاح نہیں فرماتے تھے جس میں جھوٹ اور لجر بات کا شائبہ بھی پایا جاتا ہو اور اگر ہنسی مذاق کی کوئی بات حقیقت کے اعتبار سے جھوٹ پر مبنی نہ ہو تو وہ جائز ہے لیکن اس کے باوجود ہنسی مذاق اور ظرافت کو عادت نہ بنالینا کیونکہ اس کی وجہ سے دبدبہ اور وقار ختم ہو جاتا ہے۔

خوش طبعی کا ایک انداز نبوی:

وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَجُلًا اسْتَحْمَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي خَامِلٌ عَلَى وَلَدٍ رَاقِبَةٍ فَقَالَ مَا

أَضْنَعُ بَوْلُ الدَّاقَةِ فَعَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَبَلَ تِلْكَ الْإِنْبِلُ إِلَّا التَّوْقُ

(رواه الترمذی وابوداؤد)

جامع الترمذی 'کتاب البر والصلة' باب ما جاء في المرح 'ح ۱۹۹۱۔
"اور انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن ایک شخص نے رسول
کریم ﷺ سے سواری کا ایک بالور مانگا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں
تمہاری سواری کے لئے اونٹنی کا بچہ دوں گا۔ اس شخص نے (حیرت کے
ساتھ) کہا یا رسول اللہ ﷺ میں اونٹنی کے بچہ کا کیا کروں گا؟ رسول
کریم ﷺ نے فرمایا۔ اونٹ کو اونٹنی ہی تو جنتی ہے۔" (ترمذی، ابوداؤد)

اس شخص نے یہ سمجھا تھا کہ اونٹنی کے بچہ سے مراد وہ چھوٹا بچہ ہے جو سواری کے
قابل نہیں ہوتا لیکن آنحضرت ﷺ کی مراد یہ تھی کہ سواری کے قابل جو اونٹ ہوتا ہے
وہ بچہ تو اونٹنی ہی کا ہوتا ہے۔ لہذا آنحضرت ﷺ نے اس شخص کی طلب پر مذکورہ ارشاد
بطور خوش طبعی فرمایا اور پھر اس کی حیرت پر جو جواب دیا اس کے ذریعہ نہ صرف حقیقت
مفہوم کو ادا کیا بلکہ اس کی طرف بھی شرہ فرمایا کہ اگر تم تھوڑی عقل سے کام لیتے اور
میری بات کی گہرائی تک پہنچنے کی کوشش کرتے تو اس حیرت میں نہ پڑتے اور حقیقی مفہوم
کو خود سمجھ بیٹے لہذا اس ارشاد میں نرمی و مہربانی غراقت ہی نہیں ہے بلکہ اس امر کی طرف متوجہ
کرتا بھی مقصود ہے کہ سننے والے کو چاہئے کہ وہ اس بات میں غور و تأمل کرے جو اس
سے کہی گئی ہے اور بغیر سوچے سمجھے سوال و جواب نہ کرے بلکہ پہلے اس بات کو سمجھنے کی
کوشش کرے اور غور و فکر کے بعد آگے بڑھے۔

وَعَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ يَأ
ذَا الْأَنْبِيَاءِ

جامع الترمذی 'کتاب البر والصلة' باب في المرح 'ح ۱۹۹۲۔
"حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان سے
فرمایا اے دوکانوں والے۔" (ابوداؤد ترمذی)

تعریف پر مشتمل خوش طبعی۔

آنحضرت ﷺ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دوکانوں والے کے ذریعہ جو
مخاطب فرمایا تو اس میں خوش طبعی و مہربانی بھی تھی اور ان کے تئیں اس تعریف و توصیف
کا اظہار بھی مقصود تھا کہ تم نہایت فہیم و ذکی ہو اور تم سے جو بات کہی جاتی ہے اس کو تم
خوب اچھی طرح سمجھتے ہو۔

نبی کریم ﷺ کا ایک بڑھیا کے ساتھ خوش طبعی فرمانا:

وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا مُرَاؤَ
عَجُوبَانَهُ لَا تَدْخُلُ الْحَنَّةُ عَجُورُ فَقَالَتْ وَمَالَهُنَّ وَكَانَتْ
تَقْرَأُ الْقُرْآنَ فَقَالَ لَهَا أَمَا تَفْقَرِينَ الْقُرْآنَ يَا نِسَاءَهُنَّ
إِنْشَاءً فَجَعَلْنَهُنَّ أَنْكَارًا

(رواه رزین وفی شرح السنة بلعظ المصنایح)

الترمذی 'الشمائل' باب ما جاء في صفة مراح رسول ﷺ 'ح ۲۴۰۔
"اور انس رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ ایک دن
ایک بوڑھی عورت نے جب آپ ﷺ سے درخواست کی کہ میرے جنت
میں جانے کی دعا فرمائیں تو اس سے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا بڑھیا
جنت میں داخل نہیں ہوگی وہ عورت قرآن پڑھی ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے
اس سے فرمایا کہ تم نے قرآن میں یہ نہیں پڑھا ہے کہ لَوْ يَأ الْأَنْبِيَاءُ
فَجَعَلْنَهُنَّ أَنْكَارًا یعنی ہم جنت کی عورتوں کو پیدا کریں گے جیسا کہ پیدا کیا جاتا

ہے پس ہم ن کو کنو ری بنا دیں گے اس اعتبار سے یہ خوش طبعی میں بر حقیقت تھی اور آپ ﷺ کا یہ فرمانا درست ہوا کہ یہ بوڑھی عورت جنت میں نہیں جائے گی کیونکہ واقعاً کوئی عورت اپنے بڑھاپے کے ساتھ جنت میں نہیں جائے گی۔ اس روایت کو زین سے مذکورہ الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے اور بغوی نے اپنی دوسری کتاب شرح سنن میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے جو مصاحیح میں مذکور ہیں۔

مصاحیح میں اس روایت کو جن الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے وہ یوں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس عورت سے فرمایا کہ بوڑھی عورتیں جنت میں داخل نہیں ہوں گی یہ سن کر وہ عورت واپس ہوئی درودہی ہوئی چلی گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس عورت کو جا کر بتا دو عورتیں اپنے بڑھاپے کے ساتھ جنت میں داخل نہیں ہوں گی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ إِنْ أَنْشَأْنِ مِنْ الشَّيْءِ جَعَلْنَهُنَّ امْسَكَنَّ

وَعَنْهُ أَنْ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ كَانَ اسْمُهُ زَاهِرُ بْنُ حَزَامٍ وَكَانَ يُهْدِي لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْبَادِيَةِ فُجْبَرَةً رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ زَاهِرًا بَادِيَةً وَنَحْنُ حَاضِرُونَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحِبُّهُ وَكَانَ دَمِيمًا فَأَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا وَهُوَ يَبْنِعُ مَنَاعَةً فَأَخْطَصَنَهُ مِنْ خَلْفِهِ وَهُوَ لَا يَبْصُرُهُ فَعَالَ أَرْسَلَنِي مِنْ هَذَا فَانْتَعَتْ فَعَرَفَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَجَلَ لَا يَأْلُو مَا أَلَزَقَ طَهْرَهُ بِصَنْدَرِ النَّبِيِّ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِئْتَ غَرَمَةً وَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ يَشْتَرِي الْعَبْدَ فَعَالَ يَارَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَاللَّهِ نَجَذْنِي كَانِيذًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكِنْ عِنْدَ اللَّهِ لَسْتُ بِكَائِيذٍ

(رواہ فی شرح المسند)

الرمذی اشعائیں باب ۳۶ ج ۲۳۰۔

”اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شہر سے باہر کا رہنے والا ایک شخص جس کا نام زاہر بن حزام رضی اللہ عنہ تھا۔ نبی کریم ﷺ کے لئے بطور ہدیہ یہ شہر کے باہر سے کچھ لایا کرتا تھا (یعنی ایسی چیزیں جو شہر سے باہر جنگل میں پیدا ہوتی ہیں جیسے ساگ، سبزی، لکڑی اور پھول وغیرہ) اور جب وہ ۸۰ سے باہر (اپنی جائے سکونت کو) چائے گا تو رسول کریم ﷺ اس کے ساتھ شہر کا کچھ سامان کر دیا کرتے تھے۔ نبی کریم ﷺ اس کے بارے میں فرماتے کہ زاہر رضی اللہ عنہ ہمارا باہر کا گماشتہ ہے کہ وہ ہمارے لئے باہر کی چیزیں لاتا ہے اور ہم اس کے شہر کے گماشتہ ہیں کہ ہم اس کو شہر کی چیزیں دیتے ہیں نیز نبی کریم ﷺ زاہر رضی اللہ عنہ سے بہت محبت و تعلق رکھتے تھے۔ ویسے وہ ایک بد صورت شخص تھا ایک دن نبی کریم ﷺ (بازار میں) تشریف لے گئے تو (دیکھا کہ) وہ اپنا سودا سلف بچا رہا ہے آپ ﷺ نے پیچھے سے اس کی اس طرح کوں بھرنے کہ وہ آپ ﷺ کو دیکھ نہیں سکتا تھا (یعنی آپ ﷺ نے اس کی بے خبری میں اس کے پیچھے بیٹھ گئے اور اپنے ہاتھ اس کی دونوں ہاتھوں کے نیچے سے نکال کر اس کی آنکھیں چھپا دیں تاکہ وہ پہچان نہ سکے) زہر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ

مجھے چھوڑ دو یہ شخص کون ہے؟ پھر (اس نے کوشش کر کے) کن آنکھیں سے دیکھا اور نبی کریم ﷺ کو پہچان گیا پھر تو وہ آپ ﷺ کو پیچھے سے کے بعد اپنی پیٹھ کو نبی کریم ﷺ کے سینہ مبارک سے چمکانے کی پوری کوشش کرنے لگا تا کہ زیادہ سے زیادہ برکت حاصل کر لے۔ ادھر نبی کریم ﷺ نے یہ آواز لگانی شروع کر دی کہ کون شخص ہے جو اس غلام کا خریدار ہے؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! خدا کی قسم آپ ﷺ مجھ کو ناکارہ پائیں گے (یعنی بالکل سست و رہے کار مال، نبی کریم ﷺ نے فرمایا لیکن تم خدا کے نزدیک ناکارہ نہیں ہو)۔ (شرح السنہ)

آنحضرت ﷺ نے زاہر کو ازراہ مذاق غلام سے تعبیر کیا اور حقیقت کے اعتبار سے یہ کوئی جھوٹ بات نہیں تھی کیوں کہ وہ اللہ کے غلام بہر حال تھے ہی۔ کسی چیز کو بطور فروخت کرنے کے لئے بطور استغلام یہ کہنا کہ کون شخص ہے جو اس کو خریدتا ہے مفہوم کے اعتبار سے کبھی تو اس چیز کی بیش قیمت حیثیت کو ظاہر کرنے کے لئے مقابہ آرائی پر اطلاق کیا جاتا ہے اور کبھی اس کا اطلاق استبدال پر آتا ہے۔ لہذا آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد "کون شخص ہے جو اس غلام کا خریدار ہے" کا مطلب یہ تھا کہ اس بار میں ایسا کوئی شخص ہے جو اس غلام کی قدر و قیمت لگا دے اور ایسی کوئی چیز مجھے دے سکے جس کے بدلے میں اس کو یہ غلام دے سکوں یعنی یہاں کا کوئی ماں اس کا بدل نہیں ہو سکتا اور کوئی چیز اس کی قیمت نہیں بن سکتی نیز یہ بھی ممکن ہے آپ ﷺ کا یہ ارشاد تجرید کے قلیل سے ہو جس سے گویا آپ ﷺ کا مطلب یہ تھا کہ کون شخص ہے جو اس غلام کو حاصل کرے یعنی ایسا کوئی شخص نہیں ہے جو اس غلام کو حاصل کرنے اور اس کو اپنے پاس رکھنے کا اہل ہو۔

زن و شو کے درمیان خوشی طبعی کی ایک عمدہ مثال:

وَعَنِ السُّفْهَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ اسْتَفْأَذَ أَبُو بَكْرٍ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعَ صَوْتَ عَائِشَةَ عَالِيًا فَلَمَّا دَخَلَ تَنَاوَلَهَا لِيَلْطَمَهَا وَقَالَ لَا أُرَاكَ تَزْمِعِينَ صَوْتَكَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْجُرُهُ وَخَرَجَ أَبُو بَكْرٍ مُغَضِبًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَنَنْ خَرَجَ أَبُو بَكْرٍ وَكُنَيْفَ زَانِبَتِي أَنْقَذْتُكَ مِنَ الرَّجُلِ قَالَتْ فَمَكَتْ أَبُو بَكْرٍ أَيَّامًا ثُمَّ اسْتَفْأَذَ فَوَجَدَهَا قَدْ اضْطَمَلَتْ فَقَالَ لَهَا ادْخُلَا بَنِي فِي سِلْبِكُمَا كَمَا ادْخَلْتُمَا بَنِي فِي خَرْبِكُمَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَعَلْنَا

ابوداؤد "کتاب الادب" باب ما جاء في المزاح ۴۹۹۹۔

”اور حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے دروازے پر کھڑے ہو کر آپ ﷺ سے گھر آنے کی اجازت طلب کی جیسی انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آواز کو سنا جو دروازے سے ہوں رہی تھیں پھر جب وہ گھر میں داخل ہوئے تو انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہاتھ پکڑا اور طمانچہ مارنے کا ارادہ کیا اور کہا کہ خبردار آئندہ میں تمہیں رسول کریم ﷺ کی آواز سے اونچی آواز میں بولتے ہوئے نہ دیکھوں۔ ادھر نبی کریم ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو (حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا کے مارنے سے) روکن شروع کیا اور پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ غصہ کی حالت میں نکل کر چلے گئے۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے چلے جانے کے بعد (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے) فرمایا کہ تم نے دیکھا میں نے تمہیں اس آدمی یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے کس طرح چوبیا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ (اس کے بعد) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ (مجھ سے غصے کی بنا پر یہ شخص حضرت ﷺ سے شرمندگی کی وجہ سے) کئی دن تک آنحضرت ﷺ کی خدمت میں نہیں آئے پھر ایک دن انہوں نے دروازے پر حاضر ہو کر اندر آنے کی اجازت مانگی اور اندر آئے تو دیکھا کہ دونوں (آنحضرت ﷺ اور عائشہ رضی اللہ عنہا) صلح کی حالت میں ہیں انہوں نے دونوں کو مخاطب کر کے کہا کہ تم دونوں مجھ کو اپنی صلح میں شریک کر لو جس طرح تم نے مجھ کو اپنی لڑائی میں شریک کیا تھا آنحضرت ﷺ نے (یہ سن کر) فرمایا بے شک ہم نے ایسا ہی کیا ہے بے شک ہم نے ایسا ہی کیا یعنی تمہیں اپنی صلح میں شریک کر لیا (گویا آپ ﷺ نے اپنی بات مؤکد کرنے کے لئے یہ جملہ دہرایا)

(ابوداؤد)

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث میں آنحضرت ﷺ کا وہ جملہ بطور مزاح تھا جو آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا کہ دیکھا میں نے تمہیں اس شخص کے ہاتھ سے کس طرح نجات دلائی گویا آپ ﷺ نے ”تمہارے باپ“ کہنے کی بجائے ”اس شخص“ کہہ کر بقصد مزاح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حق میں اجنبی قرار دیا۔

شادی کے بعد ہر کام میں تدبیر سے کام لینا سیکھئے:

وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ لَبِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا ذَرٍّ لَا عَقْلَ كَاتِبِينَ وَلَا وَرَعَ كَالْكَفِّ وَلَا حَسَبَ كَحُسْنِ الْخُلُقِ

”اور حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ابو ذر (جان لو) عمل تدبیر کے برابر نہیں ورع یعنی پرہیزگاری اہتمام و احتیاط کے برابر نہیں اور حسب وفضیلت خوش خلقی کے برابر نہیں ہے۔“

”تدبیر“ کے معنی ہیں ہر کام کے انجام پر نظر رکھ کر اس کے لئے سامان کرنا۔ لہذا ”عقل تدبیر کے مانند نہیں“ کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بھی عقل عقل تدبیر (وہ عقل کہ جس کے ساتھ تدبیر ہو) کے برابر نہیں ہو سکتی! گویا مذکورہ جملہ میں ”عقل“ سے مراد مطلق علم و ادراک ہے ”تدبیر“ سے مراد عقل تدبیر ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو بھی کام کیا جائے پہلے اس کے انجام پر نظر رکھی جائے اور اس میں جو بھلائیاں و برائیاں ہوں ان کو پہچانا جائے۔

ورع کے معنی پرہیزگاری کے ہیں جس کو تقویٰ بھی کہا جاتا ہے اگرچہ بعض حضرات کے نزدیک ورع اور تقویٰ کے درمیان بھی فرق ہے وہ کہتے ہیں کہ ورع کا درجہ تقویٰ کے درجہ سے بڑھ ہوا ہے بایں طور کہ تقویٰ کا مطلب ہے کہ حرام چیزوں سے پرہیز کرنا اور تورع کا مطلب ہے ان چیزوں سے بھی پرہیز کرنا جو مکروہ یا مشتبہ ہوں لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ تقویٰ اور تورع دونوں کے ایک ہی معنی ہیں اور عام طور پر سب لوگ ان دونوں کو ایک ہی معنی میں استعمال کرتے ہیں۔ اب رہی یہ بات کہ حدیث میں جو دو لفظ ورع اور کف نقل کئے گئے اور ان میں سے ورع کا ترجمہ

پرہیزگاری اور کف کا ترجمہ اجتنب و احتیاط کیا گیا ہے تو کیا ان دونوں کے درمیان کچھ فرق ہے؟ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں کیونکہ ورع کے معنی ہیں باز رہنا اور "کف" کے معنی بھی باز رہنے کے ہیں اس صورت میں حدیث کے اس جملہ لا ورع کا لکھ پر اشکال واقع ہوتا ہے کیونکہ اس کا لفظی ترجمہ یوں ہوگا "باز رہنا" یا رہنے کے برابر نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ اس طرح اس جملہ کے کوئی معنی ہی نہیں ہوں گے چنانچہ طبعی نے اس حدیث کی شرح میں اس اشکال کو غلط کر دیا ہے اور پھر اس کا جواب دیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہاں کف کے معنی مسلمانوں کو ایذا پہنچانے یا زبان کو لا یعنی باتوں میں مشغول کرنے سے پرہیز کرنا ہے اور چونکہ دینی طور پر بھی اور سماجی و معاشرتی طور پر بھی ان دونوں چیزوں میں سے ہر ایک مفاسد اور اس کی برائیاں بہت زیادہ ہیں اس لئے ان کے مفاسد کو براہ مہالف بیان کرنے کے لئے گویا یہ فرمایا کہ ورع یعنی حرام چیزوں سے باز رہنا اگرچہ ایک اعلیٰ وصف ہے علاوہ ازیں ایک بات یہ بھی کہی جا سکتی ہے کہ ورع و تقویٰ کے لغوی معنی اگرچہ باز رہنا اور پرہیز کرنا ہیں لیکن شرعی طور پر ان کے مفہوم میں اعتدال اور اجتنب دونوں ایک ساتھ داخل ہیں اور اگر ان کا مفہوم صرف اجتنب یعنی پرہیزگاری ہی ہو تو احکام فرماں برداری ترک کرنے سے پرہیز کرنا بھی ان کے مفہوم میں داخل ہوتا لہذا بات وہی رہی کہ ورع اور تقویٰ کے مفہوم میں اعتدال اور اجتنب دونوں داخل ہیں اور اس صورت میں بھی حاصل یہی نکلے گا کہ ورع اور تقویٰ کا اصل مفہوم یہ ہے کہ جو احکام دیئے گئے ہیں ان پر چلا جائے اور ان احکام پر خواہ اعتدال کے طور پر ہو یا اجتنب کے طور پر اس طرح جب یہ بات واضح ہو گئی کہ ورع کا تعلق دو چیزوں سے ہے یعنی جن امور کو کرنے کا حکم دیا گیا ہے ان کو اختیار کرنا اور جن امور سے منع کیا گیا ہے ان سے باز رہنا اور "کف" کا تعلق صرف ایک چیز یعنی منوعات سے باز رہنے سے ہے تو مذکورہ اشکال رفع ہو گیا۔ اس کے بعد یہ مسئلہ جاں لینا چاہئے۔ جس سے

حدیث کے مذکورہ جملہ کا مفہوم اور زیادہ صاف ہو جائے گا کہ جانب اجتنب کی رعایت جانب اعتدال کی رعایت کے بہ نسبت زیادہ مقدم، اور زیادہ ضروری ہے یعنی شریعت نے جس چیزوں سے باز رہنے کا حکم دیا ہے ان سے باز رہنا زیادہ مقدم اور زیادہ ضروری ہے بہ نسبت اس بات کے کہ جن چیزوں کو اختیار کرنے کا حکم دیا ہے ان کو اختیار کیا جائے اسی بنا پر علماء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص جانب اعتدال میں فرض و وجہات اور سنن مؤکدہ پر اکتفا کرے اور نوافل و مستحبات کو ترک کرے لیکن جانب اجتنب میں خوب اہتمام کرے یعنی تم حرام مکروہ اور مشتبہ چیزوں سے پرہیز کرے تو وہ شخص منزل مقصود پالے گا یعنی معرفت و حقیقت اور قرب خداوندی کا درجہ حاصل کرے گا اس کے برخلاف اگر کوئی شخص جانب اعتدال میں خوب اہتمام کرے یعنی فرائض و واجبات اور سنن مؤکدہ پر بھی عمل کرے اور تمام نوافل و مستحبات کو بھی ادا کرے لیکن جانب اجتنب کی رعایت نہ کرے یعنی منوعات کا ارتکاب کرتا رہے تو وہ شخص منزل مقصود کو نہیں پہنچے گا اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص بیمار ہو اور وہ پرہیز تو پوری طرح کرے لیکن دوا نہ کھائے تو وہ اچھا ہو جائے گا خواہ کتنی ہی دیر میں اچھا ہو اس کے برخلاف اگر وہ دوائیں کھاتا رہے لیکن پرہیز بالکل نہ کرے تو وہ ہرگز شفا نہیں پائے گا۔ بلکہ روز بروز بیمار ہوتا چلا جائے گا۔

"حسب و فضیلت خوش خلقی کے برابر نہیں ہے" حسب اصل میں کہتے ہیں اپنے اور اپنے باپ دادا کے فضل و مناقب کو گوانا اور اپنے خاندانی فخریہ کارناموں کو بیان کرنا۔ لہذا اس جملہ میں اس حقیقت کو واضح فرمایا گیا ہے کہ انسان کی ذاتی فضیلت و بزرگی اور انسانیت کا اصل تقاضا یہ ہے کہ اس میں خوش خلقی ہو اگر کوئی شخص خوش خلقی کی صفت سے محروم ہے تو وہ لاکھ اپنے مناقب گنوائے اور لاکھ اپنے فخریہ کارناموں کا اظہار کرے۔ اس کی کوئی حقیقت نہیں ہوگی۔ واضح رہے کہ اگر خوش خلقی میں "خس" سے مراد تمام باطنی اوصاف ہوں تو ظاہر ہے کہ جس اخلاق کو سب سے بہتر اور اصل

فضیلت کہا جائے گا اور اگر 'خلق' سے مراد نرم خوئی و مہربانی اور مروت کے اوصاف ہوں جیسا کہ عام طور پر خوش خلقی کی اوصاف کو کہا جاتا ہے تو اس صورت میں یہ فرمانا کہ سب و فضیلت خوش خلقی کے برابر نہیں ہے خوش خلقی کی فضیلت کو از رو مبالغہ بیان کرنے کے لئے ہوگا

اہل تصوف کے نزدیک خوش خلقی کی فضیلت ان الفاظ میں بیان کی جاتی ہے کہ خندہ پیشانی کے ساتھ رہنا، لوگوں کو اپنی عطا و بخشش سے بہرہ مند کرنا اور خدا کی مخلوق، ایذا پہنچانے سے باز رہنا یہ وہ اوصاف ہیں جن پر حسن خلق کا احاطہ ہوتا ہے۔ یہ حضرت حسن بصریؒ کا قول ہے اور ایک بڑے بزرگ یہ کہتے ہیں کہ حسن خلق یہ ہے کہ خدا کی مخلوق کے ساتھ عداوت کو ترک کیا جائے اور راحت و تنگی، دلوں حالت میں لوگوں کو خوش رکھا جائے اور حضرت سہل تستریؒ کے قول کے مطابق حسن خلق کا سب سے کم تر درجہ یہ ہے کہ مخلوق کی طرف سے جو زیادتی و سختی پیش آئے اس کو برداشت کرے اور کسی سے انتقام نہ لے۔ ظالم کے حق میں بھی شفیق و مہربان رہے اور اس کی مغفرت کا خواہاں رہے۔

زن و شو میں اثراتی جھگڑے کا حل

اللہ نہ کرے، اگر آپ میں اور شو میں ناچاقی زیادہ بڑھ جائے۔ یاد رکھئے اس دنیا میں کوئی شے ایسا نہیں جس میں ملکی بھائی بھائی جھگڑتا رہتا ہو اور میں تو صاحب عموں کو بتاتا ہوں کہ جو کتے میں کہ ہمارے گھر میں کوئی گھڑ نہیں یا تو وہ جھوٹ دیتے ہیں یا پھر بھی ساری شادی نہیں ہوتی۔ اس سے بچو۔ چھوٹے اختلافات پہ ہند پر شہرہ نہ کرنا سیکھتے ہیں اگر کسی ایسی صورت ہو جائے تو خود اپنی فیصلہ کرے ماں باپ کے گھر جانے یا اپنے ملک بروں سے "گرو قلمی ڈائی جھگڑات رک رہا ہو تو" مشورہ کیجئے اور پھر اس کی ہدایت پر عمل کیجئے۔ ان شاء اللہ معاملات سوجھ جائیں گے۔

ند عروہ جل نے رشتہ داروں

اور اگر تم ویرانوں کو تہہ در تہہ میں بیوی میں کشش کا مدیشہ ہو تو تم لوگ ایک آدمی جو تصفیہ کرنے کی لیاقت رکھتا ہو مرد کے خاندان سے اور ایک عورت جو تصفیہ کرنے کا لیاقت رکھتا ہو عورت کے خاندان سے بھیجو۔ اگر دونوں آدمیوں کو سدع منظور ہوگی تو اللہ تعالیٰ ان میں لب لبالی کے ارمیوں اتفاق فرمادیں گے۔ بیشک اللہ تعالیٰ بڑے علم اور بڑے خبردار ہے۔

(۱۱۲، ۳۵)

مصالحات کی کوشش

اگر اس صورت کو بیوت لڑا کہ مافرمائی اور کئی عورتوں کی جانب سے ہو۔ اب یہاں اس صورت کا بیان ہو رہا ہے کہ مردوں ایک دوسرے سے ناگوار ہو کر آیا

نیا جائے؟ پس علمائے کرام فرماتے ہیں کہ یہی حالت میں حاکم تھا اور مجھ در کو مقرر کرے جو یہ دیکھے کہ ظلم اور زیادتی کس طرف سے ہے۔ پس خام کو ظلم سے روکا جائے۔ اگر اس پر بھی کوئی بہتری کی صورت نہ نظر تو عورت دونوں میں سے ایک کی طرف سے اور مرد دونوں میں سے ایک بہتر شخص اس کی جانب سے منصف مقرر کر دے اور یہ دونوں مل کر تحقیقات کریں اور جس سر میں مصیبت سمجھیں اس کا فیصلہ کر دیں۔ یعنی خواہ ایک سرادیں خواہ ملہ پ سرادیں۔ لیکن شروع نے تو اس امر کی ترغیب دی ہے کہ جہاں تک ہو سکے کوشش کریں کہ کوئی شکل بہانہ کی نکل آئے۔ گردنوں کی تحقیق میں خاندن کی طرف سے بڑی ثابت ہو تو یہ اس کی عورت کو اس سے روک میں اور سے مجبور کریں گے کہ اپنی عادت ٹھیک ہوئے تک اس سے لگ رہے اور اس سے خرچ فراہم کرنا ہے اور اگر شرارت عورت کی طرف سے ثابت ہو تو اسے مان غفلت نہیں دے کر اس کے اور خاندن سے ملنی خوشی بسر کرنے پر مجبور کریں گے۔ اسی طرح اگر وہ طلاق کا فیصلہ دیں تو خاندن کو طلاق دینی پڑے گی۔ گروہ تین میں رہنے کا فیصلہ کریں تو بھی انہیں ماننا پڑے گا۔ بلکہ حضرت بن عباس فرماتے ہیں گردنوں چنچ اس پر متفق ہو گئے کہ انہیں رضامندی کے ساتھ ایک دوسرے سے اپنے تعلقات نباہنے چاہئیں اور اس فیصلہ کو ایک نے منظور کر لیا اور دوسرا نہیں کرتا اور یہی حالت میں ایک کا انتقال ہو گیا تو جو رضی تھا وہ اس کا وارث بننے کا جو ناراض تھا۔ لیکن جو ناراض تھا اسے اس کا ورثہ نہیں ملے گا جو ناراضی تھا۔ (ابن جریر)

ایک ایسے ہی جھگڑے میں حضرت عثمانؓ نے حضرت ابن عباسؓ اور حضرت معاویہؓ کو حکم مقرر کیا تھا۔ اگر تم ان میں میل کرنا چاہو تو میل ہو گا اور اگر جدائی کرنا چاہو تو جدائی ہو جائے گی۔ ایک روایت میں ہے کہ عقیل بن ابی طالب نے فاطمہ بنت عقبہ بن ربیعہ سے نکاح کیا۔ تو اس نے کہا تو میرے پاس سے گا اور میں ہی تیرا خرچ بھی برداشت کروں گی۔ اب یہ بولنے لگا کہ جب عقیل ان کے پاس آنا چاہے تو وہ پوچھتی

عقبہ بن ربیعہ اور شبیبہ بن ربیعہ کہا رہا ہیں؟ یہ فرماتے تھے میرے ہائیں جانب جہنم میں۔ اس پر وہ بگڑ کر اپنے کپڑے ٹھیک کر تھیں ایک مرتبہ یہ حضرت عثمانؓ کے پاس آئے اور یہ واقعہ بیان کیا۔ خلیفہ المسلمین اس پر غصے اور حضرت ابن عباسؓ اور حضرت معاویہؓ کو ان کا بیچ مقرر کیا۔ حضرت بن عباسؓ تو فرماتے تھے ان دونوں میں عیحدگی کرادی جائے۔ لیکن حضرت معاویہؓ فرماتے تھے جو عبد مناف میں یہ تفریق میں ناپسند کرتا ہوں اب یہ دونوں حضرات عقیل کے گھر پہنچے۔ دیکھا وہ دروازہ بند ہے اور دونوں میاں بیوی اندر ہیں۔ یہ دونوں لوٹ گئے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی حسن تدبیر:

مسند عبد الرزاق میں ہے کہ حضرت علیؓ کی خلافت کے زمانہ میں ایک میاں بیوی اپنی ناچاقی کا جھگڑے کر آئے۔ اس کے ساتھ ان کی برادری کے دو گتھے اور اس کے ہمراہ اس کے گھر نے کے۔ حضرت علیؓ نے دونوں میں سے ایک ایک کو چنا اور اسے حکم مقرر کیا۔ پھر دونوں بچوں سے کہا جانتے بھی ہو تمہارا کام کیا ہے؟ تمہارا منصب یہ ہے کہ اگر چاہو دونوں میں صلح صفائی کرادو۔ اگر چاہو تفریق کرادو۔ یہ سن کر عورت نے کہا میں بدعتی کے فیصلہ پر راضی ہوں۔ خواہ صلح و مصالحت کی صورت میں ہو خواہ جدائی کی صورت میں۔ مرد کہنے لگا مجھے جدائی نا منظور ہے۔ اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا نہیں نہیں قسم اللہ کی تجھے دونوں صورتیں منظور کرنی پڑیں گی۔ پس علم کا اجماع ہے کہ اسی صورت میں ان دونوں مصغول کو دونوں اختیار ہیں۔ یہاں تک کہ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اگر وہ چاہیں دو اور تین طلاقیں بھی دے سکتے ہیں۔ حضرت امام مالکؒ سے بھی یہی منقول ہے۔ یہ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ انہیں اجتماع کا اختیار ہے تفریق کا نہیں حضرت قتادہؓ اور زید بن اسلمؓ کا بھی یہی قول ہے۔ امام حماد اور ابو ثور اور داؤد کا بھی یہی مذہب ہے۔ ان کی دلیل ابن یزیدؓ اصلحتہ والہ جملہ ہے کہ اس میں تفریق کا ذکر نہیں۔ پس اگر یہ دونوں شوہر اور بیوی

دونوں کی طرف وکیل میں تو جیٹن کا حکم جمع اور تحریق دونوں میں نافذ ہوگا اور اس میں تو کسی کے خلاف حقوق بھی نہیں۔ پھر بھی یہ عیب رہے کہ یہ دونوں شیخ حاکم کی طرف سے مقرر ہوں گے اور فیصلہ کریں گے۔ گو ان سے فریقین ناراض ہوں یا یہ دونوں میاں یوی کی طرف سے وکیل ہوں گے۔ جمہور کا مذہب تو پسا ہے اور دلیل یہ ہے کہ ان کا نام قرآن حکیم نے حکم رکھا ہے در حکم کے فیصلے سے کوئی خوش ہو یا ناخوش۔ بہر صورت اس کا فیصلہ ہوگا۔ آیت کے ظاہری الفاظ بھی جمہور کے ساتھ ہیں۔ امام شافعی کا یہ قول بھی یہی ہے اور امام بوخیز اور ان کے اصحاب کا بھی یہی قول ہے۔

لزائی جھگڑے کی صورت میں ہدایت الہی
اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا

اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر سے غالب احتمال مدد ملے یا ہے پروائی کا اثر ہو سو دونوں کو اس امر میں کوئی گناہ نہیں کہ دونوں باہم ایک خاص طور پر صلح کریں اور یہ صلح بہتر ہے درخوش کو حرم کے ساتھ فتر ہوتا ہے اور اگر تم اچھا برتاؤ رکھو اور احتیاط رکھو تو جہد حق تعالیٰ تمہارا اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں اور تم سے یہ تو کبھی نہ ہو سکے گا کہ سب بیبیوں میں برادری رکھو تو تمہارا کتنا ہی جی چاہے تو تم باہم تو ایک ہی طرف نہ داخل جاؤ جس سے اس کو ایسا کر دو جیسے کوئی ادھر میں لگی ہو اور اگر مساجد کرو اور احتیاط رکھو تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت و بڑی رحمت والے ہیں اور اگر دونوں میاں بی بی جدا ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اپنی وسعت سے ہر ایک کو بے احتیاجی کر دے گا اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والے اور بڑی حکمت والے ہیں۔

شکر رنجی اور مصالحت کی کوششیں

اللہ تعالیٰ میں بیوی کے حالات اور ان کے حکام میں فرما رہا ہے۔ کبھی مرد اس سے ناخوش ہو جاتا ہے کبھی چاہے نکاح اور کبھی الگ کر دیتا ہے۔ بس یہی حالت میں جلد عورت کو اپنے شوہر کی ناراضگی کا خیال ہے اور اسے خوش کرنے کے لئے اپنے تمام حقوق سے یا کسی خاص حق سے وہ دستبرداری کر لے تو کر سکتی ہے۔ مثلاً اپنا کھانا کپڑا چھوڑ دے یا شب باشی کا حق معاف کر دے تو دونوں کے لئے یہ جائز ہے۔ پھر اس کی رغبت داتا ہے کہ صلح ہی بہتر ہے۔ صورت سو وہ سنت رحمہ جب بہت عمر (رسیدہ) کی ہو جاتی ہیں وراثتیں معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ انہیں جدا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ تو کہتی ہیں میں اپنی باری کا حق حضرت عائشہ کو دیتی ہوں۔ چنانچہ اس پر صلح ہو گئی اور حضور ﷺ نے قبول فرما لیا۔ ابوراؤد میں ہے کہ اسی پر یہ آیت اتری۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں میں بیوی جس بات پر راضی ہو جائے وہ جائز ہے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے دھماکے دھماکے کے وقت آپ ﷺ کی نوبتیں تھیں۔ جس میں سے آپ ﷺ نے آٹھ کو ہاریوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ بخاری مسلم میں ہے کہ حضرت سوڈہ کا دل بھی حضور ﷺ سے محبت کرتا تھا کہ وہ دیتے تھے۔ حضرت عروہ کا قول ہے کہ حضرت سوڈہ نے بڑی عمر میں جب معلوم کیا کہ حضور ﷺ انہیں چھوڑ دینا چاہتے ہیں تو خیال کیا کہ آپ کو صدیقہ سے بڑی محبت ہے۔ اگر میں اپنی باری انہیں دے دوں تو کیا عجب ہے کہ حضور ﷺ راضی ہو جائیں اور میں آپ کی بیویوں میں آحدم تک رہ جاؤں۔ حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ حضور ﷺ ہرگز انہیں گزرنے میں اپنی تمام بیویوں کو برابر کے درجے پر رکھ کر تے تھے۔ عموماً ہر دور سب بیویوں کے ہاں آتے بیٹھتے بولتے چلتے مگر ہاتھ نہ بڑھاتے۔ پھر خرم میں جن بیوی صاحبہ کی باری ہوتی ان کے یہاں جاتے اور رات وہیں گزارتے۔ پھر سوڈہ کا واقعہ بیان فرمایا۔ جو اوپر گرا (ابوراؤد) مجسم ابو عباس کی ایک مرسل حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے

حضرت سودا کو طلاق کی خبر بھجوائی۔ یہ حضرت عائشہ کے یہاں چائیں۔ جب آپ شریف آئے تو کہے گئیں آپ کو کس بند کی قسم جس نے آپ پر اپنا کلام نازل فرمایا اور اپنی مطلق میں سے آپ کو برگزیدہ اور پناہ پسند یہ بنایا۔ آپ مجھ سے رجوع کر لیجئے۔ میری عمر بڑی ہو گئی ہے۔ مجھے مرد کی خاص خوشنہیں رہی۔ لیکن تمنا ہے کہ قیامت کے دن آپ کی بیویوں میں اٹھائی جائیں۔ چنانچہ آپ نے یہ منظور فرمایا اور رجوع کر لیا۔ پھر یہ کہے گئیں یا رسول اللہ ﷺ میں اپنی باری کا دن و رات آپ کی محبوبہ حضرت عائشہ کو بہہ کرتی ہوں۔

بخاری شریف میں ہے کہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ بڑھیا عورت جو اپنے خاوند کو نبھتی ہے کہ وہ اس سے محبت کر سکتا بلکہ اسے الگ کرنا چاہتا ہے تو وہ کہتی ہے کہ میں پناہ حق چھوڑتی ہوں تو مجھے جدا نہ کر۔ تو آیت دونوں کو رخصت دیتی ہے۔ یہی صورت اس وقت بھی ہے۔ جب کسی کی دو بیویاں ہوں اور ایک سے اسے بوجہ بڑھاپے یا بد صورتی کے محبت نہ ہو اور وہ اسے جدا کرنا چاہتا ہو اور یہ اپنے تعلق یا بعض اور مصالح کی بنا پر الگ ہونا پسند نہ کرتی ہو تو اسے حق ہے کہ اپنے بعض یا سب حقوق سے الگ ہو جائے اور خاوند اس کی بات کو منظور کر کے اس کو جدا نہ کرے۔ بن جریر میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت عمرؓ سے ایک سوال کیا (جسے اس کی بیہودگی کی وجہ سے) ناپسند فرمایا اور اسے کوزہ مار دیا۔ پھر ایک ور نے اسی آیت کی مابین سوال کیا تو آپ نے فرمایا ہاں یہ باتیں پوچھنے کی ہیں۔ اس سے ایسی صورت مراد ہے کہ مثلاً ایک شخص کی بیوی ہے لیکن وہ بڑھیا ہو گئی ہے اور انہیں ہوتی۔ اس نے ولادت کی خاطر کسی جو عورت سے اور نکاح کیا۔ پھر یہ دونوں جس چیز پر آپس میں اتفاق کر میں جائے۔ حضرت علیؓ سے جب اس آیت کی نسبت پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس سے مراد وہ عورت ہے جو بوجہ اپنے بڑھاپے کے یا بد صورتی کے یا بد خلقی کے یا گندگی کے اپنے خاوند کی نظروں سے گر جائے اور اس کی تمنا ہو کہ خاوند مجھے

چھوڑے تو یہ اپنا چہرہ یا آدھا مہر معاف کر دے۔ یا اپنی باری معاف کر دے وغیرہ۔ تو اس طرح صبر کر سکتے ہیں۔ سلف اور ان کے سے برسر کی یہی تفسیر منقول ہے بلکہ اس پر تفسیر بالحق ہے۔ میرے خیال سے تو اس کا کوئی تفسیر نہیں۔ ولہذا ہم محمد بن مسلم کی حدیث میں حضرت رافع بن خدیج کے گھر میں تھیں بوجہ بڑھاپے کے یا کسی امر کے یہ انہیں چاہتے نہ تھے۔ یہاں تک طلاق دینے کا ارادہ کر لیا۔ اس پر انہوں نے کہا آپ مجھے طلاق تو دیتے تھے نہیں ہاں جو آپ چاہیں وہی مجھے منظور ہے۔ اس پر یہ آیت اتری۔ دن دونوں آیتوں میں ذکر ہے اس عورت کا جس سے اس کا خاوند بگڑا ہو۔ اسے چاہئے کہ اپنی بیوی سے کہہ دے کہ گرہ چاہئے تو اسے طلاق دے دے اور اگر وہ چاہئے تو اس بات کو پسند کر کے اس کے گھر میں رہے کہ وہ مال کی تقسیم میں اور دینی کی تقسیم میں اس پر دوسری بیوی کو ترجیح دے گا۔ اب سے اختیار ہے اگر یہ دوسری شق کو منظور کر لے تو شرعاً خاوند کو جائز ہے کہ اسے باری نہ دے اور جو مہر وغیرہ اس نے چھوڑا ہے اسے اپنی ملکیت سمجھے۔

حضرت رافع بن خدیج انصاریؓ کی بیوی صاحبہ جب سن رسیدہ ہو گئیں تو انہوں نے ایک نوجوان بڑی سے نکاح کیا اور پھر سے زیادہ چاہنے لگے اور اسے انکی بیوی پر مقدم رکھنے لگے۔ آخر اس نے تنگ کر طلاق طلب کی۔ آپ نے اے دی۔ پھر عدت ختم ہونے کے قریب موٹالی لیکن پھر وہی حال ہو کہ جوان بیوی کو زیادہ چاہنے لگے اور اس کی طرف جھک گئے اس نے پھر طلاق مانگی آپ نے دوبارہ طلاق دے دی۔ پھر اودا گیا۔ لیکن پھر وہی تہمت پیش آیا۔ پھر اس نے قسم دی کہ مجھے طلاق دے دو۔ تو آپ نے فرمایا کہ دیکھو اب یہ تیسری طلاق ہے۔ اگر تم چاہو تو میں دے دوں ورنہ اگر چاہو تو اسی طرح رہنا منظور کرو۔ اس نے سوچ کر جواب دیا کہ مجھ مجھے اسی طرح رہنا منظور ہے۔ چنانچہ وہ اپنے حقوق سے دست بردار ہو گئیں اور اس صرح رہے تھے گئیں۔ اس جملے کا کہ خبر ہے ایک معنی تو یہ بیان کیا گیا ہے کہ خاوند کا اپنی بیوی کو یہ

اختیار دینا کہ اگر تو چاہے تو کسی طرح رو کر دوسری بیوی کے برابر تیرے حقوق نہ ہوں گے اور اگر چاہے تو طلاق سے۔ یہ بہتر ہے اس سے کہ بیوی دوسری پر ترجیح دینے والی ہے۔ لیکن اس کا اچھا مطلب یہ ہے کہ بیوی اپنا کچھ حق چھوڑ دے اور حادہ سے طلاق نہ دے اور آپس میں مل کر رہیں۔ یہ حادہ دینے والی ہے بہتر ہے۔ جیسے کہ خود نبی ﷺ نے حضرت سودہؓ کو اپنی زوجیت میں رکھا اور انہوں نے ایذا ان حضرت عاشق کو بہ کر لیا۔ آپ ﷺ کے اس فعل میں بھی آپ ﷺ کی امت کے لئے بہترین نمونہ ہے کہ عدم مولاقت کی صورت میں طلاق کی نوبت نہ آئے۔ چونکہ اللہ کے نزدیک صلح فراق سے بہتر ہے۔ اس لئے یہاں فرمایا کہ صلح خیر ہے بلکہ اس ماجد و غیرہ کی حدیث میں ہے تمام حلال چیزوں میں سے سب سے زیادہ ناپسند چیز اللہ کے نزدیک طلاق ہے۔ پھر فرمایا تمہارا حسن اور تقویٰ کرنا یعنی عورت کی طرف کی ناراضگی سے درگزر کرنا اور اسے ناپسندیدگی کے باوجود جو اس کا پورا حق دینا باری میں بین الدین میں برتری کرنا یہ بہترین فعل ہے۔ جسے اللہ بخوبی جانتا ہے جس پر وہ بہت اچھا اجر عطا فرمائے گا۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ گوتم چاکر اپنی کئی بیویوں کے درمیان ہر طرح بالکل پورا عدل و انصاف اور برابری کر دیتا تو بھی تم نہیں کر سکتے۔ اس سے کہ گوتم ایک ایک کی باری باندھ لیا لیکن محبت، شہوت، جماع وغیرہ میں برتری کیسے کر سکتے ہو؟ بین ملیہ فرماتے ہیں یہ آیت حضرت عائشہؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ حضور ﷺ آپس میں بہت چاہتے تھے۔ اسی لئے ایک حدیث میں ہے حضور ﷺ عورتوں کے درمیان صحیح طور پر مساوات رکھتے تھے۔ لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے فرماتے تھے 'اے اللہ! یہ وہ تقسیم ہے جو میرے بس میں تھی۔ اب جو چیز میرے قبضہ سے باہر ہے یعنی وہی تعلق اس میں تو مجھے ملے نہ کرنا۔' (بخاری)

لیکن امام ترمذی فرماتے ہیں دوسری سند سے یہ مرسل مروی ہے اور وہ زیادہ

صحیح ہے۔ پھر فرمایا بالکل ہی ایک جانب تھک نہ جا کہ دوسری کو نکال دے۔ وہ نہ بے مروت نہ رہے نہ خادہ والی۔ تم اس سے برائی برتاؤ اور دوسری تمہاری زوجیت میں۔ نہ تو سے طلاق ہی دو جو بنا دوسرا نکاح کرے۔ نہ اس سے وہ حق و کفر و جبر پر بیوی کے اس سے میاں پر ہیں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں جس کی دو بیویاں ہوں پھر وہ بالکل ہی ایک طرف جھک جائے تو قیامت کے دن اس کے سامنے اس طرح آئے گا کہ اس کا آدھا جسم ساقط ہو گا۔ (احمد و غیرہ) امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث مرفوع طریق سے سوائے امام اور کسی ذریعہ سے روایت نہیں ہے۔ پھر فرماتا ہے اگر تم اپنے کاموں کی اصلاح کرو اور جہاں تک تمہارے اختیار میں عورتوں کے درمیان عدل و انصاف اور برابری ہے کرو اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو۔ تو اگر تم کسی وقت ایک کی طرف مائل ہو گئے ہو' سے اللہ تعالیٰ معاف فرمادے گا۔ پھر تیسری حالت بیان فرماتا ہے کہ اگر کوئی صورت ہی باہر کی نہ ہو اور دونوں ایک ہو جائیں۔ تو اللہ ایک کو دوسرے سے بے نیاز کرا دے گا۔ اسے اس سے اچھا شوہر اور اسے اس سے اچھی بیوی دے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فعل بہت وسیع ہے وہ بڑے حسنوں والا ہے اور نہ تو ایسا حکیم ہے۔ تمام فعل اور ساری تقدیریں اور پوری شریعت حکمت سے سراسر بھر پور ہے۔

خرچ میں میانہ روی زندگی کا آدھا سرمایہ ہے

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ الْأَنْصِفُ فِي السَّفَةِ لَمْ يَشْئِمْ وَالْقَوْدُ إِلَى

النَّاسِ يَنْصِفُ الْعَقْلُ وَخُسْنُ السُّؤَالِ يَنْصِفُ الْجَلْمُ

رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ الْأَحَادِيثُ لِأَرْبَعَةِ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ

”در حضرت بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد

فرمایا: خرچہ میں میانہ روی، اختیار کرنا نصف معیشت ہے انسانوں سے

دوئی نصف عقل ہے اور خوبی کے ساتھ سوال کرنا آدھا علم ہے۔

چاروں روایتوں کو ملتی ہیں شعبہ ایمان میں نقل کیا ہے۔“

شہرہ کی کم تنخواہ میں گھر چلنے کا نسخہ کیمریا:

حدیث کے پہلے تر کا مطلب یہ ہے کہ اپنے اور اپنے متعلقین کی ضروریات

زندگی خرچ کرنے میں نہ تو اسراف کرنا اور زندگی سختی کرنا بلکہ اعتدال اور میانہ روی

اختیار کرنا زندگی کا آدھا سرمایہ ہے۔ بایں طور کہ انسان کی معاشی زندگی کا دار و مدار دو

چیزوں پر ہے ایک تو مدنی دوسرے خرچ اور ان دونوں کے درمیان توازن خوشحالی

کی ضمانت بھی ہے اور معیشت کے مستحکم ہونے کا ذریعہ بھی لہذا حسن طرح مدنی کے

توازن کا بگڑنا خوشحالی کے منافی اور معیشت کے عدم استحکام کا سبب ہے۔ اسی طرح

مگر حرا بات کا توازن بگڑ جائے تو نہ صرف حالی مفقود ہوگی بلکہ معیشت کا سارا

ڈھانچہ درہم برہم ہو کر رہ جائے گا۔ لہذا مصرف میں اعتدال اور خرچ کرنے میں

میانہ روی اختیار کرنا معیشت کا نصف حصہ ہوا۔

منالی ذہن

حدیث کے دوسرے جز کا مطلب یہ ہے کہ اچھے لوگوں کے ساتھ محبت ظاہر کرنا

اور ان کی محبت کو اپنے معاملات و اخوا میں خیر و برکت کا سرچشمہ چاہنا اس عقل کا

نصف حصہ ہے جو حسن معاشرت کی ضمانت ہے۔ گویا پوری عقل مندی یہ ہے کہ انسان

کوئی کسب و پیشہ اور سعی و محنت کر کے جائز روزی حاصل کرے اور اس کے ساتھ آپس

میں محبت و مروت کے جذبات بھی کار فرما رکھے۔

حدیث کے تیسرے جز کا مطلب یہ ہے کہ کسی علمی مسئلہ میں خوب سوچ سمجھ کر اور

اچھی طرح سوال کرنا آدھا علم ہے کیونکہ جو شخص سوال کرنے میں رانا اور سمجھ دار ہوتا

ہے اسی چیز کے بارے میں سوال کرتا ہے جو بہت زیادہ ضروری اور بہت کارآمد ہوتی

ہے اور چونکہ وہ اپنے علم میں اضافہ کا متنب ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ہی وہ پوچھی جانے

وان چیزوں کے درمیان تمیز کرنا جانتا ہے کہ کیا پوچھنا چاہئے اور کس سے پوچھنا چاہئے

اس لئے جب وہ اپنے سوال کا جواب پالیتا ہے تو حل طلب مسئلہ میں اس کا علم پورا ہو

جاتا ہے اس اعتبار سے گویا علم کی دو قسمیں ہوں گی ایک تو سوال و رد دوسرے جواب۔

دینی یہ بات کہ اچھی طرح سوال کرنے کا مطلب کیا ہے تو جانا چاہئے کہ ”اچھے

سوال“ کا، طرہ اس سوال پر ہوتا ہے جس کے تمام پہلوؤں کی تحقیق و تفتیش کر لی گئی ہو

اور اس میں جسے احتمالات پیدا ہو سکتے ہیں ان سب کی واقفیت ہوتا کہ شافی و کافی

جواب پائے اور جواب میں کوئی پہلو تشدد نہ رہے پائے اس طرح کا سوال بذات خود

علم کی ایک شق ہوگا۔ در اس پر یہ اشکال وارد نہیں ہوگا کہ جب سوال کرنا، جہل

(ناواقفیت) اور تردد پر دلالت کرتا ہے تو سوال کرنے کو نصف علم کس طرح کہا گیا ہے

تاہم مذکورہ اشکال کے پیش نظر ایک بات یہ بھی کہی جاسکتی ہے کہ جو شخص خوب سوچ سمجھ

کر و سوچ کر سوال کرتا ہے اس کے بارے میں یہی سمجھا جاتا ہے کہ یہ ایک ایسا

شخص ہے جو علمی ذوق کا حامل ہے اور علم میں اپنا کچھ حصہ ضرور رکھتا ہے اور اس بات کا

خواہش مند ہے کہ اپنے ناقص علم کو پورا کرے لہذا اس کے سوال کو نصف علم کہنا سواروں

ہوگا۔ اس کے برخلاف جو شخص بغیر سوچے سمجھے اور خراب انداز میں سوال کرتا ہے وہ اپنے اس سوال کے ذریعہ اپنے نقصان عقل و کمال اور حماقت پر دلالت کرتا ہے۔ اس کی مثال میں اس واقعہ کو پیش کیا جا سکتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام ابو یوسفؒ نے اپنی علمی مجلس میں اپنے ایک شاگرد کو مسلسل خاموش بیٹھے ہوئے دیکھا تو اس سے فرمایا کہ یہاں بیٹن کی جانے والی باتوں میں سے کوئی تمہاری سمجھ میں نہ آئے یا کوئی مسئلہ تمہیں مشکل معلوم ہو رہا ہو تو اس کے بارے میں پوچھ لینا شرمانا نہیں، کیونکہ کسی حل طلب بات میں سوال کرنے سے شرمانا علم سے باز رکھتا ہے اس وقت حضرت امام ابو یوسفؒ روزہ کی تعریف میں گفتگو فرما رہے تھے چنانچہ جب انہوں نے فرمایا کہ روزہ صبح سے شروع ہوتا ہے اور غروب آفتاب تک رہتا ہے تو اسی شاگرد نے سوال کیا کہ حضرت اگر آفتاب غروب ہی نہ ہو تو پھر روزہ کب تک رہے گا؟ حضرت امام ابو یوسفؒ نے (اس کا جاہل نہ سوال سن کر) فرمایا کہ چپ رہو تمہارا چپ رہنا اس سے کہیں بہتر ہے کہ تم بولو۔

حاصل یہ کہ سوال کی نوعیت اور سوال کرنے کا انداز سوال کرنے والے کی شخصیت و حماقت پر بذات خود دلالت کرتا ہے اور اس کے سوال کی روشنی میں یہ اندازہ نکالنا مشکل نہیں ہوتا کہ یہ شخص بالکل ہی جاہل ہے یا علم سے کچھ سروکار رکھتا ہے جس شخص میں علم و عقل کی روشنی ہوگی اس کا سوال بھی سامانہ اور فائدہ مند ہوگا اور جو شخص نہ جاہل ہوگا اس کی اور باتوں کی طرح اس کا سوال بھی جاہلانہ اور عامیانہ ہوگا جیسا کہ کسی نے کہا ہے جب جاہل بات کرتا ہے تو گدھے کی طرح معلوم ہوتا ہے اور جب چپ رہتا ہے تو دیوار کی طرح معلوم ہوتا ہے۔

حیاء ایک بہت بڑی نعمت اہیہ

عن زید بن طلحة قال قال رسول الله صلى الله عليه

وسلم ان لکبر دین خلق الاسلام الحیا

(رواہ مالک مرسل ورواہ ابن ماجہ والبیہقی فی شعب الایمان)

عن انس وبن عباس

سیر بر داؤد کتاب الادب باب من کظم عیضا ح ۷۷۸۔

”اور حضرت زید بن طلحہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا

ہر اس اور مذہب میں یک خلق ہے (یعنی ہر مذہب و دوس میں ایک ایسی

صفت و خصلت ہوتی ہے جو ان کی تمام صفتوں پر غالب و برتر کی ساری

خصلتوں سے علی ہوتی ہے) اور اس دم کا وہ خلق حیا ہے۔“ اس روایت کو

مالک نے بطریق رسالت نقل کیا ہے (کیونکہ زید صحابی نہیں ہیں بلکہ تابعی

میں نیز ابن ماجہ اور شعب ابی یوسف میں بھی اس روایت کو حضرت انس

رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے۔“

حیا کی تعریف و فضیلت

یہاں ”حیا“ سے اس چیز میں شرم و حیا کرنا مراد ہے جس میں حیا کرنا مشروع

ہے چنانچہ جن چیزوں میں شرم و حیا کرنے کی اجازت نہیں ہے جیسے تعلیم و تدبیر امر

بالعرف و نہی عن المنکر اور کسی حق کا حکم دینا خود حق کو ادا کرنا اور گواہی دینا وغیرہ

وغیرہ ان میں شرم و حیا کرنے کی کوئی فصیت نہیں ہے۔

حدیث کا یہ وہ مفہوم تھا ہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر دین کے لوگوں پر کوئی نہ کوئی

وصف و خصلت غالب رہتی ہے چنانچہ اہل اسلام پر جس طبعی وصف کو غالب قرار دیا گیا

ہے وہ حیا ہے اور باوجودیکہ حیا بھی اس اوصاف و خصائل میں سے ہے جو تمام ادیان

و مذہب کے لوگوں میں مشترک طور پر پائی جاتی ہیں لیکن اسی وصف حیا کو خاص طور پر

اہل اسلام پر غالب کیا گیا ہے اور دوسرے مذہب کے لوگوں میں اس جوہر کو بہت کم

رکھا گیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حیا نہ صرف یہ کہ طبعی خاصیتوں و رخصتوں میں سب سے اعلیٰ درجہ رکھتی ہے بلکہ یہ وہ جو ہر ہے جس سے نہانی اخلاق و کردار کی تکمیل بھی ہوتی ہے اور چونکہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ بعثت لا تعم مکارم الاخلاق (میں اچھے اخلاق کی تکمیل کے لئے دنیا میں بھیجا گیا ہوں) اس لئے اس جوہر کے ذریعہ امت اسلامیہ کے خلاق و اوصاف کو کمال کے درجہ پر پہنچایا گیا ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ صرف حیا ہی میں منحصر نہیں ہے بلکہ ہم سے پہلے کی امتوں میں تمام ہی اخلاق و فضائل ناقص تھے یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ دنیا میں تشریف لائے اور آپ ﷺ کی برکت سے امت اسلامیہ میں تمام اخلاق و فضائل کو کامل و مکمل کیا گیا اسی لئے امت اسلامیہ کی اس خاصیت کو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ کُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (تم کو دنیا والوں کے لئے سب سے بہتر امت بنا کر پیدا کیا گیا ہے اے اللہ)۔

وَعَنْ أَبِي عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْحَيَاءَ وَالْإِيمَانَ قُرْنَانِ جَمِيعًا فَإِذَا رُفِعَ أَحَدُهُمَا رُفِعَ الْآخَرُ وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ فَإِذَا سُلِبَ أَحَدُهُمَا تَبِعَهُ الْآخَرُ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

”اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا حیا اور ایمان کو ایک دوسرے کے ساتھ کچا کیا گیا ہے لہذا جب کسی کو ان دونوں میں سے کسی ایک سے محروم کیا جاتا ہے تو وہ دوسرے سے بھی محروم رکھا جاتا ہے یعنی جو شخص ایمان سے محروم رہتا ہے وہ حیا سے محروم رکھا جاتا ہے اور جس میں حیا نہیں ہوتی اس میں ایمان بھی نہیں ہوتا اور ایک دوسری روایت میں جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے یوں ہے کہ

ان دونوں میں سے جب ایک کو دور کیا جاتا ہے تو دوسرا بھی ہٹا رہا ہے۔“

حیچین میں حیا کی بابت مروی چند احادیث

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسِتُّونَ شُعْبَةً وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان کی ستر پرکھی شےیں ہیں اور حیا ایمان کی ایک شاخ ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسِتُّونَ أَوْ بِضْعٌ وَسِتُّونَ شُعْبَةً فَأَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَذَانُهَا إِمَامَةُ الْأَنْبِيَاءِ عَنِ الطَّرِيقِ وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ایمان کی ستر پرکھی یا ساٹھ پرکھی شےیں ہیں اس سب میں افضل لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہنا ہے اور ادنیٰ ان سب میں راہ میں سے موڑی چیز کا بٹا ہے اور حیا ایمان کی ایک شاخ ہے۔

عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ سَمْعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَعْطَى اخَاهُ فِي الْحَيَاءِ فَقَالَ الْحَيَاءُ مِنَ الْإِيمَانِ

سالم نے اپنے باپ عبد اللہ بن عمر سے روایت کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک شخص اپنے بھائی کو حیا کے سبب میں نصیحت کر رہا تھا فرمایا (جائے و

میں نیا سے متعلق کرادیا میں میں داخل ہے۔

عن عفرا بن حصیر یحدث عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم أنه قال لا تاتوا الا بحیبر فقال یسئرون یحسب انہ مکتوب فی الحکمة ان منہ وعازا وملا سکیة فقال عمران احدثک عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحدثتہ عن صحابہ

امان بن حصیر حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا ہے کہ میں نہیں ہوتی مگر بہتری۔ بشر بن کعب نے کہا حکمت کی کتابوں میں بھی ہے کہ حیات سے عمار ہوتا ہے اور حیات سے سیر ہوتا ہے۔ عمار نے کہا میں تو تجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں کرتا ہوں اور تو اپنی کتابوں کی باتیں پیتا کرتا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ حیات میں ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ حیات میں ہے مگر بھائی۔ ایک روایت میں ہے کہ حیات بائگن خیر ہے۔ واحدی سے کہا کہ حیات اور حیات سے بچے ہیں اور حیات کی قوت حیات سے تو جس شخص کا حیات میں اور حیات قوت سے ہی کو حیات ہوتی ہے۔ جینہ فداوی نے کہا کہ حیات سے نا اید اور یہ قصہ اس پر نظر کرنا ہے یعنی اللہ کے احکامات اور اپنی تعلیم سے پر غور کرنا اس سے اید یا تہید ہوتی ہے جس کو حیات کہتے ہیں۔ اخلاق میں قصہ کا تکرار ہے۔ ہفت و شجاعت اور عدالت۔ پھر یہ ہفت کا ایک شعبہ ہے۔ اور ان میں سے ہفت و شجاعت میں ہے کہ حیات نفس کا بری باتیں سے سے کہ جس سے دریاں سے پریش کا نام ہے۔ قاضی عیاض نے کہا حیات تو ایک خلقی مغت ہے پھر ان کو ایسا میں کیا اس نے کہ بھی حیات پیدا ہوتی ہے ریاضت اور کسب

سے جیسے اخلاق سے ریاضت سے حاصل ہوتے ہیں اور بھی خلقی ہوتی ہے لیکن حیات کا مستحق قانون شرع کے موافق محتاج ہوتا ہے کس ورنیت و علم کی طرف تو وہ ایران میں ہے اور دوسرے یہ کہ حیات کس کام کراتی ہے اور گنہوں سے باز رکھتی ہے لیکن یہ جو فرمایا کہ حیات بائگن خیر ہے اور نہیں ہوتی اس سے مگر خیر تو اس میں یہ شکار ہوتا ہے کہ بعض وقت حیات کی وجہ سے انسان حق بات کہنے سے رک جاتا ہے اور امر با معروف اور نہی عن المنکر ترک کرتا ہے اور بھی حیات کی وجہ سے اس کے حقوق ملک ہو جاتے ہیں تو خیر محض کیونکر ہوئی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حیات نہیں ہے یہ تو بجز ورنہ تو فی ہے جس کو حیات معصوم نے قرار کیا ہے لیکن حقیقتاً حیات جس خلق کا نام ہے جو بری بات سے روکتی ہے اور اچھی بات کی طرف جاتی ہے اور کسی حقدار کے حق میں قصور کرنے سے منع کرتی ہے اور جینہ کا قول اس پر دلالت کرتا ہے۔ (نووی)

بیویوں کا بات بہ بات غیرت کھانا تہی کا پیش خیمہ:

وعن ابنی سعید از لخصری قال قام قینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطیباً بعد العصر فقام یدع شیعنا یحکو الی قیام الساعة الاذکرہ حقیة من حقیة وسبیة من سبیة وکان فیما قال ان الدنیا خلوة حصرہ وان اللہ مستحلبکم فیہا فطاطرکف تغملون الا فاتقوا الدنیا واتقوا النساء و ذکر ان لکل عادی لواء یوم العینہ بعد عذرہ فی الدنیا ولا عذر اکبر من عذر امیر العائمة یقول بوائد عند ائستہ قال ولا یسمع احد منکم ہینۃ الناس ان یقول بحق اذا علمہ وفی رواية ان رای منکر ان یعتبر

کے لئے ہوگا تاکہ ایک کو دوسرے سے تمیز کر کے پہچانا جاسکے جیسے اس دنیا میں امر اور مقتدرین اپنے ساتھ کوئی علامتی نشان رکھتے ہیں اور کوئی عہد شکنی میر عامہ کی عہد شکنی سے زیادہ بڑی نہیں چنانچہ اس کا نشان اس کی مقعد کے قریب کھڑا کیا جائے گا (تاکہ اس کی زیادہ وضاحت و رسوائی ہو) حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ تم میں سے کسی کو بھی کوئی خوف و ہیبت حق بات کہنے سے باز نہ رکھے جب کہ وہ حق بات سے واقف ہو (یعنی کوئی شخص کلمہ حق کہنے میں کسی کا کوئی خوف و کاغذ نہ کرے بلکہ اس کو بردہ کہے) ہاں اس کی وجہ سے جان جانے کا خوف ہو تو محذوری ہے اور ایک اور روایت میں اس جگہ (ولا يمنع احدا منكم هيئة الناس ان يقول بحق) کے بجائے یہ ہے کہ "جب تم میں سے کوئی شخص کسی خلاف شرع امر کو دیکھے تو لوگوں کا کوئی خوف و ہیبت اس کو خلاف شرع امر کی اصداغ و سرکوبی سے باز نہ رکھے" یہ بیان کر کے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روئے ور کئے کہنے لگے کہ ہم نے خلاف شرع امر کو (پلی آنکھ سے) دیکھا اور لوگوں کے خوف سے ہم اس کے بارے میں کچھ نہ کہہ سکے۔ (اس کے بعد حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ) حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا "جان بوا دم علیہ السلام کی اولاد کو مختلف جماعتوں اور متضاد اقسام و مراتب کے ساتھ پیدا کیا گیا ہے چنانچہ ان میں سے بعض وہ ہیں جن کو مؤمن پیدا کیا جاتا ہے جو (من تمیز سے لے کر آخر عمر تک گویا ساری عمر) ایمان کی حالت میں (ساری عمر) زندہ رہتے ہیں اور ایمان ہی پر ان کا خاتمہ ہوتا ہے اور ان میں سے بعض وہ ہیں جن کو مؤمن پیدا کیا جاتا ہے وہ ایمان ہی کی حالت میں (ساری عمر) رہتے ہیں لیکن ان کا خاتمہ کفر پر ہوتا ہے اور ان

میں سے بعض وہ ہیں جن کو کافر پیدا کیا جاتا ہے جو کفر ہی کی حالت میں (ساری عمر) گزارتے ہیں ان کا خاتمہ کفر پر ہوتا ہے اور ان میں سے بعض وہ ہیں جن کو کافر پیدا کیا جاتا ہے وہ کفر ہی کی حالت میں (ساری عمر) گزارتے ہیں لیکن ان کا خاتمہ ایمان پر ہوتا ہے۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (اس موقع پر) حضور ﷺ نے غضب و غصہ کی قسموں کو بھی ذکر کیا چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا "بعض آدمی بہت جلد غضب ناک ہو جاتے ہیں لیکن ان کا غضب و غصہ جلد ہی ختم بھی ہو جاتا ہے (یعنی کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ انہیں در اسی بات پر جلد ہی غصہ جاتا ہے لیکن ان کا غصہ جتنی تیزی کے ساتھ ہے سی تیزی کے ساتھ فرو بھی ہو جاتا ہے) چنانچہ ان دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کا بدل بن جاتا ہے (یعنی جلد غصہ آنا بری خصلت ہے اور غصہ کا جلد جاتے رہنا اچھی خصلت ہے) لہذا جس شخص میں یہ دونوں خصلتیں ہوں تو ان میں سے جو خصلت اچھی ہے وہ بری خصلت کی مکافات کرا دیتی ہے اس طرح اس بارے میں وہ شخص نہ تو مدح و تحسین کا مستحق ہوتا ہے اور نہ برائی کا مستوجب بلکہ دونوں خصلتوں کا حامل ہونے کی وجہ سے بین بین رہتا ہے پائیں اعتبار اس کے متعلق نہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ لوگوں میں بہتر شخص ہے اور نہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ لوگوں میں بدتر شخص ہے) اور بعض آدمی یہ ہوتا ہے کہ اس کو غصہ دیر میں آتا ہے اور دیر سے جاتا ہے (ایسا شخص بھی ایک اچھی خصلت رکھتا ہے ورنہ ایک بری خصلت کہ اگرچہ غصہ کا دیر میں آنا اچھا ہے لیکن اس کا دیر سے جانا بر ہے۔ چنانچہ یہ شخص بھی بین بین ہوتا ہے کہ اس کو بہترین شخص کہا جاسکتا ہے اور نہ بدترین شخص لہذا تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جن کو غصہ دیر سے آتا ہے اور

ہندو۔۔۔ جانتے ہیں کہ تم میں سے بدترین شخص اس سے جس کو صلہ غصہ
 آتا ہے اور اس میں صلہ جاتا ہے۔ (اس کے بعد) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم
 غصہ سے بچو (یعنی ایسا کام نہ کرو جس سے غصہ آئے یا یہ مطلب ہے کہ غصہ
 سے حد کی پابندی نہ کرو اور اس خصلت سے بچو) (کیونکہ وہ غصہ اپنی قوم کے
 قلب پر ایسا دھواں اٹھا رہا ہے جس سے غصہ آگ کے نگارہ کی طرح
 حرارت غریبہ اور حدت حدیہ رہتا ہے جو نفس کی آگ لگائی میں آتا ہو ہے
 اور جب فحاشی میں اس کو بھڑکانے سے تو اس کی حرارت اور تیر کی قلب پر
 غالب آجاتی ہے اور اس میں اپنے تصرف کرے سے عاجز رہتی ہے جس کا نتیجہ
 یہ ہوتا ہے کہ یہ شخص اپنے غصہ کی آگ میں دوسراں کو تو جلاتا ہے لیکن خود
 کو بھی جلاتا ہے (یعنی تم میں دیکھتے کہ جب کوئی شخص غضب ناک ہوتا
 ہے تو اس میں دھواں نہیں چھوٹ جاتی میں اور اس شخص سرخ ہو جاتی ہیں
 (یعنی یہ چیزیں اصل اسی غصہ کی حرارت غریبہ اور حرارت حدیہ کے
 انھیں ہوا اثر ہوتی ہیں اس طرح غضب ناک شخص کا ظاہر گویا اس کے باطن کا
 ظہور ہوتا ہے) لہذا جب کوئی شخص یہ محسوس کرے کہ اب غصہ آ رہا
 ہے چاہتا ہے تو اس کو چاہئے کہ وہ فوراً پہلو پر بیٹ جائے اور زمین سے چمٹ
 جائے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرض کا بھی درجہ (یعنی قرض قہر و در
 قرض خواہ کے ہونے وقت کو بھی بیان کیا) پناہ چھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
 'تم میں سے جس سے بھی قرض آ رہا ہے کہ وہ (قرض کی ادائیگی میں تو چھ
 رہتا ہے لیکن پناہ قرض وصول کرنے میں سختی کرتا ہے) (یعنی اگر اس پر کسی کا
 قرض ہوتا ہے تو اس وقت اس میں صلائی معاہدہ اور خوبی کا ثبوت دیتا ہے
 لیکن جب اس کا قرض کسی پر ہوتا ہے تو اس کو قرض دار سے وصول کرنے

میں سختی کرتا ہے یا اس طور کہ مطالبہ و قہار کے وقت اس قرض دار کا خون
 ادب و لحاظ نہیں کرتا اور سختی و بدگمانی کے ذریعہ اس کو ایذا پہنچاتا ہے اس
 طرح اس میں قرض کو خوبی کے ساتھ ادھر کرے وہ بھی خصلت ہوتی ہے اور
 وصول قرض میں برائی اختیار کرنے کی بھی خصلت چنانچہ اس کی دونوں
 خصلتوں میں سے ہر ایک دوسری کا بدل ہو جاتی ہے۔ لہذا تم میں بہترین
 وہ ہے جو کسی کا قرض ادھار کرنے میں بھی اچھے ہوں اور تم میں وہ جس سے یہ
 قرض وصول کرنے میں بھی اچھے ہوں اور تم میں بدترین وہ جس کو کسی
 کا قرض ادھار کرنے میں بھی برے ہوں اور کسی سے اپنا قرض وصول کرنے
 میں بھی برے ہوں۔" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں یہ نصیحتیں فرمائی ہیں
 یہاں تک کہ جب سورج کا اثر صرف کھجوروں کی چوٹیوں اور دیواروں کے
 کناروں پر رہ گیا (یعنی جب دن آخر ہو گیا) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا
 "یاد رکھو! اس دنیا کا جو زمانہ گزر چکا ہے اس کی بہ نسبت صرف اتنا زمانہ
 باقی رہ گیا ہے کہ آج کے دن کے گزرنے ہوئے حصہ کی بہ نسبت یہ آخری
 وقت (یعنی جس طرح آج کے دن کا قریب قریب چار حصہ گزر چکا ہے
 اب بہت قلیل حصہ باقی رہ گیا ہے)۔ (ترمذی)

"یہ دنیا بڑی شیریں اور جری بھری ہے" کا مطلب یہ ہے کہ یہ دنیا اپنے
 تعلقات کے ساتھ بظاہر اس قدر لذت آفرین و خوش نما ہے کہ محض ظاہری حالت پر
 سمجھ جائے اور اس کو طبعی طور پر اس سے بہت مناجت اور اس کی طرف میلان
 ہوتا ہے اور ان کی آنکھوں میں اس کی حقیقت نہایت دلکش و سرسبز معلوم ہوتی ہے
 بعض حدت یہ کہتے ہیں کہ اہل عرب کے ایک جو چہرہ مروانہ کہ ہوتی ہے اور اپنی
 ناپیدائی کی وجہ سے زیادہ مدت میں ٹھہرتی بلکہ صلہ جاتی رہتی ہے کہ وہ دیکھ

خطرہاں یعنی سزایں اور ترکاریوں سے مشابہت دیتے ہوئے "خضر" کہتے ہیں۔
 بہرحال حدیث کے کس جملہ میں دراصل اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ یہ دنیا مکرو
 تصنع اور ظاہری حسن و مذات سے بھری ہوئی ہے کہ لوگوں کو اپنے ظاہری ٹیپ ٹاپ
 رکھنے والے حسن و جمال پر فریفتہ کرتی ہے درحقیقت جمہوری مذات اور خواہشات کی
 طرف مائل کرتی ہے حالانکہ اس کی تمام تر دکھش اور رغبتیں اور خواہشات و ہمت بہت
 جلد فنا کے گھاٹ اتر جاتی ہیں۔

"لہذا تعالیٰ نے تمہیں اس دنیا میں خلیفہ بنایا ہے" کا مطلب یہ ہے کہ اس دنیا
 میں تمہیں جو ماں و دولت حاصل ہے اس کے بارے میں تمہیں اس حقیقت کو جان لو کہ اس
 ماں و دولت کے تم حقیقی مالک نہیں ہو بلکہ حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے اور تم صرف اس کے
 خرچ و تصرف میں خلیفہ و وکیل کی حیثیت رکھتے ہو۔ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان
 لوگوں کا خلیفہ قرار دیا ہے جو تم سے پہلے اس دنیا میں تھے اور ان کے اموال و جائیداد کو
 تمہاری سپردگی میں دے دیا ہے لہذا وہ دیکھتا ہے کہ تم اپنے اموال و ممالک کے
 بارے میں کیا طرز عمل اختیار کرتے ہو اور اس میں کس طرح تصرف کرتے ہو یا کہ تم
 گزرے ہوئے لوگوں کے احوال و انجام سے کس طرح عبرت پکڑتے ہو اور ان کے
 چھوڑے ہوئے اموال و جائیداد میں کس طرح تصرف کرتے ہو۔

"تم دنیا سے بچو" کا مطلب یہ ہے کہ جب تم نے دنیا کی حقیقت جان لی کہ وہ فنا
 ہونے والی چیز ہے اور اس کی کسی بھی شے کو کوئی استحکام و دوام نہیں ہے تو پھر اس کے
 پیچھے پڑنا نہایت نازیبا اور غیر دانش مندی کی بات ہے لہذا تم دنیا کو اس قدر حاصل
 کرنے کی خواہش و کوشش نہ کرو جو ضرورت و حاجت سے زیادہ ہو اور ضرورت و
 حاجت بھی دو کہ جس سے ہر مومن و زندگ کی بقا و دین کی مدد اور آخرت میں نفع
 حاصل ہو۔ "اسی طرح عورتوں سے بچو" کا مطلب یہ ہے کہ عورتوں کے حسن و جمال
 اور ناز و ادا کے مکر و فریب اور ان کی ناروا محبت و شفیقتی کے جان سے اپنا آپ کو بچو

کہ مادیہ چیز ماں و دولت جمع کرے کی حرص اور دنیا کو زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے
 کے استغراق میں مبتلا کر دے جس کی وجہ سے تم علم و عمل کی راہ سے دور ہو جاؤ۔
 "میر عامہ" سے مراد مختصی ہے یعنی وہ شخص جو مسلمانوں کے معاملات اور ان
 کے ملک و شہر پر غالب و حکمران ہو گیا ہو اور عام لوگوں نے اس پر باطل و غلطی عمار
 اور دانشورانِ زمانہ کی رائے دشوہ کے بغیر اس شخص کو امیر و حاکم تسلیم کر لیا ہو اور اس
 کے حامی و مددگار ہوں۔

اور حضرت یوسف رضی اللہ عنہ کا رونا اس احساس کی بنا پر تھا کہ ہم نے کلمہ حق
 کہنے کے سلسلہ میں اس مرتبہ کو ترک کر دیا جو اہل حق ہے اور وہ یہ کہ ہر حال میں حق بات
 کہی جائے خواہ اس کی پاداش میں جان ہی کیوں نہ دینی پڑے لہذا ہر جگہ کہ ان کا یہ
 حساس شخص اس کے کمال ایمان اور دین کے تین شدت احتیاط پر مبنی تھا ورنہ حقیقت یہ
 ہے کہ اس مرتبہ کو ترک کرنے اسلامی تعلیمات کے قطعاً خلاف نہیں تھا بلکہ ان احادیث
 پر عمل کرنے کی بناء پر تھا جن سے واضح ہوتا ہے کہ اہل ایمان کے ضعف و ضعیف
 زمانہ میں اور عجز و بے بسی کی صورت میں کلمہ حق کہنے سے سکوت اختیار کرنا جائز ہے
 بشرطیکہ اس کی وجہ سے جان و مال اور آبرو کی ہلاکت و نقصان کا خوف ہو اس سے یہ
 بات ظاہر ہوئی کہ جب اسلام کے ابتدائی زمانہ میں اکابر صحابہ کرام جیسے عظیم انسان کو
 جو دین کے بارے میں انتہائی سخت و مضبوط تھے اور جو یقین و سہرقت کی دولت سے
 پوری طرح مالا مال تھے مگر وہ اس وصف و مرتبہ کے باوجود اہل باطل جیسے یزید و حجاج
 سفاک و غیرہ کے خوف سے کلمہ حق کی قدرت نہیں رکھتے تھے تو ہم جیسے مسلمانوں
 کے بارے میں کیا کہا جاسکتا ہے جو اہل ایمان کے انتہائی ضعیف و انحصار کا زمانہ
 پائے ہوئے ہیں جن میں باطل عمار اور ایمانی جرأت و شہادت رکھنے والے راہبر کم ہیں جو
 دنیا کا ریشخ و مونیہ کی کثرت رکھتے ہیں اور جن پر کثرت ظالم مراد و تکبر و تسلط ہیں
 لہذا اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ زمانہ صبر و تحمل و رضاء و سکوت و یکسوئی اختیار

حالت کو اختیار کرنے کا حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ یہ حالت نفسانی طور پر غصہ کو فرو کرنے کا بہترین ذریعہ ہے، کیونکہ غصہ کے وقت رمل سے لگ کر پسو پر پست جانا فوری طور پر یہ احساس پیدا کرتا ہے کہ جب میری حقیقت اس قدر ہے کہ میں مٹی سے پیدا ہوا اور آخر کار مٹی ہی میں مل جاؤں گا تو مجھ کو تکبر نہ کرنا چاہئے جملہ عمل اور انکساری کی راہ اختیار کرنی چاہئے۔

کہنے اور بقدر بقاء زندگی حاشیہ ریات کے حصول پر قیامت کرنے کا ہے۔
 "جنس ۱۱ میں جس کو مومن پیدا کیا جاتا ہے" یعنی ان کی پیدائش مومن ماں باپ سے یہاں یا مسلم آبادی یا شہر میں ہوتی ہے اور اس اعتبار سے ان کو مومن کہا جاتا ہے۔ یہ انصاف سے اس کی جاتی ہے کہ جب کوئی شخص پیدا ہوتا ہے تو سن قبلہ کو پہنچنے سے قبل اس کی طرف ایمان کی سست نہیں کی جاتی یہ ارباب سے کہ علم الہی کے اعتبار سے ایمان سے تادم رہا۔ کی حالت کے اعتبار سے اس کی طرف ایمان کی سست کر دی جائے۔ اسی طرح "جنس ۱۲ میں جس کو کافر پیدا کیا جاتا ہے" سے مراد وہ لوگ ہیں جو کافرانہ ماب سے پیدا ہوتے ہیں یا جس کی پیدائش کافروں کی آبادی و رتن کے شہر میں ہوتی ہے۔ اس اعتبار سے حدیث کا یہ جملہ اس حدیث کے معنی نہیں ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ کل مومن یومدی الغفرۃ کیونکہ اس ارشادِ ربی (کل مومن یومدی الغفرۃ) کی مراد یہ بتانا ہے کہ جو بھی شخص اس دنیا میں آتا ہے وہ فطری طور پر ہدایت و راستی قبول کرنے کی استعداد و صلاحیت رکھتا ہے بشرطیکہ کوئی ایسا مانع پیش نہ آئے جو اس کو کمرانی کے راستہ پر ڈال دے جیسا کہ خود ہی حدیث کے بعد کے الفاظ ثابت ہو رہے ہیں۔ اس پر دو بات کرتے ہیں۔ "اصح رہے کہ مذکورہ ارشادِ ربی میں ایمان کی جو قسمیں بیان کی گئی ہیں وہ غالب و اکثریت کے اعتبار سے ہیں اور نہ بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو مومن پیدا ہوتے ہیں لہذا فطری حالت پر زندگی گزارتے ہیں لیکن ان کا خاتمہ ایمان ہی کی حالت پر ہوتا ہے اسی طرح بعض وہ ہیں جو کافر پیدا ہوتے ہیں لیکن ان کی حالت پر زندگی گزارتے ہیں لیکن ان کا خاتمہ فطری حالت پر ہوتا ہے۔ مولا نے یہ دو قسمیں اس سے ذکر فرمائی گئی ہیں کہ یہاں حقیقی مقصد اس بات واضح کرنا ہے کہ ہدایت و راستی میں اصل اعتبار خاتمہ کی حالت کے ہے اور یہ بات مذکورہ قسمیں بیان کرنے سے بھی ہر دو طور پر سمجھ میں آ جاتی ہے۔
 "پہلو پر لیٹ چائے در زمین سے چٹ جائے" غصہ آنے کے وقت اس

معاشی تنگی کے دنوں میں نیک بیوی کا طرز عمل

اللہ عزوجل نے اس زندگی میں بے شمار رنگ بھردیئے ہیں اور خود ہی قرآن میں فرما دیا کہ میں تم لوگوں کے درمیان دنوں کو بھیرتا رہتا ہوں۔ آپ دیکھیں کہ اگر تـجـ آپ کے شوہر پہ مشکل وقت آیا ہے تو یہ صدا نہیں رہا کیجیے پہلے حالات اچھے نہیں تھے اور اگر پہلے بھی نہیں تھے تو یقین جاسے پھر بھی ایسے حالات صدا نہیں رہنے۔ مشکل وقت اگر آپ نے چند دن خوش دلی سے شوہر کا ساتھ دے لیا تو آگے اچھے وقت میں وہ شوہر آپ پہ کیسے ثار جائے گا کیا اس بات کو سمجھنے کے لئے کسی ستر اعلیٰ دماغ کی ضرورت ہے۔

آئیے اس بابت اپنی فرمانبرداری کو کچھ نصیحت کئے دیتے ہیں

فقراء کی فضیلت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشی زندگی کا بیان۔

”فقراء“ فقیر کی جمع سے جس کے معنی ہیں مفلس محتاج، غریب اور ”فضیلت“ سے مراد اجر و ثواب کی کثرت ہے! لہذا فقراء کی فضیلت کے بیان کا مطلب ان احادیث کو نقل کرنا ہے جن سے یہ واضح ہوگا کہ جو لوگ اپنی غربت و افلاس اور محتاجی کی وجہ سے اپنی واپس متعلقین کی معاشی زندگی کی غمیوں کو صبر و سکون کے ساتھ جھیلنے ہیں اور تمام مشکلات کا مقابلہ نہایت عزم و استقامت کے ساتھ کرتے ہوئے توکل و قناعت اختیار کرتے ہیں اور تقدیر الہی پر راضی و شکر رہتے ہیں۔ کو کتنا زیادہ اجر و ثواب ملتا ہے اور وہ آخرت میں کتنا زیادہ اجر پائیں گے۔

”حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشی زندگی“ سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانے پینے، رہنے، سونے اور ہر وقت کا وہ معیار و طریقہ ہے جو غریب و فقراء کا ہوتا ہے اور زیادہ سے

زیادہ جس کو کفاف (بقدر ضرورت) کہا جاسکتا ہے، عنوان پار میں ”فقر“ کی فضیلت اور ”حضور کی معاشی زندگی“ کو ایک ساتھ ذکر کرنے اور دونوں سے متعلق احادیث و مضمون کو ایک باب میں نقل کرنے میں جو خاص حکمت ہے وہ اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ کثیر انبیاء و اولیاء کی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معیار زندگی، ہر ہر وقت بھی غریب و فقر کی طرح تھا، یعنی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خوش حال زندگی اختیار کرنے کی قدرت رکھنے کے باوجود پوری زندگی اس طرح بسر کرتے تھے جس طرح کوئی غریب و مفلس محض بسر کرتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غامت سی تنگی و رخت کو شوق و جانکاهی کے ساتھ کرتے تھے جو غریب و نادار لوگوں کا معمول ہے چنانچہ غریب و نادار مومن کی فضیلت کو ثابت کرنے کے لئے یہی بات بہت کافی ہے۔

واضح رہے کہ اس بارے میں علامہ کے خدائی قول ہیں کہ صبر و رضا اختیار کرنے والے غریب و مفلس زیادہ فضیلت رکھتا ہے یا شکر گزار غنی و خوشحال؟ چنانچہ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ شکر گزار اور غنی زیادہ فضیلت رکھتا ہے کیونکہ اس کے ہاتھ سے اکثر وہ چیزیں عمل میں آتی ہیں جو صدقہ و خیرات اور مالی اتقاق و ایثار یعنی زکوٰۃ و قربانی اور نیک کاموں میں خرچ کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی زیادہ سے زیادہ قرب و نزدیکی حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں نیز حدیث میں بھی انبیاء کی تعریف میں یوں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **دَلِيلُ فَصْلٍ اللّٰهُ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ** (یعنی یہ مال و دولت اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے) وراثت حضرات یہ فرماتے ہیں کہ صبر کرے والا غریب و مفلس زیادہ فضیلت رکھتا ہے جس کی ایک سب سے بڑی دلیل یہی ہے کہ خود حضور سرور کائنات کا معیار زندگی انبیاء کے مطابق نہیں تھا بلکہ غریب و مفلس کی طرح تھا، نیز اس بات میں جو احادیث مقول ہوں گی وہ سب بھی ان حضرات کے قول کی دلیل ہیں تاہم یہ بات ملحوظ رہے کہ اس اختلاف اقوال کا تعلق دراصل مطلق فقر اور غنا کی حقیقت و ماہیت سے ہے اور اس کا اعتبار بھی وجوہ کے مختلف

ہوے پر ہے۔

چنانچہ ایک شخص کے حق میں کبھی تو غن یعنی دولت مند کی خیر و بھلائی کا باعث بن سکتی ہے اور کبھی اس کا فقیر و مفلس ہونا ہی اس کے حق میں بہتر ہو سکتا ہے جیسا کہ ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندہ پر مہربان ہوتا ہے تو اس کو وہی چیز دیتا ہے جو اس کے حق میں صلاح و فلاح کا ذریعہ ہوتی ہے۔ خواہ فقر ہو یا غنا و خواہ صحت ہو یا تندرستی ایسی حکم (کہ اختلاف وجوہ کی بناء پر ایک ہی چیز کبھی افضل ہو سکتی ہے اور کبھی مفصل) ان تمام صفات کا ہے جو ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

حضرت شیخ امثا نخ سیدی الحدیث عبد القادر جیلانی کے بارے میں منقول ہے کہ کسی نے ان سے پوچھا کہ صبر کرنے والا مفلس بہتر ہے یا شکر گزار دولت مند؟ تو انہوں نے فرمایا کہ شکر گزار فقیر دونوں سے بہتر ہے۔ انہوں نے اس جواب کے ذریعہ گویا فقر و افلاس کی فضیلت کی طرف اشارہ فرمایا کہ فقر و افلاس درحقیقت ایک نعمت ہے کہ اس پر شکر گزار ہونا چاہئے نہ کہ وہ مصیبت و بلا ہے جس پر صبر کیا جائے شیخ عالم عارف ربانی اور ولی اللہ حضرت عبدالوہاب حقی اپنے شیخ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ انہوں نے جب تک ہم سے فقر و افلاس کی فضیلت کا اقرار و اعتراف نہیں کرایا اس وقت تک ہمیں بیعت نہیں کیا چنانچہ فرمایا کہ اس طرح کہو العقر افضل من الغناء (فقر و افلاس غنا سے بہتر ہے) جب ہم نے اس بات کو دہرایا تب انہوں نے ہمارا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور ہمیں مرید کیا۔

اس موقع پر اس بات کو بھی جان لینا چاہئے کہ صلاح شریعت میں "فقیر" کا وہ مفہوم مراد نہیں ہوتا جو عام طور پر معروف ہے یعنی گداگر بھکاری اور مسکین بلکہ اس لفظ سے مراد وہ شخص ہوتا ہے جس کو عرف عام میں "غریب و مفلس" کہا جاتا ہے اور جو مال و اسباب سے تہی دست ہوتا ہے اسلام کی مذہبی کتابوں اور احکام و مسائل میں ایسے شخص کے لئے عام طور پر دو لفظ استعمال ہوتے ہیں ایک تو "فقیر" دوسرے "مسکین"۔

چنانچہ بعض حضرات نے ان دونوں میں فرق کیا ہے اور کہا ہے کہ "فقیر" کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہے جو نصاب (یعنی اس قدر مال و اسباب) کا مالک نہ ہو جس کی وجہ سے اس پر زکوٰۃ و فطر واجب ہوتا ہو یا اس شخص کو "فقیر" کہا جاتا ہے جو بس ایک دن کی غذائی ضروریات کے بقدر مال و اسباب رکھتا ہو اور اس سے زائد اس کے پاس اور کچھ نہ ہو جب کہ "مسکین" اس شخص کو کہتے ہیں جو نہ صرف یہ کہ نصاب کا مالک نہ ہو بلکہ اس کے پاس کچھ بھی نہ ہو یہاں تک کہ وہ ایک دن کی غذائی ضروریات کے بقدر بھی مال و اسباب نہ رکھتا ہو اور بعض حضرات نے اس کے برعکس کہا ہے ابھر حال عوان میں جو لفظ "فقیر" استعمال کیا گیا ہے اس سے فقیر اور مسکین دونوں مراد ہیں۔

عَنْ ابْنِ بُرَيْزَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُبُّ الشَّعْتِ غَيْرُ مَدْفُوعٍ بِالْأَبْوَابِ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللَّهِ لَا بَرَّةَ (رواه مسلم)

صحیح مسلم کتاب البر باب فصل بضعۃ ۳۶۲۴۔

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا بہت سے لوگ ایسے ہیں جو (بظاہر تو) پر ائمہ ہاں اور غمار آلود (یعنی نہایت خستہ حال اور پریشان صورت) نظر آتے ہیں جن کو (ہاتھ یا زیات کے ذریعہ) دروازوں سے دھکیلا جاتا ہے لیکن (وہ خدا کے نزدیک اتنا اونچا درجہ رکھتے ہیں کہ) گردہ اللہ کے بھروسہ پر قسم کھا میں تو اللہ کی قسم کو یقیناً پورا کرے۔"

افلاس اور خستہ حالی کی فضیلت

"جن کو دروازوں سے دھکیلا جاتا ہے" اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ لوگ واقعتاً دنیاوی دواؤں کے دروازوں پر جاتے ہیں اور اس کو باہر سے دھکیلا جاتا ہے کیونکہ

جو وہ خدا کے لئے دنیا کی ظاہری زینت و عزت کی چیزوں سے دور رہتے ہیں ان کے بارے میں یہ تصور بھی نہیں ہو سکتا کہ وہ کوئی ایسا کام کریں گے جس سے ذمت انہما پڑے بلکہ جس جہد سے مراد یہ ہے کہ اویاء اللہ کی روحانی عظمتوں کا راز ان کی شکستہ جان میں پوشیدہ ہوتا ہے اور ان کا ظہر ان کے باطن کا اس حد تک سر پوش ہوتا ہے کہ اگر بالفرض وہ کسی کے گھر جانا چاہیں تو موگوں کی نظر میں ان کی کوئی قدر و منزلت نہ ہونے کی وجہ سے ان کو دروازہ کی پر روک دیا جائے مکان میں داخل نہ ہونے دیا جائے اور ظہر ہے کہ جب وہ دروازوں سے دھکیلیے جاسکتے ہیں تو ان کو مجسوس اور مخفول میں آنے سے طریق وئی روکا جاسکتا ہے اور اس میں حکم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہتا کہ ان کی حقیقت لوگوں پر ظہر ہو اور وہ ایسی حالت میں رہیں جس سے لوگ ان کی طرف مائل و ملتفت ہوں تاکہ ان کو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے کوئی انس و رغبت نہ ہو جس حقیقت میں اللہ تعالیٰ ان پاک نفس بندوں کو دنیا و دوسوں در خطاموں کے دروازوں پر کھڑے رہنے اور ان کے حرام مال کے کھانے پینے سے محفوظ رکھتا ہے جیسا کہ کوئی شخص اپنے مریض کو مسخر آب و ہوا اور نقصان دہ غذاؤں سے بچانے کی کوشش کرتا ہے اچنانچہ وہ لوگ اپنے مولیٰ کے در کے علاوہ اور کسی دروازے پر حاضری نہیں دیتے اور اپنے کمال مستغن اور بے نیازی کی وجہ سے اپنے پروردگار کے علاوہ کسی دوسرے کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتے۔

اور اگر وہ اللہ پر قسم کھائیں رخ کا مطلب یہ ہے کہ گروہ اللہ پر اعتماد کر کے اور اس کی قسم کھا کر یہ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ خدا کا کام کرے گا یا خدا کا کام نہیں کرے گا تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو سچ کرتا ہے یا اس طور کہ ان کے کہنے کے مطابق اس کام کو کرتا ہے یا نہیں کرتا جیسا کہ باب عدیت میں اس کے متعلق ایک روایت گزرجی ہے! حاصل یہ کہ وہ وہ لوگ مگر چر اپنی ظاہری حالت کی وجہ سے دنیا داروں کی نظر میں کوئی قدر و منزلت نہیں رکھتے

مگر حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا مرتبہ اتنا بلند اور اس کی بارگاہ میں ان کی عزت و مقبولیت اتنی زیادہ ہے کہ اگر وہ کسی بات پر قسم کھا بیٹھیں تو اللہ تعالیٰ ان کو سچا کرتا ہے اور ان کی قسم پوری کرتا ہے یعنی وہ بات پوری ہو کر رہتی ہے۔

قریبی رشتہ داروں کی دولت دیکھ کر شوہر کو تہ کا مویں پرست ابھاریے

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا مَبْطُورَ فَاجِرًا يَنْفَعُ قَوْمَكَ لَا تَنْفِرُ بِي خَائِلًا وَلَا يَنْفَعُ مَوْلِيَّ إِلَّا لِي عِنْدَ اللَّهِ فَإِنَّمَا لَا يَمُوتُ يَغْنِي النَارَ (رواہ میں شرح المسند)

صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۰۰

”محدث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ”ایسی فاجر (یعنی کافر یا فاسق) کو دنیا کی فتنوں یعنی جاہ و شہرت اور دولت سے مال مال دیکھ کر اس پر رشک نہ کرنا کیونکہ تم نہیں جانتے کہ وہ کس جہد (قبر میں یا شہر میں) اس کو یا کیا چیزیں آئے گی (یعنی وہ بہت آج بے شک دنیا کی فتنوں سے مالا مال ہو گا) لیکن اس کے برعکس آئندہ میں طرح طرح کے عذاب اور سختیوں سے دوچار ہو گا اور وہ کہو کہ جو اسے خدا سے یہاں تک ایسا قائل ہے جس و موت و حیات کا نہیں ہے“ اور اس قائل سے منظور ہے کہ اگر وہ آگے بڑھے (شرعاً مستند)

لوگوں کی دولت پر نظر رکھ کر کڑھتی نہ رہے

ایک ایسا قائل ہے الخ یعنی اللہ تعالیٰ کے کفار و فاسق سے ایک ایسی چیز

تیار کر رکھی تھیں جو اس کو سخت مدد دے گی اور طرح طرح کی اذیت
ناکیوں میں مبتلا کرے گی اور اس چیز کی شائبہ یہ ہے کہ خود اس کو موت دینی نہیں ہے۔
بلکہ ہمیشہ موجود رہے گی۔

”یعنی الشارح“ کے الفاظ ان راوی کے ہیں جنہوں نے اس حدیث کو حضرت
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور ان کا نام مائی حضرت عبداللہ بن ابی مریم
نے۔ گویا انہوں نے عدا کے درمیان یہ دھماکت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قاتل
کے ذریعہ جس چیز کی طرف اشارہ فرمایا ہے وہ دوزخ کی آگ ہے۔

حدیث کا حاصل یہ ہے کہ ایسے کافرو فاسق کو دیکھ کر کہ جو زیادہ ادا رکھتا ہے یا
زیادہ جاہ و شہرت کا مالک ہے یا ماں و اوت کی فراوانی رکھتا ہے اور یہ دوسری دنیاوی
نعمتوں سے مالا مال ہے تو اس پر رشک نہ کیا جائے اس تن کو آپ اس میں جلد نہ دی
جائے کہ کاش اسی طرح کی نعمتیں ہمیں بھی حاصل ہوں۔

عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم لَدُنَّيَا سَخِرَ الْمُؤْمِنُ وَسَعَتُهُ وَدَارُ فَارِقِ
الدُّنْيَا فَارِقِ السُّخْرَى وَالسُّنَّةَ
حمد بن عبد الحمید۔

”اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
ارشاد فرمایا: ”یہ دنیا! مؤمن کے لئے قید خانہ اور قلعہ ہے جب وہ مومن دیا
سے رخصت ہوتا ہے تو (گویا) قید خانہ اور قلعہ سے نجات پاتا ہے۔“

نیک زن و شو کے لئے قویہ دنیا سے ہی قید خانہ:

قید خانہ اور قلعہ کا منسوب یہ ہے کہ مومن یہاں ہمیشہ طرح طرح کی تنگی و تن کا
شکار رہتا ہے اور معاش پریشان کاریوں میں بسر اوقات کرتا ہے اور اگر کسی مومن کو

یہاں کی خوشحالی میسر بھی ہو تو ان نعمتوں کی پسنست کہ جو اس کو آخرت میں حاصل
ہونے والی ہیں یہ دنیا بچ بھی اس کے لئے قید خانہ اور قلعہ زدہ جگہ سے زیادہ اہمیت میں
رکھتی، یا یہ مراد ہے کہ مخلص مبادت گزرمؤمن چونکہ اپنے آپ کو ہمیشہ طاعت و
عبادت کی مشقتوں و ریاضت و مجاہدہ کی فتنوں میں مشغول رکھتا ہے۔ بیش و راحت
کو پنی زندگی میں رہ نہیں پائے اتنا اور ہر لمحہ اس راہ شوق پر گامزن رہتا ہے کہ اس
محنت و مشقت بھری دنیا سے نجات پا کر اراستہ کی رہ پکڑے۔ اس عزم و یقین
مؤمن کے لئے قید خانہ اور قلعہ زدہ جگہ سے کم سہرا آزا نہیں ہوتی، ایک روایت میں
یوں فرمایا گیا لَا يَخُودُ الْمُؤْمِنُ قَبْلَ أَنْ يَمُوتَ وَلَا يَمُوتُ إِلَّا وَهُوَ يَجْتَمِعُ بِمُؤْمِنٍ الْكَامِلِ جَمِيعًا
فَذَكَ جَنَّتِي يَهْدِي كَوْنِي مُؤْمِنٌ نَحْسٌ جَوَانِمْ كِي يَأْتِي رِي وَرِيَا مَتَا رِي سِي خَالِي هُو
اور بعض اوقات مومن کامل میں یہ سب چیزیں جمع ہو جاتی ہیں۔

عن قتادة بن النعمان أن رسول الله صلى الله عليه
وسلم قال إذا أحبب الله عبداً حصده الدنيا كما يطل
حذكم يخمن سقيمها لَمَّا.

جامع الترمذی، کتاب الطب، باب ما جاء في الحمية، ج ۲۰۳۶۔

”اور حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول
کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو دوست رکھتا ہے
تو اس کو دنیا سے بچاتا ہے جس طرح کہ تم میں سے ہونی شمس اپنے مریم کو
پانی سے بچاتا ہے۔“ (احمد)

جن کو خدا اپنا محبوب بنانا چاہتا ہے ان کو دنیا و مال و دولت سے

بچاتا ہے:

مطلب یہ ہے کہ جس طرح تمہارا کوئی عزیز و متعلق جب کسی ایسے مرض میں مبتلا

ہو جائے جس میں پانی کا استعمال سخت نقصان پہنچاتا ہے جیسے ستھاء اور ضعف معدہ وغیرہ اور تمہیں اس کی زندگی پیدا ہوتی ہے تو تم اس بات کی پوری کوشش کرتے ہو کہ وہ مریش پانی کے استعمال سے دور رہے تاکہ صحت پانی سے جلد ہلکا رہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ جس بندے کو اپنا محبوب بنانا اور اس کو حیات کے بندہ و چات پر پہنچانا چاہتا ہے اس دنیاوی مالا مال سے جو وہ منصب اور اس ہر چیز سے دور رکھتا ہے جو اس کے این و نقصان پہنچانے اور بقی میں اس کے درجات و کم کرنے کا سبب بنے۔

حکیم الامت مورخا شرف علی قلی نے بھی اسی طرح کی بات کہی ہے اور لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندے دنیاوی مالا مال و ریہاں کی کوئی ایسی چیز نہیں دیتا جو اس دنیاوی و آخری زندگی کی رست و خوبی کو بندہ رکھ دے تاکہ اس کا دل دنیا و دنیا کی چیزوں کی محبت و خواہش کے مرض میں مبتلا نہ ہو۔

وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ لَبِيدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اتَّسَارَ يَخْرِبُهُمْ ابْنُ آدَمَ يَكْرَهُ الْمَوْتَ وَالْمَوْتَ خَيْرٌ لِلْمُؤْمِنِينَ مِنَ الْعَذَابِ وَيَكْرَهُ قِلَّةَ الْمَالِ وَقِلَّةَ الْخَالِ أَقْلُ لِلْجَسَنِابِ (رواه احمد)

احمد بن حنبل المسند

”اور حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”دو چیزیں ایسی ہیں جن کو ابن آدم (انسان) ناپسند کرتا ہے (اگرچہ حقیقت کے اعتبار سے وہ دونوں چیزیں بہت اچھی ہیں چنانچہ سب سے پہلے ایک تو موت و ناپسند کرتا ہے حالانکہ مؤمن کے لئے موت فتنہ سے بہتر ہے دوسرے مالا مال و دولت کی کمی کو ناپسند کرتا ہے حالانکہ مالا مال کی کمی حساب کی کمی کا موجب ہے۔“ (احمد)

مال کی کمی و حقیقت بڑی نعمت ہے

”فتنہ“ سے مراد ہے کفر و شرک اور گناہوں میں گرفتار ہونا ظالم و جاہلوں کا ایسے کام پر مجبور کرنا جو اسلامی عقائد و تعلیمات کے خلاف ہوں اور ایسے حالات سے دوچار ہونا جن سے دین و آخرت کی زندگی مجروح ہوتی ہو حقیقت تو یہ ہے کہ زندگی اور زندہ رہنے کی تمنا تو اسی صورت میں خوب ہے جب کہ خدا و خدا کے رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کی جائے سعادت و عبادت کی توفیق حاصل رہے راہ مستقیم پر ثابت قدمی نصیب ہو اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس دنیا سے ایمان کی سلامتی کے ساتھ رحلت ہو اگر یہ چیزیں حاصل نہ ہوں اور ایمان کی سلامتی نصیب نہ ہو تو پھر یہ زندگی کس کام کی؟ ظالم و جاہلوں کی طرف سے جبر و انراہ کی صورت میں گر چہ ان ایمان عقیدہ پر قائم رہے مگر زبان سے ایسی بات کا اد ہونا کہ جو ایمان و عقیدہ کے مناسب و لائق نہیں ہے یہ بھی ایک ”فتنہ“ ہی ہے اپنا سرفتنہ کا تحقق کسی درجہ کی دنیاوی ابتلاء و مصائب زندگی کی غمخیزوں اور نفس کی مشقت و شدت سے ہو تو اسی صورت میں زندگی سے نفرت اور موت کی تمنا درست نہیں ہوگی کیونکہ ایسا فتنہ سنا ہوں کے کفارہ اور آخری درجات کی بندی و رفعت کا سبب ہوتا ہے۔

وَقِلَّةُ الْخَالِ أَقْلُ لِلْجَسَنِابِ کا مطلب یہ ہے کہ دنیاوی مالا مال و دولت کی کمی کا سبب سے بعید تر اور سرسختان کے لئے بہتر ہے۔ لہذا جو مسلمان تک است و غریب ہو اس کو خوش ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مالا مال و دولت کی فراوانی سے بچ کر گویا آخرت کے حساب و عذاب سے بچا دیا ہے اور ظاہر ہے کہ اس دنیا میں غربت و ناداری کی وجہ سے جو سختیوں اور پریشانیوں برداشت کرنا پڑتی ہیں وہ ان غمخیزوں اور سوگن کیوں سے کہیں کم و آسان تر ہیں جو مالا مال و دولت کی فراوانی کے اس کی وجہ سے آخرت میں پیش آئیں گی۔

حضرت شیخ عبدالحق دہلوی نے اس موقع پر بڑی خدمت آمیز بات کہی ہے انہوں

ہر جانب حق کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ "عزیز من! یہ سب ایمان کی شاخیں ہیں جو شخص شارع علیہ سارے ارشادات کے مطابق ایمان کو صحیح درست رکھتا ہے وہ یقیناً چار سات کہ شارع نے جو کچھ فرمایا ہے وہ برحق اور عین صداقت ہے اور اگر وہ شخص مقل سیم درجے تک پہنچتا ہو تو وہ اسی دنیا میں بھی جان بیٹا ہے کہ اس دولت کی فراوانی و اس ماں و دولت کو حاصل کرنے و جمع کرنے نیز اس کے ساتھ تحقق و محبت رکھنے کے سبب میں حق مصائب و آسم کا سامنا کرنا پڑتا ہے جس قدر دست و خوری کا مند و یکھتا پڑتا ہے و سختی زیادہ محنت و مشقت برداشت کرنا پڑتی ہے۔ وہ سب فقر و غلامی کی سختیوں اور پریشانیوں سے کسی طرح کم نہیں اہل (دنیاوی طور پر محنت و مشقت اور ہر طرح کی ذلت و خواری سے بچنے کی کا نہیں بلکہ) نفس کی پاکیزگی و صفائی (و احترام کی سبب و جذب سے بچنے پر اور جات کی بندگی و رفعت) کا فخر اس بات پر ہے کہ اس دولت کی ثمرات سے ہوا میں پھینکا جائے اس سے قطع کر کے اور قدر و قیمت پر قیامت کر کے عزت نفس و راجد حق و برائی کی بندگی و استقامت کو اختیار کیا جائے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَعْقِبٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى نَبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي أَجُتِلُ فَقَدْ نَصَرْتُ مَا تَقُولُ فَقَالَ وَاللَّهِ إِنِّي لَأَجِيبُ ثَلَاثَ مَرَاتٍ قَالَ إِنْ كُنْتَ صَادِقًا عَذِّبُ الْفَقْرَ تَجْعَافَ لِلْفَقْرِ اسْرِعْ أَسَى مِنْ يُحِبُّنِي مِنْ لَسْتِئِلَ إِلَى مُنْتَهَاهُ

جامع الترمذی کتاب الزہد باب ما جاء فی فصل الفقر - ۲۳۵۰

"اور حضرت عبداللہ بن معقیل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کیا کہ میں آپ کی خدمت سے (بہت

زیادہ) محبت رکھتا ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ (نہ) فرمایا کہ: کہہ دیا کہ رہے ہو؟ (یعنی اچھی طرح سوچ لو کہ تم کیا کہہ رہے ہو؟) یہ کہ تم یہ بہت بڑی چیز کا دعویٰ کرتے ہو ایسا نہ ہو کہ حد میں یہ بات پروردگار نے ترک کر دی اس شخص نے عرض کیا کہ خدا کی قسم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہوں اور تمہیں ہر اس جملہ کو اسی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر تم (میرے) محبت سے (موتے میں) چھ سو تو پھر فقر سے بچاؤ گا کہ تیار رہو بلکہ جو شخص مجھ سے محبت رکھتا ہے اس کو فقر و اندس اس پائی نہ مہربان ہوگی زیادہ عہد پہنچتا ہے جو اپنے منہا کی طرف جاتا ہے۔ اس حدیث کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

ذات رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دعویٰ رکھتے ہو تو فقر و فاقہ کی زندگی

اختیار کرو:

صحاح میں "پاکہ" اور "پاکہ" اس آہنی صحن کو کہتے ہیں جو میدان جنگ میں ہاتھی گھوڑے پر ڈالی جاتی ہے تاکہ اس کا جسم زخمی نہ ہو۔ پھر یہ صحن کہ رافہ سوار سپاہی کے جسم و غیرہ و کلو و غیرہ کے زخم سے محفوظ رکھتی ہیں۔ یہاں حدیث میں "پاکہ" کے ذریعہ "صبر و استقامت" کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ جس طرح "پاکہ" ہاتھی گھوڑے کے جسم کو چھپاتا ہے۔ اس طرح صبر و استقامت اختیار کرنا فقر و فاقہ کی زد کی کاسریٹش ہوتا ہے حاصل یہ ہے صبر و استقامت کی راہ پر بہر صورت کا عزم رہنا خصوصاً اس وقت جب کہ فقر و اندس تمہاری زندگی و تہیہ سے تا کہ تمہیں مرا تہ و درجات کی بندگی و رفعت نصیب ہو۔

حدیث کے آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے بڑی طرح سرشار ہوتا ہے اس کو فقر و فاقہ کا جہد پہنچاؤ اور اس پر دنیاوی آفات و بلاؤں اور

غنیوں کا شت سے غار ہونا ایک یقینی امر ہے کیونکہ مقول ہے کہ دنیا میں نہ لوگوں
 سب سے زیادہ دولت و شہاد کا سامرا کرنا پڑتا ہے وہ غیاء میں نہانے کے بعد اور
 بدچل و گوں کا مبرا تا ہے جو عقیدہ عمل کے اعتبار سے علی مرتبہ کے ہوتے ہیں۔
 پس حضور ﷺ بھی انہیں میں سے تھے لہذا آپ ﷺ نے اس شخص پر واضح فرمایا
 کہ اگر وہ قطعاً تم میری محبت رکھو گے تو میرے تین تمہاری محبت جس درجہ کی ہوگی اسی
 درجہ کی انہی کی غنیوں اور پریتانیوں کا تمہیں سامنا کرنا پڑے گا کیونکہ یہ سب ہے کہ
 انصاف مع حق حب الیقین جو شخص جس کو دوست رکھتے ہیں جیسی حالت میں رہتے
 ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنے اس ارشاد فقرے سے
 پھر تیار کر لیا "سے ذریعہ جو کہ یہ اس امر کی تلقین فرمائی کہ فقر و فاقہ سے وقت "صبر"
 کی راہ پر چلنے کے سے تیار رہو کیونکہ یہ صبر ہی ہے جو فقر و فاقہ کی "توں" اور
 معصوبوں کو برداشت کرنے کی طاقت بخشنے والا ہے دینی و دنیاوی ہدایت و تباہی سے
 محفوظ رکھتا ہے حرماً و نزع اور شکوہ و شکایت کی راہ سے دور رکھتا ہے اور غضب
 خداوندی سے بچاتا ہے حضرت شیخؒ نے فرماتے ہیں کہ "اس حدیث سے یہ حقیقت
 واضح ہو جاتی ہے کہ فقر و فاقہ کی زندگی اختیار کئے بغیر اور حضور ﷺ کے طرز حیات پر
 عمل جبراً ہوئے بغیر آپ ﷺ کی محبت کا دعویٰ بالکل ناروا اور جھوٹ ہے کیونکہ حقیقت
 میں سوہ ہوئی کی اتباع اور حضور ﷺ کی محبت دونوں ایک دوسرے سے ملے، لازم و
 ملزوم ہیں اور غنیوں کی اتباع و پیروی کے بغیر محبت کا دعویٰ درست ہو ہی نہیں ہو سکتا اس
 المحب لمن یحب مصع انا سمعنا شیخؒ کہ جب نبوی کا یہ سب سے علی مرتبہ
 ہے کہ کسی مسلمان کا حقہ ﷺ کے ساتھ حیات کی کامل اتباع کو چاہیے وہ دنیاوی بات
 کی حد مت ہے کہ وہ حضور ﷺ کے تین دعویٰ محبت میں بالکل سچا و درجہ کمال کا
 حامل ہے "اگرچہ" محبت کی حقیقت و ماہیت یہ ہے کہ انسان کا کسی کی طرف اندر

سے کھینچنا ورس کے دل کا اس (محبوب) کی خوبیوں اس کی اہمیت و صفات کی تحسین
 اور اس کی شکل و صورت اور عادات و اطوار کی تحریف و توصیف سے معمور ہونا کہ وہ
 اپنے محبوب کو سب سے اچھا دیکھنے ورسب سے اچھا جاننے لگے مگر جیسے کہ پہلے بتایا
 گیا تکمیل محبت کا تصور محبوب کی کامل اتباع و پیروی پر ہے نہ صرف عقل و محبت
 کے ساتھ عمل و اتباع کی درست بھی نصیب ہونا وصل اور کامل محبت وہی کہانے کی ورنہ
 محض دہ میں محبت کا ہونا اور رہاوت سے اس کا اعتراف اقرار بھی کرنا مگر عمل و اتباع کی
 راہ میں غفلت و کوتاہی کا شکار ہونا محبت کے ناقص ہونے کی دلیل ہے جیسا کہ عمل کے
 بغیر ایمان درجہ تکمیل تک نہیں پہنچتا۔

سہیلیوں اور گزند کو بجا جھجک شوہر سے ملوانے کے نتائج

جیسی ہی آپ کی شادی ہوں شوہر صاحب نے اپنے ۱۰ چور ۱۰ دستوں کو گھر بدعو کیا اور کہاں اچھائی سے آپ کی ان سب سے ملاقات کروائی اور آپ نے بھی نت نئے فیشن کئے تاکہ شوہر کی "عزت" نہ رہ جائے۔ اب بدلے میں آپ کی سہیلیاں اور گزند کھانے پہلے لگیں اور پھر کیا بات کے محامدات آپ اخبارات میں نہیں پڑھیں۔

کسی عورت کے جسم کا حال اپنے شوہر کے سامنے بیان نہ کرو۔

وَعَنْ ابْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَبْأُشْرُ الْمَرْأَةُ بَشْرَافَتِهَا لِرُؤُوسِهَا كَمَا تَبْأُشِرُ لِنِيهَا. (متفق علیہ)

صحیح بخاری: کتاب النکاح: باب لا تبشیر المرأة بفرادہ: ج ۵ ص ۵۲۴۔
اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "کوئی عورت اپنا برہنہ جسم کسی دوسری عورت کے برہنہ جسم سے نہ لگائے اور نہ اس عورت کے جسم کا حال اپنے خاوند کے سامنے بیان کرے (کیونکہ اپنے خاوند کے سامنے کسی اجنبی عورت کے جسم کا حال بیان کرنا ایسا ہی ہے) جیسا کہ اس کا خاوند اس عورت کے جسم کو خود دیکھ رہا ہو۔"

(عربی: مسلم)

کسی عورت کا اپنے جسم کو برہنہ کر کے کسی دوسری عورت کے برہنہ جسم سے مل کر اور پھر اس عورت کے جسم کی خصوصیات یعنی گد زپن وغیرہ اپنے شوہر کے سامنے

بیان کرنا، اجنبی معیوب بات ہے چنانچہ آپ ﷺ نے اس سے عورتوں کو منع کیا ہے کیونکہ یہ نہ صرف بشری کی بات اور غیر خدائی حرکت ہے بلکہ اس سے یہ بھی خطرہ ہے کہ اس کا خاوند کسی اجنبی عورت کے جسم کی پُرکشش خصوصیات میں گرفتاری بیجاں اور گندے خیالات میں مبتلا ہو جائے جو فتنہ ویرانی کی جڑ ہے۔

وَعَنْ ابْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْظُرُ الرَّجُلُ إِلَى عَوْرَةِ الرَّجُلِ وَلَا الْمَرْأَةُ إِلَى عَوْرَةِ الْمَرْأَةِ وَلَا يُفْضِي الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ وَلَا تُفْضِي الْمَرْأَةُ إِلَى الْمَرْأَةِ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ

(رواہ مسلم)

صحیح مسلم: کتاب النکاح: باب تحریم النظر إلى العورات: ج ۳ ص ۳۲۸۔
اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "کوئی مرد کسی دوسرے مرد کے ستر کی طرف نہ دیکھے کوئی عورت کسی دوسری عورت کے ستر کی طرف نہ دیکھے دو برہنہ مرد ایک کپڑے میں جمع نہ ہوں اور نہ دو برہنہ عورتیں ایک کپڑے میں جمع ہوں۔" (مسلم)

ایک یاد دہانی! جو آپ کی عفت و عصمت کو محفوظ رکھے گی۔

شریعت نے مرد و عورت کے جسم کے جن حصوں پر عشاء کو باہم دیکھنے اور چھونے کی ممانعت کی ہے ان کو "ستر" کہا جاتا ہے اور جسم کے ان حصوں کو عام نظروں سے چھپا نا یا حائل ضروری ہے جس بارے میں جو فقہی تفصیل ہے وہ اس طرح ہے: "مرد کا ستر اس کے جسم کا وہ حصہ ہے جو زیر ناف سے گھٹنوں کے نیچے تک ہوتا ہے اس کے جسم کے اس حصہ کو بد ضرورت دیکھ نہ تو کسی مرد کیلئے جائز ہے اور نہ کسی

عَا ضَبَحُوا بِحَدِّ مَوْلَى ضَبْحَةِ اللَّيْلَةِ عَلَى رِيَّةٍ فَقَالَ
اللَّيْمُ لَكَ الْحَمْدُ عَنِّي رِيَّةٌ لَا تُصَدَّقُ بِصَدَقَةٍ فَحَرَجَ
بِصَدَقَتِهِ عَوَصِعَهُ فِي يَدَيْ عَنِّي فَاصْبَحُوا يَتَحَدَّثُونَ
تُصَدِّقُ لَيْلَةً عَنِّي عَنِّي فَقَالَ اللَّيْمُ لَكَ الْحَمْدُ عَلَى
سَارِقٍ وَرَابِيَةٍ وَعَنِّي مَا تَنِي فَمِيلَ لَهُ مَا صَدَقْتَ عَلَى
سَارِقٍ مَعْنَهُ أَنْ يَسْتَعِثَّ عَنْ سَرَقَتِهِ وَمَا الزَّيَّةُ مَعْنَاهَا
أَنْ يَسْتَعِثَّ عَنْ رِيَا هَا وَمَا الْعَنَى فَعْنَهُ يَعْنِي تَنْفِيقُ عَمَّا
أَعْطَاهُ اللَّهُ. (متفق عليه ولفظه للبخاری)

صحیح البخاری کتاب الزکوٰۃ باب ما یمنع من الصدقة علی غنی وهو لا یمنع ح ۱۳۳۲

”اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے
ارشاد فرمایا ایک شخص نے اپنے دل میں یا کسی اپنے دوست سے کہا کہ میں
آج رات خدا کی راہ میں کچھ مال خرچ کروں گا چنانچہ اس نے اپنے قصد و
راہ سے منقطع نہ ہونے کے لئے بچہ مال نکالا تا کہ اسے کسی مستحق کو دے
سکے اور وہ اس نے ایک چور کے ہاتھ میں دے دیا۔ اسے معلوم نہ تھا
کہ یہ چور ہے کہ جس کی وجہ سے ثمرات کے مال کا مستحق نہیں ہے۔ جب
صبح ہوئی اور لوگوں کو الہام خداوندی کے سبب یا خود اس چور کی زبانی معلوم
ہوا تو بطریق غریب دیکھ چکے۔ وہاں سے گئے کہ آج کی رات ایک چور کو
صدقہ کا مال دیا گیا ہے۔ جب صدقہ دینے والے کو بھی صورتحال معلوم
ہوئی تو وہ کہنے لگا کہ اے اللہ اتنے سے تعریف ہے۔ اور وہ یہ کہ صدقہ کا
مال ایک چور کے ہاتھ میں دیا گیا اور پھر کہے گا کہ آج کی رات پھر صدقہ دوں گا
تا کہ وہ مستحق کو مل جائے چنانچہ اس نے صدقہ کی نیت سے پھر کچھ مال نکالا۔

اور اس مرتبہ بھی لفظ غنی میں وہاں یکساں دینے کے ساتھ میں سے ایک
کے مال یا بیرونی چھٹیائیاں کرے۔ اس کو پھر یہ صدقہ نکالے
سے اُڑی وہ شخص کہنے لگا کہ اے اللہ اتنے سے لئے ہی تعریف ہے آج میں
پھر صدقہ دوں گا پھر یہ تعریف ہے۔ تب تک یہاں پر کہہ کا کہ آج رات
پھر صدقہ دوں گا چنانچہ اس نے پھر کچھ مال صدقہ کی نیت سے نکالا اور اس
مرتبہ پھر صدقہ میں وہ مال ایک غنی کے ہاتھ میں دے دیا۔ تب بھی وہی
پھر دُک پر لگوایا کرنے لگے کہ آج کی رات تو ایک دوست مند غنی کو
صدقہ کا مال مل گیا۔ وہ شخص کہنے لگا کہ اے اللہ اتنے سے تعریف ہے
آج میں صدقہ کا مال چور سے اور دولت مند کو مل گیا۔ اب اس سے کیا تو
جواب میں اس سے کہا گیا کہ آج میں صدقہ دے رہا ہوں۔ تب اس نے
نہایت عجب سے جواب دیا کہ تو نے چور کو دیا ہے وہ بے فائدہ اور خالی اثر ثواب
نہیں دے سکتا۔ اور اس کی وجہ سے چور کی وجہ سے بے فائدہ صدقہ ہو گا
تو اس نے جواب دیا کہ میں نے وہ اس کی وجہ سے دیا ہے۔ اور اسے
صدقہ کا جو مال تو نے دولت مند کو دیا ہے ممکن ہے وہ اس کی وجہ سے
بھرت حاصل کر لے اور اللہ تعالیٰ نے اسے جو کچھ دیا ہے اس میں سے خرچ
کرے۔ (بخاری و مسلم)۔ (الفاظ بخاری کے ہیں)

صدقہ دینے والے نے خدا کی تعریف یا بطریق شکر کی کہ خدا کا شکر ہے کہ میں
نے صدقہ تو دیا اگرچہ وہ غیر مستحق ہی کے ہاتھ میں لگا یا پھر اللہ کی تعریف یا شکر ہے
اطمینان کے لئے اس نے خدا کی تعریف کی۔

بہر کیف نبی کریم ﷺ نے نبی اکرم ﷺ کے اس شخص کا یہ واقعہ سن لیا
فرمایا تا کہ یہ مقدمہ نہ جائے کہ حدیث و شواہد میں صدقہ و غیرت بہر نوع بہتر اور
باعث ثواب ہے جس کسی کو بھی صدقہ دیا جائے گا ثواب ضرور پائے گا۔

وعن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال
 یبیا رجل یفلاہ من الارض فسمع صوۃ فی سحابة
 اسق حدیقة فلار یتحیی بالک السحاب فأفرغ ما
 فی حرۃ فدا شرجۃ من تلک الشراج قد استوعب
 دلب الماء کما فتنع الماء فدا رجل صائم فی حد یفتہ
 یحور لما یمسح بہ فقال لہ یا عبد اللہ ما اسمک قال
 فلان لا اسم لابی سمع فی السحاب فقال لہ یا عبد اللہ
 لم تسألنی عن اسمی فقال ابی سمعت صوۃ فی
 السحاب فادی ہذا ما اذ ویقول اسق حدیقة فلان
 لا سمع فما تصنع فہب قال اما اذا قمت ہذا فانی انظر
 الی ما یحرر منہا فا تصدق بخلتہ واکل انا وغیا لہی ثلثا
 وروۃ فیہ ثلثۃ (رواہ مسلم)

صحیح مسلم: کتاب الزہد والرفاق باب الصدقة فی المساکین - ۵۲۹۹
 "اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ
 آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک شخص زمین کے ایک حصے جنگل میں کھڑا تھا
 کہ اس نے ابر میں سے ایک آواز سنی کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے کہ فلاں شخص
 کے باغ کو سیراب کر پھر وہ ابر ایک طرف چلا اور ایک پتھری زمین پر پانی
 برساتے لگا اور تمام پانی ان نالیوں میں سے کہ جو اس زمین میں تھیں ایک
 نان میں جمع ہوتے لگا پھر وہ پانی اس نالی سے دیرینے ایک طرف بہنے لگا تو
 وہ شخص بھی اس نالی کے پیچھے پیچھے بنے لگا تاکہ وہ دیکھے کہ جس شخص کے باغ

میں یہ پانی جا رہا ہے وہ کوں سیراب ہو گا؟ اس شخص نے ایک آدمی کو دیکھا
 جو اپنے کھیت میں کھڑے پیچھے کے ریت سے پانی دبا رہا ہے وہ خوش میں چھپا
 رہا تھا اس شخص نے ارشاد فرمایا: سے پہچان کر کہ خدا اسے بندے تیرا نام
 کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میرا نام کیوں پوچھ رہے ہو؟ اس شخص نے کہا کہ
 میں اس لئے پوچھ رہا ہوں کہ جس پر کا یہ پانی ہے اس ابر میں میں نے ایک
 آواز سنی کہ کوئی کہنے والا اس ابر سے کہہ رہا تھا کہ فلاں شخص کے باغ کو
 سیراب کر اور وہ نام تمہارا ہی تھا اور اب مجھے یہ بتاؤ کہ تم اس باغ میں کیا
 کرتے ہو جس کی وجہ سے تم اس فضیلت اور بزرگی سے نوازے گئے ہو باغ
 دے نے کہا کہ چونکہ اس وقت تم پوچھ رہے ہو اس لئے میں بھی تم سے
 بتائے دیتا ہوں کہ اس باغ کی جو کچھ پیداوار ہوتی ہے میں اسے دیکھتا ہوں
 پھر اس میں سے ایک تہائی تو خدا کی راہ میں خرچ کر دیتا ہوں ایک تہائی
 میں اور میرے اہل و عیال کھاتے ہیں اور ایک تہائی اسی باغ میں لگا دیتا
 ہوں۔" (مسلم)

اللہ کی راہ میں خرچ کرنا باعث برکت ہے

اگرچہ برکت آواز سے باغ والے کا نام صرف یہ تھا جیسا کہ بعد میں ذکر کیا گیا
 مگر آپ ﷺ سے یہ قصہ سننے والے اس کا مصراحتہ نام نہیں دیا بلکہ لفظ
 "فلاں" سے اس کے نام کو کنیہ ذکر کیا۔

اسی طرح ابر کی آواز سننے والے شخص نے بھی ابر میں باغ والے کا نام مصراحتہ نہ
 تھا مگر اس نے باغ والے سے اس کا نام اس لئے پوچھا تاکہ سے یقین ہو جائے کہ
 واقعی یہ وہی شخص ہے جس کا نام ابر کی آواز سے تھا یہ جب باغ والے نے اس سے
 اپنا نام دریافت کرنے کا سبب پوچھا تو اس ابر کی آواز سے نقل کرتے ہوئے بھی اس کا
 نام نہیں دیا بلکہ لفظ "فلاں" کہا گیا اس لئے ظاہر ہے کہ اگرچہ برکت آواز سے

عمل و سخط علی صاحبیل (منفق علیہ)

صحیح البخاری، کتاب أحادیث لامیاء، حدیث ۱۰۰۰، عی
والقرع فی بنی اسرائیل، ج ۲۰۰

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے
نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ نبی اسرائیل میں تین اشخاص تھے ان
میں سے ایک تو کوڑھی تھا اور دوسرا گنجا اور تیسرا اندھا اللہ تعالیٰ نے انہیں سزا دیا
چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس ایک فرشتہ (مسکین) کی صورت میں
بھیجی وہ فرشتہ پہلے کوڑھی کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ تمہیں کون سی چیز
سب سے زیادہ پسند ہے؟ کوڑھی نے کہا کہ چھ رنگہ جسم کی بہترین بند
نیز یہ کہ مجھے کس چیز سے نجات مل جائے جس کی وجہ سے لوگ مجھ سے گھن
م کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ فرماتے تھے کہ یہ سب کفر فرشتہ نے کوڑھی کے
ہون پر ہاتھ پھیرا چنانچہ اس کا کوڑھ جاتا رہا۔ اسے بہترین رنگہ درپ
اور بہترین جلد عطا کر دی گئی پھر فرشتہ چچا کے پاس گیا کہ تمہیں کون سا مال
سب سے زیادہ پسند ہے؟ اس شخص نے کہا کہ "اونٹ" یا کہا "گائیں"
تو حدیث کے ایک روایت کو شک ہے کہ گائے کے لئے کوڑھی نے کہا تھا یا
گائے نے کہا تھا بہر حال یہ سب کے پاس سے ایک نے اونٹ لے
لئے کہا تھا اور دوسرے نے گائے لے لے لی کریم ﷺ فرماتے تھے کہ اس
شخص کو مہمانوں کی عطا کردی گئیں پھر فرشتہ نے یہ وعادی کہ اللہ تعالیٰ
تمہارے مال میں برکت عطا فرمائے گی یہی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا
پھر فرشتہ گچے کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ تمہیں کون سی چیز سب سے
زیادہ پسند ہے؟ گچے نے کہا کہ بہترین قسم کے مال، وہ یہ کہ یہ چیز جی گچے
سے میں نجات پا جاؤں جس کی وجہ سے لوگ مجھ سے گھن کرتے

ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا فرشتے نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس
کا سبج جاتا رہا نیز اسے بہترین قسم کے مال عطا کر دیئے گئے پھر فرشتہ نے
اس سے پوچھا کہ تمہیں کون سا مال سب سے زیادہ پسند ہے؟ اس شخص نے کہا
کہ "گائیں" چنانچہ اسے مہمان گائیں عطا کر دی گئیں اور فرشتہ نے اسے بھی
وعادی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے مال میں برکت عطا فرمائے گی۔ نبی
کریم ﷺ فرماتے تھے کہ اس کے بعد پھر فرشتہ اندھے کے پاس آیا اور اس
سے پوچھا کہ تمہیں کون سی چیز سب سے زیادہ پسند ہے؟ اندھے نے کہا کہ
اللہ تعالیٰ مجھے بینائی دے دے تاکہ میں اس کے ذریعے لوگوں کو
دیکھوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا فرشتہ نے اس پر ہاتھ پھیرا اور اللہ
تعالیٰ نے اسے اس کی بینائی عطا فرمادی پھر فرشتہ نے اس سے پوچھا کہ
اب تمہیں کون سا مال سب سے زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا "بکریاں"
چنانچہ اسے بہت سی بچے دینے والی بکریاں عطا فرمادی گئیں اور وہی
گچے نے اونٹنیوں اور گائیوں کے ذریعے اور اندھے نے بکریوں کے
ذریعے بچے حاصل کئے یہاں تک کہ کوڑھی کے اونٹوں سے ایک جنگل بھر
گیا گچے کی گائیوں سے ایک جنگل بھر گیا اور اندھے کی بکریوں سے ایک
جنگل بھر گیا نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا فرشتہ پھر کوڑھی کے پاس پہنچا
شکل و صورت میں آیا اور اس سے کہنے لگا کہ میں ایک مسکین شخص ہوں میرا
تمام سامان سفر کے دوران جاتا رہا ہے اس لئے آج میرا پہنچنا ممکن نہیں ہے
ہاں اگر اللہ تعالیٰ کی عنایت و مہربانی ہو جائے اور اس کے بعد تم ذریعہ
جاء لہذا میں تم سے اس ذات کا واسطہ دے کر جس نے تمہیں اچھا رنگہ
بہترین جلد اور مال عطا کیا ہے ایک اونٹ مانگتا ہوں تاکہ اس کے ذریعے
میرا سفر پورا ہو جائے اور میں اپنی منزل مقصود تک پہنچ جاؤں اس کوڑھی نے

مسد احمدیہ کتاب باقی مسند الزماویہ باب حدیث ابو سعید

7. 2. 4

’اور جھٹ نہ ٹھیکہ رضی اللہ عنہا جتنی میں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وہی سال میرے دربار پر نظر آتا ہوتا ہے اور مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو مجھے شرم محسوس ہوتی ہے کیونکہ میں اپنے گھر میں کوئی ایسی چیز نہیں پاتی جو اس کے ساتھ میں دے دوں مگر میری کریم علیہ السلام رشاد فرمایا کہ اس کے ہاتھ میں کچھ نہ کچھ دے دو، وہ جلا ہوا کھڑکی کیوں نہ ہو۔ (احمد ابو داؤد و ترمذی) اور امام ترمذی نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔“

بن کر یہ سب کچھ صدقہ و خیرات کے نام پر اس میں یہ حکم لکھ گیا۔ طور مبارک خدا شہداء فرمایا کہ سال کو خالی باتیں واپس کر دے۔ مہتر ہے اس کے ہاتھ میں کچھ نہ کچھ ضرور دے گا۔ اچھے حوالہ دے گی۔ حقیر! ارشد فرما دے گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک واقعہ میں ہمارے لئے ایک سبق

وَعَنْ مَوْلَى إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَهْدَى لَنَا سَلَمَةً تَصَعَّدُ عَنْ بَحْرِ
وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِلُهُ الْخُمُ فَقَالَ لَيْتَ
لِلْحَدَادِ مِ صَاعِيهِ فِي الْبَيْتِ بَعْدَ سَنَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ بِأَكْلِهِ فَوَصَعَتْهُ فِي كُوَّةِ بَيْتِ وَجْهٍ سَابِلٌ قَدْ مِ
عَنِ سَبَابِ عَقْرِ تَصَعَّدَ فَوَاجِدَ النَّبِيَّ فِيكُمْ عَقْرًا لَوْ بَدَرَ
لَهُ عَقْرٌ قَدْ هَبَ اسْتَمَاتَ نَزَلَ عَدَسُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا أُمِّ سَيْمَةَ هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ طَعَمْتُمْ فَقَالَ لَيْتَ
نَسَمٌ قَدْ لَيْتَ لِلْخَادِمِ إِذْ هَبِي قَدْ جِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عِيبِهِ وَيَسْلَمُ بِدَاكِ التَّحَمُّمِ فَدَهَيْتَ فَلَمْ تَجِدْ عِيَّ الْكُوفَةِ الْأُ

قَسْعُهُ مَرْوِدٌ فَقَرَّ نَبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ذَلِكَ

الْبَحْمِ عَادَ مَرْوَةً إِمَّا لَمْ تُعْطَوْهُ الشَّاسُ

رواد البيهقي في فرائضه :

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے راز کرنا کہ وہ غلام کتے میں کھاتا اور مومنین
حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں گوشت کا ٹکڑا تقفہ کے طور پر آیا
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ گوشت بہت مرعوب تھا اس نے حضرت اُم سلمہ رضی
اللہ عنہا سے چٹی بوٹنی سے فرمایا کہ اس گوشت کو گھر میں رکھ دو شاید نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تناول فرمائیں چنانچہ بوٹنی نے وہ گوشت گھر میں ایک
حلق میں رکھ دیا ایک سال کے دروازے پر کھڑے ہو کر صدا بلند کی کہ
گھر والو جد کی رہ میں کچھ نہایت کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے گھر
والوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے سال واپس چلا گیا جب نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو فرمایا کہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا تمہارے پاس
کھانے کے لئے کوئی چیز بھی ہے؟ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ہاں بھر
انہوں نے بوٹنی سے کہا کہ جاؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے گوشت لے
آؤ بوٹنی چلی گئی مگر حلق کے پاس پہنچ کر اس کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی
جب اس نے دیکھا کہ وہ گوشت کاٹیں نام نہیں تھا بلکہ سفید پتھر کا ایک
ٹکڑا رکھا ہوا تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے سال کو کچھ نہ دیا اس لئے
یہ گوشت سفید پتھر کی شکل اختیار کر گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس روایت کو دلائل النبوة
میں نقل کیا ہے۔

وعن ابن عباس قال قال النبي صلى الله عليه وسلم الا

أَخْبَرَكُمْ بَشَرِ النَّاسِ مَنْزِلًا فَبِعِزِّ نَعْمِ قُلِ اللَّهُ يَسْتَنْدُ بِاللَّهِ
وَلَا يُغْلِبُ بِهِ (رواه احمد)

مسند احمد کتاب وص من مسند ہی ہاشم باب بدایۃ مسند عبد اللہ بن
العباس ج ۲۰۱۱

”اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ
نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں یہ بتاؤں کہ خدا کے نزدیک ہا اعتبار مرتبہ
کے بدترین شخص کون ہے؟ صیہ نے عرض کیا کہ جی ہا رسول اللہ ﷺ
آپ ﷺ نے فرمایا وہ شخص جس سے خدا کے نام پر سوال کیا جائے اور وہ
اس سوال کو پورا نہ کرے۔“ (احمد)

کسی سوالی کا سوال پورا نہ کرنے والوں کے لئے تنبیہ:

مطلب یہ ہے کہ کوئی سوال کسی شخص سے خدا کے نام پر خدا کے واسطے سے
بائیں طور سوال کرے کہ ”خدا کے نام پر مجھے کچھ عطا کرو اور اس کے باوجود وہ شخص
سائل کو کچھ نہ دے تو وہ خدا کے نزدیک تمام لوگوں میں ہا اعتبار کے برا ہے ہاں اگر
سائل مستحق نہ ہو یا سائل نے جس شخص سے سوال کیا اس کے پاس اس کی اپنی ضرورت
و حاجت اور اس کے اہل و عیال کی ضرورت و حاجت سے رائد مال نہ ہو تو پھر اس
سائل کا سوال پورا نہ کرے کی صورت میں نہ تو وہ گنہگار ہوگا اور نہ وہ اس حدیث کے
مطابق قابل مذمت ہوگا حاصل یہ کہ خدا کے نام پر سوال کرنے والے کا سوال چر نہ
کرنے والا اسی صورت میں قابل مذمت اور گنہگار ہوگا جب کہ سائل اس کے مال کا
مستحق ہو نیز یہ کہ اس کے پاس تنال ہو جو اس کی ضروریات سے زائد ہو۔

بہترین بیوی کی پہچان

”اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا
کہ کون سی بیوی بہتر ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ عورت جب
اس کا خاوند اس کی طرف دیکھے تو وہ اس کو خوش کر دے اور جب شوہر اس کو
کوئی حکم دے تو اس کو بجا لے (بشرطیکہ وہ خد صراف شرع نہ ہو) اور اپنی
وات اور اپنے مال میں اس کے خلاف کوئی ایسی بات نہ کرے جس کو وہ
پسند نہ کرتا ہو۔“

بہترین بیوی کی پہچان:

اس روایت میں یہ انچھی بیوی کی پہچان یہ بتائی گئی ہے کہ جب اس کا شوہر اس
کی طرف دیکھے یعنی اس کی خوش خد قی و خوش طواری کو دیکھے تو وہ خوش ہو جائے اور
اگر کہیں اور بیوی صورت و سیرت دونوں میں اچھی ہو تو پھر کیا کہنا ”نور علی نور اور سرور علی
سرور سے اسی طرح ایک پہچان یہ بتائی گئی ہے کہ وہ اپنی ذات و اپنے مال میں ایسی
کوئی بات نہ کرے جو اس کے شوہر کی نظر میں پسندیدہ نہ ہو۔

”یہاں اپنے مال سے خدا اس بیوی کا مال بھی مراد ہو سکتا ہے یعنی جس مال کی
حقیقت میں اہ حوالا مال ہو اس مال کو بھی اپنے شوہر کی مرضی کے خلاف خرچ نہ کرے
اور اس سے وہ مال بھی ہو سکتا ہے جو خود اس کی ملکیت میں نہ ہو بلکہ حقیقت میں مالک تو
اس کا خاوند ہو مثلاً اس عورت کے قبضہ و تصرف میں ہو۔ اس صورت میں بھی یہ مطلب
ہوگا کہ اس کا خاوند اس کو جو کچھ مال و اسباب اور روپیہ پسند دے وہ اس کو یک امانت
کے طور پر سپنہ پاس رکھے اس میں نہ تو خیانت کرے اور نہ اپنے خاوند کی مرضی کے
خلاف اس کو خرچ کرے۔

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَرْبَعٌ مَنْ أُعْطِيَهُنَّ فَقَدْ أَغْنَى حَيْرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ قَلْبُ شَاكِرٍ وَلِسَانُ ذَاكِرٍ وَبَدَنٌ عَلَى الْعِلَاءِ صَابِرٌ وَرُوحَةٌ لَا تَبْغِيهِ خَوْناً فِي نَفْسِهَا وَلَا مَالاً

رواه البيهقي في شعب الايمان

”اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا چار چیزیں ایسی ہیں کہ وہ جس شخص کو مل جائیں اس کو دنیا و آخرت کی بھلائی نصیب ہو جائے۔ وہ (حق تعالیٰ کی نعمتوں پر اس کا) شکر ادا کرنے والا دل، دُوم (خوشی اور رنج میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والی زبان) سوم بلاؤں پر صبر کرنے والا جسم اور چہارم وہ عورت جو اپنی ذات و اپنے خاوند کی مال میں خیانت نہ کرے۔ اس روایت کو ترمذی نے شعب الايمان میں نقل کیا ہے۔

وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قُسْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَى أَخْرَارَ أَسْفَقَ عَلَى بَيْتِي ابْنِي سَلَمَةَ أَمَا لَمْ يَبَيِّ فَقَالَ أُنْفِقِي عَلَيْهِمْ فَلَبَّ أَخْرَارُ مَا أَنْفَقْتُ عَنْهُمْ (متفق عليه)

صحیح البخاری، کتاب الزکاة، باب الزکاة علی الذی لا یموت، ۱۳۷۴

”اور ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے بیٹوں پر خرچ کرنے میں میرے لئے ثواب ہے کہ نہیں؟ درحقیقت وہ میرے ہی بیٹے ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ان پر خرچ کرو جو حج تم پر خرچ کرو

کی اس کا تمہیں ثواب ملے گا۔“ (بخاری و مسلم)

اور دیر خرچ کرنے کا اجر

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ یل صحابہ سے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہا سے اس کے عقد میں تھیں ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے اس کی بیٹی ہوئی عمر زینب اور زہرا جب ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو نبی کریم ﷺ کی روایت میں آئے کا شرف حاصل ہوا۔ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے ان کے جو بچے تھے وہ ان کے خراجات نہیں کچھ دیا کرتی تھیں۔ چنانچہ ان کو انہوں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ ان کو اس جو عداوتی ہوں یا اس کا ثواب بھی مجھے ملتا ہے یا نہیں؟ لہذا اس صورت میں ”بیٹا“ سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بیٹے مرے ہو گئے جو ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے تھے یا یہ بھی ختم ہے کہ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی دوسری بیوی کے کچھ بچے ہوں گے ابوسلمہ رضی اللہ عنہا نے ان پر اس خرچ کرنے کے بارے میں نبی کریم ﷺ سے پوچھا اس صورت میں ”بیٹوں“ سے ابوسلمہ رضی اللہ عنہا کے سوتیلے بیٹے مراد ہیں۔

وَعَنْ رَيْمَبِ امْرَأَةٍ عِنْدَ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَالَتْ قَدْرَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَصَدَّقَ قَرِيبًا مَعَشَرَ النَّبِیِّ وَلَوْ مِنْ حَلِیْکُمْ قَالَتْ فَوَجَعْتُ إِلَى عِنْدِ اللَّهِ فَقُلْتُ إِنَّكَ رَجُلٌ خَفِيفٌ ذَاتُ لَبِیدٍ وَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَمَرَنَا بِالصَّدَقَةِ عَاتِلَةً فَسَأَلُهُ مِنْ كَالِ دَالِكِ يُجْزِئُنِي عَنِّي وَلَا صَرْفُهَا إِلَيَّ عِیْرُكُمْ قَالَتْ فَقَالَ لِمَى عِنْدَ اللَّهِ مِنْ أَثْنِیْهِ لَمْ يَلِدْ فَ تَطَلَّفَتْ فَاذَا مَرَّةٌ مِنْ الْأَبْصَارِ مَدَّ

ایک تو انصار میں کی کوئی عورت ہے اور دوسری زینب رضی اللہ عنہا ہیں۔ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ کون سی زینب؟ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی! پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کے لئے دو ہر اثواب ہے ایک تو حق قرابت کا اور دوسرا صدقہ دینے کا۔ (بخاری و مسلم الفاظ مسلم کے ہیں)

شوہر کو صدقہ؟

اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کی ذات اقدس کو بیت و عفت کا یہ چکر بنایا تھا کہ لوگ آپ ﷺ سے مرعوب ہوتے ڈرتے اور آپ ﷺ کی بے انتہا تعظیم کرتے تھے اسی وجہ سے کسی کو بھی جرات نہیں ہوتی تھی کہ وہ اچانک آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچ جائے اور ظاہر ہے کہ آپ ﷺ کی یہ عظمت بیت آپ ﷺ کی کسی مدخلی اور خشونت کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ یہ تو خدا ذاتی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی اس عظمت و بیت کو آپ ﷺ کی عزت و تعظیم کا سبب بنایا تھا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو منع کر دیا تھا کہ وہ ان کے نام نبی کریم ﷺ کو نہ بتائیں تو انہیں ان کی اس خواہش کا احترام کرنا چاہئے تھا مگر نبی کریم ﷺ نے چونکہ ان سے اس عورتوں کا نام پوچھا اس لئے نبی کریم ﷺ کے حکم کی بناء پر ان کے لئے یہ ہی ضروری ہو گیا تھا کہ وہ اس کا نام بتا دیں چنانچہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے حکم کی تعمیل کی۔

مسئلہ یہ ہے کہ آیا کوئی عورت اپنے عاوند یا کوئی مرد اپنی بیوی کو اپنی زکوٰۃ کا مال دے سکتا ہے یا نہیں لہذا اس بارے میں تو با محقق تمام علماء کا یہ مسلک ہے کہ کوئی مرد اپنی بیوی کو اپنی زکوٰۃ کا مال نہ دے مگر اس کے برعکس صورت میں امام ابوحنیفہؒ تو یہ فرماتے ہیں کہ کوئی عورت اپنے عاوند کو اپنی زکوٰۃ کا مال نہ دے کیونکہ منافع اور مال میں عداۃ دونوں ہی شریک ہوتے ہیں (اس طرح کوئی عورت اپنے عاوند کو اپنی زکوٰۃ

کا مال دے گی تو اس مال سے خود بھی فائدہ حاصل کرے گی جو چاہے نہیں ہوگا! صاحبین یعنی حضرت امام یوسف اور حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ جس طرح مرد کو اپنی بیوی کو زکوٰۃ کا مال دینا جائز ہے اس طرح بیوی بھی اپنی زکوٰۃ کا مال اپنے عاوند کو دے سکتی ہے ائمہ کے اس اختلاف کی بنا پر کہا جائے گا کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس مذکور "صدقہ" سے صدقہ نفل مراد ہوگا اور صاحبین کے نزدیک اس سے صدقہ نفل بھی مراد ہو سکتا ہے اور صدقہ فرض یعنی زکوٰۃ کو بھی مراد دیا جاسکتا ہے۔

وَعَنْ قَتَادَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ أَنَّهَا اغْتَنَتْ وَلِيْدَةً فِي زَمَانِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوْ اَعْطَيْتَهَا خَوَالِدًا كَانَ اَعْظَمَ لَأَخْرَاجِ (متفق علیہ)

صحیح مسلم کتاب الزکاۃ باب فصل الصدقة والصدقة علی الاقربین والزواج والاولاد ج ۱ ص ۱۶۶

"اور ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بنت عارض کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ کے زمانے میں ایک لونڈی آزاد کی و سرکار دو عام ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر تم وہ لونڈی اپنے مومن کو دے دیتیں تو تمہیں بہت زیادہ ثواب ملے گا۔" (بخاری و مسلم)

اپنے عزیزوں کو صدقہ دینے دوسری جگہوں پر دینے سے بہتر ہے:

مطلب یہ ہے کہ تمہارے مومن کو چونکہ یک خدمت گار کی ضرورت تھی اس لئے اگر تم وہ لونڈی انہیں دے دیتیں تو تمہیں صدقہ کا ثواب تو ملتا ہی اس کے ساتھ ہی صدقہ جی کا ثواب بھی ملتا۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ لِي خَارِجِينَ قَالِي
إِيهَذَا أَهْدِي قَالَ أَقْرَبُهُمَا مِنْكَ نَبَاتًا (رواه البخاری)
صحیح البخاری، کتاب 'آداب' باب حق الحواری فی قرب الابواب، ج
۵۵۶۱

”سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے عرض
کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میرے دو پڑوسی ہیں میں ان میں سے کسے تختہ
بھیجوں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس پڑوسی کو جس کا دروازہ و اتر سے
زیادہ قریب ہو۔“ (بخاری)

قریب ترین ہمسایہ کا حق زیادہ ہے۔

اگر کسی کے دو پڑوسی ہوں اس طرح کہ دت میں ایک پڑوسی کی دیوار اپنے سے
زیادہ قریب ہو اور دوسرے پڑوسی کا دروازہ زیادہ قریب ہو تو قریبی دروازہ والے ہی
کو مقدم رکھا جائے۔

لیکن اتنی بات سمجھ بیٹھے کہ یہاں حدیث میں ”حصہ“ مراد نہیں ہے یعنی آپ ﷺ
کے ارشاد کا مطلب یہ نہیں ہے کہ صرف اسی کو دیا جائے دوسرے کو نہ دیا جائے بلکہ مراد
یہ ہے کہ پہلے یا زیادہ اس پڑوسی کو بھیجا جائے جس کا دروازہ قریب ہو اور اس کی وجہ
بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ جس پڑوسی کا دروازہ زیادہ قریب ہوتا ہے اور اس سے ملنا
جینا اور اس کے یہاں آنا جانا زیادہ رہتا ہے جس کی وجہ سے اس کے حالات کا بھی
زیادہ علم رہتا ہے لہذا اس کے ساتھ محبت و سوگ کا معاملہ کرنا اولیٰ ہے۔

وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ إِذَا طَبَحْتَ خَزَقَةً هَاكِيزْ
مَاءً هَا وَتَعَاهِذْ جِيرَانَكَ (رواه مسلم)

صحیح مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب الوصیۃ بالجار

و لا حسان الیہ، ج ۷۵۵۸

”اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول
کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم شور یا پکاؤ تو اس میں پانی زیادہ ڈالو
اور اپنے ہمسایہ کا خیال رکھو۔“ (مسلم)

اس ارشاد گرامی کا منشاء یہ ہے کہ جب سامان پکاؤ تو اپنی لذت و خواہش ہی کو
مقدم نہ رکھو بلکہ ہمسایہ اور پڑوسی کی ضرورت کا بھی خیال رکھو اور اس کی شکل یہ ہے کہ
سالم میں پانی زیادہ ڈالو تاکہ شور یا زیادہ ہو اور تم اپنے ہمسایہ میں ضرورت مند لوگوں
کو پٹ نہ سکو۔

بیوی اپنے شوہر کے مال میں سے جو چیز خرچ کر سکتی ہے اسکا بیان

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِذَا انْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ طَعَامِ بَيْتِهَا عَيْنٌ مُفْسِدَةٌ كَأَنَّ لَهَا
أُجْرُهَا بِمَا أَنْعَقَتْ وَلَيُؤْجِبَهَا أُجْرُهَا بِمَا كَسَبَتْ وَلِلْخَائِنِ
مِثْلَ ذَا إِلَا لَا يَنْقُصُ بِغَضَنِهِمْ أُجْرُ يَفْضُ شَيْئًا

(متفق علیہ) صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب من امر عاقدہ
بالصدقة ولم یأمن بفسادہ، ج ۱۳۳۶

”سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد
فرمایا جب کوئی عورت اپنے گھر کھانے میں سے صدقہ دیتی ہے بشرطیکہ وہ
اسراف نہیں کرتی تو اسے اس کے خرچ کرنے سے ثواب ملتا ہے اور اس
کے شوہر کو مال کمانے کی وجہ سے ثواب ملتا ہے اور دروغہ کو بھی ایسا ہی
ثواب ملتا ہے اور ن میں سے کسی کے ثواب میں دوسرے کے ثواب کی وجہ
سے کمی نہیں ہوتی۔“

صدقات کے مسائل:

اس حدیث کا حقیق اس صورت سے ہے جب کہ شوہر نے بیوی کو اپنے مال سے صدقہ و خیرت کرنے کی اجازت دے رکھی ہو خواہ اس نے صراحتاً اجازت دی یا دلالت۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اہل حجاز کا یہ معمول تھا کہ نبیوں نے اپنی مہمان نوازی اور سخاوت کے پیش نظر اپنی بیویوں اور بچے خدمت گاروں (مثلاً داروغہ مطبخ وغیرہ) کو یہ اجازت دے رکھی تھی کہ وہ مہمانوں کی بھرپور ضیافت کریں اور فقراء و مسکین نیز یتیموں کے لوگوں کو کھانا وغیرہ کھلا دیا کریں چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اس ارشاد گرامی کے درپے اپنی مت کو ترغیب دلائی کہ یہ نیک اور چھٹی عادت اختیار کریں۔

وَعَنْ ابْنِ لُحَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَنْفَقْتَ الْمَرْأَةُ مِنْ كَسْبِ زَوْجِهَا مِنْ غَيْرِ أَجْرِهِ فَلَهَا يَصِفُ أَجْرَهُ (متفق علیہ)

صحیح البخاری، کتاب النفقات، باب نفقة المرأة إذا عاب عنها زوجها ونفقة الولد، ح ۴۹۱۱

”اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جب کوئی عورت اپنے شوہر کی کمائی میں سے اس کی اجازت کے بغیر صدقہ و خیرات دیتی ہے تو اسے آدھا ثواب ملتا ہے۔“ (بخاری و مسلم)

شوہر کی کمائی سے صدقہ کرنے کا ثواب

”اس کی اجازت کے بغیر“ مطلب یہ ہے کہ جو چیز وہ صدقہ میں دے رہی ہے

خاص طور پر اس کی اجازت شوہر نے نہیں دی ہوئی ہے لیکن وہ شوہر کی صراحت یا دلالت جمالی رضا جانتی ہو اور وہ چیز تھوڑی اور کمتر ہو کہ اس کے دینے کو کوئی منع نہیں کرتا ہے۔ جیسے ہمارے یہاں عام طور پر عورتیں دروازوں پر لگنے والوں کو ”نئے کی پٹلی روٹی کا کٹڑ یا ایک آدھ پیسہ دے دیتی ہیں۔“

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ إِنَّ زَوْجَلَاءَ قُلِّ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مَنِيَّ أَفْطَلَتْ نَفْسُهَا وَأَطْنَهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ فَبَلَ لَهَا أَجْرًا تَصَدَّقَتْ عَنْهَا قُلِّ نَعَمْ (متفق علیہ)

صحیح البخاری، کتاب الحائز، باب موت النجاء العنة، ح ۱۲۹۹

”اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ میری اداہ کا چائیک انتقال ہو گیا اور میرا خیال ہے کہ اگر کچھ نئے پاتیں تو صدقہ دینے کی وصیت کرتیں لہذا اگر میں ان کے طرف سے صدقہ دوں تو انہیں اس صدقہ کا ثواب مل جائے گا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”ہاں“۔ (بخاری و مسلم)

میت کو مالی عبادت کا ثواب پہنچتا ہے:

یہ حدیث اس بات پر دلائل کرتی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے کسی مرحوم عزیز کی طرف سے بطور صدقہ کچھ مال وغیرہ دے تو اس میت کو ثواب ملتا ہے اسی طرح میت کے لئے دعاء استغفار وغیرہ بھی کارآمد ہے چنانچہ اہلسنت والجماعت کے متفقہ طور پر یہی مسلک ہے ہاں بدنی عبادت نماز روزہ اور تلاوت قرآنی وغیرہ کے بارے میں علماء کے اختلافی قوں ہیں لیکن اس بارے میں بھی قابل اعتماد زیادہ صحیح قول یہی ہے کہ میت کو عبادت بدنی کا بھی ثواب پہنچتا ہے۔

چنانچہ امام عبد اللہ نے لکھا ہے کہ ایک عالی بزرگ شیخ عبد السلام کو ان کے نقاب

وَعَنْ سَعْدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَنْ أَمْرَأَةٌ جَلِيسَةٌ كَانَتْهَا مِنْ نِسَاءِ مُصْرَ فَقَالَتْ يَا نَبِيَّ اللَّهِ إِنَّ كُلَّ عَلَى ابْنِ عَبْدِ وَائِنَا بِنَا وَزَوْجِنَا فَمَا يَجُزُّ لَنَا مِنْ أَمْوَالِهِمْ قَالِ الرُّطْبُ تَأْكُلُ كُلَّ شَيْءٍ».

مسئله می شود که کتاب الركبه باب المرأة تصدق من بیت و جهات

”اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب رسول کریم ﷺ نے عورتوں سے بیعت لی تو ان میں سے ایک بڑے قد کی یا بڑے مرتبہ کی عورت کھڑی ہوئی جو غالباً عبیدہ مضر سے معلوم ہوتی تھی اور اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہمارا راپے والدہ بن اپنی اولاد اور اپنے شوہروں پر ہے کیا اس کا ماں ہمارے لئے حلال ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جو تازہ مال ہوا سے کھاؤ اور بطور تحفہ کے بھیجو۔“ (ابوداؤد)

جلد خراب ہونے والی چیزوں کا صدقہ کرنا:

”تازہ مال“ سے وہ چیزیں مراد ہیں جو دیرپا نہ ہوں بلکہ جلد ہی خراب ہو جاتی ہوں جیسے سامن ترکاری اور دودھ وغیرہ لہذا ان چیزوں کے استعمال میں اجازت کی ضرورت نہیں کیونکہ عام طور سے لوگ اس کو خرچ کرنے سے منع نہیں کرتے تو کیا اس طرح ان چیزوں کے خرچ کرنے کے لئے دلائل اجازت حاصل ہوتی ہے بخلاف ان چیزوں کے جو خشک اور خراب نہ ہونے والی ہوں کہ ان کے خرچ کرنے کے لئے اجازت و رضاء کا حاصل ہونا ضروری ہے۔

کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا تو شیخ مرحوم نے فرمایا کہ ہم تو دین میں کہا کرتے تھے کہ تلوت قرآن کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا مگر اس عام میں کہ ہم نے معاملہ برعکس دیکھا ہے۔

عَنْ أَبِي أَسْمَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي خُطْبَتِهِ عَدَمَ حُجَّةِ الْوَدَاعِ لَا تُنْفِقُ امْرَأَةً شَيْئًا مِنْ نَيْتِ زَوْجِهَا إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا قَبْلَ أَنْ يَرْسُولَ إِلَيْهَا وَلَا الطَّعَامَ قَالَ ذَلِكَ فَضَّلُ أَمْوَالِنَا (رواه الترمذي)

سنن الترمذی، کتاب الزکاة عن رسول الله، باب فی بغعة المرأة من بیت زوجها، ج ۶، ص ۶۰۶

”حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا رسول کریم ﷺ حجۃ الوداع کے سال اپنے خطبہ میں فرماتے تھے کوئی عورت اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر گھر میں سے کچھ خرچ نہ کرے۔ (خواہ صراحۃً اجازت ہو یا دلالتاً) عرض کیا گیا کہ یہ رسول اللہ ﷺ! کیا کھانے میں سے بھی خرچ نہ کرے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کھانا ہمارے اموال میں نہیں ترین چیز ہے۔“

بیوی کے لئے شوہر کی اجازت لازمی ہے:

آپ ﷺ کے جواب کا مطلب یہ ہے کہ جب شوہر کی جائزات کے بغیر ان چیزوں کو خرچ کرنا جائز نہیں ہے جو کھانے سے کم تر درجہ کی ہیں تو کھانا خرچ کرنا کیسے درست ہوگا جب کہ یہ افضل ترین چیز ہے۔

بظاہر اس حدیث میں اور اس بارے میں دکر کی گئی تفسیر احادیث میں تعارض نظر آتا ہے لیکن ان احادیث کی تشریحات میں ہوں تو پھر کوئی تعارض نظر نہیں آئے گا کیونکہ ان تشریحات کے ذریعے احادیث میں تطبیق بیان کر دی گئی ہے۔

ایک سوال

میں نے اس کتاب کی تیاری میں ایک انگریزی کتاب کا مطالعہ کیا جس میں گھریلو زندگی کو مسرت بخش بنانے کے اصول کے تحت سب سے پہلا اصول یہ لکھا تھا کہ مرد و عورت کی زندگی میں روک ٹوک نہ کرے اور عورت مرد پہ نگاہ نہ رکھے، معاشرہ ان کی اصلاح خود ہی کر دے گا، سبحان اللہ!

یاد رکھئے!

یہ کسی عیاش، ذہین و عیاش معاشرے کی سوچ ہے جبکہ قبل اس کو اتنے عرصہ قبل ہی یہ بتا دیا تھا کہ

کوئی پوچھے حکیم یورپ سے
ہند و یوناں ہیں جس کے حلقہ بگوش!

کیا یہی ہے معاشرت کا کم
مرد بیکار و زن تہی آغوش!

یاد دہانی

گھریلو زندگی کو مسرت بخش بنانے کے

سات اصول

- ۱۔ (اصول) ہرگز ہرگز بے وجہ و غریب جوئی نہ کیجیے۔
- ۲۔ (اصول) اپنے ساتھی کو بچا دکھانے کی کوشش مت کیجیے۔
- ۳۔ (اصول) نکتہ چینی نہ کیجیے۔
- ۴۔ (اصول) خصوصاً دل سے شوہر اور دیگر اہل خانہ کو بچھے کام پہ داد دیجئے۔
- ۵۔ (اصول) ہر موقع پر آپ اپنے شوہر پر توجہ دینے کی ہر ممکن سعی کیجئے۔
- ۶۔ (اصول) شوہر اور سرکاری رشتوں داروں سے اخلاق سے پیش آئیے۔
- ۷۔ (اصول) شادی سے قبل یا بعد میں اس موضوع پر کسی مستند کتاب کا مطالعہ کیجئے۔

صبح و شام پڑھنے کی دعائیں

”قابل احترام ‘فرمانبردار بچپن’ میں نے کتاب کے اختتام سے قبل مناسب جہاناکہ آپ کو چند دعاؤں کی بابت کچھ سوا دیا ہے کہ امید ہے کہ جب آپ کتاب کے پیچھے حصوں پر جتنی ال مکان عمل کرنے کی کوشش کریں گی اور اس کے بعد ان دعاؤں کو یاد کرنے کی کوشش کیجئے۔ مجھے امید ہے (اور میں نے بارہا خاندانوں کو ان دعاؤں پر عمل پیر ہونے کی وجہ سے اور عملی اقدام اٹھانے سے) کافی بگڑی ہوئی حالت سے اللہ کے فضل و کرم سے سنبھلتے دیکھا ہے۔ اللہ آپ کو بھی ان پر عمل پیر ہونے کی سہی عطا فرمائیے اور مجھے بھی۔“

صبح، شام اور سوتے وقت پڑھی جانے والی دعاؤں کا بیان:

”صبح“ سے مراد ہے آفتاب طلوع ہونے تک دن کا بالکل ابتدائی حصہ۔ ”شام“ سے مراد ہے آفتاب کے غروب ہونے کے وقت سے شفق غروب ہونے کے وقت تک دن کا بالکل آخری حصہ لہذا جو دعائیں صبح کے وقت پڑھنے کے لئے منقول ہیں ان کو چاہے نماز فجر سے پہلے پڑھا جائے نماز فجر کے بعد دونوں صورتوں میں کوئی فرق نہیں ہے اسی طرح شام کے وقت جن دعاؤں کا پڑھنا منقول ہے ان کو بھی چاہے تو مغرب کی نماز سے پہلے پڑھا جائے چاہے مغرب کی نماز کے بعد۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَمْسَى قَالَ أَمْسَيْنَا وَأَمْسَى الْمَلِكُ لِلَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَخَدُّهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْخِطَابُ وَلَهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ هَذِهِ اللَّيْلَةِ

وَأَخَيْرِ مَا فِيهَا وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيهَا اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَالْهَرَمِ وَسُوءِ الْكِبَرِ وَفَقْدَةِ الدُّنْيَا وَغَذَابِ الْقَبْرِ وَإِذَا أَصْبَحَ قَالَ ذَلِكَ أَنَا أَصْبَحُ وَالْمَلِكُ لِلَّهِ وَفِي رِوَايَةٍ رَبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ بَقِي النَّارِ وَغَذَابِ بَقِي الْقَبْرِ (رواه مسلم)

صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، ج ۲۷۲۳۔

”اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب شام ہوتی تو رسول اللہ ﷺ کی سات مقدس پر یہ الفاظ جاری ہوتے اَمْسَيْنَا وَأَمْسَى الْمَلِكُ لِلَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَخَدُّهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْخِطَابُ وَلَهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ هَذِهِ اللَّيْلَةِ وَأَخَيْرِ مَا فِيهَا وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيهَا اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَالْهَرَمِ وَسُوءِ الْكِبَرِ وَفَقْدَةِ الدُّنْيَا وَغَذَابِ الْقَبْرِ اور جب صبح ہوتی تو آپ ﷺ اسی طرح پڑھتے لیکن شروع میں اَمْسَيْنَا وَأَمْسَى الْمَلِكُ لِلَّهِ کی بجائے أَصْبَحْنَا وَأَصْبَحَ الْمَلِكُ لِلَّهِ یعنی ہم نے صبح کی اور ہر چیز نے صبح کی جو اللہ کی ملک میں ہے) پڑھتے۔ ایک دوسری روایت میں سُوءِ الْكِبَرِ کے بعد یہ الفاظ ہیں رَبِّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ بَقِي النَّارِ وَغَذَابِ بَقِي الْقَبْرِ (یعنی اے میرے رب! میں اس عذاب سے جو دوزخ میں ہے اور اس عذاب سے جو قبر میں ہے تیری پناہ چاہتا ہوں)۔“

صبح و شام کے وقت آپ ﷺ کی دعا

جب یہ دعا صبح کے وقت پڑھی جائے گی تو اس میں اللیلۃ کی بجائے ایوم پڑھا جائے گا یعنی یوں پڑھیں گے اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ هَذَا الْيَوْمِ تیرا جہاں

رات کی رعایت سے مؤنث کی ضمیریں استعمل ہوتی ہیں وہاں دن کی رعایت سے مذکر ضمیریں استعمل ہوں گی یعنی حد کی جگہ پڑھا جائے گا بقید عبارت حوں کی توس رہے گی۔

وَعَنْ خُدَيْفَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَخَذَ مَضْجَعَهُ مِنَ اللَّيْلِ وَصَغَ يَدُهُ تَحْتَ خَدِّهِ ثُمَّ يَقُولُ اَللّٰهُمَّ بِرِسْمِكَ اَمُوتُ وَاُحْيى وَاِذَا سَتَيْقُظُ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ اُحْيَاْنَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاَلَيْهِ النُّشُوْرُ

(رواہ البخاری ومسلم عن البراء)

صحیح بخاری، کتاب الدعوات، باب وضع اليد تحت الخد، ج ۶ ص ۱۴
 "اور حضرت خذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب رات میں اپنے بستر پر تشریف لاتے اور سونے کے لئے بیٹھتے تو اپنا ہاتھ (یعنی اپنی داہنی ہتھیلی) اپنی (دائیں) گال کے نیچے رکھتے اور یہ فرماتے اَللّٰهُمَّ بِرِسْمِكَ اَمُوتُ وَاُحْيى اے اللہ! تیرے ہی نام پر مرتا (یعنی سوتا) ہوں اور تیرے ہی نام پر زندہ ہوتا یعنی جاگت ہوں اور جب آپ ﷺ نیند سے بیدار ہوتے تو یہ فرماتے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ اُحْيَاْنَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاَلَيْهِ النُّشُوْرُ اس روایت کو بخاری اور مسلم نے نقل کیا ہے لیکن مسلم نے (حضرت خذیفہ) کی بجائے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔"

سونے اور جاگنے کے وقت کی دعا۔

"اسی کی طرف رجوع ہے" کا مطلب بعض علماء نے تو یہ لکھا ہے کہ "آخر کار موت کے بعد حساب اور جز و سز کے لئے اسی ذات باری تعالیٰ کی طرف لوٹنا ہے لیکن نزدیک بہتر یہ ہے کہ کہا جائے گا کہ یہاں نشور (رجوع) سے مراد ہے۔" سونے

کے بعد اٹھ کر غلب معاش اور اپنے کام کاج میں مصروف ہونے کے سے زندگی کی ہر اہمی میں شریک ہو جانا۔ رخسار کے نیچے ہاتھ رکھ کر سونے سے چونکہ غفلت بہت زیادہ طاری نہیں ہوتی اس لئے آپ ﷺ اپنے دائیں رخسار مبارک کے نیچے اپنی دائیں ہتھیلی رکھ کر سوتے تھے۔ اسی طرح سوتے وقت اور جانے کے بعد ذکر و دعا کرنے کی حکمت و وجہ یہ ہے کہ عمل کا خاتمہ بھی عبادت و طاعت پر ہوا فدا کی ابتداء بھی عبادت ہی سے ہے۔

وَعَنْ عَلِيٍّ ابْنِ فاطمة اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَنَشَّكُوا إِلَيْهِ مَا تَلَقَى فِي يَدِهِ مِنَ الرُّحَى وَبَلَغَهَا أَنَّهُ جَاءَهُ دَقِيقٌ فَلَمْ يُضَافِفْهُ فَسَكَرَتْ لَهُ لَبَا بَشَّةٌ فَلَمَّا جَاءَهُ أَخْبَرَتْهُ عَابِثَةٌ قَالَ فَجَاءَهُ وَقَدْ أَخَذَ مَصَاجِعَهَا فَدَهَنَهَا فَقَوْمٌ فَقَالَ عَلَى مَكَا بِكُمَا فَجَاءَ فَقَعَدَ بَيْنِي وَبَيْنَهَا حَتَّى وَجَدْتُ بُرْدَ قَدَمِهِ عَلَى بَطْنِي فَقَالَ أَلَا اذْكُمَا عَلَى خَيْرٍ مَّا سَأَلْتُمَا إِذَا اخَذْتُمَا مَضْجَعَكُمَا فَسَبِّحَا ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ وَاخْفِئَا ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ وَكَبِّرَا اَرْبَعًا وَثَلَاثِينَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمَا مِنْ خَادِمٍ (متفق عليه)

صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، ج ۲ ص ۲۶۶۔

"اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں کہ (میری زوجہ محترمہ اور نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کے پاس اس غرض سے حاضر ہوئیں کہ بچگی پینے کی وجہ سے ان کے ہاتھ جس زحمت و مشقت میں مبتلا تھے اس کی شکایت آنحضرت ﷺ سے کریں (اور

کوئی خدمتگار مانگیں) کیونکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو معلوم ہوا تھا کہ
- آنحضرت ﷺ کے پاس کچھ غلام آئے ہیں مگر (اس وقت) آپ ﷺ
سے ان کی ملاقات نہیں ہوئی چنانچہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
کے سامنے اس کا تذکرہ کیا (یعنی ان سے کہا کہ جب آنحضرت ﷺ
تشریف لائیں تو کہہ دیجئے گا کہ فاطمہ اپنی مشقت و تکلیف کے پیش نظر ایک
غلام مانگنے حاضر ہوئی تھیں) پھر جب آنحضرت ﷺ تشریف لائے تو
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا پیغام
آپ ﷺ تک پہنچا دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد
آنحضرت ﷺ بہارے ہاں اس وقت تشریف لائے جب کہ ہم اپنے
بستروں پر لیٹ چکے تھے (آپ ﷺ کو دیکھ کر ہم نے اٹھنے کا ارادہ کیا تو
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "اپنی جگہ پر بیٹے رہو" پھر آپ ﷺ ہمارے
ردیک (تشریف لائے اور میرے اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے درمیان بیٹھ
گئے یہاں تک کہ میں نے اپنے پیٹ پر آپ ﷺ کے مبارک قدموں کی
شہدک محسوس کی پھر آپ ﷺ نے فرمایا (مجھے فاطمہ کا پیغام مل گیا ہے) کیا
میں تمہیں وہ چیز نہ بتا دوں جو اس چیز (یعنی غلام) سے بہتر ہے جو تم نے
مانگی تھی اور وہ یہ کہ جب تم اپنے بستر پر آؤ تو تینتیس بار سبحان اللہ تینتیس
بار انحمد للہ اور چونتیس بار اللہ اکبر کہو تمہارے لئے خادم سے یہ چیز
بہتر ہے۔" (بخاری و مسلم)

نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی رضی اللہ عنہا سے مروی دعا:

وَعَنْ بَعْضِ بَنَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ النَّبِيَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعَلِّمُهَا فَيَقُولُ قَوْلِي جَنَّتْ

لَتَصْبَحِينَ سَيِّحَاتٍ بِهِ وَبِحَفْظِهِ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ مَا شَاءَ
اللَّهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ اعْلَمَنَّ اللَّهُ عَمِّي كُنْ شَيْءٌ
قَدِيرٌ وَإِنَّ لِلَّهِ قَدْ أَحْاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَسَا فَإِنَّهُ مَنْ قَالَهَا
حَتَّى يُصْبِحَ خَفِضَ حَتَّى يُفْصِيَ وَمَنْ قَالَهَا حِينَ يُفْصِي
خَفِضَ حَتَّى يُصْبِحَ (ابو داؤد)

ابو داؤد، کتاب الادب، ج ۱، ص ۵۰

"اور نبی کریم ﷺ کی کسی صاحبزادی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے
میں پر حکیم دئی کہ جس صبح عقیقہ پڑھا پڑھو سبحان اللہ و بحمدہ و لا قوۃ الا
باللہ ما شاء اللہ کان و ما لم یشاء لَمْ یَکُنْ اعْلَمَنَّ اَنَّ اللہ عَلَی کُلِّ شَیْءٍ
قَدِیْرٌ وَاَنَّ اللہ قَدْ احْاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَسَا ہذا جس شخص نے صبح کے وقت
یہ کلمات کہے (یعنی صبح کے وقت یہ دعا پڑھی) وہ شام تک بدوں (اور
خدا اس سے محفوظ رہتا ہے اور جس شخص نے شام کے وقت یہ کلمات کہے
وہ صبح تک محفوظ رہتا ہے۔" (ابو داؤد)

رندہ کرتا ہے (یعنی زمین کو خشک ہو جانے کے بعد سرسبز کرتا ہے) اور اسی طرح تم بھی
(قبر سے) نکالے جاؤ گے۔

وَعَنْ بِنْتِ عَمْرِو قَالَ لَمْ يَكُنْ زَسْئُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَدْعُ هَؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ جَنَّتْ يُفْصِي وَحِينَ يُصْبِحُ
اللَّهُمَّ بِنِي اسْأَلُكَ الْعَاقِبَةَ مِنْ دُنْيَايَ وَأَهْلِي
وَمَالِي النَّوْمُ اسْتَرْعُوا بَنِي وَأَعِزْ رُؤُوعَانِي اللَّهُمَّ
اخْطَبْنِي مِنْ تَيْنِ يَدَيَّ وَمِنْ خِصْفِي وَعَنْ يَمِينِي وَعَنْ شِمَا

لِيْ وَمِنْ غَوْقِيْ وَاعُوْذُ بِعَظَمَتِكَ اِنْ اَعْتَدَ مِنْ تَحْتِيْ بَعِي

اِحْسَبْ

نور کتاب الادب باب

”اور حضرت بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ صبح و شام کے وقت یہ دعا پڑھنا نہ چھوڑتے: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ الْعِیْشَہُ فِیْ دِیْنِیْ وَ دُنْیَایْ وَ اٰہْلِیْ وَ مَالِیْ اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِیْ وَ اٰمِنْ رَّوْعَاتِیْ اَللّٰهُمَّ احْفَظْ لِیْ مِنْ ہَرِّ یَدَیْ وَ مِنْ خَلْفِیْ وَ عَنِ یَمَیْنِیْ وَ عَنْ شَمَائِلِیْ وَ مِنْ حَوْقِیْ وَ اَعُوْذُ بِعَظَمَتِكَ اِنْ اَعْتَدَ مِنْ تَحْتِیْ اے اللہ میں تجھ سے دنیا و آخرت کی حالت کا کٹنا ہوں یا الہی میں تجھ سے گناہوں کی معافی چاہتا ہوں اور اپنے دین و اپنی دنیا کے امور میں (عیوب اور برائیوں سے) اور اپنے اہل و عیال اور اپنے ماں میں سلامتی مانگتا ہوں اے پروردگار میرے عیوب کی پردہ پوشی فرما اور مجھے خوف کی چیزوں سے امن میں رکھ (یعنی میری مصیبت اور بلائیں دور فرما) اور اے اللہ تو مجھے آگے سے پیچھے سے دائیں سے بائیں سے اوپر سے محفوظ رکھ اور اے اللہ تیری عظمت و کبریائی کے ذریعہ اس بات سے بچا دے کہ میں ہوں کہ ہاک کیا جاؤں اپنا ملک نیچے کی جانب سے یعنی زمین میں دھنس جائے۔“ (بورد)

بعض روایتوں میں غلط نمیا ہے اور بعض میں رسول اللہ ﷺ مستحب یہ ہے کہ دونوں ہی غلط پڑھے جائیں یعنی یوں کہ جائے وَبِعَظَمَتِیْ لَیْیَ وَ رَسُوْلَیْ

وَ عَنْ حُدَیْقَۃِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ کَانَ اَدَّ

اَرَادَ اَنْ یَّنَامَ وَ صَعَّ یَدَہُ تَحْتَ رَاسِہِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ

عِدَا بِلْ یَوْمَ تَجْمَعُ عِبَادَتُ اَوْ تَبْعُکَ عِبَادِلْ رَوَّہُ لَتَرْمِذِی

واحمد عن البراء۔

جامع الترمذی کتاب الدعوات ح ۳۳۹۸۔

”اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب سونے کا راہ فرماتے (یعنی سونے کے لئے بیٹھتے تو) اپنا ہاتھ اپنے سر کے نیچے رکھتے اور یہ دعا پڑھتے اَللّٰهُمَّ لَیْیَ عِدَا بِلْکَ یَوْمَ تَجْمَعُ عِبَادُکَ اَوْ تَبْعُکَ عِبَادُکَ (ترجمہ) اے اللہ مجھے اس دن کے عذاب سے بچائے جب تو اپنے بندوں کو جمع کرے گا یا جب تو اپنے بندوں کو غمائے گا (یعنی قیامت کے دن) جیسا راوی کو شک ہے کہ آپ ﷺ اے تجمیع عبادت کہنا اس کی بجائے تبعث عبادت کہنا (ترمذی) امام احمد نے اس روایت کو براہِ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔“

اس روایت میں تو یہ ہے کہ ”آپ ﷺ دست مبارک سر کے نیچے رکھتے تھے“ جب کہ ایک اور روایت میں منقول ہے کہ رخسارہ مبارک کے نیچے رکھتے تھے ہذا ان دونوں روایتوں میں یوں مطابقت پیدا کی جائے کہ آپ ﷺ اپنا ہاتھ بھی تو سر کے نیچے رکھتے ہوں گے ورنہ بھی رخسارہ مبارک کے نیچے جس راوی نے جو دیکھا اس کو روایت کر دیا یہ کہ ہاتھ کا کچھ حصہ تو سر کے نیچے ہوتا ہوگا اور کچھ حصہ رخسارہ کے نیچے۔ لہذا جس روایت نے ہاتھ کا کچھ حصہ سر کے نیچے دیکھا اس نے یہ بیان کیا کہ آپ ﷺ اپنے ہاتھ سر کے نیچے رکھتے تھے اور جس راوی نے ہاتھ کا کچھ حصہ رخسارہ کے نیچے اس نے رخسارہ کے نیچے رکھنے کو ذکر کیا۔

وَ عَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

وَ سَلَّمَ مَا مِنْ مُسْتَلِمٍ یَاْخُذُ مَضْجَعَہُ یَقْرَأُ فَا سُوْرَۃٌ مِّنْ

کِتَابِ اللّٰہِ اِلَّا وَکَّلَ اللّٰہُ بِہٖ مَلٰئِکَۃً یَّقْرِئُوْہُ شَیْءًا یُّؤَدِیْہُ

حَتَّى يَهْبِطَ مَقْنَى هَبْ (رواه الترمذی)

جامع الترمذی 'کتاب الدعوات' ج ۳۴۰۷۔

"اور حضرت شداد بن اوی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جو بھی مسلمان اپنی خواہش میں آ کر (یعنی سوتے وقت) قرآن کریم کی کوئی سورت پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ایک فرشتہ متعین کر دیتا ہے اور اس فرشتے کو حکم دیتا ہے کہ ضرور پہنچنے والی چیزوں سے اس بندہ کی حفاظت کی جائے (چنانچہ جب تک کہ وہ جاگ نہیں جاتا ضرور نقصان پہنچنے والی کوئی بھی چیز اس سے پاس بھٹکتی بھی نہیں چاہے وہ جب بھی (یعنی دیر سے یا جلدی) جاگے۔" (ترمذی)

سوتے وقت قرآن کی کوئی سورت پڑھنے کی برکت

حضرت سہ سے بطریق مرفوع روایت ہے کہ (آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا) جب تم اپنے بستر پر پڑے ہو اور کوئی سوتے لگو اور اس وقت سورۃ فاتحہ اور سورہ قل ہو اللہ پڑھ لو تو (جب تک سوتے رہو گے) موت کے حدود ہر چیز سے حفاظت میں رہو گے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ لَعَاصٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُلْدٌ لَا يَخْصِيهِمْ رَجُلٌ مُسْلِمٌ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ الْأُولَى وَلَهُمْ سَبْعُ مِائَةٍ يَوْمَ يُعْمَلُ بِهِمَا قَلِيلٌ يُسَبِّحُ اللَّهُ فِي ذِكْرِ كُلِّ صَلَاةٍ عَشْرًا وَيُحْمَدُ عَشْرًا وَيُكَبَّرُ عَشْرًا قَالَ فَأَنَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْقُدُهَا بِيَدِهِ فَإِنْ قَتَلَ خَفْسُونَ وَمِائَةً بِاللَّسَانِ

وَالْفُ وَخُمْسُ مَا نَفَى فِي الْمِيزَانِ وَإِذَا أَخَذَ مَضْجَعَهُ يُسَبِّحُ وَيُكَبِّرُ وَيُحْمَدُ مِائَةً فَبَلَكَ مَا نَفَى بِاللَّسَانِ وَالْفُ فِي الْمِيزَانِ عَائِدُكُمْ يَوْمَ الْيَوْمِ وَالسَّابِلَةُ أَلْفَيْنِ وَخُمْسُ مَا نَفَى سَبْعُونَ فَنُورًا وَكَيْفَ لَا نُخْصِيهِمَا قَالَ يَا بَنِي آدَمَ الشَّيْطَانُ وَهُوَ فِي صَلَاتِهِ عِبْقُورٌ أَدْكُرُ كَذَا أَدْكُرُ كَذَا حَتَّى يَنْقَلِبَ فَعَلَا أَنْ لَا يَفْعَلَ وَتَبَا لِنَبِيٍّ فِي مَضْجَعِهِ فَلَا يَزَالُ يُنْقِئُهُ حَتَّى يَنَامَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابُو دَاوُدَ وَبُخَارِيُّ وَصَحَابِيُّ وَهُوَ رَوَاهُ ابْنُ دَاوُدَ قَدْ خُصِّلَتْ وَخُلَّتْ لَا يُحَدِّثُ عَنْهَا عَنْهُ مُسْلِمٌ وَكَذَا فِي رِوَايَةِ بَغْدَادِي وَابْنِ وَالْفُ وَخُمْسُ مَا نَفَى فِي الْمِيزَانِ قَدْ يُكَبَّرُ أَرْبَعًا وَثَلَاثِينَ إِذَا أَخَذَ مَضْجَعَهُ وَيُحْمَدُ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ وَيُسَبِّحُ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ وَهِيَ أَكْثَرُ سُبْحِ الْمَصَابِيحِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ

ابو داود 'کتاب الادب' ج ۵۰۶۵۔

"اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن عامر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جو چیزیں ایک میں جنہیں جو بھی مرد مسلمان مداومت کے ساتھ اختیار کرتا ہے وہ جنت میں داخل ہوتا ہے (یعنی وہ شخص جنت میں نجات پائے وہ اس کے ساتھ دوگا) اور جس کو وہ دونوں چیزیں مسلمان تو بہت ہیں (ہاں غور کہ اللہ تعالیٰ اس چیزوں پر عمل کرنا جن لوگوں کے لئے آسان نہ ہو ان کے لئے وہ کوئی مشکل نہیں ہیں) مگر ان پر عمل کرے والے بہت کم ہیں (یعنی اللہ تعالیٰ کی توفیق نہ ہونے کے سبب ان پر

بر اومت کے ساتھ مل کرنے میں شوقدار رہی ہیں) ان میں سے ایک چیز تو یہ ہے کہ ہر فرض نماز کے بعد اللہ کو پاکی کے ساتھ یاد کیا جائے یعنی سبحان اللہ پڑھا جائے دس مرتبہ خدا کی حمد کی جائے یعنی الحمد للہ کہہ جائے اور دس مرتبہ اللہ اکبر کہا جائے۔ ابن عمر کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا آپ ﷺ نے ان کو اپنے ہاتھ کی انگلیوں پر شمار کیا اور فرمایا پس (پانچوں ماریوں کی مجموعی تعداد اعتبار سے) یہ زبان سے کہنے میں تو ڈیڑھ سو ہیں لیکن (اعمال) کے تردد میں اس کی تعداد ڈیڑھ ہزار ہوگی (بائیں طور کہ ہر نیکی پر دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور دوسری چیز یہ ہے کہ اپنے بستر پر آکر (یعنی سونے کے وقت) سبحان اللہ اکبر اور الحمد للہ سو مرتبہ کہے (یعنی سبحان اللہ تینتیس بار اور الحمد للہ تینتیس بار اور اللہ اکبر چونتیس بار) کہ جائے تو ان کی مجموعی تعداد سو ہوتی ہے اور یہ زبان میں کہنے سے تو سو بار ہیں لیکن میزان اعمال میں ایک ہزار ہوں گی۔ پس تم میں سے وہ کون ہے جو دن رات میں ڈھائی ہزار برائیاں کرتا ہوگا؟ صحابہؓ نے عرض کیا (جب یہ بات سنے تو پھر) ہم ان چیزوں کی بھلا کیونکر محافل نہ کریں گے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھتا ہو ہوتا ہے تو اس کے پاس شیطان آتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں چیز یاد کرو فلاں بات یاد کرو (یعنی اسے نماز کی حالت میں دنیا کی باتیں یا آخرت کی باتیں ایسی جن کا تعلق نماز سے ہوتا نہیں ہے یا دلدل تارہتا ہے) یہاں تک کہ وہ نماز پڑھ کر قارغ ہوتا ہے پس ہو سکتا ہے کہ وہ (ان کلمات پر محفلت نہ کرے) اور اسی طرح شیطان اس کی خواب گاہ میں آتا ہے اس کو سلا تارہتا ہے یہاں تک کہ وہ سو جاتا ہے (ترمذی، ابوداؤد، نسائی) اور ابوداؤد کی روایت میں بعض الفاظ میں اختلاف ہے چنانچہ ان کی روایت میں یوں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

”دو خصلتیں ایسی ہیں یا دو (چیزیں ایسی ہیں) راوی کو شک ہوا کہ آپ ﷺ نے حفظ محسنوں فرمایا تھا یا خستوں دینے والوں کے معنی یہ ہی ہیں۔ جنہیں جو بھی بد و مسلک فقیر رکرتا ہے (یعنی اس بدعت میں نہ یہ حصہ لے گا جس مسد کے بجائے نہ یہ حفظ علیہما عبد مسد ہے) کی طرح ابواوانی روایت میں واقع محسنۃ فی مسد ہے۔ بعد یہ الفاظ ہیں کہ تکبیر کہے چونتیس بار جب کہ اپنے بستر پر آئے و حمد کرے تینتیس بار اور تسبیح کرے تینتیس بار۔ نیز مصباح کے اکثر نسخوں میں یہ روایت عبد بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے یعنی موقف مشکوٰۃ سے تو اس روایت کو عبد اللہ بن عمر بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے جب کہ مصباح کے اکثر نسخوں میں اس حدیث کے راوی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

۱۰۔ اور رات میں حاصل ہونے والی نعمتوں کے شکر کی ادائیگی۔

منقول ہے کہ ایک دن حضرت راوی عبد السلام نے عرض کیا: ”پروردگار اتنی رحمت پر کیا ہر نعمتیں مجھے حاصل ہیں میں ان کا شکر کس طرح ادا کروں؟ پروردگار نے فرمایا اگر تم نے یہ جانا کہ تمہیں نعمتیں جو حاصل ہیں وہ سب میری ہی طرف سے ہیں تو سمجھ لو کہ تم نے ان کا شکر ادا کیا۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ يَقُولُ رَدَاؤِي إِلَىٰ هِرْ شَيْءِ اللَّهُمَّ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَرَبِّ كُلِّ شَيْءٍ فَالِقَ الْإِصْبَغِ وَالنَّوَىٰ مِنَ الثَّوْرِ وَلَا تَجْنِسُ الْقُرْآنَ مُعَذِّبُ مَن شَرَّكَ بِدِي شَيْءٍ أَنْتَ اخْدُ بِمَا صَبَّحْتَ نَتِ الْأَوَّلِ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ وَنَتِ

الْآخِرُ فَيَسِّرْ بَعْدَ شَيْءٍ وَتَبْ لَطَاهُرُ فَلَيْسَ عَوَقِبَ
شَيْءٍ وَانْتَ الْبَاصِرُ فَلَيْسَ دُونَهُ شَيْءٌ أَقْصَرُ عَنِّي الْاُدْيَانِ
وَأَعْيَسُ مِنَ الْفَقْرِ

(رواہ ابو داؤد، الترمذی، ابن ماجہ و ردہ مسند مع حلالہ و مسند)

ابو داؤد، کتاب الادب، ج ۵، ص ۵۰۵۔

”اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب اپنے
ستر پہ تشریف لاتے تو یہ دعا پڑھتے: اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّ
كُلِّ شَيْءٍ وَاقِ الْحَبَّ وَالسَّوْءَ مِنَ النَّارِ وَالْاَنْجِسَ وَالْقَرْبَ عَوْدِيكَ
مِنْ شَرِّ كُلِّ ذِي شَرٍّ اَنْتَ اَحَدٌ هُنَا صِيَّتِهِ اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ
وَاَنْتَ الْاٰخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ
الْبَاصِرُ فَلَيْسَ دُونَكَ شَيْءٌ اَقْصِرْ عَنِّي الدَّيْنَ وَاَعْيِسْ مِنَ الْفَقْرِ (حسن
حسین میں ہے کہ یہ دعا سوتے وقت پڑھ کر پڑھی جائے) (بود و ترغیب)
ابن ماجہ (امام مسلم نے اس روایت کو تھوڑے سے فرق سے ساتھ نقل کیا
ہے۔“

بے خوابی و دور کرنے کی دعا:

حسین حسین میں ہے کہ اس روایت کو بھرائی نے اوسط میں اور ابن ابی شیبہ نے
نقل کیا ہے لیکن دونوں میں غلط جُمُوع کی بجائے جَمْعِیں ہے و لفظ بیبھی کی
جگہ بیبھی اور اسی طرح وَجَلْتُ ثَمَّ اَوْتُ سے آخر تک کے الفاظ اس کی روایت میں
نہیں ہے بلکہ عز جارت کے بعد و تبارت سماعت ہے اور اس حمد پر روایت ختم ہوئی
ہے۔

وَعَنْ غُنْدِ الْاَلِ بْنِ اَبِي اَوْفَى قَالَ كَانَ زَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَصْبَحَ قَدِ اَصْبَحَ وَاَصْبَحَ لِفُلْ
بِهِ وَاَحْفَظْ لِّلّٰهِ وَالْكِبَرِ بَاءُ وَالْعِظْمَةُ لِلّٰهِ وَالْحَلْقُ وَلَا مَرُ
وَلَسْبُلُ وَالنَّهَارُ وَمَا سَكَنَ فَبَيْنَهُمَا لِلّٰهِ اَجْمَعُ اَوَّلُ هَدِ
النَّهَارِ صَلَاحًا وَاَوْسَطُهُ نَجَاحًا وَاٰخِرُهُ فَلَاحًا يَا اَرْحَمَ
الرَّاحِمِيْنَ ذَكَرَكَ النُّوَوِيُّ فَنِي كِتَابِ الْاَذْكَارِ بِرَوِيَةِ ابْنِ
النَّبْتِيِّ

”اور حضرت عبد بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب صبح ہوتی رسول
اللہ ﷺ یہ دعا پڑھتے: اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمَلٰٓئِكَةُ بِنَهْ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالْكِبَرِ بَاءُ
وَالْعِظْمَةُ يَلَهُ وَالْحَلْقُ وَلَا مَرُ وَاللَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَمَا سَكَنَ بَيْنَهُمَا يَلَهُ اَللّٰهُمَّ
اجْعَلْ اَوَّلَ هَذَا النَّهَارِ صَلَاحًا وَاَوْسَطُهُ نَجَاحًا وَاٰخِرُهُ فَلَاحًا يَا اَرْحَمَ الرَّ
احِمِيْنَ صبح کی میں نے اور صبح کی ملک نے جو خدا کے لئے تمام تعریفیں خدا
کے لئے ہیں اور بزرگی ذات و صفات کی خدا ہی کے لئے ہے اور حکم دین
اور رات اور چیزیں دن رات میں آرام پاتی ہیں۔ سب خدا ہی کے لئے
ہیں اے خدا اس دن کے ابتدائی حصہ کو نیکی کا بنا یعنی یہ کہ ہم اسے طاعات
میں صرف کریں اور اس کا درمیانی حصہ حاجات کے پورا ہونے کا اور اس
کے آخری حصہ کو نجات کا سبب بنائے۔ رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ
رحم کرنے والے۔ اس حدیث کو نووی نے ابن سنی کی روایت کے ساتھ
کتاب الاذکار میں نقل کیا ہے۔“

صبح کے وقت آنحضرت ﷺ کی دعا:

جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے جس دعا کو ارحم الراحمین پر ختم کیا جائے وہ یہ
قبول ہوتی ہے اسی نے آنحضرت ﷺ سے اس دعا کو انہیں الفاظ پر ختم کیا۔ ہاں کہنے

مستدرک میں یہ مہر رضی اللہ عنہ۔ بطریق مرفوع بیان کیا ہے کہ یا رحم رحمتیں کہنے والوں پر اللہ تعالیٰ فرشتے متعین فرمادیتا ہے پنانچہ جو شخص اس جہد و تہمتیں بارگاہت ہے تو وہ فرشتہ اس سے کہتا ہے کہ ارحم ارحمیں تیری طرف متوجہ ہے جو مانگتا ہے مانگ دو۔

وَعَنْ غُنْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ ابْنِ زِي قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا أَصْبَحَ أَصْبَحَ عَلَى فِطْرَةِ الْإِسْلَامِ
وَعَلَى دِينِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَى مِلَّةِ أَبِينَا إِبْرَاهِيمَ
حَنِيفٍ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ (رواه احمد والدارمی)

”اور حضرت عبدالرحمن بن ابی زری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت یہ فرماتے: أَصْبَحَ عَلَى فِطْرَةِ الْإِسْلَامِ وَدِينِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَى مِلَّةِ أَبِينَا إِبْرَاهِيمَ حَنِيفٍ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ صبح کی ہم نے دین اسلام پر ورکھ کر توحید پر کہ وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے اور اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر اور اپنے باپ ابراہیم کے دین پر جو باطن سے بے نیاز ہو کر دین حق کی طرف متوجہ تھے اور براہیم ترک کرنے والوں میں سے نہیں تھے۔“

(احمد، دارمی)

”پنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر“ اس الفاظ سے ظاہری طور پر یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخصیت صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح دوسروں کی طرف مبعوث فرمائے گئے کسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اپنی ذات کی طرف مبعوث تھے یا پھر ان الفاظ کے بارے میں یہ کہا جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو سکھانے کے لئے فرمایا کہ دعا میں اس طرح کہا

مختلف اوقات کی دعاؤں کا بیان

جو اذکار یعنی دعائیں، غیر و شروع سے کسی بھی وقت اور کسی بھی حالت سے متعلق منقول ہیں ان کو اختیار کرنا اور ان اذکار کو ان کے منقول اوقات میں پورا کرنا ہر شخص کے لئے مستحسن ہے مگر ان اذکار کو پابندی کے ساتھ اختیار کیا جائے تو کیا ہی کہنے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو کم سے کم ایک مرتبہ تو ضروری پورا کیا جائے تاکہ ”حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی سعادت حاصل ہو جائے۔“

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

”جب تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی یا بونڈی کے پاس محبت کے لئے آئے تو دعا پڑھے اگر اس وقت (ان دونوں) مرد و عورت کے جماع کے قیام میں فرزند پیدا ہوتا ہے تو اس (بچے) کو شیطان کبھی ضرر نہیں پہنچائے گا اور وہ دعا یہ ہے بِسْمِ اللَّهِ اللَّهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَقَقْنَا ہم دعا چاہتے ہیں اللہ کے نام کے ساتھ اے اللہ تو ہمیں جو اول و نسیب کرے اے شیطان سے اور شیطان کو اس سے دور رکھ۔“

اول دو شیطان سے کیسے محفوظ رکھا جاسکتا ہے

اگر یہ اشکال پیدا ہو کہ کثر لوگ یہ دعا پڑھتے ہیں مگر اس کے باوجود ان کی اولاد شیطان کے تصرف اور اس کے ضرر سے محفوظ نہیں رہتی؟ تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ ”شیطان کبھی ضرر نہیں پہنچائے“ سے مراد یہ ہے کہ شیطان نہیں کھڑکی کھائیوں میں نہیں پھینک سکتا لہذا اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ محبت کے وقت ذکر اللہ کی برکت سے دعا و خاتمہ بخیر کی سعادت امدی سے نوازی جاتی ہے یا پھر اس کے معنی

یہ ہیں کہ شیطان اس کی ولد کو آسیب اور صرر (یعنی ہاتھ پاؤں نیڑھے) کر دینے یا اسی قسم کی دوسری بلاؤں میں مبتلا کر کے ضرر پہنچانے پر قادر نہیں رہت۔

حضرت امام جوزئی کے قوس کے مطابق اس کا مطلب یہ ہے کہ شیطان اس شخص کی اولاد کے دیں و عقائد پر اثر انداز نہیں ہوتا اور جس طرح کہ شیطان دوسروں کے صحیح عقائد و روایتی رجحانات میں نقصان پہنچاتا ہے ان کی یہ نسبت اس شخص کی اولاد کے حق میں اس کا ضرر نقصان ہے اثر رہتا ہے۔

آپ کے شوہر کا غصہ دور کرنے کا ایک نسخہ لکھیں:

وَعَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ قَالَ اسْتَبَدَّ رَجُلَانِ بِعِنْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَخُنْ عِنْدَهُ جُلُوسًا وَاحِدًا هُمَا سَمِعْتُ صَاحِبَهُ مُعْضِبًا قَدْ اخْمَرُ وَخَفَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّي لَا اَعْلَمُ كَلِمَةً لَوْ قَالَهَا لَدَهَبَ عَنْهُ مَا يَجُذُّ مِنَ الْغَضَبِ اَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ فَقَالُوا لِلرَّجُلِ اَلَا تَسْمَعُ مَا يَقُولُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّي لَسَمِعْتُ بِمَقْجُونٍ (متفق عليه)

صحیح مسلم: کتاب البر والصلة باب من يملك نفسه ص ۲۶۲۰۔

”در حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک (دن) ہم نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ کی مجلس میں دو آدمی آجیں میں ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگے ان میں سے ایک آدمی تو دوسرے کو بہت ہی برا بھلا کہہ رہا تھا وہ غصہ میں چڑھ گیا تھا اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے (اس کی یہ کیفیت دیکھ کر) فرمایا ”کہ میں ایک کلمہ پڑھاؤں اگر یہ شخص اس کلمہ کو پڑھے تو اس کا غصہ جاتا رہے۔ جو اس

پر سوار ہے اور وہ کلمہ یہ ہے اَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ (میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں شیطان مردود سے) پھاڑنے جب یہ دیکھا کہ اس شخص نے کلمہ نہیں پڑھا تو اس سے کہا کیا تم سن نہیں رہے ہو۔ آنحضرت ﷺ کیا فرما رہے ہیں؟ اس شخص نے کہا کہ ”میں کوئی دیوانہ نہیں ہوں“۔ (بخاری)

غصہ فرو کرنے کی ایک بے مثل تدبیر:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غصہ فرو کرنے کا بڑا آسان طریقہ یہ ہے کہ خود باللہ پڑھ لیا جائے اس سے غصہ فرو ہو جائے گا اس حدیث کی بنیاد یہ آیت ہے وَإِنَّمَا يَسْتَعِثُّ مِنَ الشَّيْطَانِ لَوْ أَنَّهُ فَاتَعَدَّ بِاللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ اور ”رحمیں شیطان بہکا کر اپنے جال میں پھنسے تو اللہ سے پناہ مانگو، شہدہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔“

جس شخص کو ”آنحضرت ﷺ نے یہ کلمہ تعلیم فرمایا وہ علم شریعت کے زور سے آراستہ نہیں تھا اور دین کی سمجھ سے بالکل کور تھا۔ چنانچہ اس کے ذہن میں یہ بات آئی کہ یہ کلمہ پڑھنے کے لئے اس شخص کو کہا جاتا ہے جو یوانگی میں مبتلا ہو میں دیوانگی میں مبتلا نہیں ہوں اس لئے یہ کلمہ کیوں پڑھوں۔

آنحضرت ﷺ کی اس تعلیم کی طرف اس شخص کی بے اعتنائی کے سلسلہ میں علامہ طبریؒ تو یہ فرماتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ وہ شخص منافق رہا ہو یا پھر پرے درجے کا بدخواہ اور گنہگار۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا لَقِيتُكَ مِنْ عَقْرِبٍ لَدَ عَيْنِي لِبَارِخَةٍ قَالِ اِمَّا لَوْ قُلْتُ جِئْتُ اَمْسَيْتُ اَعُوذُ بِكَ مِنَ اللَّهِ الْعَظِيمِ مَا خَلَقَ لَمْ تَخْشُرْكَ .

صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء باب العود من سوء القضاء ج ۲۷۰۹

”اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک دن) ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا ”یا رسول اللہ! میں ایک بچھوکی وجہ سے اذیت میں مبتلا ہو گیا ہوں۔ جس نے رشتہ رات میں مجھے ڈس لیا تھا۔ آپ ﷺ نے رشتہ فرمایا ”جان لو! اگر تم شہر کے وقت یہ کلمات کہہ لیتے تو (بچھو) تمہیں ضرر نہ پہنچاتا اور وہ کلمات یہ ہیں اَعُوذُ بِكَمَلَاتِ اللہِ الثَّمَانِیَةِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ“۔ (مسلم)

رات میں ضرر و نقصان سے بچانے والی دعا:

ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ جو شخص (ان مذکورہ بالا) کلمات کو شام کے وقت تین مرتبہ پڑھ لے تو اسے اس رات میں (کسی بھی ذریعے یا نور) کا زہر ضرر نہیں پہنچائے گا۔ نیز ایک روایت میں ان کلمات کو صبح کے وقت بھی پڑھنا منقول ہے یعنی گران کلمات کو صبح کے وقت پڑھا جائے تو اس دن زہر بے جا و روں سے حفاظت رہتی ہے۔

حضرت مفصل بن یسار رضی اللہ عنہ جو صحابی ہیں سے منقول ہے کہ جو شخص ان کلمات کو پڑھتا ہے اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے متعین کئے جاتے ہیں جو اس شخص کے لئے بخشش کی دعا کرتے ہیں نیز وہ شخص اگر اسی حالت میں مر جاتا ہے تو شہید مرنا ہے۔

وَعَنْ عُمَرَ ابْنِ زَيْنُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ دَخَلَ السُّوقَ فَقَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ بَيَّدَهُ

الْحَيُّ وَلَهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ كَتَبَ اللَّهُ لَهُ أَلْفَ الْبَحْسَةِ وَمُحَى عَمَهُ أَلْفَ سَيِّئَةٍ وَزَعَجَ لَهُ أَلْفُ الْبَحْسَةِ وَبَسِيَ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ (رواه الترمذی واس ما ج۱ وقل الترمذی هذا حديث غريب وعی شرح السنة من قل فی سوق جامع بیاع فیہ بدل من دخل السوق)

جامع ترمذی السنن کتاب الدعوات باب ما یقول د داخل السوق ج ۲۱۲۸

”اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے رشتہ فرمایا ”جو شخص ہزار میں پہنچ کر یہ کلمات پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے دس لاکھ نیکیاں لکھتا ہے اس سے دس لاکھ برائیاں دور کرتا ہے اس کے لئے دس لاکھ درجے بلند کرتا ہے اور اس کے لئے جنت میں گھر بناتا ہے اور وہ کلمات یہ ہیں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ بَيَّدَهُ الْغُيُوبُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لئے بادشاہت ہے اور اس کے لئے تعریف ہے وہ زندہ ہے اور وہی مارتا ہے وہ (ہمیشہ ہمیش کے لئے) زندہ ہے اس کے لئے موت نہیں ہے۔ اس کے ہاتھ میں بھلائی ہے وروہ چیز پر قادر ہے) (ترمذی ابن ماجہ) امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے۔ نیز شرح السنہ میں ومن دخل السوق (جو شخص بازار میں پہنچ کر) کی بجائے یہ ہے من قال فی سوق جامع یباع فیہ (جو بازار میں جہاں خرید و فروخت ہوتی ہو جہاں اکثر چیزیں بکتی ہوں یہ کلمات کہے۔“

بازار میں پڑھنے کی دعا اور اس کی فضیلت:

اتنا زیادہ ثواب ملنے کی وجہ یہ ہے کہ بازار غفلت کی جگہ ہے نیز ہر ایک ایسی جگہ ہے جہاں ماطور پر جھوٹا دعوہ کرو فریب اور چابازیوں کی کثرت ہوتی ہے پھر یہ کہ بازاروں کو شیطن کی سطنت کہلاتا ہے اس لئے اسی جگہ میں اللہ کو یاد کرنے سے بہت زیادہ ثواب ملتا ہے۔

اور فرما ہر دارینید! آپ کو تو ویسے بھی اشد ضرورت ہے کہ اس دعا کو اچھی طرح یاد کر لیں کیونکہ آپ نے تو فقط وہ بہلانے کو ہی اکثر بار بار جانا ہوتا ہے اور اس کو آپ "ونڈو شاپنگ" کا نام دیتی ہیں۔ سبحان اللہ! جتنی کوئی چیز خریدنی نہیں فتنہ دیکھتی ہے۔

وَعَنْ اَبِي سَعْدٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الْكُفْرِ وَبِذَلِّينِ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ اَتَعِدُّلُ الْكُفْرَ بِالَّذِينَ قَالَ مَعَهُ وَهِيَ رَوَايَةٌ لِسَنِّهِ اَبِي اَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكُفْرِ وَالْفَقْرِ قَالَ رَجُلٌ وَيَعْدِلَانِ قَالَ نَعَمْ۔ (رواہ السامی)

"اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کلمہ سنا ہے اَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الْكُفْرِ وَالْفَقْرِ (میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کفر اور قرض سے) ایک شخص نے (یہ سن کر) عرض کیا کہ "یا رسول اللہ! کیا آپ (ﷺ) نے کفر کو قرض کے برابر کر دیا؟" آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "ہاں" در ایک روایت میں یہ دعا منقول ہے: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكُفْرِ وَالْفَقْرِ یعنی اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں کفر سے اور فقر سے۔ (یہ سن کر) ایک شخص نے عرض کیا کہ "کیا فقر اور فقر دونوں

برابر ہو سکتے ہیں؟" آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ہاں!"۔ (نسائی)

کفر اور قرض سے پناہ مانگنی چاہئے:

"کفر اور قرض" کو برابر اس لئے فرمایا کہ قرض کی وجہ سے انسان محض دولت ہے مکاری کرتا ہے اور وعدہ کے خلاف کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ بدترین خصائیس کفار اور منافقین ہی میں ہوتی ہیں۔

"کفر" اور "فقر" کو برابر بایں معنی یا گیا ہے کہ فقر کی وجہ سے انسان بصری کرتا ہے جتنی قسمت کو کوستا ہے تقدیر کا ٹکڑا کرتا ہے جتنی رہبان سے بیٹے الفاظ نکال بیٹھتا ہے جو کفر کا باعث ہوتے ہیں۔

ہر وقت کی مصروفیت سے پناہ مانگنے کی دعا:

فرما ہر دارینید!

آپ کی زندگی جو کہ یک اجالی مجھے دے سنا ہے اس کے طریقے پر زندگی بسر کرنے کے فوراً ہی بعد آپ کی زندگی ایک نئی طرح کی مصروفیت میں گھرنے لگی ہے اور یقیناً جاننے کہ آئے آگے مصروفیت برہتی ہی مانی ہیں۔ کچھ تو اللہ کی طرف سے ہی آپ کو سوچ دئی جائے گی اور سب سے شہادت آپ سے خود ہی اپنے آپ پر ڈال دی ہوں گی۔ اس واسطے اس دعا کو بالخصوص یاد کیجئے تاکہ اللہ عزوجل آپ کو کچھ وقت فراغت کی بہت بھی مہیا کرے۔ آمین

جو سب کو سنوارتی ہے وہ اپنے آپ کو سنوارنے کا وقت بھی نکال سکے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بَرِيدٍ الْخَطَمِيِّ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهُ كَانَ يَقُولُ فِي دُعَايِهِ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ خَبْرًا وَحُبًّا مِّنْ يَّنْفَعُنِيْ خُبْرُهُ عِندَ اَللّٰهِ مَا رَزَقْتَنِيْ مِمَّا اُجِبُّ فَاَجْعَلْهُ قُوَّةً لِّیْ فِیْمَا تَحَبُّ السَّهْمُ مِ رَوَيْتَ عَنِيْ مِمَّا

أُحِبُّ فَأَجْعَلَهُ قَرًا غَالِيًا فِيمَا تُحِبُّ (رواه الترمذی)

جامع الترمذی، کتاب الدعوات، ج ۲۴۹۱۔

”اور حضرت عہدِ نبیؐ میں یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنی دعا میں یہ فرمایا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ ارْقُبْنِيْ حَتّٰى وَحَبَّ مَنْ يَنْتَعِبُنِيْ حَتّٰى عِدَّتْ اَللّٰهُمَّ مَا رَقُبْتَنِيْ مِنْ حَبِّ فَاَجْعَلْهُ قُوَّةً لِّيْ فِيمَا تُحِبُّ اَللّٰهُمَّ مَا رَوَيْتَ عَنِّيْ مِنْ حَبِّ فَاَجْعَلْهُ دَرَاغَةً لِّيْ فِيمَا تُحِبُّ۔ اللہ! مجھے حبیبِ کراپنی محبت اور اس شخص کی محبت جس کی محبت تیرے نزدیک مجھے شیعہ دے۔ اے اللہ تو نے مجھے اس چیز میں سے جسے میں پسند کرتا ہوں جو کچھ بھی عطا کیا ہے اس کو میرے سے اس چیز میں قوت کا سبب بنا جسے تو پسند کرتا ہے۔ (یعنی تو نے ماں و زراعت و الطمینن و درہ و سری و دیاہی امتوں میں سے جو کچھ بھی عطا فرمایا ہے اور ان کو شکر گزار کی اور اپنی طاعت کا سبب بنا کہ میں اسے تیری راہ میں اور تیری خوشنودی کے سے خرچ کروں۔ اے اللہ تو نے مجھے اس چیز میں سے جسے میں پسند کرتا ہوں جو کچھ نہیں دیا ہے اس کو میرے لئے اس میں فراغت کا سبب بنا جسے تو پسند کرتا

ہے۔ (ترمذی)

محبت الہی کی طلب کے لئے دعا:

دعا کے آخری جز کا مطلب یہ ہے کہ تو نے مجھے ماں و زراعت میں سے جو کچھ نہیں دیا ہے اس کو میرے لئے اپنی محبت میں مشغولیت کا سبب بنا کہ مجھے قناعت و توکل کی دولت حاصل رہے اور وہ مال و زراعت جو مجھے حاصل نہیں ہوا ہے اس سے بے پروا ہو کر بغیر مانع کے تیری عبادت میں مشغول رہوں اور حاصلِ دعا کے آخری دونوں جملوں کا یہ ہے کہ اگر تو مجھے اپنی نعمتیں عطا کرے تو پھر اس کا شکر ادا کرنے کی توفیق بھی عطا فرما کہ مراشِ شکر کرنے والے نعمت کے درمہ میں ہوا اور اگر مجھے وہ نعمتیں حاصل نہ

ہوں تو میرے دل کو فراغ رکھ جائے کہ میں اس سے بے پروا ہو جاؤں یہ اول ان میں نہ لگا رہے۔ میں چاہے اطمینان کے ساتھ تیری عبادت میں مشغول رہوں اور جزع و فزع، شکوہ و شکایت نہ کرو تا کہ میرا شمار مہر کرے والے نعمت میں ہو۔

وعن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يَقُومُ مَنْ مَجْلِسٍ حَتّٰى يَذْخُرَ بِهِوَ لَا اَلدَّعْوَات لَا ضَحَابَهُ اَللّٰهُمَّ اَقْبِسْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ مَا تَحُولُ بِهِ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَعَ صَبِيْكَ وَمِنْ طَاعَتِكَ مَا تُبَلِّغُنَا بِهِ جَنَّتِكَ وَمِنْ اَلْيَقِيْنِ مَا تُهَوِّىْ بِهِ عَلَيْنَا مُصِيْبَاتِ الدُّنْيَا وَمَتَعْنَا بِاَسْمَاعِنَا وَبَصَارَتِ وَقُوَّتِ مَا اَخِيْبَتُكْ وَاَجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنَّا وَاجْعَلْ ثَرَانَا عَلَى مَنْ ظَلَمْنَا وَانْصُرْنَا عَلَى مَنْ عَادَانَا وَلَا تَجْعَلْ مُصِيْبَتَكَ فِيْ دِينِنَا وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا اَكْبَرَ هَمِّنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا وَلَا تُسَبِّطْ عَلَيْنَا مِنْ لَا يَزِيْزُ حُمْرًا

(رواه الترمذی وقال حديث حسن عريب)

جامع الترمذی، کتاب الدعوات، ج ۳۵۰۲۔

”اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ایسا کم ہی ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کسی مجلس سے اٹھتے ہوں اور ان کلمات کے ذریعے اپنے صحابہ کے لئے دعا نہ مانگتے ہوں۔ (کیونکہ مجلس اور دعا میں صحابہ بھی شامل ہوتے تھے یہ کہ ان کی تعمیم کے لئے یہ دعا مانگتے تھے اَللّٰهُمَّ اَقْبِسْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ مَا تَحُولُ بِهِ بَيْنَنَا وَمِنْ طَاعَتِكَ مَا تُبَلِّغُنَا بِهِ جَنَّتِكَ وَمِنْ اَلْيَقِيْنِ مَا تُهَوِّىْ بِهِ عَلَيْنَا مُصِيْبَاتِ الدُّنْيَا وَمَتَعْنَا بِاَسْمَاعِنَا وَبَصَارَتِ وَقُوَّتِ مَا اَخِيْبَتُكْ وَاَجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنَّا وَاجْعَلْ ثَرَانَا عَلَى مَنْ ظَلَمْنَا وَانْصُرْنَا عَلَى مَنْ عَادَانَا وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا اَكْبَرَ هَمِّنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا وَلَا تُسَبِّطْ عَلَيْنَا مِنْ لَا يَزِيْزُ حُمْرًا

وَالْبَصَرُ رَبُّ وَقَوَّيْنَا مَا آخِثِينَ وَأَجْعَلَهُ الْوَاكُوفَ مَعًا وَأَجْعَلْ ثَارَنَا عَلَى مَنْ ظَلَمْنَا وَنُصْرًا عَلَيَّ مَنْ عَادَانَا وَلَا تَجْعَلْ مُصِيبَتَنَا فِي دِينِنَا وَلَا تَجْعَلْ الدُّنْيَا أَكْبَرَ هَمًّا وَلَا مَبْغَضًا عَيْنِنَا وَلَا تُلْطِفْ عَيْنَنَا مَنْ زَايَرُ حَمَلْنَا أَسَے اہلہ! تو ہم میں ہنستا خوف پیدا کر دے کہ تو اس کی وجہ سے ہمارے اور گناہوں کے درمیان حائل ہو جائے (جیسی اس خوف کی وجہ سے ہم گناہوں سے بچیں) اور ہمیں اپنی اتنی اطاعت نصیب کر کہ اس کی وجہ سے ہمیں بہشت کے (ساں درجات) میں پہنچائے ہمیں اتنا یقین عطا فرما کہ اس کی وجہ سے تو ہم دنیا پر دنیا کی مصیبتیں آسان کر دے ہمیں ہمارے سامعین ہمارے چنانچہ اور ہماری قوتوں سے اس وقت تک بہرہ مند رکھ جب تک کہ تو ہمیں زندہ رکھے اور بہرہ مندی کو ہمارا اور شہ قرار دے یعنی ہمارے تمام اعضاء و جوارح کو آخر تک برقرار و سلامت رکھ ہمارے کینہ و انتقال میں اس شخص کو مبتلا کر جس نے ہم پر ظلم کیا (یعنی ہمیں اتنی طاقت و قوت دے کہ ہم اپنے ظالموں سے بدلہ لے سکیں یہ ہماری طرف سے تو ان سے بدلہ لے) ہمیں فتح عطا فرما اس شخص سے جو ہم سے دشمن رکھے خواہ وہ ہمارا دینی دشمن ہو یا دنیاوی دشمن ہماری مصیبتوں کو ہمارے دین میں موثر نہ کر (یعنی ہمیں کسی مصیبتوں میں مبتلا نہ کر جو دین کے نقصان کا باعث ہوں) دنیا کو ہمارے لئے فکر کا مرکز و محور نہ کر ہم کو ہمارے مطلب نظر نہ دے ہم پر ان لوگوں کو مسلط نہ کر جو ہم پر رحم نہ کریں۔ امام ترمذی نے اس روایت کو نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

ایک عمدہ دعا

”ہمیں اتنا یقین عطا فرما“ کا مطلب یہ ہے کہ تو اپنی ذات و صفات پر اور سرکارِ دو عالم ﷺ کے رشادات و تعظیم پر ہمیں اس درجہ کا یقین و اعتماد عطا فرما کہ دنیا کی

تختیں اور یہاں کے مصائب و آہام ہمارے لئے آسان ہوں۔ مثلاً جس شخص کو یہ یقین ہوگا کہ اللہ تعالیٰ رزاق ہے ہر جاندار کی ضروریات زندگی پورا کرتا ہے تو اسے ہر گز کوئی فکر نہیں ہوگی اور وہ اس کی ذات پر بھروسہ و اعتماد کرے گا کسی طرح جسے اس یقین کی دولت حاصل ہو جائے گی کہ آخرت کی تحفیں اور وہاں کے مصائب زیادہ سخت ہیں دنیا کی سختیوں یا نکلنا یا پیدا اور ختم ہونا نے ولی ہیں اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے تو اس کے لئے دنیا کی مصیبتیں آسان ہو جائیں گی۔

ہم دنیا کی بہت زیادہ فکر و تدبیر میں نہ گئے رہیں۔ بلکہ آخرت کی فکر و تدبیر اندیشہ کا زیادہ خیال رکھیں دنیا کی صرف اتنی ہی فکر و رائے معاش کا اتنا ہی خیال رکھیں جو ضروری ہے اور جس کے لئے نہ صرف ہمیں اجازت ہے بلکہ مستحب بھی ہے۔

ایک دعا جس کی وجہ سے شوہر و سسرالی رشتوں میں آپ کی عزت ان شاء اللہ بڑھ جائے گی۔

وَعَنْ أَبِي الدُّنْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ مِنْ دُعَاءِ دَاوُدَ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ خُبْرًا وَخُبًّا مَنْ يُجِبُّكَ وَلَعَمْرُكَ الْوَدَىٰ يُنَالِغِي خُبْرًا اللَّهُمَّ اجْعَلْ خُبْرَكَ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي وَمَا لِي وَاهْلِي وَمِمَّا أَلْمَأُ الْبَارِدُ قَالَ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ذَكَرَ دَاوُدَ يُحَدِّثُ عَنْهُ يَقُولُ كَانَ عَبْدُ الْبَشَرِ

(رواہ الترمذی وفان حدیث حسن غریب)

جامع ترمذی کتاب الدعوات ج ۱ ص ۱۶۶

”اور حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد

فرمایا حضرت داؤد علیہ السلام کی دعاؤں میں سے ایک دعا یہ بھی تھی اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ سَأَلْتُكَ حَبِیْبًا وَحَبِّیْ مِنْ یُّحِبُّکَ وَتَعَدَّ اَلَّذِیْ یُبِیْعُ حَبِیْکَ اَللّٰهُمَّ اَجْعَلْ حَبِیْبًا اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ نَفْسِیْ وَمَا بَیْ وَتَهَبِیْ وَفِیْ اَلْاَبْدَانِ رِیْدَ —
 اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں تیری محبت اور اس شخص کی محبت جو تجھ سے محبت رکھے اور وہ عمل جو مجھے تیری محبت تک پہنچے۔۔۔ اے اللہ! تو اپنی محبت کو میرے لئے میری جان سے میرے مال سے میرے اہل و عیال سے اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ عزیز بنا دے۔ راوی کا بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ جب حضرت داؤد علیہ السلام کی باتیں بیان فرماتے تو فرماتے کہ حضرت داؤد علیہ السلام اپنے زمانہ کے آدمیوں میں بڑے عابد تھے۔ اہم ترمذی نے اس روایت کو نقل کیا ہے اور کہا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

شکر گزار ہونے کی دعا

صحیح سے مراد بندوں کے حقوق میں ور "وسیت" سے مراد اللہ تعالیٰ کے حقوق ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا یا تو نے لوگوں کے حقوق داکر نے کا مجھے جو تکم دیا ہے اور اپنے حقوق کی ادائیگی کا جو فریضہ مجھے پر عائد کیا ہے اس پر مجاہدیت کروں یعنی اوروں قسم کے حقوق "اکرتا ہوں۔

اہل و عیال کو بیماریوں سے دور رکھنے کی دعا

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ الصِّحَّةَ وَالْعَفَّةَ وَالْاَمَانَةَ وَحُسْنَ الْخُلُقِ وَالرِّضَى بِالْقَدَرِ

”اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا

کرتے تھے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ سَأَلْتُكَ الصِّحَّةَ وَالْعَفَّةَ وَالْاَمَانَةَ وَحُسْنَ الْخُلُقِ وَالرِّضَى بِالْقَدَرِ یعنی بڑی بیماریوں سے بدن کی سادگی و تندرستی یا فساد و آلودگی کی اجتناب و صحت و حرام سے بچنا و امانت و حق لوگوں سے موال میں یا شریعت کے حق و حقوق میں خیانت نہ کروں اور ستمیوں اور غداروں سے محفوظ رہوں۔

وَعَنْ اُمِّ مَعْبُدٍ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ بَلَّغْهُمْ صَهْرَ قَنْبِیْ مِنَ الْبَقْرِ وَعَمَلِیْ مِنَ الرِّبِّ، وَلِسَانِیْ مِنَ الْكُذْبِ وَعَیْبِیْ مِنَ الْحَيَاةِ وَثَبِّتْ لِعَمَلِیْ حَاشِئَةً لَا عَنِّیْ وَمَا تُحِبُّی الصَّنَوْرُ

(رواہما الیہقی فی الدعوات الکبیر)

”اور حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ دعا سنی ہے اَللّٰهُمَّ طَهِّرْ قَنْبِیْ مِنَ الْبَقْرِ وَعَمَلِیْ مِنَ الرِّبِّ وَكَلِّبْ لِسَانِیْ مِنَ الْكُذْبِ وَعَیْبِیْ مِنَ الْخِيَاَنَةِ فَانَّكَ تَعْلَمُ خَآئِیَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُعْیِیْ لِلْعَدُوِّ وَرَأَیَ اللّٰهُ پاك كرميرے دل کو باق سے میرے عمل کو ریا سے میری زبان کو جھوٹ سے اور میری آنکھ کو خبیثت (یعنی ظہر حرام) سے بے شک تو جانتا ہے آنکھوں کی حیثیت کو اور اس چیز کو کہ دل میں پوشیدہ ہے یعنی خواہشات اور گناہ۔ یہ دونوں روایتیں پہلی سے دعوت کبیر میں نقل کی ہیں۔“

خصائل بد سے بچنے کی دعا

مردوں کی ایک جماعت کہیں بیٹھی ہوئی ہے چاہے ایک عورت ان کے سامنے سے گزرتی ہے وہ سب مرد ایک دوسرے کی شرم سے اس عورت کی طرف نظر

ٹھائے کی ہمت نہیں کرتے میں چہاچہ جب وہ سب اپنی ٹھہریں پہنچی کر سیتے ہیں تو ان میں سے ایک شخص سب کی نگاہوں سے بچ کر اپنی نظر اٹھاتا ہے اور چوری سے اس عورت کو دیکھ لیتا ہے یہی آنکھوں کی خیانت ہے۔

وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَادَ رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَمَضَى مِثْلَ الْعُزْبِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ كُنْتَ تَدْعُو اللَّهَ بِشَيْءٍ أَوْ تَسْأَلُ لَدَيْهِ قَالَ بَعْدَ كُنْتُ أَقُولُ اللَّهُمَّ مَا كُنْتُ مُعَاقِبِي بِهِ فِي الْأَجْرَةِ فَعَجَّلْهُ لِي فِي الدُّنْيَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبْحَانَ اللَّهِ لَا تَطِيقُهُ وَلَا تَسْتَطِيعُهُ فَلَا قُلْتَ اللَّهُمَّ إِنَّمَا هِيَ الدُّنْيَا خَسِئَةٌ وَفِي الْأَجْرَةِ حَسَنَةٌ وَقَدْ عَادَ الْبَارِ قَالَ فَدَعَا اللَّهَ بِهِ فَشَفَاهُ اللَّهُ

صحیح مسلم، کتاب الذکروالدعاء، باب مکرار الدعاء بتعجیل العقوبة فی الدنیا، ج ۲۸۸۔

”اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان کی عیادت کی جو پرندے کے ایک بچے کی مانند ضعیف ہو گیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس کی حالت دیکھ کر) فرمایا کہ ”کیا تم اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کی دعا مانگا کرتے تھے؟“ فرمایا کہ ”تم اللہ تعالیٰ سے کس چیز کی دعا مانگتے تھے؟“ اس نے کہا کہ ”ہاں میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگا کرتا تھا کہ خدایا اگر تو حرمت میں مجھے عذاب میں مبتلا کرنے والا ہو تو (میں کے بدلے) دنیا ہی میں وہ عذاب دینے میں جلدی کر۔“ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

(یہ سن کر) فرمایا ”تم نے بڑی ٹیپ دعا مانگی نہ تم (دنیا ہی میں) اللہ تعالیٰ کے عذاب کو برداشت کرنے کی طاقت رکھتے ہو ورنہ آخرت ہی میں تم اللہ کے عذاب کے مستحق ہو سکتے ہو۔ تم نے اس طرح کیوں نہ دعا مانگی۔
اللَّهُمَّ إِنِّي فِي الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةٌ وَقَدْ عَادَ الْبَارِ
اللہ! ہمیں عطا فرما دنیا میں بھلائی (یعنی عافیت) و آخرت میں بھلائی (یعنی حق تعالیٰ کی رضا)۔“

راوی کا بیان ہے کہ اس شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے مطابق اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگی شروع کی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسے شفاء عطا فرمائی۔
(صحیح مسلم)

ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ وَتَكْبِيرِينَ اللَّهُ أَزْبَعًا وَثَلَاثِينَ عِدَّة كُلِّ
صَلَاةٍ وَعِنْدَ مَنْ لَمْ يَكُنْ (رواه مسلم)

صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، ج ۲۷۲۸۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ
عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس مقصد سے حاضر ہوئیں کہ آپ صلی اللہ
علیہ وسلم سے کوئی خادم مانگیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ملاقات نہ ہو سکی۔ جب
انہیں حضرت سیدہ زینب کو یہ معلوم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم (حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے
پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ کیا میں تمہیں وہ چیز نہ بتا دوں جو خادم سے
بہتر ہے۔ (اور وہ یہ ہے کہ) ہر نماز کے بعد اور سوئے وقت سبحان اللہ
تینتیس بار اور الحمد للہ تینتیس بار اور اللہ اکبر چونتیس بار پڑھ لیا کرو۔

دن بھر کی مشقت سے آرام:

سوئے کے وقت ان تسبیحات کا پڑھنا دن بھر کی مشقت، محنت و کوفت اور ہر قسم
کے رنج و غم کو دور کرتا ہے۔

اور آخر میں میری بھی یہی دعا ہے کہ اللہ عزوجل آپ کو اس ازدواجی زندگی
میں کامیابوں سے ہمراہ کرے اور آپ کو شوہر، سرسالی، رشتہ داروں اور
دیگر عزیز و اقرباء سے ہر طرح کا آرام، ہم پختی اور آپ کو قدم قدم پر
رحمت و آسائش میں کرے اور کبھی آپ کو شوہر یا سرسالی والوں سے کسی
قسم کے طعن یا بات میں کسی بھی بات نہ سننے پڑیں اور آپ اتنی خوشی سے اپنے
گھر میں رہیں کہ آپ کے مدد میں آپ کو دیکھ کر مدد کے باقی ایام سکون
سے گزار سکیں۔ آمین

تسبیحات فاطمہؑ

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو کامل محبت و شفقت کی وجہ سے ان دونوں کے
رسمیات تشریف فرما ہوئے کہ مکہ پیار و محبت اور شفقت و رحمت کی پابند نہیں
ہوتی اس لئے کہا گیا ہے کہ ادا جَاءَ اب اللفظة رصعت الكلفة (ترجمہ) جب الفتالی
تو تکلف انہی انہی گئی۔ اس سے معلوم ہو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور فاطمہ رضی اللہ
عنہا ایک ہی لطف میں سوتے تھے۔

مذکورہ بالا کلمات کی ترتیب کے بعد میں جزوقتی شرح مصباح میں کہا ہے کہ
تکبیر پہلے ہے چنانچہ میں کثیر لکھتا رہتا تھا کہ نمازوں کے بعد تو پہلے سبحان اللہ
پڑھنا چاہئے اس کے بعد حمد للہ اور پھر تکبیر لیکن سوتے وقت پہلے اللہ اکبر ہی پڑھ
بہتر ہے۔ اس بعد میں حماء کہتے ہیں کہ زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ بعد تکبیر کو کبھی تو پہلے
پڑھنا چاہئے اور کبھی بعد میں تاکہ اس بارہ میں منقول دونوں روایتوں ہی پر عمل ہو اور
مذکورہ دونوں زیادہ بہتر ہے۔

رشاد گرامی "تمہارے لئے یہ چیز خادم سے زیادہ بہتر ہے" کے ذریعہ حضرت
فاطمہ رضی اللہ عنہا وہ پاک مشیتوں و تکالیف و دنیاوی طور پر ناپسندیدہ چیزوں مثلاً
مرس و فقر پر صبر کی ترغیب دی گئی ہے نیز اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ شکر
کرتے والے والدہ کی بہ نسبت صبر کرنے والا مفلس زیادہ افضل ہے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَتْ فَاطِمَةُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْتَأْذِنُ خَدِيمًا فَقَالَ لَا أَذْذُلُّ عَلَى مَا هُوَ خَيْرٌ
مَنْ خَدِمَ تَسْتَجِيبُ اللَّهُ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ وَتُخَمِّدِينَ اللَّهُ

عورت

جوہر مرد عیاں ہوتا ہے بے منت غیر!
غیر کے ہاتھ میں ہے جوہر عورت کی نمود
راز ہے اس کے تپ غم کا یہی نکتہ شوق
آتشیں لذتِ تخلیق سے ہے اس کا وجود
کھلتے جاتے ہیں اسی آگ سے اسرارِ حیات
گرم اسی آگ سے ہے معرکہ بود و نبود!
میں بھی مظلومی نسواں سے ہوں غمناک بہت
نہیں ممکن مگر اس عقدہ مشکل کی کشود!

حرفِ آخر

میں نے مناسب جانا کہ بطور اختتامیہ کچھ ”درود“ آپ بچیوں کے سامنے بیان کروں کیونکہ مجھے امید ہے کہ آپ نے اس کتاب کا مطالعہ اپنی اصلاح کی غرض سے کیا ہوگا اور کوئی ایسی عورت ہے جو اپنا گھر بسانا نہیں چاہتی اور یہ نہ چاہتی ہو کہ شوہر اور اس کے گھر میں وہ ہر آنکھ کا تارا ہو۔ اسی لئے کچھ نصیحتیں ”عرض کر“ کے طور پر کر رہا ہوں اور کوئی ناصح بن کر مصلح بن کر یا کسی اونچے عہدے پر متمکن ہو کر نہیں بلکہ وہ نصیحت بیان کر رہا ہوں جو کہ میں نے اپنی بیٹی کے ایک دفعہ ایم۔ اے انگلش کرنے کی خواہش کے اظہار پر کی تھی۔

یاد رکھئے!

آپ بچیوں میں ہزار گن ہیں آپ کی جتنی تعریف کی جائے وہ کم ہے۔ آپ والدین کی فرمانبرداری ہوتی ہیں اور جتنے عرصے ان کے پاس رہتی ہیں ان کی آنکھوں کا نور اور دل کا سرور بن کر رہتی ہیں۔

جب نئے گھر جاتی ہیں تو چند ہی دنوں میں اس گھر میں بھی سب کی آنکھوں کا تارا بن جاتی ہیں۔ ساس، سرآپ کی وجہ سے تن آسان ہو جاتے ہیں دیور کو آپ کی وجہ سے وقت پر کھانا ملنے لگتا ہے، بندوں کو ایک مسیحا ہاتھ آ جاتا ہے جس کے حوالے سے ہر بات منوائی جاسکتی ہے، غرض آپ کی کن کن خوبیوں کا ذکر کروں۔

لیکن وہیں آج کی ”جذیبہ بن والی دلہن“ کے دماغ میں کچھ شر پسند خواتین نے یہ بات بٹھادی ہے کہ عورت اور مرد ہر میدان میں ہر شعبے میں اور ہر قدم پر اکٹھے چلیں تو پھر ہی عورت کی عزت ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

لوگوں کی بچیوں کو ورغلا نے کیلئے ”آزادی نسواں“ کا نعرہ:

آج کل اغیار نے ہم ہی میں سے کچھ لوگ مستعار ”بطور این۔ جی۔ او“ لے کر ہماری بچیوں کے اذہان کو پرانگندہ کرنے کی خاطر ایک دل کشا نعرہ گھڑا ہے کہ عورت کو ہر میدان میں مرد کے شانہ بشانہ کھڑے ہو جانا چاہیے۔

یاد رکھئے!

یہ جن خواتین نے پاکستان میں ”ومن رائس“ کے نام پر یہ تحریک چلائی واللہ! میں حیران و ششدر رہ گیا اس کتاب کی تیاری کے سلسلے میں جب ان کے افسر تعلقات عامہ سے رابطہ کیا اور دو چار ملاقاتیں کیں تو وہ بتانے لگے ”حضرت جی“ میں تو مجبوری سے یہ نوکری کر رہا ہوں ورنہ مجھے ان کے گورکھ دھندے کا خوب علم ہے۔ ان صاحب (جانتے ہوئے بھی نام نہیں لکھ رہا کہ ہم ”مولوی“ بہر حال یہ جانتے ہیں کہ بہن بیٹی کی عزت کتنی قابل قدر ہوتی ہے) کی اپنی تین بیٹیاں ہیں جو کہ آج تک کسی ہڑتال وغیرہ میں نہیں گئیں، جلسے جلوس میں شامل نہیں ہوتیں اور نوکری بھی نہیں کرتیں بلکہ گھرداری سنبھالے ہوئے ہیں اور ہم اگر اپنی بیوی یا بہن کو جلسے میں نہ لائیں تو نوکری سے ہی درخواست کر دیئے جائیں۔

اللہ عز و جل سے دعا ہے کہ ہمیں ایسی نام نہاد خواتین کے چنگل سے بچائے اور انہیں واقعی خواتین کی بہبود کی خاطر کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے جو بھائی اپنی کسی مادی مجبوری کی آڑ لے کر ان کے آلہ کار بنے ہوئے ہیں وہ بھی اگر کوئی اور صورت آمدنی کی پیدا کریں اور یاد رکھئے جب اللہ عز و جل ایک در بند کرتا ہے تو سو کھول بھی دیتا ہے۔

آپ آج کل تعلیم کے ہر میدان میں لڑکوں کو پیچھے چھوڑ چکی ہیں، مجھے اسی کتاب کی تیاری میں معلوم ہوا کہ اس وقت میڈیکل کے ”انٹری ٹسٹ“ میں ۷۰ فیصدی بچیاں

کامیاب ہو رہی ہیں اور ان میں سے اکثر محض نام و نمود کی خاطر میڈیکل کرتی ہیں اور بعد میں اس شعبے کو چھوڑ کر یا تو تدریس میں چل جاتی ہیں یا وہی گھرداری میں ہنسی خوشی مشغول ہو جاتی ہیں۔

خدارا! اپنی ترجیحات کا تعین آپ خود کریں، ہمارا تو کام آپ کو فقط سمجھانا ہے۔ کیا جب شوہر آپ کو کھانا پکانے کا کہے گا یا گھر کے دیگر کام کرنے کی نوبت آئے گی تو آپ فزکس، کیمسٹری، بیالوجی کے فارمولے سے اس کا کوئی حل کریں گی۔

مجھے ان لوگوں سے بھی سخت اختلاف ہے جو عورت کو بالکل ہی اُجڑا ہوا ڈالنے کے خواہش مند ہیں اور چاہتے ہی نہیں کہ عورت دنیاوی تعلیم (بلکہ فقط ناظرہ کے علاوہ دینی تعلیم) بھی حاصل نہ کرے۔

اب وہ ڈور نہیں رہا اب ہمیں میڈیکل کے شعبے میں یقیناً اچھے دیندار گھرانے کی بچیوں کی ضرورت ہے، نرسنگ میں خواتین کی ضرورت ہے جو فقط بیمار خواتین کی تیمار داری کر سکیں۔

ایسی ایڈمنسٹریٹرز کی ضرورت ہے جو سکولوں، مدرسوں اور خواتین کے رفاہی اداروں کو سنبھال سکیں لیکن یہ بے لگام تعلیم جو آپ نے فقط مع چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کو

کے تحت اپنا رکھی ہے اس نے آج کی بچیوں کو بے حد مشکل میں ڈال رکھا ہے۔

اب نہ تو آپ کے پاس قرآن پڑھنے کا ٹائم ہے نہ ترجمہ پڑھنے کا، نہ حدیث پڑھنے کا اور نہ ہی سیرت کی کتب کے مطالعہ کا۔

اب تو آپ کا سارا دن فقط میڈیکل کی ٹرمز کو رٹنا لگانے میں، اکاؤنٹنگ کے مسائل سلجھانے میں، آرٹس کے پیچیدہ اسرار و رموز پر تنقیدی نظر ڈالنے میں اور ایسے ہی مسائل کے حل میں گزرتا ہے جن کی بابت آپ نے عملی زندگی میں کبھی آنا ہی نہیں اور چاہے آپ ”گزشتہ سالوں کی حکومت کی جاری کردہ رپورٹس“ انٹرنیٹ سے ڈاؤن لوڈ

کر کے دیکھ لیں کہ حکومت کا لاکھوں روپیہ آپ خواتین کی دنیاوی تعلیم پہ صرف ہو رہا ہے اور جب آپ کو نوکری کرنے کا (اس لادین حکومت کی جانب سے) کہا جاتا ہے تو کچھ تو ”شوہر اور ساس کے دباؤ“ کے تحت نوکری نہیں کرتیں، کچھ خود ہی دیہاتوں وغیرہ میں جانا پسند نہیں کرتیں اور اکثر آپ کے گھر جب اللہ تعالیٰ اولاد کی نعمت عطا کرتا ہے تو ایک نئی دنیا آپ کے دل میں اجاگر ہو جاتی ہیں اور رہی سہی خواتین اولاد کی محبت اور اپنے فطری تقاضوں کی وجہ سے بخوشی گھرداری میں مصروف ہو جاتی ہیں۔ میں پھر کہہ دیتا ہوں کہ دنیاوی تعلیم بھی آپ کے لئے کسی حد تک ضروری ہے کہ دینی تعلیم اور ”ہوم اسائنمنٹس“ کی تعلیم کے ساتھ آپ کی دین و دنیا دونوں سنور سکتی ہیں۔

خدا را! تنقیدی نظر سے نہیں بلکہ ٹھنڈے دل و دماغ سے ان باتوں پہ غور کیجئے، اللہ آپ بچیوں ہر قسم کی مشکلات اور تنگیوں سے بچائے اور آپ کو نئے گھر میں آسانیاں مہیا کرنے والا بنائے۔ آمین

تہذیب فرنگی ہے اگر مرگِ امومت
ہے حضرت انسان کے لئے اس کا ثمر موت
جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن!
کہتے ہیں اسی علم کو اربابِ نظر موت
بیگانہ رہے دیں سے اگر مدرسہ زن!
ہے عشق و محبت کے لئے علم و ہنر موت

ہماری دیگر مطبوعات

